جس میں

فقیہ الامت حضرت اقدس مفتی محمود حسن صاحب گنگوہی زید مجدہم
مفتیٔ اعظم ہند کی افریقہ میں خدماتِ جلیلہ اور مجالس و مواعظ اور
دعوت و تبلیغ کی تاریخ اور ہندوستانی داعیانہ عالمگیر تحریکوں
اور شخصیتوں کا تذکرہ کیا گیا ہے

مرتّب: محمّد فاروق غفرلہٗ

مکتبہ نشر المحمود نزدیک چھتہ مسجد
دیوبند یوپی ۲۴۷۵۵۴

ٹیلیفون: ۲۲۲۹۰، ۰۱۳۳۶

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نام کتاب

افریقہ اور خدمات فقیہ الامت

سیدی و مرشدی حضرت اقدس
مفتی محمود حسن صاحب گنگوہی
دامت برکاتہم

مرتّب : محمد فاروق غفرلہ

اشاعت : ذی قعدہ ۱۴۱۱ھ

قیمت :

صفحات :

کتابت : محمد سفیان اعظمی

ناشر

مکتبہ نشر المحمود نزدیک چھتہ مسجد
دیوبند یوپی ۲۴۷۵۵۴

ٹیلیفون : ۲۲۲۹۰، ۰۱۳۳۶

بہلت آفسٹ پرنٹرز، دہلی ۲

Scanned by CamScanner

فہرست مضامین

Scanned by CamScanner

Scanned by CamScanner

Scanned by CamScanner

Scanned by CamScanner

Scanned by CamScanner

تمت

عرضِ مُرتّب

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

نحمدہٗ ونصلّی ونسلّم علیٰ رسولہ الکریم

امّا بعد! اللہ تعالیٰ نے بنی نوعِ انسان پر جو گوناگوں احسانات فرمائے اور رحمتوں کی بارش فرمائی ہے ان میں سب سے بڑا احسان اور سب سے بڑی رحمت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ شانہٗ نے اپنے بندوں کی ہدایت کے لئے اور ان کو اپنے قرب و رضا اور جنّت کا مستحق بنانے کے لئے نبوت و رسالت کا سلسلہ جاری فرمایا۔ انسانی دنیا کے آغاز سے لے کر سیّد المرسلین حبیب رب العالمین خاتم النبیین حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلّم کی بعثت تک یہ سلسلہ جاری رہا کہ جب اور جس خطّۂ زمین میں انسانوں پر گمراہی کا غلبہ ہوا تو اللہ تعالیٰ نے اپنا کوئی نبی ان میں بھیجکر ان کی رہنمائی اور دستگیری فرمائی۔ اس طرح ہزاروں سال یہ سلسلہ جاری رہا اور انسانوں کی روحانی استعداد فطری طور پر بھی اور انبیاء علیہم السّلام کی مسلسل تعلیم و تربیت کے ذریعہ بھی برابر ترقی کرتی رہی، یہاں تک کہ اب سے تقریباً چودہ سو برس پہلے جب انسانیت روحانی استعداد کے لحاظ سے گویا بالغ ہوگئی اور دُنیا کے مختلف حصّوں کے درمیان روابط و تعلقات قائم ہونے کی صورتیں بھی پیدا ہوگئیں اور آمد و رفت کے وہ وسائل پیدا ہونے لگے جن کی وجہ سے ایک طرف کے علوم و افکار

دوسری طرف منتقل ہونا ممکن و سہل ہو گیا اور مختلف حصوں میں بٹی ہوئی دنیا جب اس طرح ایک دُنیا بن گئی تو حکمت الٰہی نے فیصلہ کیا کہ اب ایک ایسی کامل ہدایت اور ایسا مکمل دین پوری انسانی دُنیا کو عطا فرما دیا جائے جو سب قوموں کے حسب حال ہو اور جس میں کبھی کسی ترمیم و تنسیخ کی ضرورت نہ ہو، اور ایک ایسے نبی و رسول کے ذریعہ اس ہدایت اور اس دین کو بھیجا جائے جو سب ملکوں اور سب قوموں کا نبی ہو اور پھر اسی نبی پر نبوت کے اس سلسلہ کو ختم کر دیا جائے۔ چنانچہ فخرِ انبیاء سید المرسلین حضرت محمد صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر سلسلۂ نبوت کو ختم کر دیا گیا اور قرآن پاک میں اعلان کر دیا گیا:

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ۔

محمد (صلی اللہ علیہ وسلّم) تمہارے مَردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں لیکن اللہ کے رسول ہیں اور سب نبیوں کے ختم پر ہیں (بیانُ القرآن)

اسی طرح آنحضرت صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم پر دین کو کامل و مکمل کر دیا گیا اور تکمیلِ دین کا اعلان بھی قرآن پاک میں کر دیا گیا:

اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِىْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا۔ الآية

آج کے دن تمہارے لئے تمہارے دین کو میں نے کامل کر دیا اور میں نے تم پر اپنا انعام تمام کر دیا اور میں نے اسلام کو تمہارے دین بننے کیلئے پسند کر لیا۔ (بیان القرآن)

اور دین کی تکمیل کے ساتھ ساتھ اس کی حفاظت کا بھی وعدہ کیا گیا اور اس کا بھی قرآن پاک میں اعلان کر دیا گیا:

اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ۔

ہم نے قرآن کو نازل کیا ہے اور ہم اس کے محافظ ہیں۔ (بیان القرآن)

Scanned by CamScanner

اب نہ کوئی نبی آنے والا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر سلسلۂ نبوت ختم کردیا گیا نہ کوئی دین آنے والا ہے کہ دین کی تکمیل کردی گئی نہ دشمنانِ اسلام اس مذہب اسلام میں تبدیل و تحریف کرسکتے ہیں چونکہ مذہب اسلام کی حفاظت کا وعدہ خود اللہ پاک نے فرمایا اور اس کا غیبی انتظام فرمایا ہے۔

اور چونکہ مذہب اسلام قیامت تک کے لئے اور دنیا میں بسنے والی تمام انسانیت اور تمام قوموں کے لئے ہے اس لئے اس کے تمام انسانوں اور تمام بستیوں اور قوموں تک پہونچنے کا غیبی انتظام بھی کردیا گیا کہ ہر متبع رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اس دعوت الی اللہ کا ذمہ دار قرار دیا گیا کہ وہ تمام روئے زمین پر بسنے والی انسانیت کو اللہ تعالیٰ کے دین کی دعوت دیں اور ان کا رشتہ ان کے خالق ومالک سے جوڑیں۔ قرآن پاک ہی میں اس کو بیان فرمایا گیا:

قُلْ هٰذِهٖ سَبِيْلِيْٓ اَدْعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ عَلٰى بَصِيْرَةٍ اَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِيْ۔

آپ فرمادیجئے کہ میں خدا کی طرف اس طور پر بلاتا ہوں کہ میں دلیل پر قائم ہوں میں بھی اور میرے ساتھ والے بھی (بیان القرآن)

مطلب یہ ہے کہ میری یہ دعوت کسی سرسری نظر پر مبنی نہیں بلکہ پوری بصیرت اور عقل وحکمت کا ثمرہ ہے۔ اس دعوت وبصیرت میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے متبعین اور پیروؤں کو بھی شامل فرمایا ہے۔

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا ہے کہ "مَنِ اتَّبَعَنِيْ" کا مصداق صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین ہیں۔ تفسیر مظہری کے حوالے سے معارف القرآن میں یہ بھی تحریر ہے۔

اور یہ بھی معنیٰ ہوسکتے ہیں کہ "مَنِ اتَّبَعَنِيْ" عام ہو ہر اس شخص کے لئے جو قیامت تک دعوت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو امت تک پہونچانے کی خدمت میں مشغول ہو۔

Scanned by CamScanner

کلبی اور ابن زید نے فرمایا کہ اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جو شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اتباع کا دعویٰ کرے اس پر لازم ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت لوگوں میں پھیلائے اور قرآن کی تعلیم کو عام کرے۔ (مظہری) معارف القرآن ص۱۴۵ جلد پنجم سورۂ یوسف۔

علامہ ابوالفضل شہاب الدین السید محمود الآلوسی البغدادی اس آیت کے ذیل میں تحریر فرماتے ہیں:

"وجوز کون (من) مبتدأ خبرہ محذوف ای ومن اتبعنی کذلک ای داع وان یکون علیٰ بصیرۃ الخ"۔ (روح المعانی ص۶۷ ج ۱۵۔

جس کا حاصل یہ ہے کہ متبع رسول صلے اللہ علیہ وسلم کو بھی بصیرت (یقین کامل، اعتقادِ جازم) کے ساتھ اللہ (کے دین) کا داعی ہونا چاہیئے۔

حجۃ الاسلام ابوبکر احمد بن علی الرازی الجصاص آیتِ مذکورہ بالا کے ذیل میں فرماتے ہیں:

"فیہ بیان انہ مبعوث بدعاء الناس الی اللہ عزوجل علیٰ بصیرۃ من امرہ کأنہ یبصرہ بعینہ وان من اتبعہ فذلک سبیلہ فی الدعاء الی اللہ عزوجل وفیہ الدلالۃ علیٰ ان علی المسلمین دعاء الناس الی اللہ تعالیٰ کما کان علی النبیّ صلی اللہ علیہ وسلم ذلک الخ"۔ احکام القرآن جلد ۳ ص ۱۷۹۔

اس (آیت) میں اس چیز کا بیان ہے کہ آنحضرت صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف علیٰ وجہ البصیرت (گویا اپنے امر کو آپ اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہوں) دعوت دینے کے ساتھ مبعوث کیا گیا ہے اور جو شخص آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا اتباع کرے اس کا راستہ بھی اللہ عزوجل کی طرف دعوت دینے میں

Scanned by CamScanner

یہی ہے۔ اور اس میں اس چیز کی دلالت بھی ہے کہ مسلمانوں پر بھی لوگوں کو اللہ تعالیٰ شانہٗ کی طرف دعوت دینا ایسا ہی لازم ہے جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر لازم تھا،

وَمَنْ اَحْسَنُ قَوْلاً مِمَّنْ دَعَا اِلَى اللّٰہِ وَعَمِلَ صَالِحاً — اور اس سے بہتر کس کی بات ہو سکتی ہے جو خدا کی طرف بلائے اور نیک عمل کرے اور کہے کہ میں فرمانبرداروں میں ہوں۔ (بیان القرآن)

کے ذیل میں علامہ موصوف تحریر فرماتے ہیں:

"وفیہ بیان ان ذٰلک احسن قول ودل بذٰلک علیٰ لزوم فرض الدعاء الی اللہ اذ لا جائز ان یکون النفل احسن من الفرض فلو لم یکن الدعاء الی اللہ فرضاً وقد جعلہ من احسن قول اقتضیٰ ذٰلک ان یکون النفل احسن من الفرض وذٰلک ممتنع"

احکام القرآن ج ۳ ص ۳۸۵

اس (آیت) میں اس چیز کا بیان ہے کہ یہ (دعوت الی اللہ) احسن قول ہے۔ اور اس سے دعوت الی اللہ کے فریضہ لازمی ہونے پر دلالت بھی ہے۔ اس لئے کہ یہ جائز نہیں کہ نفل فرض سے احسن ہو جائے۔ پس اگر دعوت الی اللہ فرض نہ ہو حالانکہ اس کو احسن قول قرار دیا ہے اس کا مقتضیٰ یہ ہو گا کہ نفل فرض سے احسن ہو جائے اور یہ ممتنع ہے۔

ان عبارات سے ہر متبع رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر دعوت الی اللہ کی فرضیت بخوبی ثابت ہو گئی۔ ادھر عالم تکوین میں یہ بھی تجویز کیا گیا کہ ہر زمانہ اور ہر دور کی ضرورت کے مطابق ایسے حضرات اس امت میں پیدا ہوتے رہیں۔ جو اس دین کی خدمت و حفاظت ہی کو اپنا وظیفۂ حیات بنائیں۔ چنانچہ ماضی کی تاریخ اور حال کا مشاہدہ شاہد ہے کہ ایسے حضرات اس اُمت میں ہر زمانہ میں

Scanned by CamScanner

پیدا ہوتے رہے ہیں۔ اور چونکہ یہ دین قیامت تک کے لئے ہے اور دنیا کی ساری قوموں کے لئے ہے اور مختلف انقلابات سے اس کو گذرنا اور دنیا کی ساری قوموں، ملتوں اور ان کی تہذیبوں سے اس کا واسطہ پڑنا تھا اور ہر مزاج و قماش کے لوگوں کو اس میں آنا تھا اس لئے قدرتی طور پر ناگزیر تھا کہ جس طرح پہلے نبیوں کے ذریعہ آئی ہوئی آسمانی تعلیم و ہدایت میں طرح طرح کی تحریفیں اور آمیزشیں ہوئیں اور عقائد و اعمال کی بدعتوں نے ان میں جگہ پائی۔ اسی طرح خدا کی نازل کی ہوئی اس آخری ہدایت و تعلیم میں بھی تحریف و تبدیل کی کوششیں کی جائیں اور فاسد مزاج عناصر اس کو اپنے غلط خیالات اور اپنی نفسانی خواہشات کے مطابق ڈھالنے کے لئے حقائق دینیہ کی غلط تاویلیں کریں اور سادہ لوح عوام ان کے دجل و تلبیس کی شکار ہوں اور اس طرح یہ اُمت بھی عقائد و اعمال کی بدعات میں مبتلا ہو جائے۔ اس لئے اس سے حفاظت کا انتظام بھی کیا گیا۔

إِنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ يَبْعَثُ لِهٰذِهِ الْأُمَّةِ عَلٰى رَأْسِ كُلِّ مِائَةِ سَنَةٍ مَنْ يُجَدِّدُ لَهَا دِينَهَا۔	اللہ تعالیٰ اس اُمت کے لئے ہر سو سال کے سرے پر ایسے بندے پیدا کرے گا جو اس کے لئے اس کے دین کو نیا اور تازہ کرتے رہیں گے۔
(سنن ابی داؤد باب ما یذکر فی قرن المائۃ)	

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب نور اللہ مرقدہ نے حجۃ اللہ البالغہ میں ابواب الاعتصام بالکتاب والسنۃ کے زیرِ عنوان اس حدیث شریف کی عجیب تشریح فرمائی ہے، فرماتے ہیں:

قوله صلى الله عليه وسلم لا تجتمع هٰذه الامة على الضلالة وقوله صلى الله عليه وسلم يبعث الله لهٰذه الامة	یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد کہ "میری اُمت کبھی گمراہی پر متفق نہ ہوگی" اور آپ کا یہ ارشاد کہ "اللہ تعالیٰ اس اُمت

Scanned by CamScanner

علیٰ راس کل مائة سنة من یجدد لها دینها تفسیرہ فی حدیث اٰخر یحمل ھٰذا العلم من کل خلف عدوله ینفون عنه تحریف الغالین وانتحال المبطلین وتاویل الجاھلین۔

کیلئے ہر صدی کے سرے پر ایسے بندے پیدا کرتا رہے گا جو اس کے لئے اس کے دین کو تازہ کرتے اور نکھارتے رہیں گے۔ آپ کے ان ارشادات کی وضاحت اور تشریح آپ کی اس حدیث سے ہوتی ہے (جو کتبِ حدیث میں مروی ہے) کہ میرے لائے ہوئے اس علم یعنی دین کی امانت کو ہر زمانہ کے اچھے اور نیک بندے سنبھالیں گے اور اس کی خدمت و حفاظت کا حق ادا کریں گے، وہ غلو اور افراط والوں کی تحریفوں سے اور کھوٹے سکّے چلانے والوں کی ملمع کاریوں سے اور جاہلوں کی فاسد تاویلوں سے اس دین کی حفاظت کریں گے۔،،

اس اُمّت کی تاریخ گواہ ہے کہ ایسے بندگانِ خدا ہر دور میں برابر پیدا ہوتے رہے ہیں اور دین کی دعوت و تبلیغ اور اصلاح و تجدید کا سلسلہ برابر جاری رہا ہے اور انکو دین کی حفاظت و اشاعت کا خاص داعیہ اور جذبۂ صادقہ عطا ہوا جو ان کو کسی کروٹ چین نہ لینے دیتا تھا۔

حضرت مجدّد الف ثانی قدس سرہٗ کے درد و بیقراری اور سوز و اضطراب کا اندازہ اس شعر سے ہوتا ہے جو ان کے مکاتیب میں جگہ جگہ آیا ہے ؎

آنچہ من گم کردہ ام گر از سلیماں گم شدے
ہم سلیماں ہم پری ہم اہرمن بگریستے

اور یہ الفاظ ان کے قلم سے نکلے ہیں:

"واویلا واحزناہ وامصیبتاہ، محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کہ محبوب

رب العالمین است اتباعِ او ذلیل و خوار ند و دشمنانِ او باعزت و اعتبار"

حضرت مولانا محمد الیاس صاحب قدس سرہ کے بارے میں حضرت مولانا سید ابوالحسن علی صاحب ندوی زید مجدہم تحریر فرماتے ہیں:

"مولانا کا سا درد اور بیقراری دیکھنے میں نہیں آئی، جس شخص نے نہیں دیکھا وہ تصور نہیں کر سکتا۔ بعض اوقات ماہیِ بے آب کی طرح تڑپتے، آہیں بھرتے اور فرماتے۔ میرے اللہ میں کیا کروں کچھ ہوتا نہیں، کبھی کبھی دین کے اس درد اور اس فکر میں بستر پر کروٹیں بدلتے اور بے چینی بڑھتی تو اُٹھ اُٹھ کر ٹہلنے لگتے۔ ایک رات والدۂ مولانا محمد یوسف صاحب نے پوچھا کہ آخر کیا بات ہے کہ نیند نہیں آتی۔ فرمایا کیا بتلاؤں۔ اگر تم کو وہ بات معلوم ہو جائے تو جاگنے والا ایک نہ رہے دو ہو جائیں۔

بعض اوقات دیکھنے والوں کو ترس آتا اور تسکین دیتے۔ بعض مرتبہ اس جوش کے ساتھ گفتگو کرتے کہ معلوم ہوتا سینہ میں تنور گرم ہے۔ حمیتِ اسلامی اور جذبات کا ایک طوفان برپا ہے"[1]

حضرت مولانا عبدالقادر صاحب قدس سرہ کے حالات میں لکھا ہے:۔

"اسلام کی فکرمندی اور مسلمانوں کے حالات سے دردمندی طبیعتِ ثانیہ بن گئی تھی اور پورے نظامِ زندگی کی رُوحِ رواں بن گئی تھی، اس کے لئے نہ زندگی کا کوئی شعبہ مخصوص تھا نہ عمر کا کوئی وقت، یہ درد جسم اور فوائے فکریہ میں اس طرح جذب ہو گیا تھا ؎

شاخِ گُل میں جس طرح بادِ سحر گاہی کا نم

---

[1] حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ اور ان کی دینی دعوت ص۲۱۲

یہی درد کبھی زبان پر آہ و فغاں میں تبدیل ہو جاتا، کبھی تنہائی میں آنسوؤں میں تبدیل و تحلیل ہو جاتا. لیکن وہ دم کے ساتھ اور اس سے کسی وقت فرار نہ تھا۔"

ایک موقع پر ارشاد فرمایا:۔

"لوگ سمجھتے ہیں کہ تخلیہ میں معلوم نہیں کن عبادات میں مصروف ہوتا ہوں بعض مرتبہ پورا وقت مسلمانوں کی فکر اور رنج و قلق میں گذر جاتا ہے[1]"

حضرت اقدس مولانا اشرف علی صاحب تھانوی قدس سرہ، کے حالات میں لکھا ہے:

"اُمت کی بدحالی کا خیال کھانے کے وقت آجاتا ہے تو بھوک غائب ہو جاتی ہے۔ اور اگر سونے سے پہلے خیال آجاتا ہے تو نیند اُڑ جاتی ہے۔"

حضرت مولانا شاہ وصی اللہ صاحب قدس سرہ، کے متعلق حضرت مولانا سید ابوالحسن علی صاحب ندوی دامت برکاتہم تحریر فرماتے ہیں:

"ایک اضطرابی اور سیمابی کیفیت تھی، ایسا معلوم ہوتا تھا کہ کسی کل چین نہیں ہے، مسلمانوں کے حالات، اخلاق و معاملات کے بگاڑ، صدق و اخلاص کی کمی اور نفاق کے کھُلی آنکھوں مشاہدے نے بے قرار و مضطرب بنا رکھا ہے۔ اصلاحِ حال اور دعوت فرار الی اللہ کا جذبہ قلب و دماغ و اعصاب پر مستولی ہو گیا ہے اور وہ حال ہے جو اس شعر میں بیان کیا گیا ہے ؎

شعلہا آخر ز ہر مویم دمید
از رگ اندیشہ ام آتش چکید[2]

---

[1] سوانح حضرت مولانا عبدالقادر صاحبؒ ص ۲۸۸ [2] حیاتِ مصلح الامتؒ ص ۳۰۵ ۔

انھیں اکابر کی یادگار اور ان کی باطنی امانت کے صحیح امین و وارث فقیہ الامّت حضرت اقدس مفتی محمود حسن صاحب زید مجدھم (مفتیٔ اعظم ھند) ہیں، جن کے سوز دروں، باطنی کیفیات، اُمّت کی بدحالی پر بیکلی و بے چینی کا انداز مجھ جیسا عامی کیا کر سکتا ہے ؎

اے مُرغ سحر عشق ز پروانہ بیاموز
کاں سوختہ را جاں شد و آواز نیامد
ایں مدعیاں در طلبش بے خبر انند
آنرا کہ خبر شد خبرش باز نیامد

حضرت زید مجدہم کے حقیقتِ حال کی صحیح تصویر اور قلبی کیفیت کی سچی تعبیر و ترجمانی اس شعر سے ہوتی ہے ؎

دل ڈھونڈنا سینہ میں مرے بوالعجبی ہے
اِک ڈھیر ہے یاں راکھ کا اور آگ دبی ہے

یہی وہ بے کلی و بے چینی ہے جو ستاسی[۸۷] سالہ عمر میں کمزور و ناتواں ضعیف و نحیف جسم و جثہ کے ساتھ طویل طویل دور دراز ملکوں کے اسفار پر مجبور و آمادہ کرتی ہے، حالانکہ قدم قدم پر چکر، آنکھوں میں اندھیرا مگر قلب میں ایک بے کلی و بے چینی ہے جو کسی طرح چین نہیں لینے دیتی اور کوئی بھی دین کا تقاضا سامنے آنے پر ضُعف و امراض کو بھلا کر ایک نئی روح اور نئی تازگی پیدا کر دیتی ہے ؎

ہر چند پیر خستہ و بس ناتواں شدم
ہر گہ نظر بسوئے تو کردم جواں شدم

حضرت زید مجدہم کے حسبِ حال وہ شعر ہے جو حضرت زید مجدہم نے قطب الاقطاب

حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب نوّر اللہ مرقدہٗ (مہاجر مدنی) کے بارے میں کہا تھا ؎

صنعف و پیری، کثرتِ امراض گردش مضمحل
لیک بہرِ محنتِ دیں ہمتے دارد جواں

حضرت زید مجدہم کے اسفار سے کتنے دینی فوائد مرتّب ہوتے ہیں جس جگہ تشریف لے جاتے ہیں طالبانِ حق پروانہ وار دور دراز علاقوں سے سمٹ سمٹ کر جمع ہو جاتے ہیں اور وہی جگہ خانقاہ و درسگاہ بن جاتی ہے، اربابِ مدارس حاضری دیتے ہیں علمی اشکالات کا حل تلاش کرتے ہیں، کہنہ مشق شیوخِ حدیث بھی آتے ہیں، اربابِ درس تفسیر و فقہ و منطق بھی، مناظر بھی آتے ہیں، مبلّغ بھی، اربابِ فتوی اور اہلِ ذوق مصنّف بھی، مہتمم اور منتظم بھی، ہر ایک اپنے اُلجھے ہوئے مسائل لیکے آتے ہیں، تسلّی بخش جوابات سے شاداں و فرحاں واپس ہوتے ہیں، گوناگوں مشکل سوالات کے اطمینان بخش جوابات بیک وقت اس طرح دیئے جاتے ہیں جیسے پہلے سے بڑی تیاری کی گئی ہو، جس کو دیکھ کر امام ابوالحسن اشعری کی مجلس کا رنگ یاد آجاتا ہے۔ ان کے ایک شاگرد ابوعبداللہ بن خفیف اپنی پہلی ملاقات اور ایک مجلس کی کیفیت بیان کرتے ہیں:

"میں شیراز سے بصرہ آیا، مجھے ابوالحسن اشعری کی زیارت کا شوق تھا، لوگوں نے مجھے ان کا پتہ دیا۔ میں آیا تو وہ ایک مجلسِ مناظرہ میں تھے، وہاں معتزلہ کی ایک جماعت تھی، اور وہ لوگ گفتگو کر رہے تھے، جب وہ خاموش ہوئے اور انھوں نے اپنی بات پوری کرلی تو ابوالحسن اشعری نے گفتگو شروع کی، انھوں نے ایک ایک سے مخاطب ہو کر کہا کہ تم نے یہ کہا تھا اس کا جواب یہ ہے، تم نے یہ اعتراض کیا تھا اور اس کا جواب یہ

طرح ہے، یہاں تک کہ انھوں نے سب کا جواب دے دیا، جب وہ مجلس سے اُٹھے تو میں ان کے پیچھے پیچھے چلا، اور ان کو بہت نیچے تک دیکھنے لگا، انھوں نے فرمایا کہ تم کیا دیکھتے ہو؟ میں نے کہا کہ یہ دیکھتا ہوں کہ آپ کی کتنی زبانیں ہیں، کتنے کان اور کتنی آنکھیں ہیں (کہ آپ سب کی سُنتے، سب کا سمجھتے اور سب کا جواب دیتے ہیں) وہ یہ سُن کر ہنس دیئے۔"

(تاریخ دعوت وعزیمت ص۱۰۱ بحوالہ تبیین کذب المفتری ص۹۵ ج۱)

ارباب قلوب آتے ہیں، شفاء و دواء درد دل حاصل کرتے ہیں، بیگانے آتے ہیں معرفت خداوندی حاصل کرکے لوٹتے ہیں، مختلف حوائج سے مجبور لوگ آتے ہیں بفضل خداوندی اپنی مراد پاتے ہیں، پریشان دلوں کو سکون ملتا ہے، لطف و سرور حاصل ہوتا ہے، بدعملوں کو ندامت نصیب ہوتی ہے، توبہ کی توفیق اور جذبۂ عمل پیدا ہوتا ہے، ارباب دل اپنے قلوب میں معرفت خداوندی اور آتش عشق الٰہی کی گرمی محسوس کرتے ہیں، گویا ایک علم وعمل، صدق وا خلاص کا سمندر ہے جو پورے علاقہ کو سیراب کرتا چلا جاتا ہے۔ مدارس میں بہار، خانقاہوں میں تازگی، مساجد میں رونق آجاتی ہے۔ کتنے اساتذہ وطلبہ درس حدیث و سندِ حدیث کا شرف و سعادت حاصل کرتے ہیں، کتنے نئے مدارس و مساجد کا سنگِ بنیاد رکھا جاتا ہے، کتنی جگہ ذکر کے حلقے قائم ہوتے ہیں، کتنی خانقاہیں وجود میں آتی ہیں۔ غرض کہ ایک دریائے فیض اور دریائے نور ہے جو اللہ پاک کی بے شمار نعمتوں ورحمتوں کے نزول کا سبب ہے۔

جنوبی افریقہ کے ۱۴۱۰ھ کے سفر میں ایک ماہ تقریباً حضرت زید مجدہم کی ہمرکابی کی سعادت میسّر آئی اور حضرت زید مجدہم کی بعض مجالس ومواعظ کو قلمبند کرنے کی توفیق نصیب ہوئی، تاکہ ہندی احباب بھی اس گرانمایہ علمی خزانہ

سے مستفید ہو سکیں۔ اس پر راقم الحروف نے بطور عرض مُرتّب لکھنا شروع کیا تاکہ جنوبی افریقہ کی حالت بھی کسی قدر سامنے آجائے۔ یہ سطور کافی طویل ہو کر مستقل کتاب کی صورت اختیار کر گئیں اور اب اس پر مزید یہ سطور بطور عرض مُرتّب لکھنے کی نوبت آئی، جس میں وہاں کی تاریخ بالخصوص وہاں اشاعتِ اسلام سے متعلق معلومات اور ان صوفیانہ سلسلوں کا ذکر بھی آگیا جنھوں نے وہاں دعوت و تبلیغ کی نمایاں خدمات انجام دی ہیں، اسی طرح ان اکابر کے دعوت و تبلیغ کے اصول اور طریقہائے کار کا ذکر بھی آگیا جو بعد میں دعوت و تبلیغ کی خدمت انجام دینے والوں کے لئے مشعلِ راہ کا کام دے سکتے ہیں۔

اسی طرح ہندوستانی دعوت و تبلیغ کی عالمگیر تحریکوں اور شخصیتوں کا تذکرہ بھی آگیا جن کی محنتوں کا دائرہ ہندو پاک سے گذر کر دوسرے ممالک میں بھی پھیلا ہوا ہے۔

اخیر میں فقیہ الامت حضرت اقدس سیّدی مرشدی مفتی صاحب دامت برکاتہم کی ان دینی و قیع خدمات کا مختصر جائزہ بھی آگیا ------------

------ جو حضرت زید مجدہم اس پیرانہ سالی میں جنوبی افریقہ میں انجام دیتے ہیں جو دعوت و تبلیغ کا جذبہ رکھنے والوں کے لئے قابلِ تقلید نمونہ اور مشعلِ راہ اور باعثِ عبرت ہے۔

حضرت زید مجدہم کے اسفار اور دوروں کی برکت سے تمام جنوبی افریقہ میں کس طرح دینی زندگی بیدار ہوئی اور گویا سوتی ہوئی بستی جاگ اُٹھی۔ بقولِ شاعر ؎

شورشِ عندلیب نے روح چمن میں پھونک دی
ورنہ یہاں کلی کلی مست تھی خوابِ ناز میں

Scanned by CamScanner

اور اس سے ان لوگوں کی غلط فہمیوں کا بھی ازالہ ہو جائیگا جو ان اسفار کو محض سیر و سیاحت یا دنیوی منافع کی تحصیل کا ذریعہ سمجھتے ہیں۔

اس مجموعہ میں مندرجہ ذیل باتیں ملحوظ رکھی گئی ہیں:

(۱) اکثر و بیشتر حصہ حضرت اقدس مفتی صاحب زید مجدہم کو سنایا گیا ہے اور حضرت زید مجدہم نے بہت سی اصلاحات اور ترمیم و اضافے فرمائے ہیں۔

(۲) تاریخ افریقہ سے متعلق حصہ پر جنوبی افریقہ کے بعض اہل علم کی نظر ثانی کرائی گئی ہے مثلاً مخدوم و مکرم حضرت مولانا محمد ابراہیم صاحب پانڈور زید مجدہم خادم خصوصی حضرت فقیہ الامت زید مجدہم، مولانا شبیر احمد صاحب مہتمم دارالعلوم زکریا، مولانا مفتی رضاء الحق صاحب مفتی دارالعلوم زکریا اور مولانا محمد گارڈی نے اکثر حصہ ملاحظہ فرمایا اور خاص مشوروں سے نوازا۔

(۳) حوالہ طلب چیزوں کا حوالہ دیدیا گیا ہے۔

(۴) حالات افریقہ کے لئے بطور خاص تین کتابیں پیش نظر رہی ہیں۔

۱ افریقہ ایک چیلنج۔ تالیف مولانا احمد عبداللہ المسدوسی۔

۲ اقصائے مغرب یعنی تاریخ افریقہ۔ تالیف مولانا حامد علی صاحب صدیقی سہارنپوری

۳ دعوت اسلام۔ ترجمہ پریچنگ آف اسلام۔ تالیف پروفیسر آرنلڈ۔
ترجمہ مولانا عنایت اللہ صاحب دہلوی

(۵) ان تینوں میں بھی "افریقہ ایک چیلنج" سے زیادہ استفادہ کیا ہے اور اسی سے زیادہ تر اقتباسات لئے ہیں۔

(۶) حالات افریقہ سے متعلق جن عبارتوں کا حوالہ مذکور نہیں وہ "افریقہ ایک چیلنج" سے ہی ماخوذ ہیں۔

اخیر میں اپنے تمام معاونین و محسنین کا شکریہ ادا کرتا ہوں جنھوں نے کسی درجہ میں بھی اس کتاب کی ترتیب میں تعاون فرمایا، بالخصوص محترم دوست مولانا نورالحسن راشد کاندھلوی

Scanned by CamScanner

صاحبزادۂ مخدوم و محترم حضرت مولانا افتخار الحسن صاحب کاندھلوی زید مجدہم کا کہ ہر سہ کتب مذکورہ موصوف نے ہی اپنے کتب خانہ سے برائے مطالعہ عنایت فرمائیں۔ فجزاہم اللہ احسن الجزاء فی الدارین

اور یہ بھی گذارش ہے کہ اس تحریر میں جو غلطی محسوس فرمائیں اس کو اس ناکارہ کی کم علمی اور کم فہمی پر محمول فرمائیں اور اس ناکارہ کو مطلع فرما کر ممنون فرمادیں تاکہ آئندہ اشاعت میں اس کی تصحیح کردی جائے۔ اور قارئین کرام سے دعا کی بھی درخواست ہے کہ اللہ پاک اس کتاب کو عوام و خواص کے لئے مشعلِ راہ بنائے اور دعوت و تبلیغ کا جذبہ بیدار ہونے اور بالخصوص جنوبی افریقہ میں اسلام کی نشاۃِ ثانیہ کا ذریعہ بنائے اور اپنی بارگاہِ عالی میں بیحد مقبول فرما کر اس ناکارہ کے لئے ذریعۂ نجات بنائے کہ اس کوشش کا یہ بڑا مقصد ہے۔ بقول شاعر ؎

حکایت از قدآں یارِ دل نواز کنیم بایں بہانہ مگر عمر خود دراز کنیم

اور سیدی مرشدی فقیہ الامت حضرت اقدس مفتی صاحب دامت برکاتہم کا سایۂ مبارک صحت و قوت اور عافیت کے ساتھ دراز تر فرمائے اور حضرت زید مجدہم کے فیوض و برکات سے پورے عالم کو فیضیاب و سیراب فرمائے۔ آمین! ؎

حشر تک یارب طفیلِ خادمانِ مے فروش اک در تو بہ کھلا رکھ اِک دُکانِ مے فروش

دَور چلتا ہی رہے گردش میں پیمانہ رہے

میکشوں کے سر پہ یارب پیرِ میخانہ رہے

آمین یارب العالمین بحرمۃ حبیبک سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وصحبہ اجمعین الیٰ یوم الدین۔

العبد محمد فاروق عفی عنہ جامعہ محمودیہ ہاپوڑ روڈ میرٹھ (یوپی)

بوقت ۱۱ بجے شب شنبہ ۸ ذی قعدہ ۱۴۱۱ھ

Scanned by CamScanner

افریقہ

وجہ تسمیہ افریقہ کی وجہ تسمیہ یہ بیان کی جاتی ہے کہ افریقہ کا لفظ ایک بربر قبیلہ افریق (افریک) سے لیا گیا ہے جو تونس کے ایک گوشے میں اس زمانہ میں بستا تھا جبکہ اس برّاعظم کا بیشتر حصّہ نامعلوم تھا یا اس کے وسیع علاقہ کا وہم وگمان بھی نہ تھا[1]

افریقہ کی اہمیّت کے چند پہلو اور امتیازی خصوصیات

افریقہ کی اہمیّت کا اظہار کسی شاعر نے اس طرح کیا ہے ؎

مردم چشم زمیں یعنی وہ کالی دُنیا وہ تمہارے شہدا پالنے والی دنیا
گرمیٔ مہر کی پروردہ ہلالی دنیا عشق والے جسے کہتے ہیں بلالی دنیا

دنیا کے دیگر برّاعظموں کے مقابلہ میں افریقہ کے برّاعظم کو چند امتیازی خصوصیات حاصل ہیں، ان میں سے بعض کو یہاں بیان کیا جاتا ہے۔

(۱) یہ برّاعظم ربع مسکوں کا مرکزی برّاعظم ہے۔ اس کے مشرق میں ایشیا اور آسٹریلیا واقع ہیں۔ مغرب میں شمالی و جنوبی امریکہ اور شمال میں یورپ واقع ہے۔

(۲) یہی وہ برّاعظم ہے جہاں دنیا کے ہر حصّہ کی نشریات صاف اور واضح طور پر سُنی جاسکتی ہیں۔ یہی وجہ ہے اریٹیریا کے علاقہ میں امریکہ کا بیرونِ امریکہ وہ سب سے بڑا ریڈیو اسٹیشن قائم تھا، جہاں کئی سو امریکی رہتے۔ اور دنیا

---

[1] افریقہ ایک چیلنج صـ۲۳

کے تمام ریڈیو اسٹیشنوں کی نشریات سُنکر جمع کرنے" اور ان کو ایڈٹ کرکے امریکہ روانہ کرتے تھے تاکہ ان سے استفادہ کیا جائے۔

(۳) مشرق و مغرب کی کش مکش میں سب سے قیمتی مقام یہی برِّ اعظم ہے۔ اسی لئے امریکہ نے امریکہ سے باہر اپنا سب سے بڑا ہوائی اڈہ لیبیا (ملک افریقہ) میں قائم کیا تھا۔ تاکہ بوقتِ ضرورت مقابل طاقت کی مؤثر مدافعت کی جاسکے۔ اسی لئے افریقہ کو اپنے جغرافیائی موقف کے باعث ایک قدرتی "قلعہ بنایا جاتا تھا۔ (مگر نت نئی ایجادات نے اب تو پوری دنیا ہی کا نقشہ بدل ڈالا)

(۴) اس کے شمال میں بحرِ روم، مغرب میں بحرِ اوقیانوس دونوں یورپ میں داخلہ کے بحری دروازے ہیں۔ اسی طرح افریقہ کا مغربی ساحل (ساحل بحر اوقیانوس) نئی دنیا کے لئے بے حد اہمیّت رکھتا ہے۔ کیونکہ نئی دنیا سے بقیہ عالم کا سب سے قریبی نقطہ اسی کا ایک حصہ ڈاکر ہے جس کے بارے میں ٹائن بی کہتا ہے

" ڈاکر کے مقام پر عالم اسلام ان آبناؤں پر قابو رکھتا ہے جو برِّ اعظموں کے راستے ہیں اور جو ایشیا اور افریقہ کے براعظموں کو جنوبی امریکہ کے جزیرہ سے جدا کرتے ہیں۔

(۵) دنیا کے نقشہ میں نو بڑے جغرافیائی اور حربی اہمیت کے مقامات ہیں۔ پناما، سنگاپور، سیلون، سوئز، درہ دانیال، باب المندب، تنجیر، ڈاکر، راس امید۔ ان میں سے پانچ یعنی پچاس فیصدی سے زائد صرف افریقہ میں ہیں۔

ع تو خود حدیث مفصّل بخواں ازیں مجمل

(۶) یہ براعظم دُنیا کا بلحاظ رقبہ ایشیا کے بعد دوسرا براعظم ہے اور اگر ایشیا سے اشتراکی رُوس کے علاقہ کو علیحدہ کیا جائے تو پھر یہ دُنیا کا سب سے بڑا براعظم ہے

(۷) آبادی کی قلّت کے لحاظ سے بھی یہ دوسرے درجہ پر ہے۔ پہلا درجہ آسٹریلیا

Scanned by CamScanner

کا ہے جس کی گنجانی فی مربع کلومیٹر دو فیصد ہے اور اس کی آٹھ بقیہ براعظموں کی گنجانی اس سے بہت زیادہ ہے جن میں یورپ کی گنجانی سب سے زیادہ ۸۶ فی مربع کلومیٹر ہے۔

(۸) اس براعظم کا نوّے فیصد حصہ خطِ استوا ر پر واقع ہے جس کا نتیجہ ہے کہ عموماً یہاں مسلسل گرمی، مسلسل رطوبت اور مسلسل بارش پائی جاتی ہے۔

(۹) یہاں دنیا کے بڑے بڑے دریا پائے جاتے ہیں جن کی مجموعی آبی و برقانی دنیا کی آبی و برقانی طاقت کا ایک تہائی ہے۔ اس براعظم کے مشہور دریا یہ ہیں (۱) دریائے نیل، (۲) دریائے نائجر، (۳) دریائے سینگال، (۴) دریائے کانگو، (۵) دریائے زمبوسی، (۶) دریائے اَرنج۔

دریائے نیل کی لمبائی اپنے منبع سے چار ہزار دو سو میل ہے۔ لیکن چونکہ یہ درمیان میں ایک جھیل میں گرتا ہے اس لئے اس جھیل سے اس کی لمبائی کا شمار کیا جاتا ہے۔ اگر ابتدائی منبع سے شمار کیا جائے تو یہ امریکہ کے دریاؤں سے بھی زیادہ لمبا اور دنیا کا سب سے بڑا دریا ہے۔ یہ ٹنگانیکا، کانگو، یوگنڈا، ایتھوپیا (حبش) سوڈان اور مصر کے وسیع علاقوں سے گذرتا ہے جن کا مجموعی رقبہ افریقہ کے مجموعی رقبہ کا ایک چوتھائی ہے۔

اسی طرح دریائے نائجر بھی دو ہزار چھ سو میل سے زیادہ لمبا ہے۔ دوسرے دریا بھی کم و بیش دو ہزار میل کے لگ بھگ ہیں۔

(۱۰) یہاں دنیا کے سب سے زیادہ قیمتی معدنیات (سونا، ہیرے) کی نصف سے زائد مقدار پائی جاتی ہے۔ اسی طرح تانبا، سیسا، اسبسٹاس، فاسفورس بڑی مقدار میں برآمد کیا جاتا ہے۔ اسی طرح تیل کے ذخائر بھی بڑی مقدار میں موجود ہیں۔ اور کوئلہ بھی بڑی مقدار میں برآمد کیا جاتا ہے۔

Scanned by CamScanner

(۱۱) اس براعظم میں بلحاظ مجموعی آبادی مسلمان ۶۰ رفیصد اور بلحاظ اکثریت آبادی تقریباً اتنے ہی علاقہ پر قابض ہیں. اس لئے مسلمان افریقہ کی غالب قوم ہیں، اور اس نقطۂ نظر سے یہ کہا جا سکتا ہے کہ بحیثیت مجموعی افریقہ مسلمانوں کا براعظم ہے اور مشرق و مغرب کے تمام براعظموں میں بھی مسلمانوں کا واحد براعظم ہے۔

(۱۲) ارض حجازِ مقدس سے قریب ترین علاقہ سرزمینِ افریقہ (ساحل سوڈان) ہے جو خود جزیرۃ العرب کے دیگر علاقوں سے بھی قریب ہے. اور اسی طرح اس جزیرہ کے شمال اور جنوبی گوشے براعظم افریقہ سے ملے ہوئے ہیں. اس طرح مرکزِ اسلام سے اس کا قرب مکانی اس کی روحانی ترقی کا ذریعہ بن گیا ہے۔

(۱۳) اس بڑے اعظم میں عیسائیت کا کوئی اکثری علاقہ نہیں اگرچہ تقریباً دوہزار سال سے یہاں عیسائیت کا اثر رہا ہے اور یورپی استعمار کی پچھلی صدیوں میں تو اس پر کاملاً ان کا تسلط رہا ہے. گو اب بھی یہاں عیسائی حکومتیں پائی جاتی ہیں لیکن ان کے زیرِ حکومت علاقوں میں بھی عیسائیوں کی اکثریت نہیں۔ چنانچہ ایتھوپیا میں بھی جو دو ہزار سال سے مسلسل عیسائی حکمرانوں کے ماتحت رہا ہے. عیسائیوں کی اکثریت نہیں بلکہ مسلمانوں کی اکثریت ہے. اس لحاظ سے افریقہ کا براعظم وہ واحد براعظم ہے جہاں عیسائیت بلحاظ عقیدہ اور سیاسی طاقت کے کاملاً ناکام ہوئی ہے. اس براعظم کی یہ بعض خصوصیات ہیں جن کو مختصراً بیان کیا گیا ہے. انھیں خصوصیات کی بنا پر شاعرِ مشرق ڈاکٹر اقبال نے کہا ہے ؎

اے جہانِ مومنانِ مشک فام   از تو می آید مرا بوئے دوام

افریقہ کی نسلیں اور اقوام

قبطی :۔ یہ ایشیائے کوچک کے رہنے والے بتائے جاتے ہیں جو قدیم زمانہ

میں مصر میں آباد ہو گئے اور رفتہ رفتہ اس علاقہ کی اکثریت بن گئے۔ لیکن اب مصر میں انکی اکثریت نہیں رہی۔ یہ اپنی اصل کے اعتبار سے سامی بتائے جاتے ہیں۔

۲۔ **بربر**:۔ ان کی اصلیت کے بارے میں کوئی متفقہ نظریہ نہیں۔ پہلے عام طور پر یہ خیال کیا جاتا تھا کہ یہ بحیرۂ روم کے جزائر کے باشندے تھے جن کی نسل یورپی نسل سے مخلوط تھی۔ لیکن اب عیسائی مشینریوں کی تحقیق اسے اور ہی رنگ میں پیش کرتی ہے۔

۳۔ **عرب**:۔ طلوعِ اسلام سے قبل شمالی افریقہ میں قبطیوں اور بربروں کا غلبہ تھا۔ لیکن اسلام کی اشاعت کے بعد پہلی صدی ہجری میں عربوں کی فتوحات کے نتیجہ میں عرب یہاں اس کثرت سے آباد ہوئے کہ اپنے مفتوحہ ممالک کے کسی حصہ میں اتنے آباد نہ ہوئے تھے جس کی توجیہ یہ بیان کی گئی ہے کہ یہ علاقہ جغرافیائی اور طبعی لحاظ سے عرب سے زیادہ مشابہ تھا۔ پھر مقامی آبادی سے شادی بیاہ کے ذریعہ بڑی تیزی سے اور بڑے پیمانہ پر نسلی اختلاط ہوا اور چونکہ تہذیبی، لسانی اور سیاسی حیثیت سے اس پورے علاقہ پر مسلمان اور عرب غالب آ گئے اور صدیوں تک یہ سلسلہ غیر منقطع رہا۔ اس لئے مصر سے لے کر مراکش بلکہ موریٹانیا تک کا علاقہ مذہب، زبان، معاشرتی و ثقافتی رجحانات اور سیاسی اور انتظامی خصوصیات میں ملتِ عربیہ کا جزو لاینفک بن گیا۔ اس لئے اب صورتِ حال یہ ہے کہ اس پورے علاقہ میں ہر لحاظ سے عرب (سامی) نسل کا غلبہ ہے۔

۴۔ **نیلی**:۔ نیل کے بالائی حصے کے باشندوں کو اب خاص طور پر "نیلی" کا نام دیا جاتا ہے۔ گو نسلی حیثیت سے وہ حامی نسل سے تعلق رکھتے ہیں۔ یہ لوگ مصر، سوڈان، کینیا، یوگنڈا، ٹنگانیکا کے علاقوں میں پائے جاتے ہیں مگر ان کی تعداد زیادہ نہیں۔

۵۔ **حامی**:۔ حامی زبان بولنے والی اقوام کی بڑی تعداد سمالی لینڈ، حبش اور

Scanned by CamScanner

اریٹیریا میں پائی جاتی ہے۔

نمبر۶ **نیگرو:-** مغربی افریقہ نیگرو نسل سے آباد ہے۔ یہ نسل دریائے سینگال کے دہانے سے شروع ہو کر نائیجیریا کی مشرقی حدود تک پھیلی ہوئی ہے۔ اور غالباً اسی دریا کے نام کی مناسبت سے نیگرو کہلاتی ہے۔

یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ نیگرو کوئی مستقل اور جداگانہ قوم نہیں بلکہ حامیوں، سامیوں کی ہی شاخ ہے۔

نمبر۷ **بنٹو:-** یہ لوگ جنوبی افریقہ کے علاقہ کی آبادی کی غالب اکثریت پر مشتمل ہیں۔ ان کی اکثریت بُت پرست ہے۔ حالیہ زمانہ تک یورپ ان کو لقمۂ تر سمجھتا تھا۔ اور ان کے علاقوں کی معتدل آب و ہوا اور ان کے وسیع آبی، زرعی، اور معدنی وسائل سے پورا پورا استحصال کرنے کے لئے یورپینوں کی یہاں وسیع آبادکاری کی اسکیمیں بناتا رہتا تھا۔ اور اس مقصد کو تقویت دینے کے لئے ان میں عیسائیت کے فروغ اور اشاعتِ اسلام کو روکنے کی ایک معین اور سوچی سمجھی اسکیم پر عمل پیرا تھا جس کا ایک ضروری پہلو یہ تھا کہ ان کو نسلی حیثیت سے عربوں اور سامی نسل سے غیر متعلق ظاہر کیا جائے۔

نمبر۸ **بش مین اور** نمبر۹ **ہاٹن ٹاٹس:-** یہ دونوں نسلیں عددی حیثیت سے ناقابلِ لحاظ ہیں۔ یہ دونوں بنٹو، سمندر کے اندر دو چھوٹے چھوٹے جزائر کی حیثیت رکھتے ہیں۔ بش مین زیادہ تر کالاہوری کی جھاڑیوں میں پائے جاتے ہیں۔ اور ہاٹن ٹاٹس جنوبی افریقہ میں دریائے آرنج کے شمال میں پائے جاتے ہیں لیکن یہ قدیم اور عجوبہ روزگار نسلیں بتدریج ختم ہوتی جارہی ہیں۔

نمبر۱۰ **ہندوستانی:-** افریقہ میں بالخصوص جنوبی افریقہ میں ہندوستانی لوگ بکثرت آباد ہیں جن میں مسلم اور غیر مسلم دونوں ہیں۔ اسی لئے بعض شہروں میں

Scanned by CamScanner

سڑکوں کے نام ہندوستان کے بڑے اور مشہور شہروں کے نام پر رکھے ہوئے ہیں۔ یہ لوگ ہندوستان کے مختلف صوبوں اور شہروں سے جاکر آباد ہوئے مگر ان میں گجراتیوں کی کثرت ہے۔ ہندوستانی مسلمان جو وہاں جاکر آباد ہوئے انھوں نے کاروباری سلسلہ میں بھی بڑی ترقی کی اور اپنے مذہبی ورثہ کو بھی بڑی حد تک سینہ سے لگائے رکھا جس کی وجہ سے عیسائیوں کے اس حیا سوز ملک میں نہ یہ کہ اپنے آپ کو مسلمان ہونے کی حیثیت سے باقی رکھا بلکہ مذہب اسلام کی اشاعت کا ذریعہ بھی بنے جن سے مستقبل میں اس سلسلہ میں کافی توقعات ہیں۔

افریقہ کی زبانیں

دُنیا میں تقریباً دو ہزار زبانیں بولی جاتی ہیں جن میں سات سو سے لیکر ایک ہزار تک تقریبًا افریقہ میں پائی جاتی ہیں۔ لیکن اگر غور کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ ان کی حیثیت علمی اصطلاح میں زبان سے زیادہ بولیوں کی ہے جس کی وجہ یہ ہے کہ افریقہ تہذیبی اور تمدنی حیثیت سے پسماندہ ہے اور اس کی معاشرتی و اجتماعی زندگی شمال اور وسط کے علاقوں کو چھوڑ کر جو اسلام کے تاریخی دائرہ اثر میں آتے ہیں قبائلی زندگی سے آگے نہیں بڑھی۔ اس لئے ہر قبیلہ اپنی اپنی بولی بولتا ہے اور اس کی حفاظت کو اپنے جداگانہ ملّی وجود کی ضمانت کے طور پر ضروری سمجھتا ہے۔ اس وجہ سے مختلف بولیاں ہوگئیں جن کو مختلف زبانوں کا نام دید یا جاتا ہے۔ اس لئے ہم صرف عام اور مقبول زبانوں کا ہی تذکرہ کریں گے۔

۱۔ عربی زبان مصر، لیبیا، تونس، الجزائر، مراکش، موریطانیا، جمہوریہ سودان، اریٹیریا اور زنجبار میں تنہا یہی زبان

عام اور مقبول ہے۔ اسی طرح مشرق میں بحیرۂ احمر کے ساحل سوڈان سے لے کر زنجبار تک اور شمالی افریقہ کے تمام ممالک نیز وسط افریقہ میں بحیرۂ احمر سے لیکر بحراوقیانوس تک اس کا رواج ہے۔

علمی حیثیت سے بھی افریقہ ہی کا ایک ملک مصر اور اس کا دارالحکومت قاہرہ اب عربی زبان اور ادب کا سب سے بڑا مرکز سمجھا جاتا ہے۔ قاہرہ کا عربی پریس، قاہرہ کی عربی نشر گاہ، صوت العرب اور مصر کے جامعات خصوصاً الازہر عربی زبان کے سب سے بڑے سوتے ہیں۔ اس طرح عربی براعظم افریقہ کی سب سے بڑی اہم اور ترقی یافتہ زبان بن چکی ہے۔ اور جس طرح انگریزی اپنے مرز بوم انگلستان سے باہر امریکہ میں طاقتور ہے اسی طرح اب عربی بولنے والے اصل عرب علاقہ سے زیادہ افریقہ میں پائے جاتے ہیں۔

الغرض یورپی طاقتوں اور ان کے مسیحی مبلغوں کی آمد سے پہلے افریقہ میں علمی زبان صرف عربی تھی اور رسم الخط بھی عربی تھا یا عربی سے ماخوذ (مثلاً محرک زبان کا) تھا۔ اس کی صاف وجہ یہ ہے کہ اسلام مشرقی ساحلی ممالک افریقہ شمالی اور وسطی افریقہ کے علاقوں اور جزائر (مڈغاسکر وغیرہ) پر محیط ہو چکا تھا اور اس وجہ سے اسلام اور اسکی تہذیب و تمدن کا گہرا اثر افریقہ کی نیم وحشی اور ابتدائی زبانوں پر بھی پڑا تھا۔ چنانچہ اسلام کی برکت سے جوں جوں افریقی فیضیاب اور تعلیم یافتہ ہوتے گئے عربی زبان کے رسم الخط سے استفادہ بھی عام ہوتا چلا گیا۔ تا آنکہ وہاں یورپی اقوام آدھمکیں۔ اور انھوں نے مذہبی اور سیاسی ملحوظات کے تحت عربی اور اسلام کے فطری نفوذ و اثر کو روکنے یا گھٹانے کے لیے اپنے رسم الخط (لاطینی) کے ساتھ ساتھ افریقی زبانوں کا ایک مصنوعی رسم الخط رائج کرنے کی بھی کوشش کی اور بعض مغربی طاقتوں نے تو یہاں تک حد کر دی کہ افریقی زبانوں کے بجائے

اپنی زبانیں حبشیوں پر ٹھونسنی شروع کردیں۔

اسی طرح اسلام اور عربی زبان سے عناد کی وجہ سے افریقہ کی زبانوں کے بارے میں متعدد نظریات تراشے۔ اور انھیں کی روشنی میں افریقہ کی مختلف اور متعدد تقسیمیں کیں اور اس طرح عربی زبان کو مٹانے اور اپنی زبانوں کو رواج دینے کی کوشش کی اور اپنی اکثریت اور زیرِ اثر اور زیرِ اقتدار علاقوں میں ان کو اس میں کامیابی بھی ہوئی۔

۲۔ امحرک حبش اور اریٹیریا میں بولی جاتی ہے۔ یہ زبان بھی گویا عربی ہی کی ہم خاندان ہے۔ کیونکہ اس کا رسم الخط بھی عربی سے ماخوذ ہے

۳۔ سینگالی افریقہ کے مغربی کنارہ پر ساحل بحرِ اوقیانوس میں جو نیگرو نسل کا وطن کہلاتا ہے۔ ہاؤسا کے بعد (جو وسط میں رائج ہے) سینگالی زبان، شمالی نائجیریا، جنوبی نائجر، مالی اور متصلہ علاقوں میں بکثرت بولی جاتی ہے۔ یہ نیگرو علاقہ کی ہاؤسا کے بعد دوسری بڑی زبان ہے۔ یہ سینگال اور مالی نیز متصلہ علاقوں میں عام ہے۔

۴۔ فلانی سینگال کے پڑوس میں فلانی زبان بولی جاتی ہے جس کے بولنے والوں کی تعداد سینگالی سے کم ہے۔

۵۔ عروبہ ہاؤسا زبان کے علاقہ سے متصل نائجیریا کے مغربی حصے میں عروبہ قوم آباد ہے۔ ان کے علاقہ کو عروبستان کہتے ہیں ان کی زبان کا نام بھی عروبہ ہے۔ ظاہر یہ ہے کہ یہ قوم اصل عرب سے آئی ہوئی ہے اس کے شواہد بھی موجود ہیں۔

۶۔ زولو جنوبی افریقہ کے بہت سے علاقوں میں یہ زبان بولی جاتی ہے۔ زمبابوے، ٹرانسوال، نٹال، سوازی لینڈ اس کے خاص علاقے

Scanned by CamScanner

سمجھے جاتے ہیں. لیکن اس زبان کا اپنا کوئی مقامی اور ملکی رسم الخط نہیں بلکہ ایک مصنوعی رسم الخط ہے۔

۸۔ بش مین اور ہاٹن ٹاٹس جنوبی افریقہ میں یہ دو چھوٹی زبانیں بھی پائی جاتی ہیں جو قدیم نسلوں میں بولی جاتی تھیں اور ان کے بولنے والے بہت کم رہ گئے ہیں۔

مڈغاسکر کے جزیرے اور اس کے منصلہ جزائر میں حضرمی سادات کی حکومت جب دوسری صدی ہجری سے لے کر ساتویں صدی ہجری کے درمیان کسی عہد میں قائم ہوئی تو وہاں کی اقوام تحریر سے بالکل ناواقف تھیں. مسلمانوں نے انھیں عربی رسم الخط کا عطیہ دیا۔ اور اس کے بعد عام طور پر یہاں کے لوگ عربی رسم الخط ہی استعمال کرنے لگے۔ اور عربی رسم الخط کا عمل دخل اس علاقہ میں اتنا قوی ہوا کہ جب فرانس نے یہاں اپنا قبضہ کیا اور اپنے سکّے ڈھالے اس پر عبارت عربی زبان ہی میں کندہ کی گئی تھی۔

۹۔ ہاؤسا یہ ہاؤسا قوم کی زبان ہے جو اپنی تجارت اور تبلیغی دینی حمیّت کے لئے مشہور ہے. یہ شمالی نائیجیریا، نائجر، کیمرون اور دیگر متصلہ علاقوں میں بولی جاتی ہے اس کے بولنے والے بڑی تعداد میں پائے جاتے ہیں۔

اس کا رسم الخط بھی عربی ہے. یہ کئی درجن خالص نیگرو زبانوں کو ملا کر بنائی گئی ہے اور اپنے لٹریچر کے لحاظ سے یہ مغربی افریقہ میں سب سے فائق اور اپنی مماثل زبان سواحلی کی جو مشرقی افریقہ میں مروّج ہے، ہم مرتبہ سمجھی جاتی ہے۔

۱۰۔ سواحلی یہ زبان بھی ہاؤسا کی طرح عربی ہی کی فیض یافتہ زبان ہے جو زنجبار اور ٹنگانیکا میں عام ہے. اس کے علاوہ بلجیم، کانگو، روانڈا، اور رنڈی: یوگنڈا اور کینیا کے علاقوں میں بھی بولی جاتی ہے. یہ چالیس بنٹو

Scanned by CamScanner

زبانوں کو ملا کر بنائی گئی ہے اور اس میں عربی کے علمی الفاظ اور اصطلاحات کا بھی اضافہ کیا گیا ہے جس سے یہ زبان بڑی مالامال ہوگئی ہے۔ اس میں بعض دیگر ایشیائی زبانوں کے الفاظ بھی شامل ہیں۔ یہ اپنی ساخت اور وضع میں اردو سے مشابہ ہے اس کا رسم الخط بھی عربی ہے۔ اس کے بولنے والوں کی تعداد بھی بڑی بھاری ہے۔ یہ مشرقی اور جنوبی افریقہ کی سب سے بڑی زبان اور افریقہ کی تین بڑی زبانوں کا آمیزہ ہے۔ اس کا لٹریچر بھی کافی ہے۔

۱۱ سومالی یہ زبان بھی عربی کی فیض یافتہ ہے اور اس کا رسم الخط بھی عربی ہے اس کے بولنے والے سومالیہ میں پائے جاتے ہیں۔ مذکورہ بالا زبانوں کے علاوہ بے شمار بولیاں الگ ہیں جو افریقہ کے مختلف حصوں میں اَن گنت قبائل بولتے ہیں۔ جیسے صوبہ گجرات سے گئے ہوئے حضرات گجراتی بولتے ہیں اور کوکن کے گئے ہوئے کوکنی اسی طرح اور دوسرے صوبوں سے گئے ہوئے لوگوں کا حال ہے۔ لیکن ان کا کوئی علمی و ادبی سرمایہ موجود نہیں اور نہ ان کا کوئی مستقل رسم الخط ہی ہے۔ اس لئے اس اجمالی تذکرہ میں ان کا ذکر بخوفِ طوالت چھوڑ دیا گیا۔

تنبیہ:- آخر میں اس امر کی طرف بھی قارئین کی توجہ مبذول کرانا ضروری ہے کہ عربی زبان اور اس کے زیرِ اثر زبانوں کے بولنے والوں کی تعداد سے یہ امر بخوبی واضح ہے کہ جس طرح مذہبی دائرہ میں اسلام افریقہ کا غالب مذہب بن چکا ہے۔ اسی طرح لسانی دائرہ میں بھی عربی زبان افریقہ کی مقبول ترین اور وسیع ترین زبان کا مقام حاصل کر چکی ہے۔ علاوہ ازیں افریقی زبانوں کے دائرۂ اثر سے ایک اور دلچسپ اور مسلّمہ حقیقت بھی سامنے آگئی۔ وہ یہ کہ نسلوں اور زبانوں میں کس قدر گہرا تعلق ہے۔ کیونکہ عربی زبان اور عربی رسم الخط انھیں علاقوں میں مقبول اور مروّج ہیں جو مسلّمہ طور پر سامی نسل کے علاقے ہیں۔

Scanned by CamScanner

مذاہبِ افریقہ

یہودیت

اسلام کی اشاعت اور افریقہ پر مسلمانوں کے اقتدار سے پہلے افریقہ کا مذہبی وسیاسی نقشہ یہ تھا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بعثت سے پہلے افریقہ کے بڑے حصہ میں شرک و بُت پرستی عام تھی۔ البتہ شمالی اور مشرقی افریقہ کے ایک محدود حصے میں یہودیت پھیل چکی تھی۔

کیونکہ فلسطین کے بعد افریقہ ہی وہ خطۂ ارض ہے جس کا یہودیت کی تاریخ سے سب سے زیادہ تعلق ہے۔ قدیم اور جدید صحف میں مصر اور ایتھوپیا کا تذکرہ سب سے زیادہ نمایاں ہے۔

شمال میں یہودیت کے اثرات بربر علاقہ تک پہونچ چکے تھے۔ اور ایتھوپیا میں یہودیت اس حد تک جڑ پکڑ گئی تھی کہ ایتھوپیا کی سلطنت کا سرکاری مذہب یہودیت قرار پا گیا تھا۔

عیسائیت اور اس کے بعد اسلام کی اشاعت کے بعد گو افریقہ کے شمال اور مشرقی علاقوں میں یہودیوں کا سیاسی اور مذہبی اثر گھٹ گیا مگر ختم نہیں ہوا آج بھی افریقہ میں یہودی پائے جاتے ہیں بلکہ ان کی غالب اکثریت انھیں علاقوں میں موجود ہے۔

عیسائیت

پہلی صدی عیسوی میں جب عیسائیت کا زور ہوا تو پھر وہ بڑھتے بڑھتے افریقہ میں یہودیت کی جانشین ہوگئی اور وہ بتدریج شمال میں مصر سے لے کر الجزائر تک اور جنوب میں سودان (نوبیہ) اور ایتھوپیا تک پھیل گئی۔

Scanned by CamScanner

افریقہ میں عیسائیت کی اشاعت کی رفتار کئی صدیوں پر پھیلی ہوئی ہے۔ چنانچہ چوتھی صدی کے آغاز میں مصر اور آخر میں ایتھوپیا کی سلطنتیں عیسائی ہوگئیں۔ لیبیا چھٹی صدی کے وسط میں عیسائی ہوگیا۔ تونس اور الجزائر کے اندر قرطاجنہ کی مشہور ریاست اور اس کا ساحلی علاقہ اس کے زیرِ سایہ آگیا اور سوداں (نوبیہ) کی سلطنت بھی عیسائی ہوگئی۔

الغرض بعثت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت شمال میں مصر سے لے کر مراکش کی سرحدوں تک اور جنوب مشرق میں سوداں سے لے کر ایتھوپیا تک کا علاقہ اپنی آبادی اور رقبہ کے لحاظ سے افریقہ کی مجموعی آبادی کا تقریباً پانچواں حصہ تھا اور بقیہ حصہ اور آبادی بت پرستی کے ماتحت تھی جس کے پیروؤں کی چھوٹی بڑی سلطنتیں اس براعظم کے وسط مشرق، مغرب اور جنوب میں پائی جاتی تھیں۔ لیکن باوجود اقلیت میں ہونے کے بلحاظ عقیدہ اور بلحاظ سیاسی طاقت کے عیسائیت ہی افریقہ کی سب سے زیادہ قابلِ لحاظ طاقت تھی۔ شاید اس کی وجہ یہ تھی کہ تاریخ کے اس دور میں دنیا ما بقی افریقہ سے بالکل ناواقف تھی۔

اس دور میں افریقہ میں عیسائیت کے اثر و رسوخ کو پروٹسٹنٹ عیسائیوں کے مرکزی تبلیغی ادارہ کا ترجمان اس طرح ظاہر کرتا ہے :-

"قدیم اور جدید صحف میں مصر اور ایتھوپیا کا نمایاں تذکرہ ملتا ہے۔ اسکندریہ کئی صدیوں تک عیسائیت کا زبردست گڑھ رہا ہے۔ اور اس کے بعد قرطاجنہ دوسرا مرکز تھا۔ دو صدیوں کے بعد شمالی افریقہ میں نو سو گرجا قائم تھے۔ دوسری صدی میں پہلا مشنری اسکول اسکندریہ میں قائم ہوا جہاں سے عیسائی پادریوں نے انجیل مقدس کے پیام کو دور و نزدیک کے علاقوں میں پھیلایا۔ اگر اس زمانہ کی شمالی افریقہ کی عیسائیت اپنی روحانی زندگی اور تبلیغی جوش کو برقرار رکھ سکتی

Scanned by CamScanner

تو پورے براعظم کے بعد کی زندگی اور تاریخ بالکل مختلف ہوتی۔ مگر افسوس کہ کلیسا مذہبی اختلاف کا شکار ہو گیا، مختلف فرقوں میں بٹ گیا اور اپنی روحانی طاقت اور تبلیغی بصیرت کھو بیٹھا اور اس طرح ملک بدر ہو گیا۔ اور ساتویں صدی میں اسلام کے فاتحانہ حملہ کی مدافعت کے قابل نہ رہا جوں ہی شمالی افریقہ کی لاطینی حکومت عرب فاتحین سے شکست کھا گئی تو پھر مذہب سے سرشار مسلمانوں کی افواج سے عیسائیت کا دیس نکالا ہو گیا۔ کیونکہ پندرہ صدیوں سے زیادہ عرصہ تک افریقہ میں عیسائیت جس کی نمائندگی قبطی کلیسا اور حبشی کلیسا کرتے تھے تقریباً مُردہ ہو گئے۔ اور سیاہ براعظم اپنے وسیع طول وعرض میں موت کے سائے میں خاموش ہو گیا اور نئے دن کے طلوع کا منتظر بن گیا۔

افریقہ میں اشاعتِ اسلام

ملکِ شام مفتوح ہو کر خلافتِ صدیقی ہی میں اسلام کے زیرِ نگیں آچکا تھا۔ اور خلافتِ صدیقی ہی میں افریقہ کی فتح کا آغاز فاتحِ مصر حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرما چکے تھے کہ خلافتِ صدیقی ہی میں مصر مفتوح ہو کر اسلام کے زیرِ اقتدار داخل ہو چکا تھا اور اس کے بعد فتوحات کا سلسلہ آگے بڑھتا گیا۔ حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عقبہ بن نافع فہری رضی اللہ عنہ کو افریقہ کا عامل مقرر فرمایا جن کے ذریعہ افریقہ میں بہت تیزی سے اسلام پھیلا اور افریقہ کے اکثر حصے مفتوح ہو کر اسلام کے زیرِ نگیں داخل ہو گئے، جس کی بناء پر اگر حضرت عقبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو فاتحِ افریقہ کا لقب دیا جائے تو بجا ہے۔ حضرت عقبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بہت سی کرامات کا ظہور بھی ہوا جو وہاں کے باشندوں کیلئے

Scanned by CamScanner

اسلام کی طرف کشش کا باعث بنا۔

حضرت مولانا حبیب الرحمٰن صاحب عثمانی رح مہتمم دارالعلوم دیو بند اپنی کتاب "اشاعت اسلام" میں تحریر فرماتے ہیں:۔

قیروان کی بنا ہزاروں بربر کا مسلمان ہونا

قیروان غربی افریقہ کے اُن مشہور شہروں میں ہے جو زمانہ دراز تک افریقہ کا دارالسلطنت اور گورنر افریقہ کے قیام گاہ ہونے کی وجہ سے اسلامی عظمت و اقتدار اور شان و شوکت کی زندہ یادگار تھی۔ زمانہ دراز تک غربی افریقہ میں اس سے بڑا کوئی شہر نہ تھا۔ قیروان کی بنیاد ۵۰ھ میں صحابہ رضی اللہ عنہم کے ہاتھوں رکھی گئی۔ اس لئے بھی یہ شہر مذہبی حیثیت سے مقدس سمجھا جاتا تھا۔ ہزاروں جلیل القدر علماء اُس کی خاک سے ظاہر ہوئے اور وہیں آغوش لحد میں تا قیامت آرام سے گوشہ نشین ہو گئے۔

لیکن جیسا یہ شہر اپنے مقدس بانیوں اور اسلامی اقتدار و عظمت کے مرجع نائبین سلطنت کے قیامگاہ ہونے کی وجہ سے نہایت مقتدر مانا جاتا تھا۔ ایسا ہی اس کی بُنیاد اور آبادکاری کا واقعہ بھی صفحات عالم پر یادگار رہنے والا۔ اور اسلام کی صداقت اور صحابہ رضی اللہ عنہم کے اوصاف اور ذاتی محاسن اور مقبولیت عام کا سکہ بٹھلانے والا تھا۔ مبارک وقت تھا کہ ایک ہی وقت ہزاروں حق سے منحرف اور خدائے واحد کی توحید کے بجائے شرک و بُت پرستی کو اختیار کرنے والے سربسجود ہو گئے اور اِنِّیْ وَجَّهْتُ وَجْهِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِیْفًا وَّ مَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ کہہ کر سچے دل سے دینِ اسلام کے جاں نثار بن گئے۔

حضرت عقبہ بن نافع فہری رض کو حضرت امیر معاویہ رض نے افریقہ کا عامل مقرر فرمایا۔ اور حضرت عقبہ رض نے افریقہ کے اکثر حصہ کو فتح کر لیا۔ قوم بربر جو

Scanned by CamScanner

جو اصلی باشندے اس ملک کے تھے اُن میں بہت سے قبائل مسلمان ہو گئے تھے وہ بھی حضرت عقبہ کے ساتھ ممالکِ افریقہ کی فتح میں شریک تھے۔

لیکن مسلمانوں کے لئے کوئی مستقل چھاؤنی نہ تھی، جس جگہ اُن کا بالاستقلال قیام ہوتا اُس کا لازمی نتیجہ یہ تھا کہ جب امیر افریقہ وہاں سے فارغ ہو کر مصر کو واپس آتے تو نومسلم بربر بھی مخالفوں کے ساتھ کھڑے ہو کر سب عہد و پیمان توڑ ڈالتے اور جو مسلمان وہاں موجود ہوتے ان کو تباہ کرنے میں کچھ کسر نہ رکھتے۔ یہ حالت دیکھ کر حضرت عقبہ رضؓ نے ارادہ فرمایا کہ مناسب موقع پر مستقل چھاؤنی ڈالدی جاوے جہاں ہر وقت عساکرِ اسلامیہ موجود رہیں اور اس طرح عربی افریقہ کو ایک مستقل صوبہ قرار دیدیا جائے لیکن اس غرض کے لئے جس موقع کو پسند فرمایا وہاں اس قدر دلدل اور گنجان جنگل اور گھنے درخت تھے کہ آدمی یا بڑے جانور تو درکنار سانپوں کو بھی ان درختوں میں سے ہو کر نکلنا دشوار تھا۔ یہ جنگل درندوں اور ہر قسم کے موذی اور زہریلے جانوروں کا مسکن تھا۔ ایسی سرزمین میں آدمی کی بود و باش تو کیا گذرنا بھی خطرناک امر تھا۔ مگر صحابہ رضوان اللہ علیہم کا ہر ایک ارادہ باذن اللہ ہوتا تھا۔ اُن کے فعل میں مقبولیت کے آثار نمایاں ہوتے تھے۔ وہ جو کچھ کرتے تھے اللہ تعالیٰ کے بھروسہ پر کرتے تھے۔

مسلمانوں نے اس جگہ کو قیامگاہ بنانے میں جو خطرے تھے ان کو ظاہر کیا تو حضرت عقبہ رضؓ نے اُن مصلحتوں کا اظہار فرمایا جو اس جگہ کو منتخب کرنے میں پیشِ نظر تھیں اہلِ اسلام کے نزدیک بھی یہ مصلحتیں قابلِ لحاظ ثابت ہوئیں اور حضرت عقبہ رضؓ کی رائے اُن کو راجح معلوم ہوئی۔

اس لشکر میں اٹھارہ صحابی موجود تھے۔ حضرت عقبہ رضؓ امیرِ لشکر سب کو جمع فرما کر اُس میدان میں لے گئے اور حشرات وسباع کو خطاب کرکے فرمایا:-

ایتھا الحشرات والسباع نحن اصحابُ رسولِ اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم

فارحلوا فانا نازلون فمن وجدناہ بعد قتلناہ (اے درندو اور موذی جانورو ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب اس جگہ آباد ہونا اور قیام کرنا چاہتے ہیں، تم یہاں سے چلے جاؤ اور قیام کرنا چھوڑ دو، اس کے بعد ہم جس کو دیکھیں گے قتل کر دیں گے)

اس آواز میں معلوم نہیں کیا تاثیر تھی کہ سب حشرات اور درندوں میں ہل چل پڑ گئی وہ اُسی وقت جلاوطن ہونے کے واسطے تیار ہوگئے۔ جماعتیں کی جماعتیں وہاں سے نکلنی شروع ہوگئیں۔ شیر اپنے بچوں کو اُٹھائے ہوئے بھیڑیے اپنی اولاد کو لئے ہوئے، سانپ اپنے سپولیوں کو کمر سے چمٹائے ہوئے نکلے چلے جاتے تھے۔ یہ ایک عجیب ہیبت ناک و تعجب انگیز منظر تھا جو نہ اس سے قبل کہیں دیکھا گیا تھا، نہ کسی کے وہم و گمان میں تھا۔

یہ یقینی امر ہے کہ اس حالت میں جبکہ درندے اور سانپ وغیرہ اس طرح بکثرت پھیلے چلے جاتے ہوں کوئی شخص قریب کھڑا بھی نہیں ہو سکتا، چہ جائیکہ ہزاروں آدمی تماشائی اس حالت کو دیکھنے کے واسطے کھڑے ہوں مگر سب جانتے تھے کہ اس وقت یہ کسی نہایت جابر اور قاہر حکم کے مسخر اور تابع ہوئے جاتے ہیں۔ دوسرے کو ان سے کیا اندیشہ ہو سکتا ہے۔ ان کو اپنی جان بچانی بھاری پڑ رہی ہے۔ اسلئے بے تکلف ہزاروں مخلوق تماشا دیکھ رہی تھی۔

قوم بربر جو اس ملک کے اصلی باشندے اور اس جنگل کی حالت اور خطرات سے بخوبی واقف تھے ان حالات کو اپنی آنکھ سے مشاہدہ کر رہے تھے۔ کیا یہ بات ممکن تھی کہ حقانیت اسلام کی ایسی روشن دلیل کو دیکھنے کے بعد بھی وہ باطل پرستی پر قائم رہتے۔ اُسی وقت ہزارہا بربری صدقِ دل سے ایمان لے آئے اور اسلام کے حلقہ بگوش غلام بن گئے۔

یہ ایک تاریخی صحیح واقعہ ہے جس کی تکذیب وہی شخص کرسکتا ہے جو اصولِ تاریخ اور مسلمانوں کے بے لوث اور آزاد طریقہ تاریخ نویسی سے ناواقف ہو اور جو نوازعِ عالم پر بلا حجت و دلیل بیکلخت پانی پھیرنے کے واسطے تیار ہوجائے۔

دُنیا بھر کے فلاسفر علم طبعیات اور طبقات الارض کے ماہر اسباب و مسببات کے تعلقات پر بحث کرنے والے اگر تمام ذہنی اور دماغی قوتیں صَرف کرڈالیں تو وہ ہرگز نہیں بتلا سکتے کہ عقبہ کی اس آواز میں کیا تاثیر تھی اور کیا سبب تھا کہ اُن کی آواز سُنتے ہی ایسے وحشی اور موذی جانور اطاعت کے لئے آمادہ ہوگئے۔ اس کا سبب اگر بتلا سکتا ہے تو وہی شخص جو خالق و مخلوق کے ربط اور اُس کی حقیقت سے واقف ہو۔ اور جو یہ جانتا ہو کہ تمام مخلوقات اور تمام اسباب و مسببات خالق کائنات کے اشارہ اور حکم پر چلتے اور اس کی مرضیات کے تابع ہوتے ہیں۔ مملوک کو جو تعلق مالک کے ساتھ ہوتا ہے اُس سے کہیں بڑھ کر مخلوق کو خالق سے ہوتا ہے مملوک مالک سے بے رُخی کرسکتا ہے مگر مخلوق کبھی خالق سے سرتابی نہیں کرسکتا۔ مخلوق ہر آن اپنے وجود میں خالق کا محتاج ہے۔ اسباب و عِلَل سے بحث کرنے والے اور اسباب و علل ظاہرہ پر قناعت کرکے علۃ العلل کو فراموش کرنیوالے اس تعلقِ خالق و مخلوق کو بخوبی ملحوظ رکھیں۔

صحابہ رضی اللہ عنہم چونکہ بالکلیہ تمام خواہشات وارادتِ نفسانی سے پاک و مبرّا تھے۔ اُن کی توجہ بجز بارگاہ حق تعالیٰ دوسری جانب نہ تھی وہ تمام مدارج فنا کے طے کئے ہوئے تھے اس لئے اُن کا حکم بھی وہی اثر رکھتا تھا جو خداوندعالم جل شانہ کا ؎

گفتۂ او گفتۂ اللہ بود
گرچہ از حلقوم عبداللہ بود

ان تعلقات کے ادراک و احساس کا کوئی آلہ آج تک ایجاد نہیں ہوا اُن کا اصلی علم

آتھیں لوگوں کو ہوتا ہے جو ایمان کے ساتھ تہذیب نفس کے پُر خطر عقبات کو طے کر چکے اور بردو سکینۂ قلب حاصل کر چکے ہوں یا تقلیدی علم اُس جماعت کو ہے جو اخلاص کے ساتھ اُن کی متبع ہو۔

الغرض اسلام کی یہ خوبیاں اور مسلمانوں کے یہ اوصاف تھے جنھوں نے عالم پر اُس کی سچائی کو واضح کردیا اور انھیں زبردست حالات نے دنیا پر اسلام کی حکومت جمادی۔ کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ حشرات و ہوام بھی بزورِ شمشیر قدیم مسکن و وطن چھوڑنے پر مجبور ہوئے تھے۔ یا جو ہزارہا مخلوق اس تائیدِ آسمانی کو دیکھ کر اسلام لے آئے اُن پر مسلمانوں کی سطوت و جبروت کا کوئی اثر تھا۔ ہرگز نہیں، ہرگز نہیں۔

قیروان میں جامع مسجد کی تعمیر اور سمتِ قبلہ کی تعیین

الغرض یہ سارا میدان ان موذی جانوروں سے بالکل پاک اور ایسا صاف ہوگیا کہ اس وسیع میدان اور آبادی میں چالیس سال تک سانپ وغیرہ کی صورت نہیں دکھلائی دی اور جب اسلامی لشکر کو ان خطرات کی طرف سے اطمینان ہوگیا تو آبادی کا کام شروع ہوا۔ سب سے اوّل دارالامارت کی بنیاد رکھی گئی۔ اور اُس کے گرد اگرد مسلمانوں نے مکانات بنائے۔ اور اس کے ساتھ ہی حضرت عقبہ رضؓ نے جامع مسجد کی بنیاد ڈالی۔ لیکن حضرت عقبہ رضؓ کو حقیقی سمتِ قبلہ کی تعیین اور دیوار قبلہ کے صحیح رُخ پر قائم کرنے کے بارے میں بہت کچھ تردد تھا اگرچہ نماز کی ادائیگی کے لئے یہ ضروری نہیں کہ سمتِ قبلہ بالکل صحیح اور حقیقی طور پر متعیّن ہو بلکہ استقبالِ جہت کافی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس وقت تک صحابہ بطور تحرّیٔ استقبالِ قبلہ کرتے اور نماز ادا کرتے رہے۔ لیکن اسلامی دارالحکومت میں جامع مسجد کی تعمیر جو اعلیٰ درجہ کا مذہبی شعار ہے معمولی

۱؎ وطن و تخمین ۱۲

Scanned by CamScanner

امر نہ تھا اُن کو یہ خیال تھا کہ اگر اس وقت سرسری نظر سے سمت قبلہ کو متعین کر کے دیوار قبلہ قائم کردی گئی تو ممکن ہے کہ کسی وقت اس میں کوئی غلطی محسوس ہو اور جامع مسجد کا منحرف عن القبلہ ہونا کوئی وسوسہ قلوب عوام میں پیدا کردے۔

ایک شب حضرت عقبہ رضؓ اسی غم و تردد کی حالت میں تھے کہ یکایک کسی شخص کو یہ کہتے ہوئے سُنا کہ کل صبح تم جامع مسجد میں داخل ہونا تم کو ایک آواز تکبیر کی آویگی تم اُس آواز کی سمت میں چلنا جس جگہ اور جس موقع پر جاکر آواز موقوف ہو جائے وہی جگہ قبلہ کی ہے وہاں پر نشان لگادینا اور قبلہ کی دیوار قائم کردینا۔ یہی وہ سمت قبلہ اور دیوار قبلہ ہوگی جس کو اللہ نے مسلمانوں کے واسطے ہمیشہ کے لئے پسند فرمایا۔

ایسا ہی ہوا صبح ہی جامع مسجد میں داخل ہوئے تو تکبیر کی آواز آئی اور جس طرف کو وہ آواز جاتی تھی اسی طرف حضرت عقبہ رضؓ جاتے تھے۔ یہاں تک کہ ایک جگہ پہونچ کر وہ آواز منقطع ہوگئی۔ اُسی خط پر نشان لگادیا اور اُسی سمت پر قیروان کی تمام مساجد بنائی گئیں۔

یہ غیبی تائیدات تھیں جو جزیرہ نما عرب اور تمام ایشیا سے متجاوز ہو کر افریقہ و یورپ میں بھی مسلمانوں کی رہنمائی کرتی تھیں۔ اور یہ وہ باتیں تھیں جن کی وجہ سے تمام بلاد و امصار میں خود بخود اسلام کے واسطے راستہ صاف ہوتا چلا گیا۔

ماء الفرس یعنی گھوڑے کا چشمہ

مسلمانوں کے واسطے ہر ہر موقع پر اس طرح تائیدات آسمانی ظہور پذیر ہوتی تھیں کہ غیر مسلم اقوام اُن کو دیکھ کر متحیر رہ جاتے تھے۔ حضرت عقبہ رضؓ کو ملک افریقہ کے مختلف سفروں میں ایک دفعہ ایسے مقام پر قیام کا اتفاق ہوگیا جہاں پانی کا نام و نشان دور دور تک نہ تھا۔ مسلمانوں کو پیاس کا غلبہ ہوا اور قریب تھا کہ سب ہلاک ہو جاویں۔ حضرت عقبہ رضؓ نے یہ حالت دیکھی تو سخت مضطر

ہوئے اور سب سے بہتر تدبیر یعنی رجوع الی اللہ کی طرف جو مسلمانوں کی اصلی علامت و خصوصیت ہے متوجہ ہوگئے۔ دو رکعت نماز پڑھ کر بارگاہِ خداوندی میں تضرّع و زاری سے دُعا شروع کی۔ آپ دُعا سے فارغ نہ ہوئے تھے کہ آپ کے گھوڑے نے سُم سے زمین کریدنا شروع کردیا اور زمین کے اندر سے ایک صاف پتھر ظاہر ہوا جس میں سے فوراً پانی نکلنا شروع ہوگیا۔

حضرت عقبہ رضؓ نے بآوازِ بلند اس کی اطلاع لشکر کو دی۔ مسلمان چاروں طرف سے دوڑ پڑے اور سب نے خوب سیر ہو کر پانی پیا اور گڈھے کھود کر پانی کو جمع کیا۔ اُس روز سے یہ مقام ماءُ الفرس کے نام سے موسوم ہوگیا۔ کہنے کے لیے تو یہ معمولی بات ہے کہ گھوڑے کے پیر مارنے سے زمین کے اندر چشمہ ظاہر ہوگیا۔ لیکن جو لوگ ایمان راسخ رکھتے ہیں اور مذہب کے آثار اور تاثیرات سے واقف ہیں جو اس بات پر ایمان لاچکے ہیں کہ اسباب کے احاطہ سے خارج بھی کوئی اور ایسی زبردست قوت ہے جس کے اشارہ پر اسباب حرکت کرتے ہیں۔

جو انبیاء علیہم السّلام کے ہاتھ پر معجزات اور خرقِ عادات کے ظہور کو ممکنُ الوقوع جانتے ہیں وہ سمجھ سکتے ہیں کہ یہ واقعہ بالکل حضرت موسیٰ علیہ السّلام کے معجزہ کے مشابہ ہے۔ فرق اتنا ہے کہ اس کا ظہور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ہاتھ سے ہوا اس لیے اس کو معجزہ کہتے ہیں اور اس کا ظہور حضرت عقبہ رضؓ کی دعا سے ہوا جو نبی نہیں ہیں۔ اس لیے اس کا نام کرامت ہوگیا۔[1]

---

[1] اشاعتِ اسلام از ص۹۹ تا ص۱۰۴۔

افریقہ میں اشاعتِ اسلام کے "صاحبِ افریقہ ایک چیلنج نے "پانچ دَور بیان فرمائے ہیں:-

(۱) پہلا دَور از ۶۳۸ء تا ۷۰۱ء
(۲) دوسرا دَور از ۷۰۱ء تا ۱۷۵۰ء
(۳) تیسرا دَور از ۱۷۵۰ء تا ۱۹۰۱ء
(۴) چوتھا دَور از ۱۹۰۱ء تا ۱۹۳۶ء
(۵) پانچواں دَور از ۱۹۳۶ء تا ۱۹۶۲ء

اختصار کے ساتھ ہر دَور کی حالت بیان کی جاتی ہے۔

پہلا دَور ۶۳۸ء تا ۷۰۱ء

چھٹی صدی عیسوی کے اخیر میں نبی آخر الزماں خاتم النبیین حضرت نبی اکرم محمد مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت ہوئی۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ۶۳۲ء تک تقریباً پورا جزیرۃ العرب اسلام کا پیرو اور مسلمانوں کے زیرِ نگیں ہو گیا۔

نبی آخر الزماں حضرت نبیِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی آخر حیات کے سالوں میں جن ممالک کے حکمرانوں کو اسلام کی دعوت دی اور ان کے پاس فرامین ارسال فرمائے ان میں مصر اور ایتھوپیا کے عیسائی حکمراں بھی شامل تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رحلت کے بعد خلیفۂ اوّل حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانۂ خلافت میں شام کی عیسائی سلطنت سے جنگ ہوئی۔ اور شام کا بیشتر حصہ مفتوح ہو کر اسلامی اقتدار میں داخل ہو گیا۔ خلافتِ صدیقی ہی میں اسلام کے مشہور مدبّر حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے افریقہ کی تسخیر کا آغاز کیا۔ چنانچہ ۶۴۰ء میں بازنطینی حکومت کی فوجیں اپنے عیسائی ہم مذہبوں کو چھوڑ کر اور مصر مسلمان فاتحین

کے حوالہ کر کے چلی گئیں۔ اس کے بعد برابر مسلمانوں کی فتوحات کا سلسلہ آگے بڑھتا گیا۔ یہاں تک کہ ۶۹۸ء میں قرطاجنہ کی فتح سے عیسائی اقتدار کا شمال میں آخری نشان بھی مٹ گیا جو افریقہ میں عیسائیت کا دوسرا بڑا اہم اڈہ تھا۔ اس کے بعد بربر علاقے کی آخری فتح کا راستہ صاف تھا۔ چنانچہ شمالی افریقہ کا مابقی حصہ بھی ۷۰۵ء تک کاملاً فتح ہو گیا اور اب مسلمان بحر اوقیانوس کے کنارے وضو کر رہے تھے۔ اسی کو ڈاکٹر اقبال رحمہ نے کہا ہے ؎

دشت تو دشت ہے دریا بھی نہ چھوڑے ہم نے
بحرِ ظلمات میں دوڑا دیئے گھوڑے ہم نے

اس طرح نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سے ایک صدی سے بھی کم مدت میں مسلمان افریقہ کے متمدن اور اہم حصہ (شمالی افریقہ) پر قابض ہو چکے تھے۔ دوسرے الفاظ میں ایک صدی کے اندر اندر شمالی افریقہ سے عیسائیت کا سیاسی اقتدار اور مذہبی اثر بڑی حد تک رخصت ہو چکا تھا۔ کیونکہ مسلمانوں کا عدل و انصاف اور اپنی غیر مسلم رعایا کے ساتھ (سابقہ عیسائی سلطنتوں کے برخلاف) بے انتہا مشفقانہ برتاؤ اور خصوصاً محصول کی وصولیابی میں نرمی اور اخلاقی اقدار نے کثرت سے عیسائیوں کو اسلام قبول کرنے پر آمادہ کیا۔

جنوبی اور مشرقی افریقہ کے علاقہ میں سودان (نوبیہ) کی حکومت نے ۳۱ھ میں چونکہ مسلمانوں کو خراج ادا کرنے پر آمادگی ظاہر کر کے اطاعت قبول کر لی تھی۔ اور چونکہ مسلمانوں کا ابتداء ہی سے منشاء ملک گیری کے بجائے اشاعتِ اسلام اور امن و امان کو قائم کرنے کی خاطر ہمسایہ سلطنتوں کے حملے کے خطرہ سے تحفظ حاصل کرنا تھا۔ اس لئے سلطنت سودان (نوبیہ) کو مفتوح کرنا غیر ضروری سمجھتے ہوئے اس سے کوئی تعرض نہیں کیا اور اس کے خراج کی ادائیگی پر آمادگی ظاہر کر کے اپنی زیر دستی کا

اقرار کرنے کی صورت میں اس کو بزور مفتوح کرنا مذہبی اور سیاسی مصالح کے خلاف سمجھا۔ اسی طرح حبش کی عیسائی سلطنت کو بھی مسلمانوں نے بالکل نہیں چھیڑا جس کی بڑی وجہ یہ بھی تھی کہ بازنطینی اور رومی سلطنت کے برخلاف اس کا طرزِ عمل مسلمانوں کے ساتھ رواداری اور اچھے ہمسایوں کا تھا۔

دوسرا دور از ۷۰۱ء تا ۱۷۵۰ء

پہلی صدی ہجری (ساتویں صدی عیسوی) میں جس تیزی سے افریقہ میں مسلمان بڑھے تھے بعد کی صدیوں میں یہ رفتار اتنی تیز نہ رہی جس کی وجوہ یہ سمجھ میں آتی ہیں۔

(۱) معاند عیسائی سلطنتوں کو پسپا کرنے کے بعد مفتوحہ علاقوں میں امن و امان کا قیام ضروری تھا اس میں مشغولی رہی۔

(۲) فتوحات کا منشاء ملک گیری نہیں بلکہ پُرامن طریقہ پر اشاعتِ اسلام اور اجراء احکام اسلام ہے۔ اس اصل مقصد کی تکمیل ضروری تھی جس کی مشغولی سے مزید فتوحات کا موقع نہ مل سکا۔

(۳) شمال کے مفتوحہ علاقہ میں اپنی پوزیشن مستحکم بنانے کے اہم تر مقصد پر اپنی توجہ مرکوز رکھی۔ کیونکہ ساحل شام کی طرح افریقہ کا شمالی ساحل ہی عیسائی فوجوں کی بحری یلغار کے لئے۔ بڑا ذریعہ کا کام دیتا تھا اس لئے مشرقی سرحد کو محفوظ بنانے کے لئے۔ شمالی افریقہ کے خطرہ کو دور کرنا ضروری سمجھا اور اسی طرف متوجہ رہے۔

(۴) کچھ عرصہ بعد بنی امیہ کے زوال کے نتیجہ میں مرکز خلافت دمشق سے بغداد منتقل ہوا جس کی وجہ سے وہ مرکز خلافت سے دور ہو گیا۔ اور رفتہ رفتہ افریقہ کی طرف سے مرکزی طاقت غافل ہوتی گئی جس کی وجہ سے افریقہ پر مرکز کا اقتدار

Scanned by CamScanner

ڈھیلا پڑ گیا اور مقامی عمال وغیرہ زیادہ آزاد ہو کر آپس میں رسہ کشی کرنے لگے جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ افریقہ کے مابقی حصوں میں اشاعتِ اسلام کی رفتار رُک گئی۔

(۵) بنو عباس کے دور میں وسط ایشیا کی طرح افریقہ میں بھی مرکزی طاقت کو جو زوال ہوا تھا وہ آخری وقت تک باقی رہا۔ کیونکہ بعد کی صدیوں میں بھی افریقہ کے اندر اسلام کا کوئی ایک قومی اقتدار قائم نہ رہ سکا۔ یہاں تک کہ فاطمین کے دور میں بھی ان کا اقتدار پورے مسلم علاقے پر مستحکم نہ ہو سکا۔ یہی حال بربروں کی طاقتور مملکتوں (المرابطین اور الموحدین) کا بھی تھا۔

سنہ ۱۰۵۰ء میں جو مرابطین کے زوال کا زمانہ ہے، مالی کے حکمراں مسلمان ہوئے اس کے بعد مرابطین کے خاندان کے ہی اولوالعزم فرزندِ جلیل ابو بکر بن عمر (جو یوسف بن تاشقین کا چچا زاد بھائی تھا) نے صحرائی علاقہ کی حکومت مالی اور غانہ کو فتح کیا۔ اس طرح مراکش کے اطراف کے ممالک سینیگال، گیمبیا اور گینیا کے علاقوں پر سودانی مسلمانوں کا اقتدار قائم ہوا۔

اور سنہ ۱۰۷۵ء تک مسلمان شمالی حصے سے گذر کر صحرائے افریقہ کے علاقہ میں حاکم بن چکے تھے جو افریقہ کی کالی اقوام کا انتہائی شمالی دائرہ ہے۔ اسی طرح مشرقی افریقہ کے ساحل پر اریٹیریا اور سمالی لینڈ سے آگے بڑھتے ہوئے ایک طرف حبش کے ایک حصے پر چھا گئے تو دوسری طرف کینیا، زنجبار، ٹنگانیکا اور موزنبیق (ملپولوڑ) تک حکمراں ہو گئے اور جنوبی افریقہ کی سونے کی بندرگاہوں سے آگے مدغاسکر تک پہونچ گئے۔ چنانچہ سید سلیمان ندوی مرحوم تحریر فرماتے ہیں:۔

"افریقہ میں گھوم کر زنجبار اور پورے افریقی ساحل میں چل کر جنوبی افریقہ کی سونے کی کانوں والی بندرگاہ میں داخل ہوتے تھے ان کے اس بحری سیاحت

کا خاتمہ جزیرہ قنبلو پر ہوتا تھا جس کو اب " مڈغاسکر " کہتے ہیں ۔ راستے کا حال
مسعودی (۳۰۳) نے مروج الذہب میں لکھا ہے ۔ یہی وہ سواحل ہیں جو اب
نٹال اور ٹرانسوال وغیرہ ناموں سے روشناس ہیں[1] "

مڈغاسکر پر مسلم مؤرخین کے بیان کے لحاظ سے دوسری یا تیسری صدی ہجری میں
مسلمانوں کا اثر شروع ہو گیا تھا[2] اس بارے میں سید سلیمان ندوی مرحوم تحریر
فرماتے ہیں :-

" مڈغاسکر میں چوتھی صدی (ہجری) کے شروع میں عربوں کی نوآبادی قائم تھی
یہ وہی سواحل ہیں جہاں پرتگالی جہازرانوں اور واسکوڈی گاما کی ملاقات
دسویں صدی میں عرب جہازرانوں سے ہوئی اور ان سے ہندوستان کا پتہ ملا[3] "

لیکن یورپی مؤرخوں کے نزدیک بھی چھٹی صدی ہجری میں یہاں مسلم اقتدار
مسلّم ہے ۔ چنانچہ ایک یورپی سیاح جو ۱۷۶۸ء میں مڈغاسکر آیا تھا یہی رائے
ظاہر کرتا ہے ۔

الغرض اس جزیرہ پر مسلم اقتدار کم و بیش ایک ہزار سال رہا ہے ۔

مشرقی افریقہ میں اسلامی اقتدار حبش کے تقریباً نصف حصہ پر چھا گیا تھا جس کا
اصلی سبب یہ ہوا کہ اسلام کی ابتدائی صدیوں کے برخلاف حبش کے حکمرانوں کا مذہبی
تعصب اور ظالمانہ سلوک انتہا کو پہونچ گیا تھا اس لئے مسلمانوں نے اپنی ابتدائی
تاریخ اور پالیسی کے برخلاف اس کا مقابلہ شروع کیا ۔ یہ ایک مسلّمہ اور تاریخی شہادت

---

[1] عربوں کی جہازرانی مطبع معارف اعظم گڈھ ۱۹۳۵ء ص ۸۳ و ص ۸۴ ۔ بحوالہ افریقہ ایک چیلنج ص ۸۱ ۔ [2] حاضر العالم الاسلامی المجلد الثانی ص ۲۴۵ ! بحوالہ افریقہ ایک چیلنج ص ۸۲)

[3] عربوں کی جہازرانی ص ۵ ۔ بحوالہ افریقہ ایک چیلنج ص ۸۳ ۔

ہے کہ اپنی تمام ہمسایہ سلطنتوں کے منجملہ اہل حبش کے ساتھ غیر معمولی اور خصوصی فیاضی کا سلوک کیا گیا۔ کیونکہ عہد رسالت میں مسلمان مہاجرین کے ساتھ انھوں نے جو انسانیت کا سلوک کیا تھا اس کا مسلمانوں نے صدیوں تک اس طرح بدلہ دیا کہ ان کی چھوٹی موٹی ناانصافیوں اور تنگ نظریوں کو برداشت کرتے رہے۔ لیکن جب عیسائیوں کے مظالم انتہا کو پہونچ گئے تو مسلمانوں کے صبر کا پیمانہ لبریز ہوگیا۔ چنانچہ فرمانروایان حبش کے انسانیت سوز مظالم کا ایک نمونہ یہ ہے:۔

پاؤڈا اور دیگر قبائل کے مسلمان ہر سال بادشاہ حبش کو بطور خراج ایک باکرہ نوجوان لڑکی پیش کرنے پر مجبور تھے جو عیسائی بنائی جاتی تھی۔ یہ رواج ایک قدیم معاہدہ پر مبنی تھا جس کی تعمیل پر بادشاہ حبش مجبور کیا کرتا تھا کیونکہ وہ طاقتور تھا۔ علاوہ ازیں مسلمان ہتھیار باندھنے یا فوجی لباس پہننے سے ممنوع تھے۔ اگر وہ اپنے گھوڑوں پر سوار ہوتے تو ان پر زین نہ رکھ سکتے تھے۔ ان احکامات کے بارے میں مسلمان کہتے تھے کہ ہم ہمیشہ ان کی تعمیل کرتے ہیں تاکہ بادشاہ ہم کو قتل نہ کردے۔ اور ہمارے گھروں کو نہ ڈھادے۔ جب بادشاہ اپنے آدمیوں کو باکرہ دُلہن اور خراج لانے کے لئے بھیجتا ہے تو ہم اس کو ایک بستر پر لٹاتے ہیں اور اس پر ایک کپڑا (کفن) ڈالدیتے ہیں اور اس پر میت کی دُعائیں پڑھتے ہیں۔ اس کے بعد بادشاہ کے آدمیوں کے حوالہ کردیتے ہیں۔ یہی ہم سے پہلے ہمارے آباؤ اجداد کرتے رہے ہیں۔ اسی طرح مسلمانوں کو جبراً عیسائی بنانے کی پالیسی بھی عام تھی۔[1] افریقہ ایک چیلنج ص۸۴

---

[1] ان سفید فام وحشی درندوں کو جہاں بھی اقتدار حاصل ہوا وہاں یہی سب کیا۔ علامہ شبلی رح سفر نامہ قسطنطنیہ میں لکھتے ہیں :۔

"یہاں (قسطنطنیہ) میں میں نے ایک عجیب دردانگیز تماشہ دیکھا جس کا اثر دیر تک

(بقیہ اگلے صفحہ پر)

بالآخر " تنگ آمد بجنگ آمد" کے مصداق مسلمانوں نے اس ظلم و تشدد کا مقابلہ شروع کیا۔ اور حبش کے قلمرو کے کئی حصوں پر قبضہ کرلیا۔ بعض مسلمانوں نے سیاستہً اپنے آپ کو عیسائی ظاہر کیا تاکہ اعیان ملک کے طبقہ میں شمار ہوں

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ)

میرے دل پر رہا۔ ایک جداگانہ کمرہ میں چند عورتیں جو طرح طرح کے عذاب میں مبتلا ہیں ایک شکنجہ میں ذابی جارہی ہیں۔ ایک کی پیٹھ پر جلتے ہوئے لوہے کی پٹڑی رکھدی ہے کہ گردن سے لے کر کمر تک چار چار انگل کھال اتر گئی ہے۔ اسی طرح اوروں کو عجیب عجیب طریقہ سے اذیت دی جارہی ہے۔ یہ عورتیں وضع ولباس سے دولتمند اور شریف معلوم ہوتی ہیں۔ اکثر کم سن، خوبصورت اور نازک اندام ہیں۔ سخت تعجب ہوتا تھا کہ کن ظالم ہاتھوں نے ان حسن کی دیبیوں پر ہاتھ اٹھانے کی جرأت کی ہوگی۔

دریافت سے معلوم ہوا کہ اسپین میں جب اسلامی حکومت برباد ہوکر عیسائیوں کی سلطنت قائم ہوئی تو عموماً مسلمان تبدیلِ مذہب پر مجبور کیے گئے اور چونکہ اسلام کا اثر آسانی سے دلوں سے نہ مٹ سکتا تھا، ان کو انواع و اقسام کی اذیتیں دی جاتی تھیں اور بے بسی و کمزوری کے لحاظ سے عورتوں پر ظلم کیا جاتا تھا۔ یہ مظلوم عورتیں اسی عبرت انگیز واقعہ کی یادگار ہیں۔ اس وقت مجھ کو خیال ہوا کہ آہا! یہی عیسائی ہیں جو ہم کو طعنہ دیتے ہیں کہ اسلام بزورِ شمشیر پھیلا۔

یہ تصویریں قسطنطنیہ کے ایک ایسے عجائب خانہ میں رکھی ہیں جو ایک عیسائی دولتمند نے اپنے روپیہ سے قائم کیا ہے۔"

(انقضائے مغرب ص۳۱ یعنی تاریخ افریقہ)

Scanned by CamScanner

اور حبش کے صوبہ جات پر حاکم مقرر ہو کر انھوں نے اپنا رسوخ تبلیغ اسلام میں صرف کیا کر انھوں نے ملکی عہدوں میں سے زیادہ تر عہدے مسلمانوں کو دیئے اور ان کو خطاب دیئے اور انعام و اکرام سے مالا مال کر دیا۔(ص ۱۳۳ دعوت اسلام)

اور سولہویں صدی کے اوائل میں مسلمانوں کی ایک حکومت قائم ہو گئی جس کے بادشاہ نومسلم احمد غزان تھے جو دراصل ایک عیسائی پادری اور اسقف کے لڑکے تھے۔

پاسباں مل گئے کعبے کو صنم خانہ سے

لیکن اگر پرتگالیوں کی امداد سے ان کو شہید نہ کر دیا جاتا تو حبش کی اس ظالم حکومت کا خاتمہ یقینی تھا۔

اب آگے اوپر کی طرف چلئے تو سوڈان میں اسلام چودہویں صدی کے اندر ایک سیاسی طاقت کی حیثیت سے قائم ہو چکا تھا۔ سوڈان کے بعد متصلہ علاقہ "شاد" کی باری تھی۔ چنانچہ پندرہویں صدی میں یہاں سوڈان سے آئے ہوئے عربوں نے سلطنت قائم کی جو سولہویں سترہویں اور اٹھارہویں صدی میں پھیل کر ایک بہت بڑی سلطنت بن چکی تھی اور جس کا دارالسلطنت ہابورنو تھا۔

سوڈان کے حکمرانوں میں منسا موسیٰ نامی حکمراں جس کا زمانہ (۱۳۰۷ تا ۱۳۳۲ء) ہے بہت مشہور ہے اس کے عہد میں سلطنت اپنے نقطۂ عروج پر پہونچ گئی۔ ٹمبکٹو اور گاؤ فتح ہوئے۔ اس کا سفر حج بھی مشہور ہے۔ وہ اتنا پر شکوہ تھا کہ اس کا چرچا اسلامی دنیا اور یورپ تک پھیل گیا۔ یہ سفر ۱۳۲۴ء میں ہوا تھا۔ اس کا اجمالی حال یہ ہے:-

موسیٰ خود گھوڑے پر سوار تھا اور اس کے آگے آگے پانچ سو غلام تھے ہر غلام کے ہاتھ میں سونے کا ایک عصا تھا جس کا وزن ۵۰۰ مثقال (ایک مثقال ۴/۸ ۵

اونس) تھا. اس کے علاوہ اسیؔ سے زیادہ اونٹ سونے سے لدے ہوئے تھے جن میں سے ہر ایک پر تین قنطار (تین سو پونڈ) سونا تھا. راستہ بھر موسیٰ سونا برساتا ہوا گیا. قاہرہ میں اس کی داد و دہش کی وجہ سے ۱۲ رسال تک سونے کی قیمت گری رہی حرمین شریفین میں بھی اس نے اسی طرح سونا لٹایا یہاں تک کہ جب قاہرہ واپس ہوا تو اس کو آگے جانے کے لئے اسکندریہ کے ایک تاجر سے قرض لینا پڑا. منساموسیٰ اپنے ہمراہ واپسی میں ایک اندلسی شاعر اور معمار ابو سحق ابراہیم الساحلی المعروف بہ لو تحق کو لایا تھا جس نے گاؤ اور ٹمبکٹو میں مسجدیں بنائیں اور بادشاہ کا محل بھی.

منساموسیٰ بڑا نیک و عابد و زاہد اور عادل شخص تھا.

سولہویں صدی کے بعد مالی کی یہ حکومت زوال پذیر ہوگئی اور امیر سنگھائی کو عروج نصیب ہوا جس کا مرکز گاؤ تھا جس کو عربی زبان میں "کوکو" یا "گوگو" کہا جاتا ہے. سنگھائی قبیلہ کی یہ سلطنت علی کولوں نے ۱۳۳۵ء میں قائم کی تھی لیکن اس کا عروج سنی علی (جن کا زمانہ از ۱۴۶۴ء تا ۱۴۹۲ء) کے زمانہ میں ہوا. اس خاندان میں کل ۱۹ حکمراں ہوئے جن کا جانشین محمد توتی ہوا، جو تاریخ میں عکیہ محمد اول یا عکیہ اعظم کے نام سے مشہور ہے. منساموسیٰ کی طرح یہ بھی حج کے لئے گیا جس میں پانچ سو سوار اور ایک ہزار پیادے اس کے ہم رکاب تھے. اور سونے کے تین لاکھ سکے. اس نے بھی نائجیریا کے علاقہ میں متعدد ریاستوں کو فتح کر لیا تھا. عکیہ محمد اول کی سلطنت اس تمام علاقے پر محیط تھی جو سابق میں فرانسیسی مغربی افریقہ کہلاتا تھا اور جس کا رقبہ تقریباً ۱۸ رلاکھ مربع میل تھا. نیز اس میں تمام شمالی نائجیریا اور اس کا صحرائی علاقہ شامل تھا. اس کی حکومت اپنے زمانہ کی ایک بہت بڑی ترقی یافتہ حکومت تھی وہ خود بہت بڑا عالم اور علوم و فنون کا سرپرست تھا. اس نے ۳۵ رسال تک حکومت کی. اس کے بعد ۱۵۹۱ء تک گاؤ میں آٹھ حکمراں

Scanned by CamScanner

ہوئے۔ اور مراکش کے حکمراں یوسف ذہبی نے ۱۵۹۱ء میں اس کو فتح کرکے اپنی مملکت میں شامل کرلیا لیکن مراکش کی یہ فتح اور حملہ سوڈان کے لئے بہت مضر ثابت ہوئے۔ کیونکہ منصور کے جانشین اس کو اپنے قبضہ میں نہ رکھ سکے اور مراکشی فوجی گورنر بعد ازاں خود مختار ہوگئے۔ بالآخر ۱۶۶۰ء میں ان کا بھی خاتمہ ہوگیا۔ اس کے بعد غیر مسلم سوڈانیوں کا زور بڑھ گیا۔ چنانچہ سینگال ارضِ تکرور پر غیر مسلم باشندے قابض ہوگئے، جن کا غلبہ ۱۷۶۶ء تک قائم رہا۔ لیکن ان کا ایک قبیلہ (فولا) جو مسلمان ہوچکا تھا اُس نے ۱۷۲۰ء میں فوتا جلّوں کے علاقہ میں ایک شرعی حکومت قائم کی۔ یہ ابراہیم بے گو اور سوری دو بھائیوں کی کوششوں کا نتیجہ تھا۔

اس دَور کے اخیر ۱۷۵۰ء تک مسلم اقتدار شمالی افریقہ سے آگے بڑھ کر مغربی افریقہ میں سینگال گولڈ کوسٹ اور نائجیریا کے علاقوں پر محیط ہوچکا تھا اور پورا سوڈانی علاقہ جو بحرِ احمر کے کنارہ سے لے کر بحیرۂ اوقیانوس تک پھیلا ہوا ہے، اسلام کے جھنڈے کے نیچے آچکا تھا۔ لیکن مشرقی افریقہ میں مسلمانوں کے ہاتھ سے موزنبیق، کینیا، اور یوگنڈا کے ساحل کے بعض شہر نکل چکے تھے اور اسی گوشہ میں مڈغاسکر اور سقوطرہ کے اہم جزائر کا سیاسی اقتدار بھی بڑی حد تک ختم ہوچکا تھا۔ لیکن تبلیغی دائرہ میں مسلمانوں کی فتوحات کا دائرہ وسیع ہو رہا تھا۔ جس کی ابتدار مرابطین، موحدین، قادریوں اور شاذلیوں نے بارہویں اور تیرہویں صدی عیسوی میں کی تھی جس کو ہم آگے مستقلاً بیان کریں گے۔

مسلمانوں کے سیاسی زوال کے بنیادی اسباب

(۱) بنو امیہ کے زوال کے بعد جب بنو عباس خلافت پر قابض ہوئے بنو اُمیہ نے مرکز سے کٹ کر اسپین میں اپنا جُدا گانہ اقتدار اور علیحدہ خلافت قائم کی جس کے

نتیجہ میں وہ بعد کی صدیوں میں اسپین کے اندر آسانی سے عیسائیوں سے شکست کھا گئے کیونکہ جب وہ موت وزیست کی آخری کشمکش میں مبتلا تھے تو خلافت (مرکزی سلطنت) ان کی طرف سے یا تو بے پرواہ تھی یا ان کے دشمنوں مثلاً فرانس کی عیسائی سلطنت سے دوستی کے رشتے قائم کر رہی تھی۔

اسی طرح خلافتِ عباسیہ کے خلاف مؤثر طور پر علم بغاوت بنو امیہ اور بنو فاطمہ نے بلند کیا۔ ان جھگڑوں کی وجہ سے تیسری اور چوتھی صدی ہجری میں یورپ کو صلیبی حملوں کی جرأت ہوئی۔ اسی طرح جب اقتدار عربوں سے نکل کر آلِ عثمان میں منتقل ہوا اور ترک وسطی ایشیا افریقہ اور یورپ میں مرکزی طاقت بن گئے اور خلافت کے وارث قرار پائے تو ان کی خلافت کے منکر ان کے چچا زاد بھائی (ہندوستان کے مغل حکمران) ہوئے۔ جنھوں نے ہندوستان کے سابقہ مسلم حکمرانوں کے مسلک کے خلاف آلِ عثمان کی خلافت کو اس بنا پر تسلیم کرنے سے انکار کیا کہ ان کے مورث امیر تیمور نے عثمانی ترکوں کے مورث کو شکست دی تھی اس لئے ان کی جاہلی غیرت ان کی خلافت کو گوارا نہ کر سکی۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ جس دَور میں ترکی خلافت یورپ کی عیسائی اقوام سے نبرد آزما تھی اور جانبازی کر رہی تھی ہندوستان کے مغل شہنشاہ یورپیوں کو ہندوستان میں تجارتی کوٹھیوں کے قیام کے پروانے عطا کر کے ان سے دوستی کے تعلقات پیدا کر رہے تھے۔

(۲) دوسرا بڑا سبب مسلمانوں کی بحری کمزوری رہی۔ اس دَور میں مسلمان سیاسی اور فوجی حیثیت سے اتنے طاقتور تھے کہ عیسائی یورپ ان کے کسی طرح حریف نہ ہو سکتے تھے مگر ان کی بحری برتری ان کے غلبہ کا سبب بن گئی۔

خلافتِ بنو عباس کے دَور میں مرکزِ خلافت دمشق سے بغداد منتقل ہوا جس کی وجہ سے خلافت کی نظروں میں سمندروں کی اہمیت اور ایک طاقتور بحریہ کی ضرورت

Scanned by CamScanner

گھٹ گئی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ بنو عباس کے انتہائی عروج کے زمانہ میں بھی خلافت کا بحریہ کمزور رہا۔ اگر اس زمانہ میں افریقہ کی چھوٹی چھوٹی نیم آزاد امارتوں کا اپنا بحریہ موجود نہ ہوتا تو شاید صلیبی حملے ناکام نہ ہوتے۔

عباسیوں کی یہ کمزوری ترکوں میں منتقل ہو کر اور زیادہ نمایاں ہو گئی، حالانکہ ان کا دارالخلافہ قسطنطنیہ قرار پا چکا تھا۔ اور اس لحاظ سے سمندر ان کی اوّلین جولانگاہ قرار پا چکا تھا۔ لیکن ترکوں کا مزاج بحری نہ تھا وہ ایک بری قوم تھے۔ کبھی سمندر سے واسطہ نہ پڑا تھا۔ قسطنطنیہ کے مستقر اور خلافت کی ذمہ داریوں کی وجہ سے سمندر کی اہمیت کو کسی حد تک سمجھنا پڑا اور انھوں نے اپنا بحریہ بھی بنایا لیکن ان کی نظر بحیرۂ اسود اور بحیرۂ روم تک محدود تھی۔ قلبِ اسلام (جزیرۃ العرب) یا بڑے سمندروں اور ان سے ماوراء بحری شاہراہوں تک وسیع نہ تھی حالانکہ مسلمانوں کے عالمی اقتدار کے پاسبان کی حیثیت سے عالم اسلام کے مجموعی مفاد اور سمندروں کی آفاقی اہمیت کو مدِ نظر رکھنا چاہیے تھا لیکن وہ اپنی قومی روایات اور قومی مزاج کی وجہ سے پورے طور پر سمندروں کی آفاقی اہمیت کو ملحوظ نہ رکھ سکے۔ اور اپنی شہرۂ آفاق و بے مثال شجاعت کے باوجود اسلام کے عالمی اقتدار کو بچانے میں کامیاب نہ ہو سکے۔

ترکوں کی اس فطری کمزوری کا ثبوت یہ بھی ہے کہ ہندوستان میں مغلوں کی عظیم الشان سلطنت جو تبّت اور کابل سے لے کر آسام اور راس کماری کے کناروں تک پھیلی ہوئی تھی اور جو سترہویں اور اٹھارہویں صدیوں میں روئے عالم پر بحیثیت مجموعی دُنیا کی سب سے بڑی اور طاقتور سلطنت نہ تھی تو کم از کم ترکوں کے ہم پلّہ ضرور تھی۔ اور کوئی غیر مسلم سلطنت اس کے برابر نہ تھی۔ اس کے حدودِ اربعہ میں تینوں طرف (مشرق، مغرب اور جنوب میں) بحیرۂ عرب، بحرِ ہند اور خلیج بنگال کا

ہزاروں میل لمبا ساحل تھا جو اس کا اصلی خطۂ دفاع تھا، کیونکہ شمال میں ہمالیہ ایک قدرتی قلعہ تھا۔ لیکن عجیب تر حقیقت یہ ہے کہ اس پوری سرحد اور سمندروں کی حفاظت کے لیے اس کا کوئی بحریہ نہ تھا حالانکہ ان سے پہلے اور ان کے بعد ہندوستان میں جو مسلم سلطنتیں گذری ہیں ان کا اپنا بحریہ تھا۔ نتیجہ یہ تھا کہ پرتگال، ہالینڈ، فرانس اور برطانیہ کی چھوٹی چھوٹی سلطنتوں کے گنتی کے چند جہاز مغلیہ دور میں ہندوستان کے ساحلی شہروں پر تاخت و تاراج کرتے تھے اور وہاں دھڑلّے سے اپنے قلعے بناتے تھے۔ لیکن نہ تو مغل اپنے ساحلوں کی حفاظت کر سکتے تھے اور نہ ان مغربی اقوام کے تجارتی مراکز اور قلعوں کو ہٹا سکتے تھے۔ انتہا یہ کہ ہندوستانی حاجیوں کے قافلے ہندوستانی سمندروں میں لوٹے جاتے تھے۔ اور یہ ان کا کچھ نہ بگاڑ سکتے تھے بلکہ اُلٹا فریضۂ حج کی ادائیگی کو کئی کئی سال تک روک دینے میں ہی اپنی سلامتی سمجھتے تھے۔

تیسرا دور

(از ۱۷۵۰ء تا ۱۹۰۱ء)

پندرہویں صدی سے یورپ نے افریقہ کو اپنی مذہبی تجارتی اور سیاسی اُمنگوں کا نشانہ بنایا اور اٹھارویں صدی تک وہ اس کے مختلف اقطاع میں قوت کے ساتھ دخیل ہوگیا۔ جن تین زبردست محرکات کے تحت یورپی افریقہ میں آگے بڑھے تھے۔ اس کی مقاومت صرف مسلمان ہی کر سکتے تھے۔ اس وقت تک مسلمان مغرب کے مقابلہ میں سیاسی حیثیت سے مغلوب نہ تھے اور تبلیغ کے میدان میں تو انھیں نمایاں برتری حاصل تھی۔ اس لیے بدیہی طور پر عیسائیوں کے پیشِ نظر مقاصد کے حصول کے لیے مسلم علاقوں کو نظرانداز کرنا اور بُت پرست علاقوں پر اپنی فتوحات کا آغاز کرنا ضروری اور سہل تھا۔ چنانچہ انھوں نے جنوبی اور مغربی افریقہ سے اپنی فتوحات کا آغاز کیا تھا اور

مسلم افریقہ کے اطراف گھیراؤ ڈالنا شروع کیا تاکہ مناسب وقت پر افریقہ کے مسلم علاقوں پر قبضہ کرکے کاملاً اس کو مفتوح کرلیں۔ بدقسمتی سے مغرب اپنے اس منصوبہ میں کسی حد تک کامیاب ہوگیا اور قیادت عالم کی مہار مسلمانوں کے ہاتھ سے چھین لی۔ یہ سیاسیاتِ عالم کا زبردست موڑ ہے۔ اس لئے اس کے بنیادی اسباب پر غور کرنا ضروری ہے۔

عثمان دان فودیو نے جو سلطان کے لقب سے مشہور ہیں انیسویں صدی کے آغاز میں نائجیریا کے اندر ایک عظیم الشان سلطنت قائم کی لیکن ۱۹۰۳ء میں برطانیہ نے متصلہ علاقوں (مشرقی ومغربی) نائجیریا کی طرح شمالی نائجیریا کی اس مسلم سلطنت کو فتح کرکے اپنی سیادت قائم کردی اور آزادی کا خاتمہ کردیا۔

اسی طرح عثمان دان فودیو کے ایک معتقد احمد بو بو نے اصلاح وتجدید کا کام شروع کیا اور جب اطراف کے حکمرانوں نے مخالفت شروع کی تو شیخ احمد نے جہاد کا اعلان کیا۔ سینیا کے غیر مسلم حکمراں کو شکست دے کر اس پر قبضہ کرلیا اور امیر المومنین کا لقب اختیار کیا اور دریائے نائجر کے قریب اپنا دار الخلافہ بنایا جسکو حمد اللٰہی کہتے تھے۔

انیسویں صدی کی ایک نمایاں شخصیت حاجی عمر تیجانی کی ہے (جن کا زمانہ ۱۷۹۷ء تا ۱۸۶۵ء ہے) پُرجوش مسلمان اور عالم تھے۔ تبلیغ اور سیاست کے میدان میں بڑے کارنامے انجام دیئے۔ اپنے سلسلہ اور دعوت کے ذریعہ ہزاروں مجاہدوں کو اپنے گرد جمع کرلیا اور بہت سے علاقوں کو فتح کیا آخر کار شہید ہوئے۔ لیکن ان کی کوششوں کے نتیجہ میں اسلام سوڈان کا سرکاری مذہب بن گیا۔

حاجی عمر کے بعد ایک اور مصلح امام صمدر (۱۸۴۶ء تا ۱۹۰۰ء) نے بھی اصلاح وتجدید کا کام انجام دیا اور ان کے ہاتھ پر ہزاروں بُت پرست حلقۂ اسلام میں داخل

ہوئے۔ اور بہت سے بے دین قبائل کو مفتوح کرکے ایک نئی مملکت قائم کی۔ ۱۸۹۴ء
اور ۱۸۹۵ء میں فرانسیسیوں نے ان پر ناکام حملہ کیا لیکن بالآخر ۱۸۹۷ء میں امام صمد
کو شکست ہوئی اور ان کو گرفتار کرکے جلاوطن کردیا گیا۔ امام صمد کی یہ افسوسناک
شکست مغربی افریقہ میں فرانسیسی استعمار کے خلاف مدافعت کا خاتمہ تھا۔

الغرض ان دو صدیوں (اٹھارویں اور انیسویں) میں افریقہ کے اندر تبلیغی مساعی کی
برابر جاری رہیں لیکن مغرب کے استیلاء کے باعث ان کی سیاسی کامیابی ختم ہوگئی کہ مغربی
اور وسطی افریقہ کی حکومتیں انیسویں صدی کے اختتام سے پہلے فرانس اور برطانیہ کی
زیر نگیں ہوگئیں۔ شمالی افریقہ میں تونس اور الجزائر محکوم ہوگئے۔ مغربی ساحل پر
اسپینی صحراء سے لے کر کیمرون تک ساحل کے تمام ممالک مکمل طور پر مغربی استعمار کے شکار
ہوگئے۔ ادھر سوڈان پر برطانیہ کی مشترکہ سیادت قائم ہوگئی۔ اریٹیریا اور
سمالیہ اٹلی، فرانس اور برطانیہ کے حوالہ ہوئے۔ اور سلطان زنجبار کی حکومت بھی برطانیہ
کے زیر حفاظت آگئی۔ نیز کینیا اور ٹنگانیکا کے علاقے جو سلطان زنجبار کے ماتحت تھے
دس میل ساحلی علاقے کو چھوڑ کر برطانیہ اور جرمنی کے زیر حفاظت ہوگئے۔ نیز مڈغاسکر
اور متصلہ جزائر میں مسلم اقتدار ختم ہوگیا۔

اس طرح انیسویں صدی کے اختتام تک مغربی استعمار جو پہلے مغربی اور مشرقی
ساحل اور جنوبی افریقہ کے بعض حصوں تک محدود تھا، پھیل کر مغربی اور مشرقی ساحل
کے تمام علاقوں اور وسطی و جنوبی افریقہ پر چھا گیا اور جزائر پر بھی وسیع ہوگیا۔
اور اس طرح مسلم افریقہ کے بڑے حصے (باستثنائے مصر، لیبیا اور مراکش) کو
مفتوح کرکے قلبِ اسلام (جزیرۃ العرب) پر نظریں جمانا شروع کردیں۔ اللہ پاک
حفاظت فرمائے۔

چوتھا دور

(از ۱۹۰۱ء تا ۱۹۳۵ء)

اس دور کی نمایاں خصوصیت یہ ہے کہ شمالی افریقہ اور الجزائر میں سنوسی اور تجانی سلاسل طریقت قائم ہوئے، اور جمہوریہ سوڈان میں مہدوی اور مرغانی طریقے پیدا ہوئے، ان چاروں سلاسل اور ان کے بانیوں نے دعوت اسلام اور جہاد کے سلسلہ میں ایسے کارہائے نمایاں انجام دیئے، جو افریقہ کی مذہبی اور سیاسی تاریخ کا تابناک باب ہیں۔ اس کو مستقلاً علیحدہ بیان کریں گے۔ یہاں بطور اشارہ عرض ہے۔ مغربیوں کے افریقہ میں داخلہ کے بعد مسلم حکمرانوں نے چاہے مغربی استعمار کے خطرہ کو پورے طور پر نہ سمجھا ہو لیکن عیسائی مشنریوں کے خطرہ کو مسلمان مذہبی رہنماؤں کی فراست ایمانی نے اچھی طرح سمجھا۔ اس لئے دوسرے دور کے اختتام کے بعد جب افریقہ میں عیسائیوں کی سیاسی فتوحات کا سلسلہ شروع ہوا اور زور شور سے عیسائیت کی تبلیغ شروع کی تو پھر مسلم راہنماؤں نے ان کے مقابلہ کے لئے کمر ہمت باندھی انھوں نے نہ صرف تبلیغ کے میدان میں مشنریوں کو شکست دی بلکہ مغربی طاقتوں کے مقابلہ کے لئے جہاد بھی کیا۔ ان آخری دو صدیوں میں افریقہ کے اندر سیاسی اسلام اور مذہبی اسلام دونوں کا بوجھ انھوں نے اٹھایا۔ انیسویں صدی کے وسط کے اکابرین اسلام عثمان دان فودیو اور الحاج عمر التیجانی داعئ اسلام ہونے کے علاوہ عظیم الشان اسلامی سلطنتوں کے بانی بھی تھے۔ اور مشرق میں شیخ سنوسی محمد احمد المہدی اور شیخ المرغانی نے بھی یہی فرض انجام دیا۔ الغرض افریقہ میں تصوف اور تبلیغ کے جو آٹھ مشہور سلسلے پائے جاتے ہیں، ان میں سے چار اس دور کی پیداوار ہیں۔ مسلم راہنماؤں کی تبلیغی و تحریکی

کوششوں کا اندازہ پادری رویمر کے بیان سے ہوتا ہے۔

"افریقہ کے ایک ماہر کہتے ہیں کہ ہر ایک مشینری کے مقابلہ میں افریقہ کے بت پرستوں کے اندر بیس مسلمان مبلغ ملیں گے۔ اور افریقہ میں اگر مسلمانوں میں سے ایک شخص عیسائی ہو جاتا ہے تو میرے خیال میں اس کے مقابلہ میں بت پرستوں میں سے ایک ہزار آدمی مسلمان ہو جاتے ہیں۔"

اسی طرح ایک مشہور افریقی سیاح جوزف سرتھامس ۱۰ نومبر ۱۸۸۷ء کے لندن ٹائمز میں یوں لکھتا ہے:-

"مغربی افریقہ اور وسطی سوڈان کی طرف چلیے جن کی سیاحت کا مجھے موقع حاصل ہوا ہے تو ایک مختلف صورت حال دکھائی دیتی ہے۔ یہاں ہم اسلام کو ایک زندہ اور فعال قوت پاتے ہیں جو اپنے ابتدائی زمانے کے جوش اور توانائی سے بھرپور ہو۔ اور اپنی ابتدائی تاریخ کی خصوصیات کی طرح تبلیغ میں حیرت ناک کامیابی حاصل کر رہی ہے۔ یہاں ہم اس کو سری لیون کی گلیوں میں اور نائیجیر کے طاس کے آدم خور قبائل میں مساوی طور پر تبلیغ کرتا ہوا پاتے ہیں۔"

داعیان اسلام اور مبلغین کی مساعی کا کیا اثر ہوا۔ ڈاکٹر بلائیڈن (جو خود نیگرو تھے اور جن کے بارے میں عیسائی مصنفین بھی تسلیم کرتے ہیں کہ ان سے بڑا افریقی پیدا نہیں ہوا) کے بیان سے اس کا اندازہ لگائیے۔ لکھتے ہیں:-

"سری لیون اور مصر کے درمیان صرف مسلمان ہی ایک اخلاقی، دماغی اور تجارتی طاقت ہیں ان کے درمیان پائے جانے والے قبائل دراصل صدیوں سے زیادہ عرصہ ہوا کہ اسلام کے زیر اثر ہیں۔ اس مذہب نے ان قبائل کے منجملہ ہوش مند افراد کی معاشرتی، سیاسی اور مذہبی زندگی پر قبضہ کر لیا

Scanned by CamScanner

اور اس کو اپنے انداز میں ڈھالا ہے اس آبادی سے اندرونی حصے میں جو شخص بھی کسی فاصلہ کو طے کرے گا وہ اسلام کے حاکمانہ اثر کو دیکھے گا“

پانچواں ۵ دور
(۱۹۳۵ء تا ۱۹۶۳ء)

یہ دور افریقہ کی آزادی کا دور ہے. مغربی استعمار کے زوال کے نتیجہ میں اب افریقہ کے مسلم علاقے بڑی حد تک آزاد ہو چکے ہیں. مشرق میں اور فرانسیسی سومالیہ کے علاقے مغرب میں اسپلینی صحرا گیمبیا پرتگالی گینی اور شمال کی مختلف بندرگاہیں اور جزائر جن کی مجموعی آبادی نصف کروڑ کے قریب ہے ابھی محکوم ہیں. اسی طرح افریقہ کے بت پرست ممالک میں فرانسیسی کانگو، بلجیم کانگو گیبان اور مڈغاسکر آزاد ہو چکے ہیں. لیکن جنوبی افریقہ میں ری یونین، ماریشس، شمالی و جنوبی رہوڈیشیا (زمبابوے، زمبیا، ملاوی) نیا سالینڈ موزنبیق (مپوٹو) انگولا اور جنوب نمیبیا مغربی افریقہ اور متصلہ برطانوی مقبوضات بکوانا لینڈ، باسوٹا لینڈ اور سوازی لینڈ ہنوز محکوم ہیں لیکن موجودہ رفتار اور بین الاقوامی حالات کے مدّ نظر یقین ہے کہ مستقبل قریب میں یہ بھی معہ متفرق جزائر کے آزاد ہو جائیں گے. اس طرح سابقہ صدیوں کے برخلاف اب اس برّاعظم میں اسلام اور بت پرست مذاہب عیسائیت کے سیاسی تسلّط سے کامل آزادی کے دروازے پر ہیں. لیکن پچھلے دور کے زخم خوردہ مسلمانوں کی حد تک ان کا یہ نقصان نمایاں ہے کہ مغربی استعمار سے پہلے وہ بحیرۂ احمر کے ساحل سے لے کر موزنبیق (مپوٹو) تک پورے مشرقی افریقہ کے بلا شرکت غیرے قابض و مالک تھے. اور مشرقی افریقہ کے اہم جزائر سقوطرہ اور مڈغاسکر کے جزائر بھی جن میں سے بعض اب ان کی عملداری سے خارج ہیں.

Scanned by CamScanner

حالانکہ وہ کئی صدیوں تک مسلمانوں کے ماتحت تھے۔ اسی طرح بُت پرستوں کی۔ تک بھی کم از کم جنوبی افریقہ کی حد تک ان کا خالص نقصان ظاہر ہے۔ مذہبی دائرہ میں صورتِ حال یہ ہے کہ عیسائیت باوجود اپنے پانچ صد سالہ اقتدار و غیر معمولی تبلیغی مساعی کے افریقہ میں بالکل ناکام ہے۔ صرف ایک ایتھوپیا ایسا ہے جہاں عیسائی کافی تعداد میں پائے جاتے ہیں۔ ورنہ بقیہ علاقوں میں وہ مجموعی حیثیت سے اس سے بھی کم اقلیت میں ہیں۔ یہ صورتِ حال اس سے بھی بدتر ہے جو اسلام سے قبل افریقہ میں تھی۔

بُت پرستی کا حال بھی پتلا ہے۔ کیونکہ بُت پرستی کی گرفت بھی تیزی سے ختم ہو رہی ہے۔ خصوصاً نوجوان نسل سے، افریقہ کے اندر صرف اسلام ہی ایک ایسا مذہب ہے جس کی مقبولیت اور اشاعت حسبِ سابق باقی ہے جو اس نقصان کی کسی حد تک تلافی کر دیتی ہے۔ جو سیاسی دائرہ میں مسلمانوں کو پہونچا ہے۔

اور اگر اشاعتِ اسلام کی مستقبل میں بھی وہی رفتار رہی جو پچھلی صدیوں میں تھی تو پھر یہ توقع بیجا نہ ہوگی کہ اس براعظم کے بقیہ گوشے بھی نورِ توحید سے جگمگا اٹھیں گے ان شاء اللہ ؎

ختم کا ہے کو ہوا کام ابھی باقی ہے
نورِ توحید کا اتمام ابھی باقی ہے
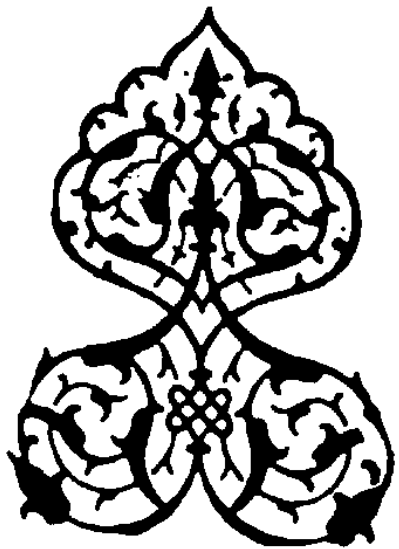
حاشیہ صفحۂ گذشتہ:
اب روسی یونین کے علاوہ یہ سب ممالک تقریباً آزاد ہو چکے ہیں۔

افریقہ میں تبلیغ اسلام

برِّ اعظم افریقہ میں اسلام کی تبلیغ انفرادی و اجتماعی دونوں طریقوں سے عمل میں آئی ہے۔

انفرادی تبلیغ کا سہرا زیادہ تر عرب قبائل، مصری، بربر، ہاؤسا اور عرب اور پاک و ہند کے تجاّر کے سر ہے۔ لیکن اجتماعی تبلیغ کا بالکلیہ دار و مدار صوفیانہ سلسلوں پر رہا ہے۔

افریقہ میں جن سلاسلِ طریقت کی وجہ سے اسلام کی وسیع اور کامیاب اشاعت ہوئی ان میں سے اہم آٹھ ہیں۔ (۱) قادریہ (۲) مرابطین (۳) موحّدین (۴) شاذلیہ (۵) تیجانیہ (۶) سنوسیہ (۷) مرغانیہ (۸) مہدویہ۔

ان مذکورہ بالا طریقوں میں صرف پہلا قادریہ افریقہ سے باہر کی پیداوار ہے لیکن بقیہ سات مقامی یعنی افریقہ کی پیداوار ہیں جن میں سے پانچ (۲ تا ۶) شمالی افریقہ کی۔ اس براعظم کے مغرب وسط یا مشرق میں کوئی سلسلۂ طریقت پیدا نہیں ہوا۔ اور یہ سلسلے باستثنائے سنوسیہ، تیجانیہ اور شاذلیہ افریقہ تک محدود رہے۔

خانقاہی نظام کی ضرورت

تزکیۂ نفس اور تصفیۂ باطن شریعتِ اسلام میں ماموربہ ہے۔ قرآن پاک میں اُمّت کا تزکیہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اہم مقاصد میں بیان کیا گیا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد خلفاءِ راشدین رضوان اللہ علیہم اجمعین اپنے اپنے عہد میں دیگر ملی خدمات کے ساتھ یہ خدمت بھی انجام دیتے رہے۔ مگر جوں جوں عہد

نبوت سے بعد ہوتا گیا اور دنیوی وسائل کی کثرت ہوتی گئی مسلمانوں پر غفلت طاری ہوتی گئی۔ اور چوتھی اور پانچویں صدی میں اسپین اور بغداد میں عیسائیوں اور تاتاریوں کے غلبہ کی وجہ سے مسلمانوں کا سیاسی زوال رونما ہو کر عام امت پر مایوسی چھاگئی تو مشائخ نے باضابطہ خانقاہی نظام قائم کیا تا کہ یکسوئی کے ساتھ اپنے متبعین کا تصفیۂ باطن اور تزکیۂ نفس کریں اور ان میں اسلام سے محبت پیدا کریں اور دین کی عزت وناموس کی حفاظت کے لئے جاں نثاری کا جذبہ پیدا کر کے ان کے گرتے ہوئے حوصلوں کو بڑھائیں۔

دعوائے مہدویت

افریقہ کے صوفیانہ طریقوں میں دعوائے مہدویت کے سلسلہ میں وضاحت ضروری ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ چونکہ ان طریقوں کے آغاز میں افریقہ کے اندر مغرب کے سیاسی اور عیسائیت کے مذہبی استیلا کا خطرہ جاندار اور حقیقی تھا۔ اس لئے بعض صوفیانہ طریقوں کی بناء خالصۃً "مہدی" کے عقیدہ پر رکھی گئی۔ یہ بات اس لئے بھی اہم اور قابلِ غور ہے کہ ان سلسلوں میں مریدوں کی روحانی تربیت کے علاوہ ان کو خاص طور پر تبلیغ اسلام اور جہاد کے لئے آمادہ اور تیار کیا جاتا تھا۔

افریقی مزاج میں مذہب حیات اجتماعی (حکومت) کا بڑا فعّال اور مرکزی عنصر رہا ہے۔ چنانچہ افریقہ میں مرکزِ خلافت سے آزاد اور اس کے ماتحت جو سلطنتیں (تیرہ صدیوں میں) قائم ہوتی رہیں ان میں سے اکثر مذہبی اور دعوائے مہدویت پر قائم ہوتی رہیں۔

الغرض عالمِ اسلام میں یہ خصوصیت صرف افریقہ کو حاصل ہے کہ اسلام کی تبلیغ کے لئے حکومتوں کے ادارے کو بطورِ خاص استعمال کیا گیا جو براہ راست صوفیانہ طریق کا شرمندۂ احسان ہے۔

Scanned by CamScanner

صوفیانہ سلسلے سیاسی انحطاط کا علاج تھے افریقہ کے

صوفیانہ طریقوں کی صحیح نوعیت کو سمجھنے میں حسبِ ذیل تاریخی حقائق سے مدد ملے گی

(١) پہلی قابلِ غور حقیقت یہ ہے کہ یہ سب صوفیانہ سلسلے تاریخِ اسلام کے نازک ترین دور میں پیدا ہوئے. ان میں سے چار سلسلے قادریہ، مرابطین، موحدین اور شاذلیہ پانچویں اور چھٹی صدی ہجری کی پیداوار ہیں. اور ظاہر ہے کہ یہ زمانہ مسلمانوں کی سیاسی تاریخ میں تشویشناک ہے. ادھر مشرق میں خلافتِ عباسیہ کی اینٹ سے اینٹ بج چکی تھی. اُدھر اسپین میں مسلمانوں کی شمعِ حیات گل ہو رہی تھی. اس پس منظر میں عامۃُ المسلمین کے قلوب پر مایوسی طاری تھی اور ان کے قلوب دینی حمیّت اور اس سے وابستگی کے قوی داعیہ سے خالی ہوتے جا رہے تھے. ایسے میں حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اپنے مواعظ اور تربیت کے ذریعہ تجدیدِ ایمان کا کامیابی سے بیڑہ اٹھایا اور ادھر امام غزالی رح کچھ ہی عرصہ پہلے محمد بن تومرت (بانیٔ سلسلۂ موحدین) جیسے مجاہدین اور مجاہد گر نفوس کی روحانی تربیت کر چکے تھے. چنانچہ مرابطی حکمرانوں نے اسپین میں بنی اُمیہ کی شکست کے نتیجہ میں اسپین میں مسلمانوں کے خاتمہ کو بچانے کی داغ بیل ڈالی. انھیں کے ایک پیرو یوسف بن تاشفین نے ایک طرف اسپین کی عیسائی حکومت کو شکست دے کر دوبارہ قبضہ کیا اور مزید تین صدیوں تک اسلامی اقتدار کو قائم کیا تو دوسری طرف غازی صلاح الدین ایوبی کو مدد پہونچا کر ارضِ مقدس سے صلیبی حملوں کو پسپا کرنے میں بالواسطہ حصہ لیا.

جب مرابطین کے اندر حرارتِ ایمانی سرد پڑ گئی تو پھر موحدین میدان میں آئے اور مرابطین کے گرتے ہوئے اقتدار کو سنبھالنے کے ساتھ افریقہ کے بُت پرستوں میں.

Scanned by CamScanner

زور شور سے اسلام کی کامیاب تبلیغ بھی کی۔ اور اس طرح اسلام کے لئے سینہ سپر ہونے کا شرف حاصل کیا۔

الغرض پانچویں صدی ہجری میں قادریہ، شاذلیہ، مرابطین اور موحدین، اسلام کی مذہبی اور سیاسی ڈھال ثابت ہوئے۔

پانچویں صدی عیسوی میں عیسائیوں اور تاتاریوں کی صورت میں جو خطرات مسلمانوں کے مذہبی اور سیاسی وجود کو لاحق ہوئے تھے ان میں سے تاتاریوں کے مسلمان ہو جانے سے یہ خطرہ فوری طور پر دور ہو گیا اور بقول اقبال سہ

پاسباں مل گئے کعبہ کو صنم خانے سے

ترکان آل عثمان یورپ کے خلاف اسلام کی ایک زبردست محافظ قوت ثابت ہوئے۔ لیکن بعد کی چار صدیوں میں رفتہ رفتہ ان کی حرارت اور عزت میں کاستگی اور ان کی سیاسی طاقت اور دبدبہ میں زوال پیدا ہوا اور ادھر یورپ کی تنظیم سیاسی، نشأۃ ثانیہ اور زیادہ تر بحری قوت کی برتری نے یورپ کے لئے عالمی تسلط کی راہ ہموار کر دی جن کے نمایاں محسوس اثرات قدرتی طور پر افریقی برّاعظم میں محسوس ہونے لگے جو جسمانی طور پر یورپ سے قریب اور متصل تھا۔

الغرض اٹھارویں صدی عیسوی میں یورپ کا یہ خطرہ افریقہ پر غلبہ کی صورت میں جڑ پکڑ گیا تو افریقہ کے اندر کچھ نئے صوفیانہ طریقوں نے جنم لئے۔ مراکش میں شاذلیہ اور تیجانیہ، لیبیا میں سنوسیہ اور مشرقی سوڈان میں مرغانیہ اور مہدویہ، انھوں نے اسلام کی دعوت، اور اس کے روحانی پیام کو عام کرنے اور عیسائیوں کے مذہبی اور سیاسی تسلط کو رد کرنے میں کارہائے نمایاں انجام دیئے۔ اور عجیب بات یہ ہے کہ اس وقت کی اسلامی حکومتوں کی غفلت اور تعطل کے برخلاف ملک کے دفاع اور سیاسی آزادی کے تحفظ کے فرض کو بھی انھوں نے انجام دیا۔ اور بعض صورتوں میں

Scanned by CamScanner

حکومتِ وقت (مثلاً خدیو مصر کی حکومت) کے علی الرغم یہ فرض انجام دیا۔ اور یہ بات صرف افریقہ تک محدود نہیں۔ کیونکہ بیسویں صدی کے اندر مسلمانوں کے سیاسی زوال کے دور میں جزیرۃ العرب میں اخوان (محمد بن عبدالوہاب کے پیرو) اور ہندوستان میں حضرت سیّد احمد شہید نے بھی فرض انجام دیا۔

(۲) دوسری بڑی تاریخی حقیقت یہ ہے کہ افریقہ کے یہ تمام سلسلے سوائے سوڈان کے مہدویہ سلسلہ کے بالکلیہ مرکزِ اسلام (عرب) کی روحانی تربیت اور رہنمائی کے شرمندۂ احسان ہیں۔

قادریہ سلسلہ ظاہر ہے افریقہ سے باہر پیدا ہوا۔ اور حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کے روحانی چشمۂ صافی سے پھوٹ بہا ہے جس کا منبع سرزمین خلافت (بغداد) تھی۔ موحّدین کے بانی بھی اسی سرزمین کے روحانی رہنما حضرت امام غزالیؒ کے تربیت یافتہ تھے۔

اسی طرح مرابطین کے شیوخ مرکزِ اسلام (مکہ معظمہ) سے روحانی اکتساب کرتے رہے۔ شاذلیہ سلسلہ کے شیوخ بھی اس دور میں حجاز کے روحانی اثرات سے متاثر تھے۔

تیجانیہ سلسلہ کی تربیت میں بھی مکہ معظمہ کے اثرات نمایاں ہیں۔ چنانچہ اسی طریقہ کے گل سرسبد الحاج عمرؒ ہیں، جن کو قادریہ سلسلہ کے ایک بزرگ نے مکہ معظمہ میں مُرید کرکے ان کی اس انداز میں رُوحانی تربیت کی کہ جب کئی سال بعد وہ وطن واپس ہوئے تو تبلیغ اور جہاد کے دائروں میں انھوں نے عظیم الشان اور بے مثال خدمات انجام دیں جو افریقہ میں اسلامی تاریخ کا روشن باب ہے۔

اب رہ گئے سنوسیہ اور مرغانی تو یہ دونوں بھی قادریہ سلسلہ کے ایک مشہور بزرگ کے مریدین باصفا میں سے تھے۔ یہ بزرگ سیّد احمد بن ادریس تھے، جو ۱۷۹۷ء سے لے کر ۱۸۳۳ء تک مکہ معظمہ میں ایک مذہبی معلّم کی حیثیت سے مقیم اور

Scanned by CamScanner

بڑی شہرت کے مالک تھے ۔
مذکورہ بالا تفصیل سے بخوبی ظاہر ہے کہ افریقی تصوف بڑی حد تک حرمین شریفین اور طریق قادریہ کا روحانی پرتو ہے ۔
(۳) تیسری بڑی حقیقت یہ ہے کہ وسطی اور جنوبی افریقہ نیز مشرقی ساحلی ممالک میں جہاں مسلمانوں کی اکثریت نہ تھی اور جہاں مسلمانوں کا قدیم اور مستحکم سیاسی اقتدار نہ تھا وہاں صوفیانہ طریقوں کے مماثل کوئی مضبوط اور کامیاب تحریک نہیں ملتی جس سے یہ قوی قیاس پیدا ہوتا ہے کہ وہ سب تحریکیں اصلاً مسلمانوں کے گرتے ہوئے اقتدار کو بچانے کا ایک حکیمانہ اور مؤثر ذریعہ تھیں ۔
(۴) چوتھی خصوصیت یہ ہے کہ سوڈان اور بربر علاقہ وہ ہے جہاں سب سے زیادہ چھوٹے بڑے سلاسل پیدا ہوئے اور پروان چڑھے ۔
(۵) آخری خصوصیت یہ ہے کہ ان سلاسلِ طریقت کے پیشواؤں نے اگرچہ حکومتِ وقت کا مقابلہ کیا، لیکن اس کی غرض یہ نہ تھی کہ وہ سیاسی اقتدار کے بھوکے تھے اور ان کا مقصد سیاسی اقتدار حاصل کرنا تھا ۔ جیسا کہ مستشرقین اور ان سے متأثر حضرات کا خیال ہے ۔ اس کی وجہ محض یہ تھی کہ ان کے دور کے مسلم حکمراں غیر مسلم استیلاء کے خطرہ سے بے خبر اور غافل تھے ۔ اس لئے مجبوراً ان کو ہٹانے پر توجہ دی گئی ۔ اور یہ زیادہ تر وہ حکومتیں تھیں جو مرکزِ خلافت سے آزاد تھیں ورنہ جہاں تک مرکزِ خلافت کے ماتحت علاقوں کا تعلق ہے وہاں کے شیوخ نے ہمیشہ اسلامی حکومت کی تابعداری کی اور اس سے ٹکر لینے کو معیوب جانا چنانچہ طرابلس کا علاقہ جو خلافتِ عثمانی میں داخل تھا اس کے بارے میں صراحۃً ملتا ہے کہ شیخ سنوسیؒ نے خلافت کی مخالفت سے انکار کیا اور خلافتِ عثمانی کی اطاعت کو اپنا شعار بنایا ۔

Scanned by CamScanner

صوفیوں کا طریق تبلیغ اور ان کا لائحہ عمل

ان صوفیانہ سلسلوں کے طریق کار کے بارے میں ہم قادریوں کی ایک مثال پیش کرتے ہیں جو انھیں کے ساتھ مختص نہیں بلکہ دیگر سلسلوں میں بھی عام ہے۔

الجزائر کا علاقہ پہلی صدی ہجری میں مسلمان ہو چکا تھا۔ الجزائر کے نچلے علاقہ کے قبیلہ قابل میں اسلام گو ابتدائی صدی میں پہونچا تھا۔ لیکن یہ لوگ رفتہ رفتہ اسلام سے اس قدر دُور ہو گئے تھے کہ وہاں کے باشندے نماز پڑھنے تک کا طریقہ بھول گئے۔ اسی لئے جب ۱۴۹۲ء میں اسپین کا سقوط ہوا اور وہاں کے مسلمان ہجرت کر کے قادریہ سلسلہ کی خانقاہ "ساقی الحمراء" میں مقیم ہوئے تو شیخ طریقت نے انکو تبلیغ کے لئے موزوں پاکر اس علاقہ میں بغرضِ تبلیغ روانہ کیا اور اس وقت مندرجہ ذیل ہدایات دیں :-

ہم پر یہ فرض عائد ہوتا ہے کہ اسلام کی شمع ان علاقوں میں روشن کریں جہاں کے لوگ اسلام کی برکت و نعمت کی روحانی ورثہ کو کھو چکے ہیں۔ کیونکہ یہ بدنصیب قابلی بالکلیہ مدارس سے محروم ہیں۔ کوئی معلّم نہیں جو ان کے بچوں کو اخلاق اور محاسنِ اسلام کی تعلیم دے۔ نتیجۃً وہ جانوروں کی زندگی گذارتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ یا دینِ اسلام سے واقف نہیں۔ اس خرابی کو دور کرنے کے لئے میں نے تہیہ کرلیا ہے کہ آپ کی غیرت اور مذہبی حمیّت سے اپیل کروں۔ اب ان قابلِ رحم پہاڑی باشندوں کو ہمارے مذہب کی صداقت سے زیادہ عرصہ تک جاہل نہ رہنا چاہیئے۔ اس لئے جاؤ اور ان کے بجھے ہوئے مذہبی جذبہ کی آگ کو روشن کرو۔ از سرِ نو دین کی چنگاریوں کو ہوا دو۔ ان کے اندر عقیدۂ نصرانیت سے سابقہ

وابستگی کے جو بھی مفاسد رہ گئے ہوں ان کو دور کرو اور انہیں سمجھاؤ کہ ہمارے پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ذیل میں ان کے عیسائی مذہب کی طرح گندگی اللہ تعالیٰ کے نزدیک پسندیدہ نہیں۔[1]

اس کے نتیجہ میں مبلغینِ اسلام پانچ پانچ اور چھ چھ کے جتھوں میں مختلف سمتوں میں روانہ ہوئے۔ ان کے لباس زرق برق نہیں بلکہ نہایت معمولی تھے، ان کے ہاتھوں میں عصا تھے۔ وہ ایسے پہاڑوں اور دور دراز علاقوں میں پہونچ گئے جہاں تک کبھی کسی کا گذر نہ ہوا تھا۔ غاروں اور پہاڑوں کی چوٹیوں پر انھوں نے اپنی جھونپڑیاں بنائیں۔ ان کی خلوت گزینی اور پاک سیرت اور ریاست نے اولاً تو قبیلۂ قابل کے باشندوں کی حیرت کو بڑھایا۔ لیکن بالآخر ان درویشوں سے ان کے تعلقات قائم ہو گئے۔ داعیانِ اسلام نے رفتہ رفتہ طبی مہارت، کمالات حرفت اور ثقافتی و معاشرتی خدمات کے ذریعہ ان میں اثر پیدا کر لیا۔ اس طرح ہر ایک جھونپڑی اسلامی تعلیمات اور فیوض کا مرکز بن گئی۔ نوواردوں کے علم و تقویٰ کے گرویدہ ہو کر ان کے اطراف طلباء جمع ہو گئے۔ اور کچھ عرصہ میں یہ طلباء اپنے ہم وطنوں میں خود بھی اسلام کے مبلغ بن گئے۔ یہاں تک کہ ان کا دین (اسلام) قابلیوں کے علاقہ کے اطراف اور صحرائے الجزائر کے قصبات میں پھیل گیا۔

یہاں اس امر کی طرف اشارہ کرنا مفید ہوگا کہ افریقہ کے ان سلاسلِ تصوف کا

---

[1] حاشیہ پر مصنف نے حسب ذیل نوٹ دیا ہے۔ میڈریڈ کے مقام پر ۱۵۶۶ء میں اہلِ مراکش کی اصلاح کے لئے ایک جماعت نے جو مجموعہ مضامین شائع کیا ان کا اس ہدایت سے مقابلہ کیجئے۔ ان مضامین کے منجملہ ایک مقالہ میں کہا گیا تھا کہ نہ تو وہ اور نہ ان کی عورتیں اور نہ ہی کوئی اور شخص اس کا مجاز ہے کہ وہ اپنے گھر میں یا کہیں اور نہائے ان کے تمام حمام منہدم اور برباد کر دیئے جائیں۔ ۱۲

طریقہ، تبلیغ قرآنِ پاک کے احکام اور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کی روشنی میں اپنے عہد کے حالات اور اپنے ماحول کے مقتضیات کو سامنے رکھ کر اختیار کیا گیا تھا۔ ان کے انتخاب میں عیسائی مشنریوں کے طریقۂ کار کو بھی پیشِ نظر رکھا گیا ہوگا۔

اب ہم ان سلاسلِ تصوف میں سے ہر ایک کو جداگانہ بیان کرتے ہیں۔

(۱) مرابطین یا ملثمین

مرابطین ہی کو ملثمین بھی کہتے ہیں۔ کیونکہ یہ حضرات اپنے چہروں پر نقاب ڈالے رہتے تھے۔ اسی لئے "نقاب پوش" کا لقب بھی ان کو دیا جاتا ہے۔

ان کی مذہبی جماعت اور سیاسی برادری "اخوان" تھی، جس کو گیارہویں صدی کے وسط میں مشہور عالم اور مبلغ شیخ ابن یٰسین رحمہ نے قائم کیا۔ رباط کی مناسبت سے یہ مرابطین کہلاتے ہیں۔ رباط ایک قلعہ بند خانقاہ تھی جو زیریں سینگال کے قریب ایک جزیرہ میں واقع تھی۔ موجودہ مملکت "مالی" کے جنوبی علاقہ کے بربر باشندوں میں اپنا مرکز قائم کیا۔ پہلے مریدین یا اخوان زیادہ تر قبیلۂ ملسام سے تعلق رکھتے تھے جو قبیلۂ صنہاجہ کی ایک شاخ تھی اور جس کے افراد صحرا کے بنجر علاقوں میں زندگی گذارتے تھے۔ ایک ہزار مجاہدین فقراء سے شروع ہو کر چند ہی سالوں میں دوسرے حبشی قبائل میں اسلام پھیلایا۔ اس طرح چند سالوں کے اندر وہ شمالی مغربی افریقہ اور اسپین کے حکمراں بن گئے۔

شیخ ابن یٰسین رحمہ کے جانشین مشہور مجاہد حکمراں یوسف بن تاشفین رحمہ (۱۰۶۱ تا ۱۱۰۶ء) ہوئے جنھوں نے موجودہ شہر مراکش کو آباد کیا اور اپنی عظیم الشان سلطنت کا دارالحکومت قرار دیا۔ جب بنی اُمیہ کو عیسائیوں کے مقابلہ میں شکست ہوئی تو یوسف بن تاشفین مسلمانانِ اسپین کی مدد کو پہونچے اور عیسائیوں کو شکست فاش دیکر مزید تین صدیوں تک وہاں اسلامی اقتدار کو بحال کیا۔ اسی طـــرح

Scanned by CamScanner

غازی صلاح الدینؒ کی صلیبیوں کے مقابلہ میں اپنے بحریہ سے مدد کی۔ ان کی شخصیت اور ان کی عظیم الشان سلطنت کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ غازی صلاح الدین ایوبی جیسے عظیم الشان حکمراں بھی ان کو امیر المومنین کے لقب سے مخاطب کرتے ہیں لیکن ان کی دینداری اور جذبۂ اطاعتِ امیر کا یہ ثبوت ہے کہ اپنے آپ کو ہمیشہ خلافت کا ماتحت سمجھا اور اسپین میں اپنے پیش رو بنی امیہ کی طرح اپنی جدا گانہ خلافت کا دعویٰ نہیں کیا۔

مرابطین کی حکومت کا دور نصف صدی سے کچھ زائد تھا جو افریقہ میں بربر عروج کا روشن ترین دور تھا۔

سلطان صلاح الدین ایوبی رحؒ کے بارے میں یہاں کچھ عرض کرنا ہر چند کہ موضوع سے خارج ہے۔ مگر اتنے عظیم الشان اور مردِ مجاہد کا (ضمناً تذکرہ آجانے کی ہی ادنیٰ مناسبت سے) اگر بیان کر دیا جائے تو مضائقہ نہیں اور کتاب کے اصل موضوع سے تو مناسبت ہے ہی نیز مفید ہونے میں تو شبہ ہی نہیں۔ اسلئے "تاریخ دعوت و عزیمت،، سے ملخصاً نقل کرتا ہوں۔

جہاد کا عشق

سلطان کو جہاد سے عشق تھا، جہاد اس کی سب سے بڑی عبادت تھی، سب سے بڑی لذت عیش اور اس کی روح کی غذا تھی۔ قاضی ابنِ شدادؒ کہتے ہیں کہ:-

"جہاد کی محبت اور جہاد کا عشق ان کے رگ و ریشہ میں سما گیا تھا۔ اور ان کے قلب و دماغ پر چھا گیا تھا۔ یہی ان کا موضوعِ گفتگو تھا، اسی کا ساز و سامان تیار کرتے رہتے تھے۔ اور اس کے اسباب و وسائل پر غور کرتے، اسی مطلب کے آدمیوں کی ان کو تلاش رہتی، اسی کا ذکر کرنے والے اور اسی کی ترغیب دینے والے کی طرف وہ توجہ کرتے، اسی جہاد فی سبیل اللہ کی خاطر انھوں نے اپنی اولاد

Scanned by CamScanner

اور اہلِ خاندان اور وطن و مسکن اور تمام ملک کو خیرباد کہا اور سب کی مفارقت گوارا کی اور ایک خیمہ کی زندگی پر قناعت کی جس کو ہوائیں ہلا سکتی تھیں. کسی شخص کو اگر ان کا قرب حاصل کرنا ہوتا تو وہ ان کو جہاد کی ترغیب دیتا اور اس طرح اُن کی نظر میں وقعت حاصل کرلیتا) قسم کھائی جا سکتی ہے کہ جہاد کا سلسلہ شروع کرنے کے بعد انھوں نے ایک پیسہ بھی جہاد اور مجاہدین کی امداد و اعانت کے علاوہ کسی مصرف میں خرچ نہیں کیا[1]

سلطان کی اس عاشقانہ کیفیت اور دردمندی کی تصویر ابن شدادؒ نے ان الفاظ میں کھینچی ہے :۔

"میدانِ جنگ میں سلطان کی کیفیت ایک ایسی غمزدہ ماں کی سی ہوتی تھی جس نے اپنے اکلوتے بچّہ کا داغ اٹھایا ہے. وہ ایک صف سے دوسری صف تک گھوڑے پر دوڑتے پھرتے، اور لوگوں کو جہاد کی ترغیب دیتے، خود ساری فوج میں گشت کرتے اور پکارتے پھرتے. یا للاسلام. اسلام کی مدد کرو. آنکھوں سے آنسو جاری ہوتے"[2]

عکاؔ کے معرکے میں ان کی کیفیت یہ تھی :۔

"سارے دن سلطان نے ایک دانہ مُنہ میں نہیں رکھا صرف طبیب کے مشورہ اور اصرار سے ایک مشروب کا استعمال کیا"[3]

شاہی طبیب نے مجھے بتلایا کہ ایک مرتبہ جمعہ سے اتوار تک سلطان نے صرف چند لقمے کھائے. ان کی طبیعت میدانِ جنگ کے علاوہ کسی اور طرف متوجہ ہی نہیں تھی.[4]

---

[1] النوادر السلطانیہ ص۱۶ [2] ایضاً ص۱۵۵ [3] ایضاً [4] ایضاً ص۹

سلطان کی دینی حمیّت

فتح بیت المقدس کے موقع پر والئ کرک ارنجی نالڈ سلطان کے سامنے پیش کیا گیا، آگے خود انگریز مورخ کی زبانی سنئے :۔

"سلطان نے اس سے کہا سُن! میں نے تجھے قتل کرنے کی قسم دو مرتبہ کھائی تھی ایک[1] مرتبہ تو اس وقت جبکہ تو نے مکہ اور مدینہ کے مقدس شہروں پر حملہ کرنا چاہا تھا، دوسری مرتبہ اس وقت جبکہ تو نے دھوکے اور دغابازی سے حاجیوں کے قافلہ پر حملہ کیا تھا[2] دیکھ میں اب تیری بے ادبی اور توہین کا انتقام لیتا ہوں۔ اتنا کہہ کر صلاح الدین نے تلوار نکالی اور جیسا کہ عہد کیا تھا، ریجی نالڈ کو اپنے ہاتھ سے قتل کیا۔ جو کچھ رمق باقی تھی اسے پہرے والوں نے آکر ختم کیا[3]"

ابن شدّاد نے لکھا ہے کہ :۔

"سلطان نے ریجی نالڈ کو طلب کیا اور کہا ہا اَنَا اَنْتَصِرُ لِمُحَمَّدٍ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ، لو میں (حضرت) محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقام لیتا ہوں۔ ابن شداد نے یہ بھی لکھا ہے کہ سلطان نے اس کو اسلام کی دعوت دی، مگر اس نے قبول نہیں کی[3]"

فتح بیت المقدس

قاضی ابن شدّاد نے لکھا ہے کہ :۔

"سلطان کو بیت المقدس کی ایسی فکر تھی اور اس

---

[1] قاضی ابن شداد کی روایت میں اتنا اضافہ ہے کہ جب ان بےکس حُجّاج نے اس سے انسانیت و شرافت کی درخواست کی تو اس نے گستاخانہ کہا کہ "اپنے محمد سے کہو کہ تمہیں رہائی دیں" یہ فقرہ صلاح الدین کو پہونچا اور اس نے منّت مانی کہ اگر یہ بے ادب اسکے ہاتھ آئے گا تو اپنے ہاتھ سے اس کو قتل کروں گا صفحہ ۱۲۷۔ [2] سلطان صلاح الدین صفحہ ۱۸۱۔ [3] النوادر السلطانیہ صفحہ ۶۴۔

Scanned by CamScanner

کے دل پر ایسا بار تھا کہ پہاڑ اس کے متحمل نہیں تھے"[1]

۲۷ رجب ۵۸۳ھ مطابق ۱۱۲۷ء کو سلطان بیت المقدس میں داخل ہوئے اور پورے ۹۰ برس کے بعد یہ پہلا قبلہ جہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے معراج کی شب میں انبیاء علیہم السّلام کی امامت کی تھی، اسلام کی تولیت میں آیا۔ یہ بھی حسنِ اتفاق ہے کہ سلطان کے داخلہ کی تاریخ بھی وہی تھی جس تاریخ کو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم کو معراج ہوئی تھی۔ افسوس کہ بدقسمتی سے یہ قبلہ اوّل اب یہودیوں کے قبضہ میں ہے۔ خدائے پاک پھر کوئی مردِ میدان سلطان صلاح الدین صفت انسان پیدا کرے۔ اور قبلہ اوّل کو ان ناپاکوں کے قبضہ سے نکال کر مسلمانوں کے قبضہ میں دیکر اس کو آباد کرے۔

سلطان کی بلند ہمتی

قاضی ابن شدادؒ فرماتے ہیں کہ:۔
" سلطان نے ایک روز فرمایا۔ میں تم سے اپنے دل کی بات کہتا ہوں، میرا ارادہ ہے کہ ساحل کو صلیبیوں سے پاک کرنے کے بعد ملک کو تقسیم کر دوں۔ وصیّت کر کے اور ہدایات دیکر خود یہاں سے رخصت ہو کر چلا جاؤں۔ اور سمندر میں سفر کر کے یورپ کے جزائر تک پہونچوں۔ اور ان مغربیوں (یورپین قوموں) کا وہاں تک تعاقب کروں کہ رُوئے زمین پر کوئی کافر نہ رہ جائے۔ یا میں اس ارادہ میں کام آجاؤں"[2]

اسلامی اخلاق کا مظاہرہ

بیت المقدس کی فتح کے بعد سلطان صلاح الدین کے حکم سے اس کے معزز افسران نے گلی کوچوں میں وہ انتظام قائم رکھا کہ ہر قسم کی ظلم و زیادتی کو روکتے تھے۔

---

[1] النوادر السلطانیہ ص ۲۱۳ [2] ایضاً ص ۱۷

جس کی وجہ سے کوئی ایسا واقعہ جس میں کسی عیسائی کو گزند پہونچا ہو پیش نہ آیا اور ہر شہری کو زرِ فدیہ ادا کرکے جانے کی اجازت دیدی گئی اور سلطان کے بھائی العادل اور بطریق اور پالیان نے ہزار ہزار غلام آزاد کئے۔ اس کے بعد صلاح الدین نے اپنے امیروں سے کہا کہ میرے بھائی نے اپنی طرف سے اور پالیان اور بطریق نے اپنی طرف سے خیرات کی۔ اب میں اپنی طرف سے بھی خیرات کرتا ہوں۔ اور یہ کہہ کر اس نے اپنے سپاہ کو حکم دیا کہ شہر کے تمام گلی کوچوں میں منادی کردیں کہ تمام بوڑھے آدمی جن کے پاس زرِ فدیہ ادا کرنے کو نہیں ہے، آزاد کئے جاتے ہیں کہ جہاں چاہیں وہ جائیں۔ اور یہ سب باب البعزر سے نکلنے شروع ہوئے۔ اور سورج نکلنے سے سورج ڈوبنے تک ان کی صفیں شہر سے نکلتی رہیں۔ یہ خیر و خیرات تھی جو سلطان صلاح الدین نے بے شمار مفلسوں اور غریبوں کے ساتھ کی۔

غرض اس طرح سلطان صلاح الدین نے اس مغلوب و مفتوح شہر پر اپنا احسان و کرم کیا۔ جب سلطان کے ان احسانات پر غور کرتے ہیں تو وہ وحشیانہ حرکتیں یاد آتی ہیں جو شروع کے صلیبیوں نے ۱۰۹۹ء میں یروشلم کی فتح پر کی تھیں۔ جب گوڈ جرے اور تنکیر ویروشلم کے کوچہ و بازار میں سے گذر رہے تھے تو وہاں مُردے پڑے اور جہاں بلب زخمی لوٹتے تھے۔ جبکہ بے گناہ اور لاچار مسلمانوں کو ان صلیبیوں نے سخت اذیتیں دے کر مارا تھا۔ اور زندہ آدمیوں کو جلایا تھا۔ جہاں قدس کی چھتوں اور بُرجوں پر جو مسلمان پناہ لینے چڑھے تھے وہیں ان صلیبیوں نے انھیں اپنے تیروں سے چھید کر گرایا تھا، اور جہاں اُن کے اس قتلِ عام نے مسیحی دُنیا کی عزت کو بٹہ لگایا تھا جبکہ اس مقدس شہر کو ظلم و بدنامی کے رنگ میں انھوں نے رنگا تھا، جہاں رحم و محبت کا وعظ جناب مسیح نے سُنایا تھا۔ اور فرمایا تھا کہ خیر و برکت والے ہیں وہ لوگ جو رحم کرتے ہیں، اُن پر خدا کی

Scanned by CamScanner

برکتیں نازل ہوتی رہتی ہیں۔

جس وقت یہ عیسائی اس پاک مقدس شہر کو مسلمانوں کا خون کرکے اس کو مذبح بنا رہے تھے اس وقت وہ اُن کے کلام کو بھول گئے تھے۔ اور ان بے رحم عیسائیوں کی خوش قسمتی تھی کہ سلطان صلاح الدین کے ہاتھوں ان پر رحم وکرم ہو رہا تھا، صفاتِ خداوندی میں سب سے بڑھ کر صفت رحم ہے۔ رحم عدل کا تاج اور اس کا جلال ہے۔ جہاں عدل اپنے اختیار اور استحقاق سے کسی کو جان سے مار سکتا ہے رحم جان بچا سکتا ہے۔

اگر سلطان صلاح الدین کے کاموں میں صرف یہی کام دُنیا کو معلوم ہوتا کہ اس نے کس طرح یروشلم کو بازیاب کیا تو صرف یہی کارنامہ اسبات کے ثابت کرنے کے لئے کافی تھا کہ وہ نہ صرف اپنے زمانہ کا بلکہ تمام زمانوں کا سب سے بڑا عالی حوصلہ انسان اور جلالت وشہامت میں یکتا اور بے مثل شخص تھا [۱]

درویش سیرت سُلطان

سلطان نہایت صحیح العقیدہ، راسخ الاعتقاد، نماز با جماعت کے پابند، تہجد گذار، صدقات وخیرات کا یہ عالم کہ زندگی بھر زکوٰۃ فرض نہیں ہوئی، ترکہ میں صرف ۴۷ درہم اور ایک سونے کا سکہ چھوڑا۔ ان کی تجہیز وتدفین بھی ان کی میراث سے نہیں ہوئی۔ سارا سامان قرض لے کر کیا گیا یہاں تک کہ قبر کیلئے گھانس کے پولے بھی قرض سے آئے۔

قرآن مجید سننے کا انتہائی شوق تھا۔ کبھی کبھی اپنے برج میں پہرہ داروں سے کئی کئی پارے سنتے۔ بڑے خاشع خاضع رقیق القلب، قرآن مجید سن کر اکثر آنکھوں سے آنسو جاری ہو جاتے۔ حدیث سننے کا اس قدر شوق غالب تھا کہ

---

[۱] سلطان صلاح الدین ص۲۰۲ تا ص۲۰۵

Scanned by CamScanner

بعض مرتبہ عین میدانِ جنگ میں دو صفوں کے درمیان کھڑے ہو کر حدیثِ پاک کی سماعت کی کہ یہ وقت خاص فضیلت کا ہے۔ بعض دفعہ رات بھر ذکر و دعا میں مشغول رہتے۔ بڑے بُردبار اور متحمل مزاج اپنے رُفقاء اور خُدّام کی بڑی بڑی غلطیوں اور لغزشوں سے چشم پوشی فرماتے۔ ایک مرتبہ پانی مانگا۔ نہیں آیا۔ پھر مانگا پھر نہیں ملا۔ یہاں تک کہ ایک ہی مجلس میں پانچ مرتبہ نوبت آئی۔ آخر میں کہا۔ دوستو! میں تو پیاس سے مرا جارہا ہوں۔ اتنے میں پانی آیا۔ سلطان نے پی لیا اور اس تاخیر پر کچھ نہیں فرمایا

ایک مرتبہ سخت بیماری سے اُٹھے اور غسلِ صحت کے لئے حمّام میں گئے۔ پانی بہت گرم تھا۔ ٹھنڈا پانی مانگا۔ خادم نے پانی حاضر کیا۔ پانی کچھ چھلک کر ان پر گرا۔ ضعف کی وجہ سے ان کو تکلیف ہوئی۔ پھر ٹھنڈا پانی مانگا۔ اس مرتبہ ٹھنڈے پانی کا پورا طشت گر گیا اور سارا پانی اُن پر آگیا۔ اور سلطان مرتے مرتے بچے۔ لیکن صرف اتنا کہا کہ مجھے مارنے کا ارادہ ہو تو کہدو۔ خادم نے معذرت کی اور وہ خاموش ہو گئے اور کوئی باز پُرس نہیں کی۔

شجاعت اور صبر و استقامت کا یہ حال تھا کہ ایک مرتبہ کمر سے گھٹنوں تک اس قدر دانے اور پھوڑے نکلے ہوئے تھے کہ بیٹھنے سے معذور تھے۔ یہاں تک کہ دسترخوان بچھا اور کھانا تناول نہ کر سکے۔ اس لئے کہ بیٹھنے کی قدرت ہی نہ تھی۔ اسکے باوجود دشمن کے مقابل صف آراء تھے۔ صبح سے مغرب تک گھوڑے پر سوار، ایک طرف سے دوسری طرف برابر چکر لگاتے اور افواج اور انتظامات کا معائنہ فرماتے رہے۔ اور فرماتے گھوڑے پر سوار ہونے کے بعد مجھے درد کا احساس نہیں رہتا۔[1]

---

[1] النوادر السلطانیہ ص۲۸۔

وفات

قاضی بہاء الدین بن شداد لکھتے ہیں: شیخ ابو جعفر نے تلاوت کرتے ہوئے ھُوَ اللّٰہُ الَّذِیْ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ ج عَالِمُ الْغَیْبِ وَالشَّھَادَۃِ آیت پڑھی تو سلطان کو ہوش آگیا۔ ہونٹوں پر مسکراہٹ آئی اور چہرہ کھل گیا اور کہا صحیح ہے۔ اور یہ کہہ کر جان جاں آفریں کے سپرد کی۔ یہ چہارشنبہ کا دن صفر کی ۲۷ر تاریخ اور فجر کا وقت تھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ خلفاء راشدین کی وفات کے بعد ایسا سخت دن مسلمانوں کی تاریخ میں نہیں آیا۔ قلعہ، شہر اور تمام دنیا پر ایک وحشت سی برستی تھی۔ اللہ تعالیٰ ہی کو معلوم ہے کہ کیسا سناٹا اور کیسی اداسی تھی۔ میں پہلے جب سنتا تھا کہ لوگ دوسروں پر قربان ہوجانے اور ان کا فدیہ بن جانے کی تمنا کرتے ہیں تو سمجھتا تھا کہ یہ محض ایک مجاز اور تکلف کی باتیں ہیں، لیکن اس دن معلوم ہوا کہ یہ حقیقت ہے۔ خود میں اور بہت سے لوگ ایسے تھے کہ اگر ان کے امکان میں ہوتا کہ وہ سلطان پر اپنی جان قربان کرسکیں اور اس کی طرف سے فدیہ ہوجائیں تو اس کے لئے تیار تھے۔

سلطان صلاح الدین ایوبی کا تذکرہ "تاریخ دعوت و عزیمت" جلد اول میں ص ۲۲۱ تا ص ۲۵۶ ہے۔ وہیں سے ملخصاً یہاں نقل کیا گیا ہے

---

(۲) قادریہ

اس سلسلہ کے بانی حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ ہیں۔ ان کا مختصر تذکرہ حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی زید مجدہم کی مشہور کتاب "تاریخ دعوت و عزیمت" سے نقل کرتے ہیں۔[1]

سید عبدالقادر جیلانی رح کی ولادت ۴۷۰ھ میں ہوئی اور وفات شب جمعہ کو ۵۶۱ھ میں ہوئی۔ انھوں نے نصف صدی سے زیادہ عرصہ تک اپنی ساری دماغی صلاحیتیں اور خدا کی بخشی ہوئی طاقتیں اصلاح پر لگادیں۔

آپ کا نسب دس واسطوں سے سیدنا حضرت حسن رضی اللہ عنہ پر منتہی ہوتا ہے۔ ۱۸ رسال کی عمر میں غالباً ۴۸۸ھ میں بغداد تشریف لائے اور تحصیل علم میں مصروف ہوئے۔ اور ہر علم کو اس کے باکمال استاذوں سے حاصل کیا۔ ظاہری و باطنی تکمیل کے بعد اصلاح وارشاد کی طرف متوجہ ہوئے۔ مسند درس اور مسند ارشاد کو بیک وقت زینت دی۔ شیخ مخزومی رح کے مدرسہ میں تدریس اور وعظ کا سلسلہ شروع کیا۔ بہت جلد مدرسہ کی توسیع کی ضرورت پیش آئی۔ لوگوں کا اس قدر ہجوم ہوتا کہ مدرسہ میں تل رکھنے کی جگہ نہ رہتی۔ سارا بغداد آپ کے مواعظ پر لوٹ پڑتا۔ اللہ تعالیٰ نے ایسی وجاہت اور قبولیت عطا فرمائی تھی کہ بڑے بڑے بادشاہوں کو نصیب نہیں۔ بادشاہ اور وزرا ء آپ کی مجالس میں نیاز مندانہ حاضر ہوتے اور ادب سے بیٹھ جاتے۔ آپ کا معمول تھا کہ جب خلیفہ آکر بیٹھ جاتا تو برآمد ہوتے۔ تاکہ تعظیماً نہ کھڑا ہونا پڑے۔ کبھی کسی وزیر یا سلطان کے دروازے پر نہیں گئے۔

ان کی کرامات پر مؤرخین کو اتفاق ہے۔ شیخ الاسلام عزالدین ابن عبدالسلام اور

---

[1] تاریخ دعوت و عزیمت جلد اول ص ۲۲۲ تا ص ۲۰۲۔

امام ابن تیمیہؒ کا قول ہے کہ شیخ کی کرامات حدِّ تواتر کو پہونچ گئی ہیں۔ ان میں سب سے بڑی کرامت مُردہ دلوں کی مسیحائی تھی۔ شیخ عمر کیالی کہتے ہیں کہ کوئی مجلس ایسی نہ ہوتی تھی جس میں یہودی اور عیسائی اسلام قبول نہ کرتے ہوں۔ اور رہزن، خونی و جرائم پیشہ توبہ سے مشرف نہ ہوتے ہوں، فاسدالاعتقاد اپنے عقائد سے توبہ نہ کرتے ہوں۔ عقائد و اصول میں امام احمدؒ اور محدثینؒ کے مسلک پر تھے۔ اس لئے مذہب سُنّت اور مسلکِ سلف کو آپ سے بڑی تقویت حاصل ہوئی۔ صبح و شام تفسیر، حدیث، فقہ، مذاہبِ ائمہ، اصولِ فقہ اور نحو کے اسباق ہوتے۔ ظہر کے بعد تجوید کی تعلیم ہوتی۔ اس کے علاوہ افتار کی مشغولیت تھی بالعموم مذہب شافعیؒ اور حنفیؒ کے مطابق فتویٰ دیتے۔ تسلیم و تفویض اور توحید کامل حضرت کا خصوصی حال تھا۔ کبھی کبھی تعلیماً اس حال کی تشریح فرماتے تھے۔ حضرت شیخ رح کے مواعظ دلوں پر بجلی کا اثر کرتے تھے۔ اور یہ تاثیر آج بھی آپ کے کلام میں موجود ہے فتوح الغیب اور الفتح الربانی کے مضامین آج بھی دلوں کو گرماتے ہیں۔ آپ امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے فرض کو بڑی ہمّت سے انجام دیتے۔

ابنِ کثیر رح لکھتے ہیں:۔ آپ خلفاء، فضلار، سلاطین، قُضاۃ، خواص و عوام سب کو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر فرماتے۔ اور بڑی صفائی و جُرأت کیساتھ ان کو بھرے مجمع میں اور برسرِ منبر ٹوک دیتے۔

مسلمانوں میں دینی اور اخلاقی انحطاط کو دیکھ کر آپ کے سینے میں حمیتِ اسلامی کا جوش اٹھتا تھا جس پر اپنے مواعظ میں بار بار زور دیتے ہیں۔

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کی دیواریں پے درپے گر رہی ہیں اور اس کی بنیاد بکھری جاتی ہے۔ اے باشندگانِ زمین آؤ جو گر گیا اس کو مضبوط کر دیں۔ جو ڈھے گیا ہے اس کو درست کر دیں۔ یہ چیز ایک سے

پوری نہیں ہوتی۔ سب ہی کو مل کر کام کرنا چاہیئے اے سورج اے چاند اور اے دن تم سب آؤ۔ ملفوظات ص۴۹۸

آپ کے دستِ حق پرست پر بیعت ہو کر لاکھوں انسان ایمان کی حلاوت سے آشنا اور اسلامی زندگی کے اخلاق سے آراستہ ہوئے اور آپ کے بعد آپ کے مخلص خلفاء اور باعظمت اہلِ سلسلہ نے تمام ممالکِ اسلامیہ میں دعوت الی اللہ اور تجدیدِ ایمان کا یہ سلسلہ جاری رکھا جس سے فائدہ اٹھانے والوں کی تعداد اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں بیان کر سکتا۔ حضرموت، یمن، ہندوستان، جاوا، ساٹرا اور افریقہ میں لاکھوں آدمیوں نے اس طریق کے ذریعہ ہدایت پائی۔

ان کے خلفاء میں شیخ شہاب الدین سہروردیؒ (۵۹۳ - ۶۳۲) نمایاں ہیں۔ جو طریق سہروردیہ کے بانی اور تصوف کی مقبول کتاب عوارف المعارف کے مصنّف ہیں۔ ان کے خلفاء بھی بڑے نامور ہوئے جن میں شیخ بہاء الدین زکریا ملتانیؒ ہیں۔ جن کا ہندوستان میں فیضِ عام مشہور ہے۔

براعظم افریقہ اور خصوصاً مغربی افریقہ میں بھی اس سلسلہ (قادریہ) کو بڑی کامیابی نصیب ہوئی۔

الفزاوات (غالباً یہ مقام مراکش میں ہے) میں قادریوں کی بڑی خانقاہ پائی جاتی ہے جس کے بانی سلسلہ کے ایک بڑے بزرگ شیخ الکبیر تھے۔ ان کی وفات کے بعد سلسلہ قادریہ کے تین حصے ہو گئے۔ جو افریقہ کے مختلف ممالک اور مختلف شہروں میں پھیل گئے۔

اس طرح سلسلہ قادریہ کی روحانی فتوحات کا دائرہ افریقہ کے ہر حصہ میں پایا جاتا ہے۔ چنانچہ مشرقی افریقہ کے ساحل کے تمام ممالک اور وسطی و جنوبی افریقہ کے ممالک میں بھی اس کی دعوت عام ہے جہاں زیادہ تر برصغیر ہند و پاک کے مسلمان

Scanned by CamScanner

اور ان کے مذہبی رہنما اس کو پھیلانے کا شرف رکھتے ہیں۔

(۳) موحّدین

یہ فرقہ بھی افریقہ کے بربر علاقہ کی پیداوار ہے اس فرقہ کے بانی محمد بن عبداللہ تومرت ہیں، جو ابن تومرت کے نام سے مشہور ہیں۔

مراکش کے علاقہ سوکس کے ایک گاؤں میں پیدا ہوئے۔ سمودہ قبیلہ سے تھے لیکن بعد میں انھوں نے اپنا سلسلۂ نسب حضرت حسن رضؓ بن علی رضؓ بن ابی طالب تک پہونچادیا۔[1] ۵۰۱ھ میں اپنے وطن سے ممالک شرقیہ کا سفر کیا اور چودہ سال تک وطن سے باہر رہے۔ ابوبکر شاشی سے بغداد میں اصولِ فقہ کی تعلیم حاصل کی۔ دیگر مشاہیر علماء سے مختلف علوم کا سبق حاصل کیا۔ نیز امام غزالی رحؒ کی شاگردی اختیار کی۔

ابن تومرت رحؒ کے متعلق ابن خلکان رحؒ نے لکھا ہے کہ وہ کامل متقی اور پرہیزگار شخص تھا۔ عابد، زاہد اور نہایت باخدا شخص تھا، نہایت سادہ اور زاہدانہ زندگی گذارتا تھا، اس کی پوشاک اور غذا نہایت سادہ ہوتی تھی وہ ہمیشہ خوش رہتا تھا اور ریاضت و نفس کشی کی جانب مائل رہتا تھا، وہ نہایت فصاحت کے ساتھ عربی بولتا تھا۔ ۵۱۵ھ میں جب وہ اپنے وطن واپس آیا اور لوگوں کو وعظ و پند کرنے لگا۔ ایک شخص جو بربر قبیلہ سے تعلق رکھتا تھا، آیا اور خاص الخاص تلامذہ اور مریدین میں شامل ہوگیا۔ اپنے جذبات وخیالات میں

---

[1] اس بارے میں شاہ معین الدین احمد ندوی رحؒ کا بیان ہے کہ بعض مؤرخین انکو حضرت امام حسن رضؓ کی اولاد بتاتے ہیں۔ چونکہ مہدی کے ظہور کی پیشین گوئیاں اہلِ بیت سے متعلق تھیں۔ اس لئے دعوئ مہدویت کے بعد ابن تومرت نے اپنا نسب نامہ اہلِ بیت نبوی سے ملادیا۔
(تاریخ اسلام حصّہ چہارم مطبوعہ معارف پریس اعظم گڈھ)

Scanned by CamScanner

ابن تومرتؒ سے پوری مشابہت رکھتا تھا۔

ابن تومرتؒ کی طرف لوگ کثرت سے متوجہ ہوئے اس لئے علی بن یوسف تاشفینؒ امیر المومنین نے شہر مراکش سے نکالدیا۔ ابن تومرت کوہ اطلس کے ایک گاؤں میں مقیم ہوا۔ وہاں بربر قبائل جوق در جوق اس کی جماعت میں داخل ہونے لگے۔ اس نے مہدی موعود ہونے کا دعویٰ کیا اور اپنے مریدوں کے طبقات مقرر کئے طبقہ اوّل مہاجرین اور طبقہ دوم مومنین کہلائے۔ اور بھی کئی طبقات تھے۔ جب جمعیت بڑھ گئی تو عبدالمومن کو سپہ سالار بناکر مرابطین کے خلاف جنگی کاروائی شروع کی۔ پہلے مقابلہ میں شکست ہوئی۔ مگر بعد کی جنگی کارروائیوں میں مراکش کے ایک ایک معقول حصہ پر ابن تومرتؒ کا قبضہ ہوگیا۔ سات سال کی لڑائیوں کے بعد ابن تومرت نے وفات پائی۔ لیکن عبدالمومن کو امیر المومنین کا خطاب دے کر اپنا ولی عہد اور جانشین مقرر کیا۔ یہ وہ زمانہ تھا کہ ابن تومرتؒ کی حکومت مرابطین کے مدمقابل ہوگئی۔ اور ۵۳۷ھ میں علی بن یوسف تاشفین کے انتقال کے بعد عبدالمومن کی حکومت تمام مراکش پر چھا گئی۔

عبدالمومن کے بعد ان کے بیٹے یوسف بن عبدالمومنؒ ان کے جانشین اور بادشاہ ہوئے[1] ان کے بارے میں مولانا گیلانی رحہ لکھتے ہیں:۔

> "موحدین کی جو دینی حکومت جاہ وجلال کے ساتھ قائم ہوئی اور کیسا جاہ وجلال؟ کہ موحدین کا دوسرا بادشاہ یوسف بن عبدالمومن کے متعلق مورخین لکھتے ہیں کہ صحیح بخاری اس کو زبانی یاد تھی۔ جہاد کی حدیثیں خود املا کراتا تھا۔ ساری زندگی یورپ کے عیسائی سلاطین سے اسلامی علاقوں کے واپس لینے میں گذری۔

---

[1] خلاصہ صفحات ۲۲۹ تا ۲۳۹ تاریخ اسلام جلد سوم (مصنفہ اکبر شاہ خاں نجیب آبادی)

Scanned by CamScanner

یوسف کے بعد اس کا بیٹا یعقوب جانشین ہوا۔ الیافعی کے الفاظ یعقوب کے متعلق یہ ہیں، جس کا ترجمہ یہ ہے۔ ان کو اس نے شریعت کے قانون کی طرف واپس کیا، حدود قائم کئے۔ اس باب میں اس نے اپنے قبیلے اور اپنے خانوادے کے افراد کو عام لوگوں کے برابر کردیا[1]"

ابن تومرت کی تعلیم کا خلاصہ کامل توحید کو آشکارا کرنا تھا۔ اس لئے خدا کی کسی صفت کو اس کی ذات سے جدا یقین نہیں کرتا تھا۔ اسی لئے اس کے مریدین موحدین کہلائے[2]

ابن تومرتؒ کے بارے میں مولانا گیلانیؒ لکھتے ہیں:-

"مورخین نے اس کے حالات تفصیل سے لکھے ہیں۔ الذہبی کا بیان ہے کہ اس کا سر بہت بڑا تھا۔ رنگ گندمی، نظر میں بلا کی تیزی تھی، چہرہ پُر جلال اور ہیبت انگیز تھا بہت خاموش رہتا تھا، چال ڈھال، رنگ ڈھنگ سے عاجزی وانکساری کی شعاعیں ہر وقت پھوٹتی رہتی تھیں۔ سیاسی اقتدار حاصل کرنے میں کامیاب ہونے کے بعد بھی اس کی زندگی فقیرانہ رہی۔ امام غزالیؒ سے اس نے تعلیم بھی حاصل کی تھی[3]"

(۴) شاذلیہ

یہ سلسلہ تصوف شیخ ابوالحسن شاذلی سے منسوب ہے۔

"آپ کا نام علی بن عبداللہ ہے، شریف حسنی ہیں، اسکندریہ کے رہنے والے ہیں، وہاں کے بہت لوگ آپکی خدمت میں رہے ہیں۔ آپ بڑے اولیاء اللہ اور بڑے مشائخ میں سے ہیں[4]"

---

[1] مقالات احسانی ص۱۶۷ و ص۱۶۸ [2] حاضر العالم الاسلامی از شکیب ارسلان الجلد الثانی ص۳۹۶

[3] مقالات احسانی ص۱۶۹ و ص۱۷۰۔

[4] اردو ترجمہ کتاب نفحات الانس مطبوعہ لاہور۔

Scanned by CamScanner

شاذلی سلسلہ نہ صرف افریقہ میں مقبول ہوا بلکہ وہ افریقہ سے باہر جزیرۃ العرب اور اس کے شمال (شام وغیرہ) میں بھی شائع ہوا۔ افریقہ میں یہ سلسلہ شمالی اور مغربی افریقہ اور سوڈان میں پھیل گیا۔ بعد کے زمانہ میں شاذلیوں کا مرکز مراکش میں قائم ہو گیا تھا لیکن بتدریج اس سلسلہ کی مقبولیت میں کمی واقع ہوتی گئی۔ کیونکہ تیجانیوں کی مقبولیت اور ان کے جذبۂ جہاد نے شاذلیوں کو گھٹا دیا اور یہ رفتہ رفتہ عوام میں اپنی مقبولیت کھو بیٹھے اور ان میں کے زیادہ فعّال اور پُرجوش منتسبین تیجانیوں میں شریک ہو گئے۔[1]

لیکن اس کے باوجود اب بھی اس طریق کے پیرو موجود ہیں جو اپنے مخصوص روحانی اوراد و وظائف میں مشغول رہتے ہیں۔ سوڈان کا سلسلہ مجذوبیہ اسی کی ایک شاخ ہے۔ شاذلی اور مرغانی دو طریقے ایسے ہیں کہ جنھوں نے بعض منفرد مثالوں کو چھوڑ کر جہاد اور نصاریٰ کے مقابلہ میں سینہ سپر ہونے کی اس مثال کی پیروی نہیں کی جو افریقہ کے دیگر چھوٹے بڑے سلاسل کی تاریخ میں ملتی ہے۔

(۵) تیجانیہ

سلسلۂ تیجانیہ کے بانی احمد بن محمد التیجانیؒ ہیں جو ۱۸۱۳ء میں "فاس" میں انتقال فرما گئے جہاں آج تک انکی درگاہ مرجع خلائق ہے۔

یہ بربر علاقہ کا سب سے قوی اور مقبول سلسلہ ہے۔ یہ بھی قادریوں کی طرح ابتدا میں غیر مسلموں سے رواداری برتتے تھے لیکن اٹھارویں اور انیسویں صدی میں یورپی اقوام کے متعصبانہ برتاؤ نے بطور ردعمل ان کو اپنے رویہ میں سختی برتنے پر مجبور کیا۔ انھوں نے مغربی افریقہ میں فرانس کے استیلا کے خلاف زبردست مقاومت کی اور اس میں فعّالانہ حصّہ لیا۔

---

[1] حوالہ بالا۔

اس سلسلہ کے مشہور بزرگ الحاج عمر والتیجانی ہیں جو مکہ معظمہ میں تیجانی سلسلہ کے ایک بزرگ سے بیعت ہوئے۔ وہ ۱۷۹۷ء میں زیریں سینگال کے ایک مقام فودا میں پیدا ہوئے۔ وہ خدا داد صلاحیتوں کے حامل اور بڑی وجاہت اور رُعب دبدبہ کے مالک تھے وہ پہلے سے بھی خود ایک مرابط (مرید) تھے اور دینی تعلیم سے بہرہ مند، یہاں تک کہ روانگیٔ حج سے پہلے ہی ان کے علم و تقویٰ کی شہرت عام تھی۔ وہ ۱۸۳۳ء میں وطن واپس ہوئے۔ حج سے واپسی پر انھوں نے سلسلۂ تیجانیہ کی پُرزور تبلیغ کی اور اپنے ہم مذہبوں کو ان کی جہالت اور تساہل و غفلت کیلئے زجرو توبیخ کی خصوصاً متبدلہ حالات میں قادریوں کی رواداری اور مساہلت کی بڑی مخالفت کی وہ اپنے مشن کے سلسلہ میں مغربی سوڈان (مالی) کو پار کر گئے مگر لیکن اس سے پہلے وہاں کے بے شمار لوگ ان کے مرید ہو چکے تھے جو اُن کو ایک نیا مہدی کہتے تھے۔ یہاں تک کہ ۱۸۴۲ء میں فتاح جلان اور وہاں سے آگے بالائی نائیجیریا اور سینگال اور ان کے متصلہ علاقوں کے بہت سے بُت پرستوں نے ان کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا اور ۱۸۴۸ء میں انھوں نے بالائی نائجیریا کے علاقہ میں ۱۸۵۴ء میں مانڈگ پر، ۱۸۵۷ء میں کاڈونا پر اور سینگال کی بستی مدینہ پر قبضہ کر لیا۔ انھیں مہمات اور دوروں کے دَوران ۱۸۶۵ء میں ان کا انتقال ہوا۔ ع

خدا رحمت کند ایں عاشقانِ پاک طینت را

ان کے بیٹے احمد و شیخ نے چند سال تک اپنے باپ کی قائم کردہ مملکت کو متحد رکھا لیکن جب فرانس کا شمالی اور مغربی افریقہ پر فوجی تسلّط مستحکم ہو گیا تو اس نے بزورِ قوت ان کو مغلوب کر لیا۔[1]

لیکن اس شکست سے تیجانیوں کے اخلاص اور قوت پر کوئی اثر نہیں پڑا۔ کیونکہ وہ

---

[1] حاضر العالم الاسلامی الجلد الثانی ص ۳۹۷

جس خطرہ سے دو چار اور جس قوت کے مقابل تھے وہ مقامی نہیں بلکہ عالمگیر تھی اور اس کو یورپ کی تمام اقوام کی تائید حاصل تھی درانحالیکہ تیجانی مجاہدین اور جانبازوں کی قوت وسائل مقامی اور محدود تھے۔ انیسویں صدی کے اختتام پر ان کی اس سیاسی شکست کے علی الرغم حفظِ ناموسِ اسلام اور تبلیغ دین میں ان کی مساعیٔ جمیلہ روز افزوں رہیں اور ان کے عزائم تازہ، عربی شاعر کے اس شعر کے مصداق ؎

تَزُوْلُ الْجِبَالُ الرَّاسِيَاتُ وَقَلْبُهُمْ
عَلَى الْعَهْدِ لَا يَلْوِىْ وَلَا يَتَغَيَّرُ

ترجمہ:۔ بڑے بڑے مضبوط پہاڑ اپنی جگہ سے متزلزل ہو جاتے ہیں لیکن ان کے دل ارادوں میں اٹل رہتے ہیں۔

الغرض تیجانی سلسلہ کے اس عزمِ راسخ اور حرارتِ دینی کے باعث اس کو ایسی وسیع مقبولیت حاصل ہوئی کہ وہ مغربی سوڈان سے لے کر مشرقی سوڈان تک یعنی بحر اوقیانوس کے کنارہ سے لے کر بحیرۂ احمر تک ہزاروں میل کے علاقے پر چھا گئے۔ تیجانیہ سلسلہ کی مقبولیت سنّوسیوں کی طرح عالمگیر ثابت ہوئی۔ چنانچہ وہ افریقہ سے باہر بھی ایشیائے کوچک کے علاقہ تک پھیل گیا۔

مذکورہ بالا پانچوں سلاسل تصوف وہ ہیں جن کی مساعیٔ جمیلہ کا محور مغرب یعنی ارضِ بربر و سوڈان غربی رہا ہے۔ اگرچہ ان میں سے بعض بڑھ کر مشرقی افریقہ میں داخل ہو گئے۔ لیکن مشرقی افریقہ میں بھی اس کے کچھ اپنے مقامی سلسلے شروع ہوئے جن کا ذکر آگے ہوگا۔ ان میں سے دو سوڈان شرقی میں اور ایک لیبیا میں پیدا ہوا اور پروان چڑھا۔

(۶) سنّوسیہ

اس سلسلہ کے بانی محمد ابن السنوسی ہیں جو ۱۷۸۷ء میں مستغانم کے علاقہ میں جو الجزائر

میں واقع ہے، پیدا ہوئے۔ فاس میں تعلیم حاصل کی پھر ۱۸۱۸ء میں حج کیا۔ سفرِ حج کے دوران طریقت کے کئی سلسلوں کے شیوخ سے اجازت حاصل کی۔ پھر مغربی افریقہ واپس ہوئے۔ اخوات میں مزید تعلیم حاصل کی اس کے بعد ۱۸۳۹ء میں مشرق واپس آئے۔ اور جامع ازہر میں پڑھنا شروع کیا۔ قادریوں کے شیخ سید احمد ادریس الفاسی سے ان کو بڑی ارادت تھی اور ان کے مسلک سے اتفاق بھی۔ ادریسی سلسلہ کے علاوہ تیجانی، شاذلیہ، نصیریہ، قادریہ اور دیگر مروجہ سلسلوں سے بھی استفادہ کیا تھا۔

سید احمد ادریس الفاسی کے انتقال کے بعد انھوں نے اپنا ایک جداگانہ مستقل طریقہ جاری کیا اور افریقہ چلے گئے۔ اور وہیں برقا (لیبیا) میں اپنا پہلا زاویہ (خانقاہ) بنایا۔ رفتہ رفتہ طرابلس اور سوڈان کے علاقہ میں ان کے متبعین کی کثرت ہوگئی۔ پھر ۱۸۵۵ء میں جنوب کے مقام پر اپنے طریق کا مرکز قائم کیا جو وسط افریقہ میں اسلامی مبلغین کی سب سے بڑی درسگاہ تھی۔ یہیں سے سنوسی داعی، جھیل شاد اور نائیجیریا کے علاقے تک پہونچ گئے۔ وسط افریقہ میں جھیل شاد کے اطراف اسلام کا بڑا مرکز بنا۔ پھر اس علاقہ میں اور دیگر اسلامی ممالک میں بھی پھیلا۔ یہاں تک کہ اس سلسلہ کے پیرو عالمِ اسلام کے انتہائی مشرقی گوشے (ملایا اور انڈونیشیا) تک پھیل گئے۔ اپنی اس عالمگیر مقبولیت اور اشاعت کے مدِّ نظر سنوسی طریقہ قادریہ اور تیجانی سے مشابہ ہے۔ صرف افریقہ میں سنوسیوں کی تعداد پچاس لاکھ تک پہونچ گئی تھی۔

سنوسیوں کے تبلیغی اصول

تبلیغ میں سنوسیوں کا طریقہ یہ تھا کہ وہ سوڈانیوں (حبشیوں) کے کمسن لڑکوں کو خریدتے۔ اور اپنے مرکز جنوب میں تعلیم و تربیت دیتے جب وہ

تعلیم سے فارغ ہوتے اور بڑے ہو جاتے تو ان کو آزاد کر دیتے تھے۔ یہ لوگ اپنے گھروں کو واپس جا کر اپنے خاندان کے بقیہ افراد میں تبلیغ دین کرتے۔ اس طرح ہر سال سیکڑوں سنوسی مبلغین مشرق میں سمالی لینڈ سے لے کر مغرب میں سینگال تک پھیل جاتے۔ رفتہ رفتہ سنوسی مبلغین اندرون افریقہ کے تمام ممالک میں پھیل گئے۔

ان کی وفات کے بعد ان کے بیٹے المہدی اور ان کے بھائی محمد شریف ان کے نقش قدم پر چلتے رہے تاکہ اغیار اور مغرب کے اثر سے اسلام آزاد ہو۔ اور خلفاء راشدین کا دور واپس آئے۔ اجمالاً یہ کہا جا سکتا ہے کہ طریق سنوسی کے مریدین اسلام کی تبلیغ و ترقی میں ہر طرح کوشاں رہے کبھی بحیثیت مجاہد اور کبھی بحیثیت مبلغ وہ مسلمانوں میں اصلاح عقائد و اعمال اور غیر مسلموں میں دعوت اسلامی کا کام کرتے رہے۔ ان کا یہ تبلیغی مشن شمالی افریقہ سے پھیل کر سوڈان کے انتہائی کناروں تک جا پہونچا۔ چنانچہ ہم ان کو ان علاقوں میں نئے نئے زاویے بناتے ہوئے پاتے ہیں۔ بحیثیت مجاہد ۱۹۱۱ء میں انھیں ہم اٹلی کی غاصب و ظالم افواج کے مقابلہ میں صف آرا دیکھتے ہیں۔ گو اس وقت انھیں عارضی طور پر شکست ہوئی لیکن دوسری جنگ عظیم میں اٹلی کی شکست کے بعد ان کی قربانیوں کا نتیجہ سامنے آیا جبکہ طرابلس، سرانیکا اور فزان کو ملا کر لیبیا میں ایک مسلم آزاد سلطنت قائم ہوئی جس کو یکم فروری ۱۹۵۲ء میں دنیا نے تسلیم کیا اور متحدہ اقوام کا رکن بنا لیا گیا اور سنوسی خاندان کے روحانی رہنما سید ادریس السنوسی کو تاج شاہی بخشا گیا۔

اس طرح اس سلسلہ کی مجاہدانہ سرگرمیوں کا بالآخر یہ نیک انجام ہوا۔

سنوسی تحریک کا بڑا گہرا رشتہ مرغانی سلسلہ سے بھی ہے۔ کیونکہ یہ دونوں ایک ہی شیخ کے مرید اور ایک ہی میدان کے شہسواروں میں تھے۔ جیسا کہ مرغانیہ سلسلہ کے حالات میں آئے گا۔ اسی طرح سنوسی تحریک کی کامیابی اور عظمت کا یہ بھی ایک نشان ہے

کہ مہدویہ تحریک کے بانی بھی اس کا اس حد تک احترام کرتے تھے کہ انھوں نے اپنے جو چار خلیفہ اور جانشین نامزد کیے تھے ان میں سے تیسرے خلیفہ سلوسی تھے۔

(۷) مرغانیہ یا ختمیہ

یہ صوفیانہ طریقہ سوڈان (شرقی) کا پہلا بڑا اور اہم سلسلہ ہے اسکی بنا کا شرف سید احمد بن ادریس کو حاصل ہے جو ۱۷۹۷ء سے لے کر ۱۸۳۳ء تک مکہ معظمہ میں مذہبی معلم کی حیثیت سے بڑی شہرت کے مالک ہونے کے علاوہ سلسلۂ قادریہ کے روحانی شیخ اکبر بھی تھے۔

مرغانیہ سلسلہ کے بارے میں آرنلڈ کا بیان یہ ہے کہ :-

"۱۸۳۵ء میں اپنے انتقال سے پہلے انھوں نے اپنے ایک مرید کو جن کا نام محمد عثمان المرغانی تھا، افریقہ میں تبلیغِ اسلام کے لیے روانہ کیا۔ قصیر کے مقام پر بحیرۂ احمر کو عبور کر کے وہ دریائے نیل کے اندرونی علاقہ میں پہونچے اور یہاں کی مسلم آبادی کو اپنے طریقے میں داخل کرنے کی کوشش کی یہاں سے وہ دریائے نیل کے بالائی خطے میں پہونچے مگر "اسوان" پہونچنے تک انھیں کچھ زیادہ کامیابی حاصل نہیں ہوئی۔ لیکن اسوان سے دنقولا تک ان کا سفر فاتحانہ تھا چنانچہ اہلِ نوبیہ (سوڈانی) ان کے سلسلہ کو قبول کرنے میں ایک دوسرے پر سبقت لے گئے۔ جس شاہانہ تزک و احتشام سے ان کا استقبال ہوا اس نے یہاں کے لوگوں کو بہت متأثر کیا۔ اور اسی کے ساتھ ان کی کرامات کی شہرت نے اس علاقہ میں ان کے بے شمار مریدین پیدا کیے۔ دنقولا سے محمد عثمان وادیٔ نیل کو چھوڑ کر کاردوفان چلے گئے جہاں وہ ایک طویل عرصہ تک مقیم رہے اور یہیں سے کفار کے اندر ان کے تبلیغی مشن کا آغاز ہوتا ہے۔ کیونکہ اس علاقہ اور سنار کے علاقے میں بت پرستوں کے بہت سے اڈے تھے۔ شیخ محمد عثمان کی تبلیغ نے ان کے اندر زبردست کامیابی

حاصل کی۔ شیخ نے اپنے مشن کو پائیدار بنانے کے لئے کئی شادیاں کیں ان سے جو اولاد ہوئی اس نے (شیخ کی ۱۸۹۳ء میں وفات کے بعد) ان کے سلسلہ کی دعوت کو جاری رکھا۔ شیخ کے نام کی مناسبت سے یہ سلسلہ مرغانیہ کہلاتا ہے۔"

شیخ محمد عثمان رہ کا دعویٰ تھا کہ ان کا طریق تمام طریقوں کو جامع اور تکمیلی تھا، اس لئے وہ خاتم الطرق (طریقوں کی مہر) ہیں[۱]۔ یہ جماعت الحسن کے زمانہ میں شمالی اور مغربی سوڈان میں مضبوط اور مستحکم ہو گئی۔ اور مجذوبین کے ہم پلّہ ہو گئی۔ اگرچہ بعض اوقات اس کو مرغانیہ کہا جاتا ہے لیکن وہ ختمیہ کے نام سے زیادہ معروف ہے۔ ختمیہ کا نام اس سلسلہ کے مرکز کو دیا گیا تھا جس کو الحسن نے کسالا کے قریب قائم کیا تھا۔ ۱۸۶۹ء میں ان کی وفات پر ان کے لڑکے محمد عثمان ثانی ان کے جانشین ہوئے۔ مرغانیہ سلسلہ، مہدیہ تحریک سے الگ تھلگ بلکہ کسی حد تک اس کا مخالف رہا۔

(۸) مہدیہ

مرغانیہ کی طرح مہدیہ طریق کا اصلی مرکز اور میدانِ عمل جمہوریہ سوڈان ہے اس کے بانی محمد احمد ہیں جو انیسویں صدی کے اندر افریقہ میں مہدی ہونے کے دعویداروں میں سب سے زیادہ مشہور اور کامیاب ہوئے ہیں۔ ۱۸۸۱ء میں یہ منظرِ عام پر آئے جبکہ ان کے گرد و پیش پچاس ہزار مجاہدین کا لشکر جرّار تھا جس کو لے کر انھوں نے

---

[۱] یہ بھی دعویدارِ مہدیّت تھے اور دعوئ مہدیت کے بارے میں ہمیں یہ معلوم ہے کہ وہ خاتم الاولیاء کہلائے جاتے تھے۔ چنانچہ ان سے قبل بھی اس لقب کو لوگ اختیار کرتے رہے ہیں۔ ابن خلدون اپنے مقدمہ کی فصل ۵۲ میں لکھتے ہیں۔" ابن العربی الحاتمی نے اپنی کتاب عنقاءِ مغرب میں حضرت مہدی کو خاتم الاولیاء کے نام سے یاد کیا ہے اور لبنۃ الفضۃ (چاندی کی اینٹ) سے تعبیر کیا ہے۔ یہ دراصل اس حدیث کی طرف اشارہ ہے جسکو امام بخاری باب خاتم النبیین میں لائے ہیں ۱۲۔"

Scanned by CamScanner

خدیو حکمراں اور اس کے یورپی عمّال اور مشیروں کے خلاف علمِ جہاد بلند کیا۔

اٹھارویں صدی میں سوڈان پر گو نظری طور پر ترکی کا اقتدار تھا لیکن مصر کے حکمراں خاندان کی ایک حد تک خلافتِ عثمانی سے آزادی کے بعد سوڈان بھی مصر کے جزوِ ترکیبی کی حیثیت سے مصری حکمرانوں کے ماتحت ہوچکا تھا۔ چونکہ خدیو مصر یورپی مشیروں کی خدمات کو پسند کرتے اور ان سے مدد لینے کی پالیسی کے حامی اور اس پر عامل تھے۔ اس لئے انھوں نے سوڈان میں متعدد یورپی حکام کو مقرر کیا۔ یہ بات سوڈانی مسلمانوں کی غیرتِ ملّی کے لئے تازیانہ ثابت ہوئی۔ کیونکہ ان غیر مسلم حکام کے طرزِ عمل اور خلافِ شرع احکام سے عوام میں بے چینی اور غم وغصہ پیدا ہونا طبعی تھا۔ پھر سونے پر سہاگہ کے مصداق ان عمّال کی طرف سے رعایا پر ظلم و تشدّد اور محاصل کی وصولی میں سختی کا دور دورہ ہوا۔ محمد احمد المہدی عوام کی اسی عام ناراضی کا مظہر بن گئے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ان کے مریدین اور مجاہدین کی فوج نے متعدد معرکوں میں مصری افواج کو شکست فاش دی۔ اور سوڈان کے مستقر اور دارالسلطنت کو محصور کر لیا۔ بالآخر مہدی کی افواج نے انگریز کمانڈر کو شکست دیکر قتل کر دیا۔ اس طرح پورے سوڈان پر ۱۸۸۵ء میں ان کا عمل دخل ہوگیا۔ مہدی نے اسی سن میں وفات پائی اور اپنے پیچھے ایک عظیم الشان سلطنت چھوڑی۔ ان کے جانشین اور خلیفۂ اوّل عبداللّٰہی نے (جو خلیفہ کے نام سے مشہور ہیں) مہدی کی فتوحات میں اضافہ کیا۔ لیکن انجام کار کچنر نے مصری اور برطانوی افواج کی مدد سے ۳ راگست ۱۸۹۹ء کو ادم درمن کے معرکہ میں مہدی حکمراں (خلیفہ) کو شکست دی اور سوڈان پر قبضہ کر لیا اور مہدی کی قبر کو اُکھاڑ پھینکا اور ان کی نعش کی بے حرمتی کی، جس سے متاثر ہو کر اقبالؔ یوں فُغاں سنج ہیں ؎

برقِ بے تابانہ رخشید اندر آب ۔۔۔ موجہا بالید و غلطید اندر آب

بوے خوش از گلشن جنت رسید — روح آں درویش مصر آمد پدید
در صدف از سوز او گوہر گداخت — سنگ اندر سینۂ کشنر گداخت
گفت اے کشنر اگر داری نظر — انتقام خاک درویشے نگر
آسماں خاک ترا گورے نداد — مرقدے جز در یم شورے نداد
باز حرف اندر گلوے او شکست — از لبش آہے جگر تابے گسست
گفت اے روح عرب بیدار شو — چوں نیاگاں خالق اعصار شو
اے فؤاد، اے فیصل، اے ابن سعود — تا کجا بر خویش پیچیدن چو دود
زندہ در سینہ آں سوزے کہ رفت — در جہاں باز آفریں روزے کہ رفت
خاک بطحا خالدے دیگر بزاے — نغمۂ توحید را دیگر سراے
اے نخیل دشت تو بالندہ تر — بر دہ خیزد از تو فاروقے دگر
اے جہانِ مومنانِ مشک فام — از تو می آید مرا بوے دوام
زندگانی تا کجا بے ذوق سیر — تا کجا تقدیر تو در دست غیر
برمقام خود نیائی تا بکے
استخوانم در بے نالد چو نے

کچنر کے اس کارنامہ کا پہلا محسوس نتیجہ یہ برآمد ہوا کہ سوڈان جو اب تک بلا شرکت غیر مسلمانوں کے قبضہ میں تھا اب مصر و برطانیہ کے مشترکہ اقتدارِ اعلیٰ میں چلا گیا۔ اور اس کا انتظام تنہا برطانیہ کے پاس رہا۔ کچنر کے اس نئے اقتدار نے ملک کے اندر پانچ سالوں میں جو غارت گری کی۔ اس کا اندازہ ایک عیسائی مصنف کے حسبِ ذیل اقتباس سے ہو سکتا ہے

"مہدیوں کے انقلاب سے پہلے آبادی کا تخمینہ ۸۵ لاکھ کیا گیا تھا لیکن قتلِ عام اور خلیفہ کے عہد کی بیماریوں اور قحط کے باعث وہ گھٹ کر ۱۸ لاکھ ۵۳ ہزار رہ گئی۔ لیکن اسکے بعد سے امن پرور حکومت کے تحت وہ کافی بڑھ گئی اور ۱۹۳۴ء میں اسکی مجموعی تعداد ۶۵ لاکھ تھی"

مذکورہ بالا اقتباس سے ظاہر ہوتا ہے کہ کچنر کے قبضہ کے بعد آبادی ۸۴ لاکھ گھٹ گئی تھی لیکن اس صورتِ حال پر پردہ ڈالنے کے لئے مصنف نے اس کی ذمہ داری مہدی اور اس کے جانشین پر عائد کرنے کی ناکام کوشش کی ہے کیونکہ خود انگریزوں کا آدمی اور یورپی باشندہ رڈلف المعروف بہ سلاطین پاشا (جو مہدی کا اسیر اور بعد میں مفرور ہوگیا تھا) صورتِ حال کچھ اور ظاہر کرتا ہے۔ چنانچہ وہ مہدیوں کے دور میں سوڈان کے صرف ایک ضلع بحرالغزال کے متعلق لکھتا ہے:-

"یہ بہت ہی زرخیز ضلع ہے جو بڑے رقبہ پر محیط ہے جس کی نہروں کے ایک جال کے ذریعہ آبپاشی ہوتی ہے اور یہ پہاڑوں اور جنگلات سے محصور ہے، جس میں ہاتھی بکثرت پائے جاتے ہیں اور جس کی نشیبی وادیاں طغیانی کا شکار رہتی ہیں، زمین غیر معمولی طور پر اچھی ہے جو روئی اور ہندوستانی ندبر پیدا کرتی ہے، یہاں مویشی بھی بکثرت ہوتے ہیں۔

میرا تخمینہ یہ ہے کہ آبادی ۵۰ر اور ۶۰ر لاکھ کے درمیان ہوگی"

لیکن چار سال بعد جب کچنر کا قبضہ ہوتا ہے تو آبادی گھٹ کر ۱۸ر لاکھ ہو جاتی ہے۔ یاللعجب۔ مہدیہ طریقہ سوڈان میں اب بھی بہت عام اور مقبول ہے۔

ان آٹھ سلسلوں کے علاوہ دیگر ذیلی اور چھوٹے سلاسل فضیلیہ، مریدیہ، عروسیہ سلامیہ، اسماعیلیہ، مجذوبیہ، سمانیہ وغیرہ بھی ہیں۔ ان سب اصحابِ سلسلہ نے اپنے اپنے مقام اور اپنے اپنے وقت میں خدمات انجام دی ہیں مگر ان سب کی خدمات مقامی اور محدود ہیں اور عموماً انھیں سلاسلِ ثمانیہ (آٹھ سلسلوں) کی پیداوار ہیں۔ اس لئے ان سب کے تفصیلی تذکرہ کی زیادہ ضرورت نہیں۔

انفرادی تبلیغی مساعی

اسلام میں تبلیغ ایک مذہبی اصول اور منہاج فریضہ ہے جو ہر کلمہ گو پر عائد ہوتا ہے جس کو ہر دور اور ہر ملک میں مسلمانوں نے پیشِ نظر رکھا اور انجام دیا۔

افریقہ میں مسلمان انفرادی طور پر اس فرض کو جس طرح انجام دیتے رہے اس کا حال دنیا کے اور ممالک سے کچھ مختلف نہیں۔ نیز اس کا انداز اور اصول بھی تقریباً یکساں ہیں۔ اور یوں مذہب اسلام کی ہر ہر چیز میں بے پناہ کشش اور جاذبیت ہے جس کی وجہ سے مذہب اسلام پر عمل کرنا صحیح طور پر بجائے خود تبلیغ اور اشاعتِ اسلام کا مؤثر ذریعہ ہے۔ تاہم افریقہ میں تبلیغ اور اشاعتِ اسلام کے لئے جو طریق اور اصول زیادہ مؤثر ثابت ہوئے ان کو مختصراً بیان کیا جاتا ہے تاکہ آج بھی ان سے رہنمائی حاصل کی جا سکے۔

(۱) **تعلیم القرآن**:۔ مسلمان جہاں پہونچے قرآن پاک کی تعلیم کو اختیار کیا جس سے ان کی اخلاقی حالت بہتر ہوتی تھی جو ان کی دنیوی ترقی اور معاشی خوشحالی کا بھی ذریعہ بن جاتی تھی۔ افریقہ میں بھی مسلمانوں نے جگہ جگہ قرآنِ پاک کی تعلیم کا سلسلہ جاری کیا جس کے ذریعہ حبشی باشندے اسلام سے قریب ہوتے گئے۔ چنانچہ انیسویں اور بیسویں صدی میں بھی مغربی استعمار کے سیاسی اثرات کے باوجود اسلام کی حیرتناک اور تیز رفتار ترقی کی وجہ یہی ہوئی کہ قرآن پاک کی تعلیم کی وجہ سے مسلمان زیادہ تعلیم یافتہ اور مہذب ہوتے گئے۔ جس کی وجہ سے یورپی اقوام غیر مسلم علاقوں میں بادلِ نخواستہ نظم و نسق چلانے کے لئے ان جگہوں پر مسلمانوں کا تقرر کرنے پر مجبور تھیں، جو

مغربیوں سے پُر نہ ہوسکتی تھی۔ اس طرح مسلمانوں کو بُت پرستوں سے ربط پیدا کرنے اور ان میں اشاعتِ اسلام کا موقع مل جاتا تھا۔

(۲) مسلمانوں کی دینداری اور اعلیٰ اخلاق

افریقہ میں اسلام کی تبلیغ کا بڑا سبب مسلمانوں کی دینداری اور پاکبازی اور اعلیٰ اخلاق ہیں جو مقامی باشندوں پر اثر کئے بغیر نہ رہ سکتے تھے جس کی وجہ سے کسی خالی خدمت و منصب پر جس کے لئے ایماندار اور قابلِ اعتبار آدمی کا تقرر ضروری ہوتا تھا تو ہمیشہ مسلمان کا انتخاب کیا جاتا۔ کیونکہ عیسائی کے مقابلہ میں مسلمان زیادہ محنتی اور سرگرم کار اور قابلِ اعتماد ہوتا ہے۔ یہ چیز بھی وہاں کے باشندوں میں اسلام کے قریب ہونے کا ذریعہ بنتی تھی۔

(۳) اخوت ومساوات

یورپی اقوام کی کالے گوروں کی چھوت چھات کے مقابلہ میں مسلمانوں کی باہمی اخوت ومساوات بھی وہاں کے باشندوں کے لئے اسلام کی طرف کشش کا باعث ہوتی۔

(۴) مصاہرت

مسلمانوں کی یہ خصوصیت رہی ہے کہ وہ اپنی مفتوح اقوام سے برابری کے درجہ میں ازدواجی تعلقات قائم کرنے میں بڑے فیاض اور ذی حوصلہ تھے جس کی وجہ سے مسلمان مفتوح اقوام سے بہت جلد گھل مل کر شیر وشکر ہو جاتے۔ اور اس طرح باہمی مغائرت دور ہو جاتی۔ اور ان کے قبائل میں تبلیغ کی راہ ہموار ہو جاتی۔ الغرض سسرالی تعلق کے ذریعہ عربوں نے اسلام کے پھیلانے میں ہر جگہ اور خصوصاً افریقہ میں بڑی کامیابی حاصل کی۔ مسلم اور غیر مسلم واقف کار اس کی یوں شہادت دیتے ہیں:۔

Scanned by CamScanner

"پھر عرب مغربی اور بربری حبشیوں میں شادیاں کرتے تھے جس سے ان میں اور حبشیوں میں نسبی اور رحمی سلسلہ قائم ہوجاتا تھا جس کی وجہ سے کالی اقوام میں ان کا اثر و نفوذ قائم ہوتا تھا۔ یہ ایک نادر اور عجیب بات ہے۔ کیونکہ کوئی یورپی باشندہ کسی کالے سے رشتہ مصاہرت کے قیام پر راضی نہیں ہوسکتا۔"[1]

(۵) موالات (بھائی چارگی) عرب میں اسلام سے قبل بھی یہ رواج تھا کہ کمزور آدمی قوی آدمی سے، چھوٹا قبیلہ بڑے قبیلہ سے مستقل دوستی کرلیتا تھا جس کو شریعتِ اسلامی نے برقرار رکھا۔ اسی عادت کی بناء پر عرب قبائل اپنی مفتوح اقوام سے دوستی اور برابری کے رشتے قائم کرتے اور حاکم و محکوم کے امتیازات مٹادیتے تھے۔ افریقہ میں جہاں اسلام کی تبلیغ عربوں کے ذریعہ ہوئی اس پر کثرت سے عمل کیا گیا جس کی وجہ سے نسل و رنگ کے امتیازات مٹنے کی وجہ سے اسلام کی بخوبی اشاعت ہوسکی۔

(۶) تعددِ ازدواج افریقہ کے باشندے تعددِ ازدواج پر عامل تھے۔ اور عیسائیت میں ایک بیوی کی تحدید ہے۔ اسلام میں چار بیویوں کے جواز کا حکم زیادہ معقول اور قابلِ عمل اور ان کے مزاج کے مطابق تھا۔ یہ چیزیں بھی دیگر احکامِ اسلام اور تعلیمات کی طرح ان کی کشش کا ذریعہ بنی۔

(۷) حج حبشی مسلمان فریضۂ حج کی ادائیگی کے لئے حرمین شریفین کا سفر کرتے اور وہاں جاکر مسلمانوں کے عالمی اور بین الاقوامی اجتماع اور اخوتِ اسلامی کے دلنواز اور ایمان پرور نظاروں اور مظاہروں سے متأثر ہوکر لوٹتے اور اپنے قبائل میں ان کے چرچے کرتے جس سے اہلِ قبیلہ متأثر ہوکر اسلام قبول کرتے

---

[1] حاضر العالم الاسلامی المجلد الثانی ص۲۰۳

Scanned by CamScanner

یہ تو عام حاجیوں کی کیفیت تھی۔ لیکن ان میں جو نفوس قدسیہ رہنمائی اور قیادت کے غیر معمولی اوصاف کے حامل ہوتے تھے۔ وہ تبلیغ کے پیکر، اسلام کے علمبردار اور مجاہد اور عظیم الشان روحانی اور انقلابی تحریکوں کے بانی بن جایا کرتے تھے۔ اس طرح فریضۂ حج کی سالانہ ادائیگی کا یہ مقدس اجتماع خصوصاً افریقہ کے لئے سالانہ تبلیغی کانفرنس کی بھی نوعیت رکھتا تھا۔

(۸) تعلیمات اسلام کی سادگی

اسلامی عقیدۂ توحید عیسائیت کے عقیدۂ تثلیث کے مقابلہ میں اس قدر فطری، سادہ اور قابل فہم ثابت ہوا کہ وہ عیسائی مشنریوں اور مغربی مبصروں کے نزدیک بھی اسلام کی اشاعت کا ایک ناقابل مقاومت ہتھیار بن گیا۔ اصل یہ کہ اسلامی شعائر اور فرائض کی سادگی اپنا اثر دکھلائے بغیر نہ رہ سکتی تھی۔ چنانچہ اغیار لکھتے ہیں :-

"عیسائی ہوجانے کے بعد ان کے لئے گرجا کی تعمیر بس سے باہر ہوتی تھی لیکن ایک سادہ اور خس پوش مسجد وہ بآسانی اور بہت جلد اپنے وسائل کے اندر بنا لیتے تھے جو نماز کے علاوہ ان کے بچوں کے مدرسہ ان کے کلب اور ان کے دارالشوریٰ کا کام بھی دیا کرتی تھی۔ اور جس کی امامت اور خطابت وہ خود انجام دے سکتے تھے۔ گرجا کی عبادت کی طرح وہاں نہ کالے گورے کی تمیز تھی اور نہ ان میں وعظ کرنا سفید فام پادری کا اجارہ"

(۹) نسلی عدم امتیاز

مساوات اور اخوت ہی کی طرح اسلام کی تعلیم میں کالے گورے، عربی عجمی اور عربی حبشی کی کوئی تمیز نہیں۔ اس لئے جو کالے افریقی مسلمان ہوجاتے اور تعلیم دین سے بہرہ ور تو وہ مسلمانوں کے مساوی طور پر مذہبی رہنما بن سکتے تھے۔ اور عملاً

Scanned by CamScanner

بن جایا کرتے تھے اور ان کی امامت وسیادت کو تمام مسلمان چاہے عرب ہوں کہ حبشی یا کوئی اور نسل کے بلا چون وچرا اور بخوشی قبول کر لیا کرتے تھے۔

اس کے برخلاف اگر وہ عیسائی ہو جاتے اور پڑھ لکھ کر اور اخلاقی برتری کی وجہ سے اس کے اہل بھی ہو جاتے۔ تو گورے رنگ کے عیسائی ان کی مذہبی رہنمائی کو قبول کرنے پر آمادہ نہ کئے جا سکتے تھے۔ یہ چیز بھی اشاعت اسلام کا ذریعہ بنی۔

(۱۰) تجارت

اسلام کی اشاعت اور فروغ میں تجارت کا بہت بڑا حصہ ہے۔ عرب سے باہر دنیا کے طول وعرض میں تاجروں اور خصوصاً عرب تاجروں نے اس کو پھیلایا۔ سواحل ہند اور سواحل افریقہ میں جزائر انڈونیشیا، ملایا، فلپائن اور چین تک اس نور کو پھیلانے والے مسلمان تاجر ہی تھے۔ مشرقی افریقہ کے ساحل پر سوڈان سے سومالیہ وہاں سے نیچے کینیا، یوگنڈا، ٹانگانیکا، کانگو، انگولا، موزنبیق۔ اور جنوبی افریقہ کے دیگر ممالک میں اسلام کی دعوت پہونچانے والے تاجر ہی تھے۔ پھر یہ حضرمی تاجر تھے جنھوں نے مڈغاسکر کے جزیرہ کو اسلام کے لئے دریافت اور مفتوح کیا۔ وسطی افریقہ کا حال بھی اس سے مختلف نہیں جہاں عرب اور ہاؤسا تاجر اسلام کا پیغام لے گئے۔ لیکن مغربی افریقہ کی قوم ہاؤسا مسلمان ہوئی جو افریقہ کی سب سے بڑی تاجر قوم ہے تو پھر اس کے لاکھوں افراد چھوٹے بڑے تاجر جو جنوبی افریقہ تک ہر جگہ پھیلے ہوئے ہیں۔ اسلام کے بڑے پُرجوش اور کامیاب مبلّغ ثابت ہوئے۔ کیونکہ اسلام میں تبلیغ ہر مسلمان کا فرض مذہبی ہے۔ وہ جہاں بھی بغرض تجارت جاتے اپنے کاروباری تعلقات، اپنی اخلاقی اور روحانی برتری اور اپنے عمدہ اخلاق سے بُت پرستوں کو متأثر کرتے اور وہ متأثر ہو کر حلقہ بگوش اسلام ہو جاتے۔

Scanned by CamScanner

ان لاکھوں مبلغینِ اسلام کا مقابلہ عیسائی حکام اور مبلغین کے بس سے باہر تھا۔ الغرض یہ تاجر حضرات اسلام کی ناقابلِ مقاومت فوج ظفر موج ثابت ہوئے۔ فجزاھم اللہ خیر الجزاء۔

(۱۱) ادارۂ غلامی

بظاہر یہ بات عجیب معلوم ہوتی ہے کہ اسلام کی اشاعت اور فروغ میں غلامی کے ادارہ کو بھی دخل حاصل ہو۔ کیونکہ عیسائی اور مغربی مصنفین مسلسل اور منظم طور پر یہ باور کرانے کی کوشش کرتے رہے ہیں کہ افریقہ میں غلاموں کی تجارت کے بانی مسلمان ہیں۔ حالانکہ واقعہ یہ ہے کہ یورپ کی عیسائی اقوام نے پانچ صدیوں تک غلاموں کی تجارت کے کاروبار کو اتنے وسیع پیمانے پر اور اس شرمناک انداز میں چلایا کہ اس کو معلوم کرنے کے بعد ہر منصف مزاج مغربی باشندہ بھی پکار اٹھے گا کہ ؎

ہم الزام ان کو دیتے تھے قصور اپنا نکل آیا

سولہویں صدی عیسوی سے لے کر انیسویں صدی کے آخر تک چار صدیوں کے دوران میں یورپ کی عیسائی اقوام بارہ کروڑ حبشیوں کو افریقہ سے پکڑ کر دُنیا کے دوسرے حصّوں میں لے گئیں۔ یہ کم سے کم تعداد ہے جس کی تصدیق خود مختلف یورپی مصنّفین کے پیش کردہ اعداد سے ہوتی ہے۔ اور اس مقصد کے لئے انسانوں کو شکار کرنے کے طریقے اختیار کئے گئے اور اس کی جو نشانیاں خود مغربی مصنّفین کے یہاں ملتی ہیں ان کو پڑھنے کے بعد انتہائی سنگدل آدمی بھی آنسو بہائے بغیر نہیں رہ سکتا۔ اسی طرح ان کی گرفتاری کے بعد ان کے ساتھ جو ظالمانہ اور بے رحمانہ سلوک کیا جاتا تھا وہ بھی ایسا ہی دردانگیز تھا۔ اس کا کچھ اندازہ ان اقتباسات سے بخوبی ہوگا۔

"لیکن پندرہویں صدی سے یورپ کی استعماری اقوام نے صدیوں تک

یہ مشغلہ جاری رکھا یعنی غلاموں کے شکار کے لئے وہ افریقی آبادیوں پر دھاوا کرتے ان کو آگ لگاتے۔ اور اس افراتفری میں جو مرد اور عورت ان کے ہاتھ لگتے ان کو جہازوں پر لاد کر امریکہ پہونچاتے۔"[1]

ایک عیسائی مصنف اس شکار کی تصویر اس طرح پیش کرتا ہے :۔

" افریقہ میں غلاموں کے حاصل کرنے کا معمولی طریقہ یہ ہے کہ رات کے اندھیرے میں گاؤں پر حملہ کیا جائے۔ بندوقیں سر کی جائیں۔ اور اگر ضرورت سمجھی جائے تو گڑبڑ میں اضافہ کے لئے گاؤں میں آگ لگا دی جائے۔ جب گاؤں کے بدبخت لوگ آگ کے شعلوں سے بچنے کے لئے ننگے بھاگ کھڑے ہوں تو ان کو پکڑ کر لے جایا جائے۔ اور جو شخص مزاحمت کرے اس کو گولی مار دی جائے۔"[2]

یہ افریقی جس بے دردی اور سفاکی سے امریکہ پہونچائے جاتے اور ان کے ساتھ جس بے حیائی کا سلوک کیا جاتا اس کو نائجیریا کے سابق انگریز گورنر کی زبانی سنئے جو اپنے ایک ہم مذہب کے حوالہ سے لکھتا ہے :۔

" لمبے درمیانی سفر میں غلاموں کے جہازوں میں جو غلام ٹھونسے جاتے تھے ان کی حالت بحر اوقیانوس کو گرمیوں کے موسم میں پار کرتے ہوئے ان کی اچھی توجیہ کرتی ہے۔ کیونکہ ہر سفر میں بیسیوں ملازم مرجاتے تھے اور زندہ بچے موت سے بھی بدتر تکالیف سے بچنے کے لئے موقع ملنے پر سمندر میں کود جایا کرتے تھے۔ کھانے پر مجبور کرنے کی غرض سے عورتوں اور مردوں کو کوڑے لگائے جاتے تھے۔ ایسا بھی ہوتا تھا کہ غلاموں کو اپنا منہ کھولنے پر مجبور کرنے کی غرض سے گرم لوہا استعمال کیا جاتا تھا تاکہ وہ غذا زہر مار کرسکیں جس کو شدید

---

[1] افریقہ ایک چیلنج ص۱۱۶ [2] ایضاً ص۱۱۷

بیماری اور اذیت کی وجہ سے وہ بخوشی نہ کھا سکتے تھے، ان کو ناچنے اور گانے پر آمادہ کرنے کے لئے دوبارہ کوڑے لگائے جاتے تھے تاکہ وہ اپنی بدقسمتی کا دھیان نہ کرسکیں۔ عہدہ داروں اور ملاحوں کو عورتوں کی حد تک غیر محدود اختیارات حاصل تھے۔ غلام مردوں کو ہتھکڑیوں اور پیر میں زنجیروں کے ساتھ باندھ دیا جاتا تھا اور ان کو اکثر ایک دوسرے پر اس طرح ٹھونسا جاتا تھا کہ وہ صرف پہلو پر لیٹ سکتے تھے۔ ان میں ایک دوسرے کے درمیان تختوں کی بلندی صرف ڈیڑھ فٹ ہوتی تھی تاکہ غلام پہلو نہ بدل سکیں۔ ۱۸۵۰ء کے قریب ایک جہاز سات سو غلاموں کو لے کر چلا جو اس قدر کھچا کھچ بھرا ہوا تھا کہ وہ صرف ایک دوسرے پر پڑے رہنے پر مجبور تھے۔ اس کے نتیجہ میں موسم کی خاص خرابی یا معمول سے زیادہ لمبے سفر کے بغیر بھی ان میں ایسی ہلاکتیں واقع ہوئیں کہ جہاز کے "ویسٹ انڈیز" پہونچنے سے قبل نصف کے قریب مرگئے۔"

جہاز سے اتارے جانے کے بعد کا حال بھی ملاحظہ ہو:۔

"جب یہ ملازم آتے تو سب کو قید خانہ میں ٹھونس دیا جاتا اور جب ہم ان کو فروخت کرنا چاہتے تو پھر ان کو ہمارے سپاہی ایک کھلے میدان میں لاتے جہاں ان کا مکمل برہنہ معائنہ ہوتا۔ یہ معائنہ یاد رہے کہ بلا امتیاز عورت و مرد بالکل عریاں ہوتا تھا۔ اس درمیان میں لوہے کی ایک سلاخ گرم کی جاتی تھی جس پر کمپنی کا نام کندہ ہوتا تھا۔ یہ سلاخ آگ میں تپتی رہتی تھی جس کے ذریعہ کمپنی کا نام بایشان سینوں پر داغا جاتا تھا۔ یہ ہم اس لئے کرتے تھے کہ اپنے غلاموں کو انگریز فرانسیسی اور دیگر اقوام کے غلاموں سے شناخت کرسکیں۔ جو خود بھی اپنے غلاموں کو اسی طریقے سے داغا کرتے تھے۔ مجھے شبہ نہیں کہ آپ اس تجارت کو بہیمانہ سمجھیں گے لیکن یہ ضرورت کی وجہ سے ہے۔ اس لئے اس کو

جاری رہنا چاہیے۔ لیکن ہم پوری کوشش کرتے ہیں کہ ان کو زیادہ گہرے داغ نہ ہوں، خصوصاً عورتوں کو جو مردوں کے مقابلہ میں زیادہ نازک ہیں[1]۔"
کون متنفس ہے جس کا دل بربریت اور سفاکی و بے حیائی کی اس تصویر پر نہ پسیجے[2]۔
کہا جاتا ہے کہ بشپ (بارلو لوٹام ڈی لاس کاس) کو بھی اس کا بعدازاں احساس ہوا۔ اور وہ اپنی تجویز پر پشیمان تھے۔ مگر ؎

کی مرے قتل کے بعد اس نے جفا سے توبہ
ہائے اس زود پشیماں کا پشیماں ہونا

لیکن معلوم ہوتا ہے کہ یہ بشپ صاحب "کفارہ" پر پورا ایمان نہ رکھتے تھے جس طرح ان کے دیگر بھائیوں پادری صاحبان کا عقیدہ ہے کہ جناب مسیح (علیہ السلام) کا مصلوب ہوجانا ان کے تمام گناہوں کا کفارہ ہے۔ اس لیے اس قسم کے مظالم ان کے یہاں قابلِ اعتراض نہیں۔

چنانچہ رائٹ ریوزنٹ ولیم میڈس کی شائع کردہ کتاب (جس کو انھوں نے

---

[1] افریقہ ایک چیلنج ص۱۱۹

[2] انھیں یورپین عیسائیوں کی تصویرکشی ڈاکٹر اقبال مرحوم نے اس طرح کی ہے:۔

یورپ میں بہت روشنی علم و ہنر ہے — حق یہ ہے کہ بے چشمۂ حیواں ہے یہ ظلمات
رعنائی تعمیر میں، رونق میں صفا میں — گرجوں سے کہیں بڑھ کے ہیں بنکوں کے عمارات
ظاہر میں تجارت ہے حقیقت میں جوا ہے — سود ایک کا لاکھوں کے لیے مرگِ مفاجات
یہ علم یہ حکمت یہ تدبّر یہ حکومت — پیتے ہیں لہو دیتے ہیں تعلیم مساوات
بے کاری و عریانی و مے خواری و افلاس — کیا کم ہیں فرنگی مدنیت کے فتوحات
وہ قوم کہ فیضانِ سماوی سے ہو محروم — حد اس کے کمالات کی ہے برق و بخارات

Scanned by CamScanner

آقاؤں اور ان کے غلاموں کے لئے شائع کی تھی) کے صفحہ ۹۴ و ۹۵ پر مقدس پادری صاحب غلاموں کو یوں تلقین فرماتے ہیں:۔

"خدائے بزرگ و برتر اس جہاں میں تم کو غلام بنا کر راضی ہوا۔ اس لئے اس جہاں میں تمہاری تقدیر محنت اور افلاس پر بنائی ہے۔ جس کے سامنے تمہیں سر اطاعت خم کرنا چاہیئے۔ کیونکہ یہی مرضی الہٰی ہے اور ہونی بھی چاہیئے۔ تم جانتے ہو کہ تمہارے جسم اپنے نہیں بلکہ تمہارے حاکموں کی مرضی اور اختیار میں ہیں"

پھر آگے چل کر صفحہ ۱۳۲ پر ارشاد ہوتا ہے:۔

"تمہیں سزا ملی تو یا تم اس کے مستحق تھے یا نہ تھے لیکن چاہے تم فی الحقیقت اس کے سزاوار تھے یا نہ تھے۔ تمہارا یہ فرض ہے کہ خداوند قدوس کی تمہارے متعلق یہ مرضی ہے کہ تم اس کو صبر و شکر سے جھیلو۔ اور فرض کر دکہ تم پر الزامات جھوٹے اور بے بنیاد ہیں۔ اس لئے ناجائز طور پر تم نشانہ ظلم ہو تو بھی کیا یہ ممکن نہیں کہ تم نے کوئی اور برا کام کیا ہو جس کا تمہیں شعوری طور پر کبھی پتہ نہیں چلا۔ لیکن خداوند قدوس جو دیکھ رہا تھا کسی نہ کسی وقت اس کی تمہیں ضرور سزا دیتا کیونکہ تم بہر حال سزا سے بچ نہ سکتے تھے" [1]

مگر اپنے ان جرائم پر پردہ ڈالنے کے لئے اسلام اور مسلمانوں پر بردہ فروشی کے فرضی الزامات عائد کرتے ہیں۔ اپنی آنکھ کا شہتیر نظر نہیں آتا دوسروں کی آنکھ کا تنکا نظر آتا ہے ؎

دوسروں کی آنکھ کا آتا ہے تنکا نظر
دیکھ اپنی آنکھ کا ذرا شہتیر بھی

حالانکہ اگر غور کیا جائے تو ان شیش محل کے رہنے والوں کی یہ سنگباری ع

---

[1] افریقہ ایک چیلنج صفحہ ۱۲۲

ہم الزام ان کو دیتے تھے قصور اپنا نکل آیا

کا مصداق ہے۔

اسلام نے جو سلوک غلاموں کے ساتھ کرنے کا حکم فرمایا وہ بھی ملاحظہ ہو:۔

"اول تو اسلام سوا باقاعدہ جنگ کے کسی کو اس طرح غلام بنانے کی ہی اجازت نہیں دیتا۔ جنگ کے دوران گرفتار ہوکر جو قیدی غلام بنیں ان کو بھی آزاد کرنے کی ترغیب دیتا ہے بلکہ اس کو بڑی نیکی اور قربت الی اللہ کا ذریعہ قرار دیتا ہے۔ زکوٰۃ و صدقات جو بیتُ المال میں جمع ہو اس کے آٹھویں حصہ کو مستقل متعین کر دیا کہ غلاموں کی آزادی میں اس کو صرف کیا جائے۔ اور اگر آٹھویں حصہ کے علاوہ بھی ضروری اخراجات سے رقم بچ جائے تو اس تمام کو بھی غلاموں کو آزاد کرنے میں صرف کیا جاتا ہے۔

چنانچہ جب حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں تمام ضروری اخراجات سلطنت کے بعد بھی سرکاری خزانہ میں رقم بچ رہی تو آپ نے حکم دیا کہ مملکت اسلامیہ کے طول و عرض میں فرغانہ و سندھ سے لیکر اسپین تک جو غلام ہوں ان کو آزاد کرنے میں یہ رقم صرف ہو۔ چنانچہ اس کی تعمیل میں بڑی کثرت سے غلام خرید کر آزاد کئے گئے[1]"

افریقہ کے فاتح اکبر یعنی موسیٰ نے تبلیغ اسلام کا شوق اس طرح ظاہر کیا کہ خلیفہ عبدالملک نے جس قدر روپیہ موسیٰ کے پاس بھیجا وہ ایسے غلاموں کے خریدنے میں صرف ہوا جن کی صورت سے معلوم ہوتا تھا کہ وہ بطیب خاطر اسلام قبول کرلیں گے۔ المکاری لکھتا ہے کہ فتح کے بعد جب غلام فروخت کئے جاتے تھے تو موسیٰ ایسے غلاموں کو خرید لیتا تھا جن کو سمجھتا تھا کہ وہ خوشی سے مسلمان ہو جاویں گے۔ اور جو

---

[1] سیرت عمر بن عبدالعزیز رض مؤلفہ مولانا عبدالسلام ندوی مطبوعہ معارف پریس اعظم گڈھ۔

صورت سے بھی شریف اور ظاہراً چست وچالاک نوجوان معلوم ہوتے تھے۔ اگر ذہن ور عقل کے بعد حقائق اسلام کو قبول کرنے کے لائق بن کر وہ اسلام قبول کرلیتے تھے جو سب مذہبوں میں بہتر دین ہے۔ اور ان کا اسلام لانا صدق دل سے ہوتا تھا تو موسیٰ ان کی قابلیتوں کی آزمائش کے لیے ان کو کسی کام پر مقرر کرتا تھا۔ اگر وہ اچھے مزاج اور عمدہ لیاقت کے آدمی ثابت ہوتے تو آزاد ہو کر فوج کے بڑے عہدوں پر مامور کردیئے جاتے تھے اور لیاقت کے موافق ترقی پاتے تھے۔ دعوت اسلام ص ۲۳۷

فدیہ لے کر اور بلا فدیہ لیے غلاموں کو آزاد کرنے کی شریعت نے اجازت دی۔ خود بدر کے قیدی معمولی فدیہ لے کر اور بعض بلا فدیہ اسی طرح رہا کردیئے گئے۔ بنی مصطلق کے قیدی بلا معاوضہ رہا کیے گئے۔ بنی ہوازن کے چھ ہزار قیدی بلا معاوضہ رہا کیے گئے۔ حدیبیہ کے موقعہ پر گرفتار کیے ہوئے کفار قیدیوں کو بلا معاوضہ رہا کیا گیا۔ کفارۂ قتل خطا، کفارۂ ظہار، کفارۂ یمین وغیرہ میں غلام کی آزادی ہی کو مقدم رکھا گیا ہے۔ آزادی کے ان مختلف طریقوں کے باوجود جو غلام باقی رہ جائیں ان کے ساتھ جو فیاضانہ اور رحمدلانہ سلوک برتا گیا اس کی شہادت خود اسیران بدر کی زبانی سنیئے :-

"اہل مدینہ پر خدا کی رحمت ہو کہ انھوں نے ہم کو سواری دی جبکہ وہ خود پیدل چلتے تھے۔ انھوں نے ہم کو کھانے کے لیے گیہوں کی روٹی دی جبکہ اس کی قلت تھی اور خود کھجوروں پر قناعت کی۔"

رحمت عالم پیغمبر آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے مسلمانوں کو ہدایت تھی :-

"جو تم کھاؤ وہی ان کو کھلاؤ۔ جو تم پہنو وہی ان کو پہناؤ"

اور ہدایت تھی۔ ان کی ہمت سے زیادہ ان سے کام نہ لو۔ اور ہدایت تھی

Scanned by CamScanner

اگر دن بھر میں ستر دفعہ بھی نا فرمانی کرے تو اس کو معاف کر دیا کرو۔
رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک صحابی کو دیکھا اپنے غلام کو مار رہا ہے ارشاد فرمایا۔ اے فلاں تجھ کو اپنے غلام پر جتنا اختیار ہے اس سے زیادہ تیرے پروردگار کو تجھ پر اختیار ہے۔
صحابی نے پلٹ کر دیکھا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں جو ارشاد فرما رہے ہیں لرز گئے اور فوراً غلام کو آزاد کر دیا۔
مرض الوفات کے موقع پر غلاموں کے لئے خاص نصیحت فرمائی۔ ارشاد فرمایا:-

"اب رہے تمہارے غلام سو دیکھو جو تم کھاتے ہو وہی ان کو کھلاؤ۔ جیسا کپڑا تم پہنتے ہو ویسا ہی انھیں پہناؤ۔ اگر وہ ایسا قصور کریں جو تم معاف نہیں کر سکتے تو انھیں فروخت کر دو۔ کیونکہ وہ خدا کے بندے ہیں اور انھیں ایذا نہ دینی چاہیئے۔ لوگو! میری بات سنو! اور اسے خوب سمجھو۔ جان لو کہ مسلمان بھائی بھائی ہیں تم سب مساوی ہو اور تم سب ایک برادری ہو۔"

رحمت عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے خود بھی عملی نمونہ پیش فرمایا کہ غلام آزاد فرمایا اور اپنے آزاد شدہ غلام حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ تعالی عنہ، سے ان کے معاشرتی درجہ کو بلند کرنے کے لئے اپنی پھوپھی زاد بہن سے شادی کر دی اور دنیا کو بتا دیا کہ بحیثیت انسان ایک پیدائشی آزاد اور ایک آزاد شدہ غلام برابر ہیں۔ اور غلامی کی وجہ سے کوئی شخص انسانی عزت و حرمت سے محروم نہیں ہو سکتا۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے غلاموں کے درجہ کو اس حد تک بلند فرمایا کہ اپنے آزاد شدہ غلام کے صاحبزادے حضرت اُسامہ رضی اللہ عنہ، کو اس اسلامی لشکر کا سپہ سالار مقرر فرمایا جس میں قریش و انصار کے معزز اور معمر سردار

Scanned by CamScanner

اور عشرہ مبشّرہ جیسے اجلّہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین موجود تھے۔ اسی کو کہا گیا ہے ؎

اس مساوات پہ ہے معشرِ اسلام کو ناز
نہ کہ یورپ کی مساوات کہ ظلمِ اکبر (شبلی)

اسی اسوۂ حسنہ کا اثر تھا کہ خلیفۂ اوّل حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بے حساب دولت اسی لیے وقف تھی کہ غلاموں کو خرید کر آزاد کریں۔ چنانچہ آپ کے آزاد کردہ غلاموں کی فہرست بھی طویل ہے۔

خلافتِ فاروقی میں سیّدنا حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی وفات ہوئی تو خلیفۂ دوم امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی زبان پر بے اختیار یہ الفاظ تھے۔ "آج ہمارا آقا اُٹھ گیا"

اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زخمی ہونے کے بعد اپنا جانشین و خلیفہ نامزد کرنے کی درخواست کی گئی تو ارشاد فرمایا:۔

"افسوس کہ ابو حذیفہ رض کے غلام سالم رض زندہ نہیں ورنہ میں ان کو مسلمانوں کا خلیفہ اور اپنا جانشین نامزد کرتا"

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ تاریخی واقعہ تو ہر شخص کو معلوم ہے کہ جب آپ بیت المقدس کے عیسائیوں کی خواہش پر شہر کی حوالگی اور قبضہ کے لیے پہونچے تو اس شان سے داخل ہوئے کی خود پیدل تھے اور غلام سوار تھا۔ کیونکہ سفر کے اس حصّہ میں سواری کی غلام کی باری تھی۔

اسلام میں غلاموں اور باندیوں کے مرتبہ کا اندازہ اس سے بھی ہو سکتا ہے کہ دوسری صدی ہجری میں تمام عالمِ اسلامی پر جن دو فرماں رواؤں کی حکومت تھی وہ دونوں باندیوں کے بطن سے تھے۔ ایشیا اور افریقہ پر عباسی خلیفہ

المنصور از ۷۵۴ھ تا ۷۷۵ھ حکمراں تھا تو اسپین پر عبدالرحمٰن الداخل از ۷۵۵ھ تا ۷۸۸ھ حکمراں تھا جو معاویہ بن ہشام کا بیٹا تھا۔ اور ان دونوں کی مائیں بربر لونڈیاں تھیں۔

اس نوع کے واقعات صرف قرونِ اولیٰ تک ہی محدود نہیں بلکہ اسلام کی پوری تاریخ بھری پڑی ہے۔

ہندوستان کے برصغیر پر غلاموں کا خاندان عرصہ دراز تک نہایت تزک و احتشام کے ساتھ حکمراں رہا۔ دہلی کے حکمراں خاندان کے اکثر بادشاہ آزاد شدہ غلام تھے۔ لیکن ان کی سابقہ غلامی کبھی طرح ان کی انتہائی سیاسی ترقی میں مانع نہ آئی اور کبھی بھی نظری یا عملی طور پر ان کے اقتدار کو مشتبہ یا اسلامی اقدار کے خلاف نہیں سمجھا۔ گیا انھیں اصول و روایات پر افریقہ میں مسلمانوں نے عمل کیا جس کی وجہ سے جو حبشی بطور غلام خریدے جاتے وہ بھی اسلام لے آتے اور آزاد ہو کر اسلامی معاشرہ کے مقتدر رکن بن جاتے۔ اس طرح مذہب اسلام اہل افریقہ کا نجات دہندہ ثابت ہوا۔ جہاں کہیں اسلام پہونچا گویا وہاں آزادی و حریت کا پیام پہونچا۔ یہ مبالغہ نہیں بلکہ ایسی حقیقت ہے جس کا عیسائی اقوام بھی اعتراف کرنے پر مجبور ہیں۔ چنانچہ ڈاکٹر بلائیڈن لکھتے ہیں:-

"عربستان نے ایک مذہبی جمہوریت کو جنم دیا جو انسان کی دماغی اخلاقی اور روحانی صلاحیتوں کو اس کی جلد کے رنگ کی پروا کئے بغیر بلند ترین مرتبہ اور اعلیٰ ترین طاقت بخشتی ہے۔ سیاہ فام فلانسل کا حبشی جوں ہی اپنے توہماتی عقیدہ کو ترک کرتا ہے وہ معاً اسلام کی وسیع ترین برادری میں اس طرح داخل ہو جاتا ہے کہ وہ ہر حیثیت سے دین اسلام کے مفتخر ترین حامیوں کے ہم پلہ بن جاتا ہے۔ ہر شخص بجائے تحقیر آمیز

سلوک کے اس کا احترام کرتا ہے۔ گویا کہ وہ ایک ہیرو اور طفل نوزائیدہ کی طرح معصوم ہے۔ جس نے ظلمت سے نکل کر نور میں داخل ہونے کی مردانہ وار جد و جہد کی ہے اور اس کو مومنوں کی جماعت میں ایک بیش قیمت اضافہ سمجھا جاتا ہے۔ ذات پات کے ٹھکرا دینے والے اثر سے آزاد اور تنگ نظر حدود سے پاک۔ وہ اپنی امنگوں کو آزادی عمل دے سکتا اپنی عقل و بصیرت کے دائرہ کو وسعت دے سکتا۔ اپنی خداداد صلاحیتوں کے دانشمندانہ استعمال کے ذریعہ عالم اسلام کے اندر دنیوی اور روحانی طور پر انتہائی طاقت و اثر کے مقام پر پہونچ سکتا ہے۔ المختصر وہ امام یا خلیفہ بن سکتا ہے۔ اس لئے یہ امر تعجب خیز نہیں کہ تاریک براعظم کی مغضوب اقوام (نسلوں) میں اسلام اس تیزی سے پھیل رہا ہے" [1]

اسلام کے انھیں زریں اصول کی بناء پر اسلام اب بھی تیزی سے پھیل رہا ہے اور ما قبل میں بھی اشاعت اسلام کا سبب یہی زریں اصول ہے۔ دعوت اسلام میں تحریر ہے :-

"حضرت عثمان رضی اللہ عنہ، (۲۳-۳۵ھ ۶۴۳-۶۵۵ء) کے دور خلافت میں جو محصول آتا تھا اس کی رقم ایک کروڑ بیس لاکھ تھی۔ چند سال کے بعد یہ آمدنی پچاس لاکھ رہ گئی جس کا سبب یہ ہوا کہ کثرت سے عیسائی مسلمان ہو گئے تھے۔ عمر ثانی یعنی عمر بن عبدالعزیز (۹۹-۱۰۱ھ ۷۱۷-۷۲۰ء) کے زمانہ میں اس آمدنی میں اور تخفیف ہوئی۔ یہاں تک کہ گورنر مصر نے تجویز کی کہ آئندہ جو لوگ مسلمان ہوں گے وہ جزیہ سے مستثنیٰ نہ کئے جادیں۔ لیکن صاحب دل خلیفہ نے اس تجویز کی منظوری سے انکار کیا اور کہا۔ اگر کل عیسائی مسلمان ہو جاویں تو بھی میں

---

[1] افریقہ ایک چیلنج ص ۱۴۷

خوش ہوں گا۔ کیونکہ خدا نے اپنے نبی کو آدمیوں میں رسول بنا کر بھیجا تھا نہ کہ محصولوں کا جمع کرنے والا،، (دعوتِ اسلام ص۱۱۸)

(۱۲) اسلام کا شہری زندگی سے تطابق

اسلام چونکہ ایک مکمل اور ترقی یافتہ معاشرتی نظام پیش کرتا ہے۔ اس لئے وہ متمدن اور شہری زندگی کیلئے بھی قابلِ نمونہ ثابت ہوا۔ چنانچہ ٹرمینگھم لکھتا ہے:-

"اسلام بآسانی شہری باشندوں میں مقبول ہو جاتا ہے۔"[1]

(۱۳) سادگی

اسلام کی اشاعت کی ایک اور زبردست طاقت اس کے عقیدہ اور اعمال مذہبی کی سادگی ہے جس کے اقرار اور ادائیگی کے لیے کسی درمیانی واسطہ کی ضرورت نہیں۔ ایک مسلمان بغیر کسی پوپ یا اس کے نمائندہ پادری اور کسی پروہت یا کسی برہمن کے اپنے رب سے براہِ راست تعلق پیدا کر سکتا ہے۔ چنانچہ متعدد یورپی علماء کو اس کا بھی اقرار ہے جن کے منجملہ ٹرمینگھم بھی اس کا ذکر کرتا ہے:

"اسلام ایک خانہ بدوش کی عقل و فہم کو بھی متأثر کرتا ہے۔ اسمیں قسیس پروہت یا مذہبی طبقہ کا کوئی خاص نظام نہیں۔ اس میں عبادت کا طریقہ بھی آسان و سہل ہے۔ اور اس میں نقطۂ نظر اور طریقِ زندگی کے اندر دور رس تبدیلی کا بھی مطالبہ نہیں ہے۔"[2]

(۱۴) کراماتِ اولیاء اللہ

افریقہ میں اسلام کی صداقت کا ایک بڑا ثبوت اولیاء اللہ کی کرامات اور خوارقِ عادات بھی ہیں۔ اگرچہ اسلام کی صداقت کا یہ چیزیں کوئی لازمی جز

---

[1] افریقہ ایک چیلنج ص۲۴۸ [2] ایضاً ص۲۴۹

Scanned by CamScanner

نہیں۔ لیکن بعض مخصوص طبائع کے لیے ان کی افادیت مسلّم ہے۔ قرونِ اولیٰ میں بھی اس کی مثالیں ملتی ہیں کہ اسلام کی حقانیت اور برتری کو ثابت کرنے کے لیے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے بتوفیقِ الٰہی کرامات وخوارق کا ظہور ہوا۔

افریقہ میں بھی باخدا مسلمانوں، اولیاء اللہ سے بتوفیقِ الٰہی کرامات کا ظہور ہوا جو وہاں کے باشندوں کے لیے مذہب اسلام کی صداقت وحقانیت کے یقین کا ذریعہ بنا۔ بزرگوں کی کرامات اب بھی افریقہ کے بہت سے علاقوں میں مشہور ہیں[1]

---

[1] افریقہ ایک چیلنج ص۲۴۹

ہندوستان میں دعیانہ عالمگیر تحریک

انیسویں صدی کے شروع میں مغلیہ خاندان کی سلطنت کا اقتدار ہندوستان میں زوال پذیر ہوا اور انگریزوں نے اپنا تسلط و اقتدار پورے طور پر ہندوستان پر قائم کرلیا اور بادشاہ کو تاج و تخت کے ساتھ باقی رکھتے ہوئے اختیارات انگریزوں کی ایسٹ انڈیا کمپنی کے نام منتقل کراکر بادشاہ کو گویا معزول محض کا درجہ دیدیا گیا جسکی وجہ سے حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب نوّر اللہ مرقدہٗ نے ہندوستان کے دارالحرب ہونے کا فتویٰ صادر فرمایا۔ فتویٰ تو فارسی میں ہے اس کا خلاصہ مولانا سید محمد میاں صاحب قدس سرہٗ نے یہ بیان فرمایا ہے:

"چونکہ: (۱) قانون سازی کے جملہ اختیارات عیسائیوں کے ہاتھ میں ہیں۔
(۲) مذہب کا احترام ختم ہے۔ (۳) اور شہری آزادی سلب کرلی گئی ہے۔
لہٰذا ہر محبِّ وطن کا فرض ہے کہ اس اجنبی طاقت سے اعلانِ جنگ کردے اور جب تک اس کو ملک بدر نہ کردے، اس ملک میں زندہ رہنا اپنے لئے حرام جانے"[1]

فتویٰ کے ساتھ ساتھ جہاد کی تیاری اور اس کی تربیت کے لئے ایک باقاعدہ نظام قائم کیا، جس کے نتیجہ اور سزا میں انگریز حکومت نے ان کا مکان تک ضبط کرلیا اور دہلی سے شہر بدر کردیا۔ چنانچہ شاہ عبدالعزیز صاحبؒ اور انکے بھائیوں کو مع متعلقین دہلی سے شاہدرہ تک پیدل چلنا پڑا۔ شاہدرہ سے شاہ فخرالدین صاحبؒ نے متعلقین کے لئے سواری کا انتظام کیا۔

---

[1] علماء ہند کا شاندار ماضی جلد دوم ص۸۱

اسی پر بس نہیں کیا بلکہ انگریز حکومت نے حضرت شاہ صاحبؒ کے قتل کی سازش کی۔ دو مرتبہ زہر بھی دیا گیا۔ بدن پر چھپکلی کا ابٹن بھی مل دیا گیا تھا۔ ان تمام سازشوں کے نتیجہ میں :-

(۱) بینائی جاتی رہی (۲) برص ہوگیا (۳) خون میں حدت ہوگئی (۴) مختلف امراض پیدا ہوگئے۔ [۱]

مگر ملک بھر میں عوام و خواص میں انگریز کے خلاف جہاد کی اسپرٹ پیدا ہوگئی مستقل جہاد کے لئے ایک تربیت گاہ قائم ہوگئی، اس کے اصول تجویز ہوگئے اور اکابر علماء کا ایک بورڈ اس کے لئے تیار ہوگیا جن کی مساعی سے وہ مجاہدین تیار ہوئے جن کے بارے میں اقبال مرحوم نے کہا ہے ؎

یہ غازی یہ تیرے پُراسرار بندے — جنہیں تو نے بخشا ہے ذوقِ خدائی
دو نیم ان کی ٹھوکر سے صحرا و دریا — سمٹ کر پہاڑ اُن کی ہیبت سے رائی
دو عالم سے بیگانہ کرتی ہے دل کو — عجب چیز ہے لذّت آشنائی

شہادت ہے مطلوب و مقصود مومن
نہ مالِ غنیمت نہ کشور کشائی

سنہ ۱۲۳۹ھ مطابق ۷ رمئی سنہ ۱۸۲۴ء کی صبح کو حضرت شاہ عبدالعزیز صاحبؒ نے اس دارِ فانی سے کوچ فرمایا۔ مقبولیت کا اندازہ اس سے ہوگا کہ آپ کی نمازِ جنازہ پچپن مرتبہ پڑھی گئی۔ [۲]

حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب قدس سرہٗ کے تربیت یافتہ حضرات میں حضرت سید احمد شہید صاحب قدس سرہٗ، شیخ الاسلام مولانا سید عبدالحی صاحب قدس سرہٗ مولانا شاہ محمد اسماعیل صاحب شہید قدس سرہٗ جنہوں نے پوری زندگی انگریز کے

---

[۱] علماء ہند کا شاندار ماضی جلد دوم ص ۴۷ [۲] ایضاً ص ۱۴۸

Scanned by CamScanner

خلاف جہاد میں گذاری۔ پشاور اور بالاکوٹ کے علاقوں پر اسلامی حکومت بھی قائم ہو گئی تھی مگر بعض لوگوں کی غداری کی بنا پر دشمن کی فوج کو غلبہ کا موقع مل گیا۔ اور ۱۲۴۶ھ ۷ مئی ۱۸۳۱ء کو سید احمد شہید صاحبؒ اور مولانا محمد اسماعیل صاحبؒ نے جام شہادت نوش فرمایا۔ مولانا سید عبدالحی صاحبؒ نے اس سے قبل مرض اسہال میں وفات پائی۔ (إنا للہ وإنا الیہ راجعون)

ان حضرات اکابر ثلاثہ رحمہم اللہ تعالیٰ کی شہادت اور وفات سے تحریکِ جہاد کو ناقابلِ تلافی نقصان تو پہونچا مگر ختم نہیں ہوئی۔ چونکہ یہ تحریک کسی رہنما کی موت وحیات سے بالکل مستغنی ہو گئی تھی، کسی نہ کسی انداز سے مجاہدین کام کرتے رہے۔

بالآخر ۱۸۵۷ء میں جہادِ تھانہ بھون وجہادِ شاملی کا واقعہ پیش آیا جس میں حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکیؒ رح کو امیر اور حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی رح کو سپہ سالارِ افواج اور حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہیؒ کو قاضی اور مولانا محمد منیر صاحب نانوتویؒ اور حضرت حافظ ضامن صاحب تھانویؒ کو میمنہ اور میسرہ (داہنے بازو اور بائیں بازو) کا افسر مقرر کیا گیا تھا۔ حضرت حافظ ضامن صاحب شہید رح اسی جہاد میں شہید ہوئے۔ (رحمہ اللہ رحمۃً واسعۃً) شاملی اس زمانہ میں مرکزی مقام تھا وہاں تحصیل بھی تھی۔ کچھ فوجی طاقت بھی وہاں رہتی تھی۔ مجاہدین نے اس پر چڑھائی کی اور اس پر قبضہ کر لیا۔ جو طاقت پولیس اور فوج کی وہاں تھی وہ مغلوب ہو گئی۔ مگر عین اسی موقع پر خبر پہونچی کہ دہلی پر انگریزوں کا قبضہ ہو گیا۔ ۱۹ ستمبر ۱۸۵۷ء کو بہادر شاہ ظفر گرفتار ہوئے اور دہلی پر انگریزوں کا قبضہ مکمل ہوا۔

Scanned by CamScanner

تحریکِ جہاد کی ناکامی
اور
داستانِ مظالم

فتح کے نشہ میں مخبوط الحواس ہو کر سات سمندر پار سے آئے ہوئے تہذیب کے دعویدار عیسائیوں نے ہندوستانیوں بالخصوص ہندوستانی مسلمان اور علماء و مشائخ پر وہ مظالم ڈھائے ہیں اور مظالم کے وہ طریقے ایجاد کئے ہیں کہ درندے بھی شرما جائیں ؎

کلیجہ تھام لو گے جب سنو گے   نہ سنوائے خدا شیون کسی کا

پلٹن نمبر ۲۶ کا قصور اور اس کی سزا پر تبصرہ کرتے ہوئے اخبار ٹائمز نے لکھا تھا:

"بغاوت کے اعلان سے ۴۸ گھنٹے کے اندر پانچ سو آدمیوں کو پھانسی دی گئی۔ سوال ہوتا ہے کہ جرم کیا تھا، درانحالیکہ خود ذمہ دار حکام کی رپورٹ سے تصدیق ہو چکی ہے کہ باغی بالکل نہتے تھے اور طوفان سے ڈر کر بھاگ نکلے تھے۔ نیز محاصرے کے وقت بھوک اور مسافت کی تکلیف اور صدمے سے اُن کی حالت نیم مُردہ انسانوں کی تھی۔"[1]

بہر حال ہندوستانیوں کو اس کثرت سے پھانسیاں دی گئیں جو بیان سے باہر ہے۔ (الٰہ آباد سے کانپور آتے ہوئے) دو دن کے اندر بیالیس آدمیوں

---

[1] تصویر کا دوسرا رُخ ص ۵۹۔

کو سڑک کے کنارے پھانسی دی گئی اور بارہ آدمیوں کو صرف اس جرم میں پھانسی دی گئی، کہ جب فوج مارچ کرتی ہوئی اُن کے سامنے سے گذری تو ان کے چہرے دوسری طرف کیوں تھے۔[۱]

(دہلی میں) خون ریزی کے عادی سپاہیوں نے جوشِ انتقام کو فرو کرنے کیلئے پھانسی دینے والے جلّادوں کو رشوت دے کر آمادہ کیا تھا کہ وہ پھانسی کے تختہ پر زیادہ دیر تک لٹکتے رہنے دیں، تاکہ لاش کے تڑپنے کی دردناک کیفیت دیکھ کر جسے وہ ناچ کہتے تھے، اپنی خون خوار طبائع کے لئے دلچسپی کا سامان بنا سکیں۔ جھجر کے نواب صاحب کو جان دینے میں بہت عرصہ لگا۔[۳]

درختوں پر لٹکا کر پھانسی

بنارس اور الہ آباد میں کان پور کے واقعہ سے پہلے ایک موقع پر چند نوجوان لڑکوں کو محض اس بنا پر پھانسی دی گئی کہ انھوں نے شوقیہ طور پر باغیوں کی جھنڈیاں اُٹھا کر بازاروں میں منادی کی تھی۔ سزائے موت دینے والی عدالت کے ایک افسر نے پُرنم آنکھوں سے کمانڈنگ افسر کے پاس جا کر درخواست کی کہ ان نابالغ مجرموں پر رحم کر کے پھانسی کی سزا کو تبدیل کر دیا جائے لیکن بے سود۔

اس تمام سلسلے میں بے شمار ایسے واقعات ملیں گے جن میں اس قسم کی نمائشی عدالتوں تک سے بھی گریز کیا گیا اور بے گناہ انسانوں کو بے دریغ قتل کیا گیا۔ پھانسیاں دینے کیلئے رضاکارانہ ٹولیاں بنائی گئیں جنھوں نے اس مقصد کی تکمیل کے لئے دیہات کا دورہ کیا اس حالت میں کہ ان کے پاس پھانسی دینے کا سامان بھی مکمل نہیں تھا۔ اور نہ ہی کسی کو پھانسی دینے کے طریقہ سے پوری واقفیت تھی۔ چنانچہ اُن میں سے ایک شریف آدمی اپنی شاندار کامیابی پر اس طرح فخریہ اظہار کرتا تھا کہ ہم پھانسی دیتے

---

[۱] تصویر کا دوسرا رُخ صفحہ ۶۱ [۲] عبدالرحمٰن خاں شہید ہے [۳] تصویر کا دوسرا رُخ صفحہ ۶۵

وقت عام طور پر آم کے درخت اور ہاتھی استعمال کرتے تھے۔ یعنی ملزم کو ہاتھی پر بٹھا کر درخت کے نیچے لے جاتے تھے اور اوپر سے رسّہ ڈال کر ہاتھی کو ہنکایا جاتا تھا یہاں تک کہ ملزم اس طرح تڑپنے اور جاں کنی کی حالت میں اکثر اوقات انگریزی کے آٹھ (8) کے ہندسہ کی دلچسپ شکل بن کر رہ جاتا تھا۔[۱]

لکھنؤ پر قبضہ کرنے کے بعد قتل و غارت کا بازار گرم کیا گیا۔ چنانچہ ہر ایسے ہندوستانی کو قطع نظر اس سے کہ وہ سپاہی ہے یا اودھ کا دیہاتی، بے دریغ تہ تیغ کیا گیا، یہاں تک کہ نہ کوئی سوال ہی کیا جاتا تھا اور نہ اس قسم کا کوئی تکلف روا رکھا جاتا بلکہ محض سیاہ رنگ ہی اُس کے مجُرم ہونے کیلئے کافی دلیل سمجھی جاتی تھی اور ہلاکت کے لئے ایک رسّہ اور درخت کی شاخ کا استعمال کیا جاتا تھا۔[۲]

سولی

دہلی وغیرہ میں شہر کے بلند مقام پر ایک چوگوشہ سولی نصب کی گئی تھی، جہاں پانچ اور چھ اشخاص کو روزمرہ پھانسی دی جاتی تھی۔ جس کے قریب ہی انگریز افسران سگرلوٹوں کے کش پر کش اُڑاتے ہوئے لاشوں کے تڑپنے کے نظاروں میں محو دکھائی دیتے تھے۔[۳]

جلتی ہوئی سلاخوں سے داغ کر مارنا یا جلا دینا

مسٹر نکلسن مسٹر ایڈورڈز کو ایک خط میں لکھتا ہے:

"دہلی میں انگریز عورتوں اور بچّوں کے قاتلوں کے خلاف ہمیں ایک ایسا قانون پاس کرنا چاہیئے جس کی رُو سے ہم ان کو زندہ بھی جلا سکیں یا زندہ ان کی کھال اُتار سکیں یا گرم سلاخوں سے اذیّت دے کر اُن کو فنا کے گھاٹ اُتار سکیں۔ ایسے ظالموں کو محض پھانسی کی سزا سے ہلاک کر دینے کا خیال ہی مجھے دیوانہ کئے

---

[۱] تصویر کا دوسرا رُخ ص ۶۴ [۲] ایضاً ص ۶۸ [۳] ایضاً ص ۶۶

Scanned by CamScanner

دیتا ہے۔ میری یہ دلی خواہش ہے کہ کاش میں دُنیا کے کسی ایسے گمنام گوشے میں چلا جاؤں جہاں مجھے یہ حق حاصل ہو کہ میں سنگین انتقام لے کر دل کی بھڑاس نکال سکوں۔[1]"

نکلسن کو اپنی آرزو کے پورا ہونے میں کچھ زیادہ انتظار نہ کرنا پڑا۔ مسٹر مویری تھامسن نے اپنے بعض قیدیوں کی دردناک سرگذشت سرہنری کاٹن کو ذیل کے الفاظ میں سنائی:

"شام کے وقت ایک سکھ اردلی میرے خیمہ میں آیا اور سلام کرکے پوچھنے لگا۔ آپ غالباً یہ دیکھنا پسند کریں گے کہ قیدیوں کے ساتھ کیا سلوک کیا گیا۔ میں فوراً لپک کے قیدیوں کے کیمپ میں گیا، جہاں ان بد بخت مسلمانوں کو عالمِ نزع میں بے حال دیکھا۔ یعنی مشکیں اُن کی بندھی ہوئی تھیں اور وہ برہنہ زمین پر پڑے ہوئے تھے اور سر سے لے کر پاؤں تک تمام جسم کو گرم تانبے سے داغ دیا تھا۔ اس رُوح فرسا نظارہ کو دیکھ کر میں نے اپنے پستول سے اُن کا خاتمہ کردینا ہی اُن کے حق میں مناسب سمجھا۔[2]"

انیسویں صدی میں جب کہ تہذیب اور شائستگی پر ناز کیا جاتا تھا، ایک ایسا دردناک نظارہ دیکھنے میں آتا ہے کہ ایک انسان وحشیانہ طریق سے زندہ آگ میں جلایا جا رہا ہے۔ اور سکھ اور یورپین نہایت اطمینان اور متانت سے چھوٹی چھوٹی ٹولیاں بناکر اردگرد کھڑے دیکھ رہے ہیں، گویا کہ وہ ایک تفریح کا سامان تھا۔[3]

ایک انگریز افسر کی چھٹی ابھی تک محفوظ ہے جس میں اٹھارہویں صدی کے آخری دَور کے حالات پر بحث کرتے ہوئے اس دردناک طریقِ سزا

---

[1] تصویر کا دوسرا رخ صد ۳۸ [2] ایضاً صد ۴۰ [3] ایضاً صد ۴۱

کی ذیل کے الفاظ میں مذمت کی ہے :۔

"آخر کب تک ہی بنی نوع انسان کو اس دل خراش طریق سے گرم سلاخوں پر سُکڑتے اور بھُنتے دیکھنے کی اذیت برداشت کرتے رہیں گے"[۱]

سُوّر کی کھال میں سی کر جلانا

ٹائمز آف انڈیا کے ایڈیٹر مسٹر ڈی لین نے لکھا ہے :

"زندہ مسلمانوں کو سُوّر کی کھال میں سینا یا پھانسی سے پہلے اُن کے جسم پر سُوّر کی چربی ملنا یا زندہ آگ میں جلانا یا ہندوستانیوں کو مجبور کرنا کہ وہ ایک دوسرے کے ساتھ بدفعلی کریں، ایسی مکروہ اور منتقمانہ حرکات کی دُنیا کی کوئی تہذیب بھی کبھی اجازت نہیں دیتی۔ ہماری گردنیں شرم و ندامت سے جُھک جاتی ہیں اور یقیناً ایسی حرکات عیسائیت کے نام پر ایک بدنما دھبہ ہیں جن کا کفارہ ہمیں بھی ایک دن ادا کرنا پڑے گا"

توپ سے باندھ کر اُڑا دینا

لارڈ رابرٹس اپنی والدہ کو ایک چھٹی میں لکھتا ہے :

"ہم پشاور سے جہلم تک پا پیادہ سفر کرتے ہوئے پہنچے اور راستہ میں کچھ کام بھی کرتے آئے۔ یعنی باغیوں سے اسلحہ چھیننا اور اُن کو پھانسیوں پر لٹکانا۔ چنانچہ توپ سے باندھ کر اُڑا دینے کا جو طریقہ ہم نے اکثر استعمال کیا ہے، اس کا لوگوں پر خاص اثر ہوا۔ یعنی ہماری ہیبت لوگوں کے دلوں پر بیٹھ گئی اگرچہ یہ طریقہ سزا نہایت دلخراش ہے"[۲]

لڑائی کے اختتام پر بہت سے قیدیوں کو پھانسی پر لٹکایا گیا، اور یہ معلوم ہونے پر اس قسم کی موت کی وہ کوئی خاص پرواہ نہیں کرتے۔ تو اُن میں سے چار آدمیوں

---

[۱] تصویر کا دوسرا رخ صـ ۳۷ [۲] ایضاً صـ ۳۴

کو فوجی عدالت کے حکم سے توپوں سے باندھ کر اُڑا دیا گیا۔ چنانچہ ایک روز ایک توپ کے بہت بڑے دھماکہ کی آواز سے ہم چونک پڑے۔ جس کے ساتھ ہی ایک ناقابلِ بیان دھیمی، مگر وحشت ناک چیخ بھی سنائی دی۔ دریافت کرنے پر ہمیں ایک افسر نے بتایا کہ یہ نہایت ہی کرب انگیز نظارہ تھا۔ یعنی ایک توپ میں اتفاق سے بارود زیادہ بھرا ہوا تھا جس کے چلائے جانے سے بدقسمت ملزم کا گوشت ریزہ ریزہ ہو کر فضائے آسمانی میں اُڑا اور تماشائیوں پر خون کے چھینٹے اور گوشت کے ٹکڑے گرے۔ اور اس کا سر ایک راہرو پر اس زور سے گرا کہ اس کو بھی چوٹ آگئی۔"[1]

بھوکا رکھ کر یا دم گھونٹ کر مارنا

مسٹر کوپر لکھتا ہے:۔

"جب دس دس کی ٹولی کو یکے بعد دیگرے گولی سے اُڑاتے ہوئے ڈیڑھ سو سپاہی مارے جا چکے تو قتل کرنے والوں میں سے ایک شخص غش کھا کر گر پڑا، جو ہلاک کرنے والوں میں سب سے بوڑھا سپاہی تھا۔ اس لئے آرام کرنے کے لئے تھوڑا سا وقفہ دیا۔ اس کے بعد پھر قتل کی کارروائی شروع کر دی گئی۔ جب تعداد دو سو سینتیس تک پہنچ چکی تو ایک افسر نے اطلاع دی کہ باقی باغی برج سے باہر آنے سے انکار کرتے ہیں جہاں وہ چند گھنٹے پیشتر عارضی طور پر بند کر دیئے گئے تھے۔ اس برج کے دروازے کھولے گئے تو معاً ایک دردناک نظارہ دیکھنے میں آیا جس سے ہول ولس بلیک ہال کی یاد تازہ ہو گئی۔ یعنی پینتالیس آدمیوں کی مُردہ لاشیں لائی گئیں جو خوف، گرمی، سفر کی صعوبت اور دَم گھٹنے کی وجہ سے ایڑیاں رگڑ رگڑ کر ہلاک ہو گئے تھے۔

---

[1] تصویر کا دوسرا رخ ص۳۶

ان مُردہ اور نیم مُردہ لاشوں کو گاؤں کے بھنگیوں کے ہاتھوں قریب کے ویران کنوئیں میں پھینکوا دیا گیا"[1]

قتلِ عام

میجر رینا ڈ کو جنرل نیل کی طرف سے ہدایت موصول ہوئی جبکہ وہ کانپور کے محصورین کی امداد کے لئے آ رہا تھا "بعض دیہات کو اُن کی مُجرمانہ حرکات کی بناء پر عام تباہی کے لئے منتخب کر دیا گیا ہے جہاں کی تمام مرد آبادی کو قتل کر دینا ہو گا۔ باغی رجمنٹوں کے تمام ایسے سپاہی فی الفور پھانسی پر لٹکا دیئے جائیں جو اپنے چال چلن کے متعلق اطمینان بخش ثبوت بہم نہ پہنچا سکیں۔ قصبہ فتح پور کی تمام آبادی کو محاصرہ میں لے کر تہ تیغ کر دیا جائے۔ باغیوں کے تمام سرغنوں کو فی الفور پھانسی پر لٹکا دیا جائے۔ اگر وہاں کا ڈپٹی کلکٹر قابو میں آجائے تو اس کو وہیں پھانسی دیدی جائے اور اس کا سر کاٹ کر سب سے بڑی عمارت پر لٹکا دیا جائے"[2]

مسٹر رسل اپنی ایک طویل تحریر میں لکھتا ہے:

"لیکن یہ تو انسانیت اور انصاف کے خلاف ہے کہ تمام اضلاع کو ہی تاخت و تاراج کیا جائے، محض اس جرم پر کہ باغیوں نے ان علاقوں میں پڑاؤ کیا تھا"[3]

کچھ افسروں کی جانب سے احتجاج کیا گیا کہ اگر اسی طرح دیہات کو جلایا جاتا رہے گا تو نتیجہ یہ ہو گا کہ فوج کو راستہ میں رسد اور چارہ بالکل دستیاب نہ ہو سکے گا[4]

شمالی مغربی سرحدی صوبہ اور پنجاب میں اندھا دھند پھانسیاں دی گئیں جن میں مرد، عورت اور بچوں کی کوئی تمیز روا نہ رکھی گئی۔ نیز بے شمار دیہات جلانے کی وجہ سے آبادی کے اس حصّہ میں بھی نفرت اور وحشت پھیل گئی جو گورنمنٹ

---

[1] تصویر کا دوسرا رُخ صـ۵۵ [2] ایضاً صـ۴۶ [3] ایضاً صـ۵۱ [4] ایضاً صـ۶۰ ۔

کے خلاف نہ تھے۔ جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ فصلیں تباہ ہوگئیں. اس قسم کے وجوہات کی بنا پر یہ افواہ نہایت ترقی پکڑ گئی کہ گورنمنٹ کا منشا تمام ہندوؤں اور مسلمانوں کو بے دریغ قتل کر دینے کا ہے. (رپورٹ گورنر جنرل با جلاس کونسل بحوالہ تصویر کا دوسرا رُخ ص۶۶)

انگریزوں نے راستہ میں سیکڑوں میل تک سڑک کے دونوں طرف دیہاتیوں کو بے دریغ قتل وغارت و برباد کرکے ملک کو صحرا کی طرح ویران اور سنسان کر دیا. دہلی سے باغیوں کے فرار ہو جانے کے بعد انگریز فاتحین نے باشندوں کا قتلِ عام کیا اور بے ضابطہ انگریزی عدالتوں کے حکم سے ہزاروں شہری پھانسی کے تختہ پر لٹکا دیے گئے۔ حالانکہ اُن کو بغاوت سے دُور کا بھی تعلق نہیں تھا (تصویر کا دوسرا رُخ ص۷۵ وص۷۶)

مختصر یہ کہ بے شمار دیہات کو ایسے وقت میں جلا کر خاکستر کر دیا گیا جب کہ عورتیں، بوڑھے اور بچے گھروں کے اندر موجود تھے. (تصویر کا دوسرا رُخ ص۷۸)

دہلی میں باشندوں کے قتلِ عام کی منادی کی گئی حالانکہ اُن میں ایسے لوگ بھی شامل تھے جن کے متعلق ہمیں علم تھا کہ وہ ہماری فتح کے خواہش مند تھے۔

انگریزوں نے فخر یہ لکھا ہے کہ ہم نے حتیٰ الامکان کسی ذی رُوح کی آبادی کو زندہ نہیں رہنے دیا[1]

دہلی میں ہماری فوج کے شہر میں داخل ہونے پر تمام ایسے لوگ جو چلتے پھرتے نظر آئے وہ سنگینوں سے وہیں ختم کر دیے گئے۔ ایسے بدقسمت انسانوں کی تعداد بہت کافی تھی. آپ اس ایک واقعہ سے کافی اندازہ لگا سکتے ہیں کہ ایک گھر میں چالیس یا پچاس ایسے اشخاص ہمارے خوف سے پناہ گزیں ہو گئے۔ جو اگرچہ باغی نہ

---

[1] تصویر کا دوسرا رُخ ص۶۳ ۔

Scanned by CamScanner

تھے بلکہ غریب شہری تھے اور ہمارے عفو و کرم پر تکیہ لگائے ہوئے تھے۔ جن کے متعلق میں خوشی سے ظاہر کرتا ہوں کہ وہ سخت مایوس ہوئے۔ کیونکہ ہم نے اُسی جگہ اُن کو اپنی سنگینوں سے ڈھیر کر دیا[1]

بے گناہ شہریوں کو دراں حالیکہ وہ ہاتھ جوڑ جوڑ کر رحم کی درخواست کر رہے تھے، گولی کا نشانہ بنا دیا گیا، بلکہ عمر رسیدہ لوگوں کو حالانکہ اُن کے جسم رعشہ سے کانپ رہے تھے، کاٹ کر رکھ دیا گیا[2]

ٹائمز کے نامہ نگار نے لکھا تھا:

"میں نے دہلی کے بازاروں میں سیر کرنا مطلقاً چھوڑ دیا ہے۔ کیونکہ کل ایسا دردناک واقعہ دیکھنے میں آیا جس سے بدن کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ یعنی جب ایک افسر بیس سپاہی لے کر شہر کی گشت کو جانے لگا تو میں بھی ان کے ہمراہ ہولیا اور راستہ میں ہم نے چودہ عورتوں کی لاشوں کو شالوں میں لپیٹے ہوئے بازار میں پڑا پایا جن کے سر دھڑوں سے اُن کے خاوندوں نے خود جُدا کر دیئے تھے۔ چنانچہ عینی شاہد سے دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ اُن کے خاوندوں کو شبہ تھا کہ اگر سپاہیوں کے قابو میں آگئیں تو وہ عصمت دری کریں گے۔ لہٰذا تحفظ ناموس کا یہی طریقہ مناسب خیال کیا گیا جس کے بعد خاوندوں نے بھی خودکشی کرلی۔ چنانچہ ان کی لاشوں کو خود ہم نے دیکھا"[3]

باغیوں کے جرم کے مقابلہ میں ہزار گنا زیادہ سنگین پاداش دہلی کے باشندوں کو برداشت کرنی پڑی۔ ہزارہا مرد عورت اور بچوں کو بے گناہ خانماں برباد ہو کر جنگلوں اور ویرانوں کی خاک چھاننی پڑی اور جتنا مال و اسباب وہ پیچھے چھوڑ گئے ان سے ہمیشہ کے لئے ان کو ہاتھ دھونے پڑے۔ کیونکہ سپاہیوں نے

---

[1] تصویر کا دوسرا رُخ ص۶۸ [2] ایضاً ص۶۸ [3] ایضاً ص۶۸

Scanned by CamScanner

گھروں کے کونے کونے کھود کر تمام قیمتی اشیاء کو قبضہ میں کر لیا اور باقی سامان توڑ پھوڑ کر خراب کر دیا، جس کو وہ اٹھا کر نہیں لے جا سکتے تھے[1]

اسپنسر وال پول لکھتا ہے:

"وحشی نادر شاہ نے بھی وہ لوٹ نہیں مچائی تھی جو فتح دہلی کے بعد انگریزی فوج نے جائز رکھی۔ شارعِ عام پر پھانسی گھر بنائے گئے اور پانچ یا چھ آدمیوں کو روزانہ سزائے موت دی جاتی تھی۔ وال پول کا بیان ہے کہ تین ہزار آدمیوں کو پھانسی دی گئی، جن میں سے اُنتیس شاہی خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔ مؤلف قیصر التواریخ لکھتا ہے کہ ستائیس ہزار مسلمان قتل کئے گئے اور سات دن تک برابر قتلِ عام جاری رہا[2]"

صفر ۱۲۷۴ھ کی پہلی یا دوسری تاریخ کو بادشاہ کے سمدھی الٰہی بخش کی جاسوسی سے مسٹر ہڈسن نے تین شہزادوں مرزا مغل، مرزا حضرت سلطان اور مرزا ابوبکر وغیرہ کو ہمایوں کے مقبرہ سے گرفتار کیا۔ اور تینوں کا سر قلم کر کے بادشاہ کے سامنے پیش کیا۔ بادشاہ نے ہنس کر فرمایا۔ تیموری خاندان کے بہادر فرزند اسی طرح سُرخرو ہو کر باپ کے سامنے آیا کرتے ہیں۔ (پنڈت سُندر لال)

نیز اس موقعہ پر آپ کو یہ فراموش نہ ہونا چاہیے کہ لارڈ رابرٹس کے نزدیک اس قسم کی تمام درندگی کا مقصد یہ تھا کہ:

"ان بدمعاش مسلمانوں کو بتا دیا جائے کہ خدا کے حکم سے صرف انگریز ہی ہندوستان پر حکومت کریں گے[3]"

---

[1] تصویر کا دوسرا رُخ ص۷۱ [2] افسانۂ غم ص۲۸ و ص۲۹ [3] ایضاً ص۳۴۔

داستانِ مظالم۔ علماءِ ہند کا شاندار ماضی جلد چہارم از ص۸۴ تا ص۹۷ سے ماخوذ ہے ۱۲

Scanned by CamScanner

دہلی، جس کو انقلاب کا مرکز بننا پڑا تھا۔ قرون وسطیٰ کے سب سے زیادہ خوشحال بادشاہ، شاہجہاں کا بسایا ہوا وہ نازک اور خوبصورت شہر تھا جو پہلے ہی دن سے فوجی کرختگی کے بجائے تہذیب، شائستگی، نفاست اور ناز و نعم کا گہوارہ تھا۔ وہ نادر شاہ کی بربریت کے بعد بھی محمد شاہ کی راجدھانی بنا رہا تھا۔ جہاں جنگی اور فوجی رعب داب کے بجائے شعر و سخن کی بزم آرائی تھی۔ یا علمی موشگافیوں کی گرم بازاری۔ بقول مولانا عبید اللہ سندھی رحمۃ اللہ علیہ:

"ان کے (شاہ ولی اللہ المتوفی ۱۷۶۳ء کے) زمانہ میں دہلی ایک ایسا مرکز تھی جس میں اقوام عالم کے سب نمونے ملتے تھے۔ دہلی میں یہ استعداد تھی کہ اس کے توسط سے یہ تعلیم سارے ہند اور پھر ساری دنیا میں پھیل سکے۔"

سیدنا شاہ عبد العزیز قدس اللہ سرہ العزیز نے اپنے زمانہ کی دلی کا تذکرہ ایک عربی قصیدہ میں کیا ہے۔ اس کے چند اشعار ترجمہ سمیت پیش کیے جاتے ہیں۔ ملاحظہ فرمائیے:

انّ البلاد اماء وھی سیّدۃ وانّھا درّۃ والکل کالصدف

تمام شہر باندیاں ہیں اور دہلی ان کے مقابلہ میں ملکہ ہے۔ دہلی ایک موتی ہے اور باقی تمام شہر گویا سیپ

فاقت بلاد الوری عزاً ومرتبۃ غیر الحجاز وغیر القدس والنجف

دہلی عزت و منزلت میں سب شہروں پر فوقیت رکھتی ہے باستثناء حجاز شریف، بیت المقدس اور نجف کے

سکّانھا خیر اھل الارض قاطبۃ خلقاً وخلقاً بلا عجب ولا صلف

دہلی کے باشندے دنیا بھر میں سب سے بہتر ہیں۔ صورت میں، سیرت میں۔ اسمیں نہ تعجب کی بات ہے، نہ ڈینگ کی

بھا مدارس لو طاف البصیر بھا لم تفتح عینہ الا علی الصحف

دہلی میں بے شمار مدرسے ہیں جو تعلیمی فرائض کی انجام دہی میں ایسے منہمک رہتے ہیں کہ اگر کوئی سیاح ان مدرسوں کا چکر لگائے تو کتابوں اور صحیفوں کے علاوہ کسی اور چیز پر اس کی نظر ہی نہ پڑ سکے۔

Scanned by CamScanner

کم مسجد زخرفت فیہا منارتہ لو قابلتہ الشمس الضحو تنکسف

کتنی ہی حسین اور خوبصورت مسجدیں ہیں۔ ان کے مینارے ایسے مزین اور بارونق کہ اگر دوپہر کے وقت آفتاب اُن کا مقابلہ کرے تو اس کو گہن لگ جائے۔

لاغرو ان زانت الدنیا بزینتہا کم من اباقد علا بابن ذری شرف

آج دہلی پوری دنیا کیلئے وجہ زینت ہے اور اس میں کوئی تعجب کی بات نہیں۔ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ بیٹے کی عزت اور ناموری سے باپ عزت وعظمت کی بلندیوں پر جانشین ہو جاتا ہے۔

وماء جون جری من تحتہا فحکی انہار خلد جرت فی اسفل الغرف

دریائے جمنا دہلی کے نیچے جاری ہے وہ نمونہ پیش کر رہا ہے جنت الفردوس کی نہروں کا جو جنت کے عالیشان محلات اور بالاخانوں کے نیچے بہ رہی ہیں۔

اسی دلی کی مدح میں مولانا حالی فرماتے ہیں: ؎

خاک سے اُٹھے ہیں تیری جیسے جیسے نکتہ ور
اِک جہاں شیوہ بیانی سے ہے انکی باخبر
راس تھی آب و ہوا تیری سخن کو جس قدر
سرو کو ہوگی نہ راس اتنی ہوائے غاتفر[1]
حُسنِ صورت میں اگر ضرب المثل تو شاد تھا
حُسنِ معنیٰ تیرا حصہ اے جہاں آباد تھا
لے کے ساتھ اسلام نکلا تھا عرب سے جو علوم
جن میں تھی اسلامیوں کی چار سُو عالم میں دھوم
دولت و اقبال کا جب تک رہا تجھ پر ہجوم
کھیتیوں پر تیری ابر آتے تھے اُن کے جھوم جھوم

---

[1] غاتفر۔ سمرقند کے قریب ایک قطعہ زمین ہے جہاں کا سرو خوبیٔ زیبائی اور راستی میں ضرب المثل ہے

Scanned by CamScanner

آئی گلشن میں نہ تیرے بھول کر فصلِ خزاں
تیری سرحد میں رہا ہر علم و دانش کا سماں
جس طرح تھا فضل و دانش میں ترا مشہور نام
تھے تمدن میں بھی پیرو تیرے جمہور انام
آدمیت سیکھنے آتے تھے تجھ سے خاص و عام
شہری و بدوی[1] تیری تقلید کرتے تھے مدام
رسم میں، آئین میں، اوضاع میں، اطوار میں
طرز میں، انداز میں، رفتار میں، گفتار میں
رہ گیا باہر سے آکر جو کہ تجھ میں چند سال
ڈھل گئے سانچے میں گویا اُس کے عادات و خصال
آکے بن جاتا تھا یاں نقصان انسان کا کمال
تیری پرچھائیں سے مولی بن کے جاتے تھے سفال
آتے ہی انسان کی کایا پلٹ جاتی تھی یاں
چار دن میں اور ہی صورت نکل آتی تھی یاں
تیرا معمورہ تھا اِک عالمؑ میں مرجع اور مآب
آن کر لیتے تھے یاں ٹھیکی جہاں کے انتخاب
بستے تھے اطراف سے آ آکے تجھ میں شیخ و شاب
کر دیا تھا تیری آبادی نے ملکوں کو خراب
جھمگٹا تھا تجھ میں ترک و فرس روم و زنگ کا
دستہ تھا گویا کہ تو گلہائے رنگا رنگ کا

(ماخوذ از مرثیہ حکیم محمود علی خاں مرحوم[2])

---

[1] بدوی: دیہاتی [2] علمائے ہند کا شاندار ماضی جلد چہارم ص ۱۳۵

مگر انگریز کے مظالم کے بعد اسی دلّی کی کیا حالت ہوئی۔ راقم الدولہ ظہیر دہلوی نے انھیں دردناک حوادث کو نظم کا مختصر لباس پہنایا ہے ؎

"جہاں کی تشنۂ خوں تیغ آب دار ہوئی
سنانِ نیزہ ہر اک سینہ سے دوچار ہوئی
رسن ہر ایک بشر کے گلے کا ہار ہوئی
ہر ایک سمت سے فریاد گیر و دار ہوئی
ہر ایک دشتِ قضا میں کشاں کشاں پہنچا
جہاں کی خاک تھی جس جس کی وہ وہاں پہنچا
ہر ایک شہر کا پیر و جوان قتل ہوا
ہر اک قبیلہ و ہر خاندان قتل ہوا
ہر ایک اہلِ زبان خوش بیان قتل ہوا
غرض خلاصہ یہ ہے اک جہان قتل ہوا
گھروں سے کھینچ کے کشتوں پہ کشتے ڈالے ہیں
نہ قبر ہے، نہ کفن ہے، نہ رونے والے ہیں [1]"

دہلی کا مرثیہ

دہلی مرحوم کے مرثیے بہت کچھ لکھے گئے۔ یہاں صرف مولانا حالی مرحوم کے چند اشعار پیش کر کے دہلی کا یہ جاں گداز تذکرہ ختم کیا جا رہا ہے:

تذکرہ دہلی مرحوم کا اے دوست نہ چھیڑ
نہ سنا جائے گا ہم سے یہ فسانہ ہرگز
کبھی اے علم و ہنر گھر تھا تمہارا دلّی
ہم کو بھولے ہو تو گھر بھول نہ جانا ہرگز

---

[1] عُلمائے ہند کا شاندار ماضی جلد چہارم صفحہ ۲۴۴

چپّہ چپّہ پہ ہیں یاں گوہر یکتا تہ خاک
دفن ہوگا کہیں اتنا نہ خزانہ ہرگز
غالب و شیفتہ و نیّر و آزردہ و ذوق
اب دکھائے گا یہ شکلیں نہ زمانہ ہرگز
مومن و علوی و صہبائی و ممنون کے بعد
شعر کا نام نہ لے گا کوئی دانا ہرگز
بزم ماتم تو نہیں، بزم سخن ہے حالی
یاں مناسب نہیں رو رو کے رُلانا ہرگز[1]

تھانہ بھون

۱۸۵۷ء میں قصبہ تھانہ بھون کی آبادی ۳۵۰۰۰ ہزار نفوس پر مشتمل تھی اس آبادی میں سے تقریباً سات ہزار اشخاص انگریزی افواج میں ملازم تھے یہاں ۲۳ تو صرف رسالدار تھے۔ دفعدار، جمعدار، حوالدار اور سپاہیوں کی علیحدہ علیحدہ تعداد کا تعین دشوار ہے۔ محکمہ فوج سے ایک لاکھ چوراسی ہزار روپے تنخواہوں اور پنشنوں کی صورت میں اہلِ قصبہ وصول کرتے تھے۔ قرب و جوار میں مشہور تھا کہ تھانہ بھون والوں کی کمائی خون کی کمائی ہے۔

تھانہ بھون اس وقت علم و فضل کا گہوارہ تھا بڑے بڑے یکتائے روزگار یہاں موجود تھے۔ ان میں حضرت حاجی امداد اللہ صاحب قدس سرہٗ

---

[1] علماء ہند کا شاندار ماضی جلد چہارم ص۲۴۲

مہاجر مکیؒ اس وقت خاص طور پر مرجع خلائق تھے۔

انگریز کے خلاف علم جہاد ۱۸۵۷ء میں یہیں سے بلند کیا گیا۔ حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکیؒ قدس سرہٗ کو امیر الجہاد بنایا گیا۔ لشکر کی قیادت حضرت حافظ ضامن شہید صاحب قدس سرہٗ اور حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی قدس سرہٗ حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی قدس سرہٗ، اور حضرت مولانا محمد منیر صاحب نانوتوی قدس سرہ فرمارہے تھے۔

غرضکہ تھانہ بھون جس طرح علم وفضل، تزکیہ و تربیت کے لئے مرکز تھا اسی طرح جہاد کی سرگرمیوں کے لئے بھی مرکز قرار پایا۔ جس کے نتیجہ میں انگریزوں نے غلبہ وتسلط کے بعد قصبہ تھانہ بھون کو تباہ و برباد کرنے میں کوئی کسر نہیں کی۔ توپ خانہ قائم کرکے گولہ باری کے ذریعہ پورے قصبہ کو تہس نہس کرنے کا حکم دیدیا گیا۔ توپ خانہ کا افسر مسلمان تھا اور حضرت حاجی صاحب قدس سرہٗ کا مرید تھا۔ اور اس کو حضرت حاجی صاحب قدس سرہ کی قصبہ میں جلوہ افروزی کا علم تھا۔ اس لئے اس نے تمام توپوں کے منہ اوپر کو کرادیئے، جس کی وجہ سے تمام شب کی گولہ باری میں ایک گولہ بھی قصبہ کی آبادی میں نہ گرا سب باہر کے جنگل میں گرتے رہے۔ فوج کمانڈر صبح کو قصبہ کو صحیح سالم حالت میں دیکھ کر آگ بگولہ ہوگیا اور توپ خانہ کے افسر کو گولی سے اڑادیا اور انگریز افسر کو توپ خانہ کا انچارج بنایا جس نے آبادی کا نشانہ لے کر گولہ باری شروع کی مجاہدین نے مدافعت کی۔ بالآخر انگریز فوج کو شکست ہوئی۔ جنگ میں طرفین کے پانچ سو آدمی کام آئے۔ مگر اس کے بعد انگریز نے بڑی فوج اور پہلے سے زیادہ توپوں سے گولہ باری شروع کی قصبہ خالی ہوگیا کچھ معذور اور فدائی باقی رہ گئے۔ فوج نے قصبہ کا محاصرہ کرکے پہلے توپوں سے گولہ باری شروع کی پھر قصبہ میں داخل ہوکر لوٹ مار شروع کی۔ مکانوں کو لوٹ کر

Scanned by CamScanner

ان میں آگ لگا دی۔ کوئی متنفس نظر پڑا یا تو گرفتار کرلیا یا گولی سے اڑا دیا، کسی کو سولی پر لٹکا دیا، جائدادیں اور عالیشان مکانات کوڑیوں میں نیلام کر ڈالیں۔ قصبہ دو سال تک غیر آباد پڑا رہا۔ انگریز فوج سے جو سامان بچ رہا اس کو اور مکانوں کی کڑیاں تختے قرب و جوار کے بدمعاش اتار کرلے گئے۔

ملکہ وکٹوریہ کے اعلان معافی عام کے بعد جب دوبارہ قصبہ آباد ہوا تو اس وقت تک ۱۳۲ شہداء کی نعشیں درختوں پر ٹنگی ہوئیں تھیں جن کو انگریز فوج نے پھانسیاں دی تھیں۔ لوگ غرقِ حیرت رہ گئے کہ ان نعشوں کو نہ گدھوں نے کھایا تھا اور نہ کسی اور جانور نے چھوا تھا۔ گوشت پوست سوکھ کر رہ گئے تھے ؎

ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق
ثبت است بر جریدۂ عالم دوام ما

تقریباً ایک ہزار افراد نے اس جنگ میں شہادت پائی۔ نقلِ مکانی کی بدولت جو حادثات کا شکار ہوئے وہ اس تعداد کے علاوہ ہیں۔ قصبہ دوبارہ آباد ہوا تو قصبہ کی آبادی صرف پندرہ ہزار تھی جو اقتصادی حالت کی ابتری سے روز بروز کم ہوتی گئی۔ اور گھٹتے گھٹتے ایک وقت تو صرف ساڑھے چھ ہزار رہ گئی۔

مشتے نمونہ از خروارے کے طور پر دہلی و تھانہ بھون کی تباہی کے یہ چند نقوش ہیں۔ دوسرے شہروں، دیہاتوں کا اسی سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے ؎

قیاس کن زگلستانِ من بہار مرا

دارالعلوم دیوبند کی عالمگیر دینی دعوت اور تعلیمی تحریک

ہندوستان میں مغل سلطنت کے زوال اور انگریزوں کے اقتدار و تسلط کے بعد وحشی انگریز درندوں کی قتل و غارتگری اور تباہی کا کچھ نمونہ اوپر گذر چکا۔ اسلامی علوم و فنون کی قدیم درسگاہوں کو یکسر ختم کردیا گیا۔ نہیں کہا جا سکتا تھا کہ مسلمان سنبھالا لے سکیں گے۔ مسلمانوں کے سامنے نہ صرف ہندوستان سے انگریزوں کے نکالنے اور ملک آزاد کرانے کا مسئلہ تھا بلکہ اس کے ساتھ ساتھ اسلامی علوم و فنون اور اسلامی تہذیب و تمدن کا بقا، خود مسلمانوں کے مسلمان ہونے کی حیثیت سے وجود کا مسئلہ سامنے تھا۔ مگر ؎

اسلام زندہ ہوتا ہے ہر کربلا کے بعد

کے بمصداق میدانِ شاملی کے جہاد میں امیر اور عظیم کارکن کی حیثیت سے شریک ہونے والے اور دیگر سرفروش و جانباز مجاہدین کی ایک جماعت کو نفاذ قدر کے غیبی نظام کے تحت محفوظ اور باقی رکھا گیا۔ اور ہندوستانی مسلمانوں کو الحاد و بے دینی کے فتنۂ عظیم سے محفوظ رکھنے کے لئے عظیم بنیادوں پر ایک عظیم درسگاہ کے قیام کا فیصلہ کیا گیا۔

حضرت حاجی امداد اللہ صاحب نور اللہ مرقدہٗ غیر معمولی مشکلات اور پریشانیاں برداشت کرکے مکہ معظمہ میں بیٹھ کر آخر تک ہندوستانی تحریک کی

قیادت فرماتے رہے۔

حضرت مولانا عبدالغنی صاحب محدّث دہلویؒ جو دہلی کے حلقۂ درس میں حضرت مولانا شاہ محمد اسحاق صاحبؒ کے جانشین تھے، بھی مکہ معظمہ تشریف لے گئے اور وہاں درس حدیث جاری کیا۔

اسی طرح مولانا رحمت اللہ صاحب کیرانویؒ بھی مکہ معظمہ تشریف لے گئے اور وہاں حرم کے قریب مدرسہ صولتیہ قائم کر کے خدمات انجام دیں۔

حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتویؒ اور حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہیؒ اور حضرت مولانا محمد منیر صاحبؒ اور ان کے برادر محترم مولانا محمد مظہر صاحبؒ کو ہندوستان چھوڑا گیا، جنہوں نے ہندوستان میں رہ کر وہ خدمات انجام دی ہیں جو بیان سے باہر ہیں۔

ہنگامہ ۱۸۵۷ء سے صرف آٹھ سال بعد ۱۸۶۶ء، ۱۲۸۳ھ میں ۱۵ محرم ۳۰ مئی بروز پنجشنبہ تحریک کی نشأۃ ثانیہ کے لئے دارالعلوم دیوبند کی بنیاد ڈالدی اور اس کے صرف چھ ماہ بعد رجب ۱۲۸۳ھ میں مظاہر علوم سہارنپور کی بنیاد رکھی۔

دارالعلوم دیوبند کے رُوحِ رواں اور اس کو بامِ عروج پر پہونچانے والے قاسم العلوم والخیرات حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتویؒ ہیں جن کو بانیٔ دارالعلوم کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔

شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن صاحب نوّر اللہ مرقدہٗ نے اپنی ایک نظم میں دارالعلوم سے قبل کی علمی حالت اور قیامِ دارالعلوم کا نقشہ نہایت مؤثر انداز میں کھینچا ہے۔ اس نظم کے چند شعر درج ذیل ہیں ؎

کل کی ہے بات کہ تھی جہل کی گھنگھور گھٹا
جس طرف آنکھ اٹھاتے تھے محیط عالم

آب حیواں کی طرح، علم ہوا تھا مخفی
ظلمت جہل سے مخلوق تھی اعمیٰ و اصم

حافظ علم تھا، اک سینۂ صندوق فقط
نہ کوئی حامی و غم خوار، نہ کوئی ہمدم

رحمت حق ہوئی حامی تو یکایک اٹھے
چند مردان خدا باندھ کے صف ٹھوک کے خم

یوسف علم شریعت کے خریدار بنے
جمع کرکے سر اخلاص سے معدود درم

سلسلہ ڈالا فقیرانہ بنام ایزد
کورده میں کہ جہاں بیٹھے ہیں ارباب ہمم

شوق کہتا تھا بڑھو، ضعف کہے تھا ٹھہرو
ناتوانوں کا تھا کیا کہیے عجب ضیق میں دم

اتنے میں دیکھتے بس کیا ہیں کہ اک مرد خدا
آرہا تیز روی سے ہے لیے ساتھ علم

کس بلا کی تھی نظر پڑتے ہی جسکے فی الفور
پڑ گئی جان میں جاں، آ ہی گیا دم میں دم

تھی نرالی ہی کچھ اس مرد صفا کی سج دھج
تھے عجائب ہی کچھ اس شیر خدا کے دم خم

گاڑ کر اس نے علم ایک ندا کی ایسی
یک بیک چونک پڑے اہل مدر اہل خیم

اس کی آواز تھی یا بانگ خلیل اللّٰہی
کہہ کے لبیک چلے اہل عرب اہل عجم

باندھ کر چست کمر کہتے ہوئے نحن معک
پیچھے پیچھے ہوئے سب اسکے بنا سر کو قدم

اس مربی دل و جاں کی مسیحائی سے
علم دیں زندہ ہوا، جہل نے لی راہ عدم

ابر علم و عمل و فضل کا بادل برسا
جس جگہ اس یم رحمت کا پڑا نقش قدم

دولت علم سے سیراب کیا عالم کو
قاسم علم بھلا کیوں نہ ہو پھر اس کا علم

اسکی آواز تھی بیشک قم عیسیٰ کی صدا
جس کے صدقہ سے لیا علم نے دوبارہ جنم

پھر تو کیا تھا، دی خدا نے وہ ترقی اسکو
دیکھ لیں آپ کہیں اپنی زباں سے کیا ہم

کلفتیں جھیلیں سبھی پر نہ ہوا چیں بجبیں
دقتیں دیکھیں ٹلا اپنی جگہ سے نہ قدم

Scanned by CamScanner

دارالعلوم کا مسلک

بہت سے لوگ دارالعلوم دیوبند اور اکابر علماء دارالعلوم دیوبند کے متعلق سخت غلط فہمیوں میں مبتلا ہیں۔ اس لئے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اکابر دارالعلوم دیوبند کے مسلک کی وضاحت کر دی جائے تاکہ انصاف پسند طبقہ کی غلط فہمیاں دُور ہو جائیں۔

اس موضوع پر حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب مہتمم دارالعلوم کا رسالہ "مسلکِ علماءِ دیوبند" ہے۔ اس کا خلاصہ کم و بیش اُنہی کے الفاظ میں یہ ہے کہ:

"علمی حیثیت سے یہ ولی اللہی جماعت مسلکاً اہلِ سُنّت والجماعت ہے، جس کی بنیاد کتاب و سُنّت اور اجماع و قیاس پر قائم ہے۔ اس کے نزدیک تمام مسائل میں اوّلین درجہ نقل و روایت اور آثارِ سلف کو حاصل ہے، جس پر پورے دین کی عمارت کھڑی ہوئی ہے۔ اس کے یہاں کتاب و سُنّت کی مرادات محض قوتِ مطالعہ سے نہیں بلکہ اقوالِ سلف اور ان کے متوارث مذاق کی حدود میں محدود رہ کر نیز اساتذہ اور شیوخ کی صحبت و ملازمت اور تعلیم و تربیت ہی سے متعین ہو سکتی ہیں، اسی کے ساتھ عقل و درایت اور تفقہ فی الدین بھی اس کے نزدیک فہم کتاب و سُنّت کا ایک بڑا اہم جزو ہے، وہ روایات کے مجموعے سے شارع علیہ السّلام کی غرض و غایت کو سامنے رکھ کر تمام روایات کو اُسی کے ساتھ وابستہ کرتا ہے اور سب کے درجہ بدرجہ اپنے اپنے محل پر اس طرح چسپاں کرتا ہے کہ وہ ایک ہی زنجیر کی کڑیاں دکھائی دیں۔ اس لئے جمع بین الرّوایات اور تعارض کے وقت تطبیقِ احادیث اس کا خاص اصول ہے، جس کا منشاء یہ ہے کہ وہ کسی ضعیف سے ضعیف

روایت کو بھی چھوڑنا اور ترک کر دینا نہیں چاہتا، جب تک کہ وہ قابلِ احتجاج ہو۔ اسی بنا پر اس جماعت کی نگاہ میں نصوصِ شرعیہ میں کہیں بھی تعارض اور اختلاف محسوس نہیں ہوتا، بلکہ سارے کا سارا دین تعارض اور اختلاف سے مبرّا رہ کر ایک ایسا گلدستہ دکھائی دیتا ہے جس میں ہر رنگ کے علمی و عملی پھول اپنے اپنے موقع پر کھلے ہوئے نظر آتے ہیں۔ اسی کے ساتھ بطریقِ اہلِ سلوک جو رسمیّات اور رواجوں اور نمائشی حال و قال سے مبرّا اور بری ہے، تزکیۂ نفس اور اصلاحِ باطن بھی اس کے مسلک میں ضروری ہے۔ اُس نے اپنے منتسبین کو علم کی رفعتوں سے بھی نوازا اور عبدیت و تواضع جیسے انسانی اخلاق سے بھی مزیّن کیا۔ اس جماعت کے افراد ایک طرف علمی وقار، استغنار (علمی حیثیت سے) اور غنائے نفس (اخلاقی حیثیت سے) کی بلندیوں پر فائز ہوئے، وہیں فروتنی خاکساری اور ایثار و زُہد کے متواضعانہ جذبات سے بھی بھرپور ہوئے، نہ رعونت اور کبر و نخوت کا شکار ہوئے اور نہ ذلّتِ نفس اور مسکنت میں گرفتار، وہ جہاں علم و اخلاق کی بلندیوں پر پہنچ کر عوام سے اونچے دکھائی دینے لگے وہیں عجز و نیاز، تواضع و فروتنی اور لاامتیازی کے جوہروں سے مزیّن ہو کر عوام میں ملے جُلے اور "کاحدٍ من النّاس" بھی رہے، جہاں وہ مجاہدہ و مراقبہ سے خلوت پسند ہوئے وہیں مجاہدانہ اور غازیانہ اسپرٹ نیز قومی خدمت کے جذبات سے جلوہ آرا بھی ثابت ہوئے۔ غرض علم و اخلاق، خلوت و جلوت اور مجاہدۂ و جہاد کے مخلوط جذبات و دواعی سے ہر دائرۂ دین میں اعتدال اور میانہ روی اُن کے مسلک کی امتیازی شان بن گئی، جو علوم کی جامعیت اور اخلاق کے اعتدال کا قدرتی ثمرہ ہے۔ اسی لئے ان کے یہاں محدّث ہونے کے معنیٰ فقیہ سے لڑنے یا فقیہ ہونے کے معنیٰ محدّث سے بیزار ہو جانے یا نسبتِ احسانی (تصوّف پسندی) کے معنیٰ متکلّم

دشمن یا علم کلام کی حفاظت کے منتہا لحقیقت بیزاری کے نہیں بلکہ ان کے جامع مسلک
کے تحت اس تعلیم گاہ کا فاضل بہ یک وقت محدث، فقیہ، مفسر، مفتی
متکلم، صوفی، محسن اور حکیم و مربی ثابت ہوا۔ جس میں زہد و قناعت کے ساتھ
عدم تقشف، حیا و انکساری کے ساتھ عدم مداہنت، رافت و رحمت کے ساتھ
امر بالمعروف و نہی عن المنکر، علمی یکسوئی کے ساتھ قومی خدمت اور خلوت اور
انجمن کے ملے جلے جذبات راسخ ہو گئے۔ ادھر علم و فن اور تمام ارباب علوم و فنون
کے بارے میں اعتدال پسندی، حقوق شناسی اور ادائیگی حقوق کے جذبات
ان میں بطور جوہر نفس پیوست ہو گئے۔ بنا بریں دینی شعبوں کے تمام ارباب
فضل و کمال اور راسخین فی العلم خواہ محدثین ہوں یا فقہاء، صوفیاء ہوں یا عرفاء،
متکلمین ہوں یا اصولیین، امرائے اسلام ہوں یا خلفاء۔ ان کے نزدیک سب
واجبُ الاحترام اور واجبُ العقیدت ہیں۔ جذباتی رنگ سے کسی طبقے کو بڑھانا
اور کسی کو گرانا یا مدح و ذم میں حدودِ شرعیہ سے بے پروا ہو جانا اس جماعت
کا مسلک نہیں۔ اس جامع طریق سے دار العلوم نے اپنی علمی خدمات سے شمال میں
سائبیریا سے لے کر جنوب میں سماٹرا اور جاوا تک اور مشرق میں برما سے لیکر
مغربی سمتوں میں عرب اور افریقہ تک علوم نبویہ کی روشنی پھیلا دی جس سے
پاکیزہ اخلاق کی شاہراہیں صاف نظر آنے لگیں۔"[1]

خدائے بزرگ و برتر کا شکر ہے کہ قلیل مدت میں دار العلوم کی شہرت بام عروج
پر پہنچ گئی۔ اور بہت جلد یہ دار العلوم نہ صرف ہندوستان بلکہ افغانستان،
وسط ایشیا، انڈونیشیا، ملیشیا، برما، تبت، سیلون اور مشرقی و جنوبی
افریقہ وغیرہ ممالک کے مسلمانوں کی ایک بین الاقوامی تعلیم گاہ بن گیا جسمیں ہندو

---

[1] تاریخ دار العلوم دیوبند ج ۱ ص ۲۴۴-۲۴۶

بیرونِ ہند کے دو ہزار طلباء کا ہر سال اجتماع رہتا ہے۔

دار العلوم دیوبند صرف ایک تعلیم گاہ ہی نہیں ہے بلکہ درحقیقت ایک تحریک ہے ایک مستقل مکتبِ فکر اور ایک بحرِ بے کراں ہے جسے ہند و پاک اور بنگلہ دیش ہی نہیں بلکہ پورے ایشیا اور مشرقی و جنوبی افریقہ کے تشنگانِ علوم سیراب ہو رہے ہیں۔ برِّ صغیر کے اطراف میں جس قدر دینی مدارس اس وقت موجود ہیں، اُن کے اساتذہ تقریباً بلا واسطہ یا بواسطہ دار العلوم ہی کے فیض یافتہ ہیں۔ اور ہر سال سیکڑوں طلباء یہاں سے فارغ ہو کر درس و تدریس، وعظ و تبلیغ اور تصنیف و تالیف کے ذریعے سے اشاعتِ دین کا فرض انجام دیتے ہیں۔ اور اب یورپ و انگلستان اور امریکہ تک بھی یہ سلسلہ پھیل چکا ہے۔

دار العلوم سے جو حضرات فارغ ہوئے اُنھوں نے تعلیم و تبلیغ، تزکیۂ اخلاق، تصنیف، افتاء، مناظرہ، صحافت، خطابت و تذکیر، حکمت و طب وغیرہ میں جو بیش بہا خدمات انجام دی ہیں وہ کسی مخصوص خطے میں محدود نہیں ہیں، بلکہ ہند و پاک کے ہر ہر صوبے کے علاوہ بیرونی ممالک میں بھی پھیل چکی ہیں۔ ۱۲۸۳ھ سے ۱۳۹۶ھ تک ایک سو تیرہ سال کی مدّت میں اگر دار العلوم کی اُن خدمات کا جائزہ لیا جائے، جو اُس نے برِّ صغیر میں انجام دیں تو معلوم ہوگا کہ ان ملکوں کے ہر ہر حصے میں اُس نے اپنے فرزندانِ رشید کو پہونچا دیا ہے جو اُس خطّے میں آفتاب و ماہتاب بن کر چمکے اور مخلوقِ خدا کو ظلمتِ جہل سے نکال کر انھوں نے نورِ علم سے مالا مال کر دیا۔ ہندوستان، پاکستان اور بنگلہ دیش کے فضلاءِ دار العلوم کی صوبہ وار اور ملک وار ایک سو سال کی فہرست از ۱۲۸۳ھ تا ۱۳۸۲ھ درج ذیل ہے۔ ان تلامیذ کی تعداد جنھوں نے دار العلوم سے استفادہ کیا مگر درجہ

فضیلت تک نہیں پہنچ سکے اس کے علاوہ ہے:

ہندوستان

نمبر شمار	نام صوبہ	تعداد فضلاء کرام	نمبر شمار	نام صوبہ	تعداد فضلاء کرام
۱	اُترپردیش	۱۸۹۶	۹	میسور	۶
۲	مغربی بنگال	۱۵۱	۱۰	مدھیہ پردیش	۲۸
۳	آسام ومنی پور	۲۶۵	۱۱	مشرقی پنجاب	۹۶
۴	بہار واڑیسہ	۷۸۰	۱۲	دہلی	۱۲
۵	مدراس	۳۰	۱۳	مہاراشٹر	۳۹
۶	ٹراونکور	۴	۱۴	گجرات	۱۳۸
۷	کیرالہ	۴۲	۱۵	راجستھان	۴۳
۸	آندھراپردیش	۵۲	۱۶	جموں وکشمیر	۱۱۰

میزان ۳۷۹۲

۱۲۸۳ھ لغایت ۱۳۹۶ھ میں ہندوستان کے فضلاء کی مجموعی تعداد ۳۶۱۱

کُل میزان ۷۴۰۳

فضلائے دارالعلوم دیوبند کی یہ وہ تعداد ہے جس کا تعلق صرف ہندوستان سے ہے۔ ہندوستان کے علاوہ دوسرے جن ملکوں کے طالبانِ علم نے دارالعلوم سے علمی فیضان حاصل کرکے فراغت پائی، اُن کے نقشے سے واضح ہوگا کہ دارالعلوم نے اپنے علمی فیوض سے صرف برِ صغیر ہی کو بہرہ اندوز نہیں کیا بلکہ ایشیا اور افریقہ کے اسلامی ممالک بھی اسکی ضیاپاشیوں سے محروم نہیں رہے۔

Scanned by CamScanner

غیر ملکی فضلاءِ دارالعلوم کی ایک سو تیرہ سالہ فہرست از ۱۲۸۳ھ تا ۱۳۹۶ھ یہ ہے:

۱	افغانستان	۱۰۹	۱۰	سیام	۱
۲	انڈونیشیا	۱	۱۱	سیلون	۷
۳	ایران	۱۱	۱۲	عراق	۲
۴	برما	۱۶۰	۱۳	فرانس	۱
۵	تھائی لینڈ	۲	۱۴	کمبوڈیا	۱
۶	جنوبی افریقہ	۱۹۹	۱۵	کویت	۲
۷	چین	۴۴	۱۶	ملائشیا	۴۴۵
۸	روس بشمول سائبیریا	۷۰	۱۷	نیپال	۵۸
۹	سعودی عرب	۲	۱۸	یمن	۱
				میزان کُل	۱۱۱۶

ہند و بیرونِ ہند کے فضلاء کی مجموعی تعداد یہ ہے:

۱۔ ہندوستان	۷۴۰۳
۲۔ پاکستان	۱۵۲۳
۳۔ بنگلہ دیش	۱۶۷۲
۴۔ مختلف ممالک	۱۱۱۶
میزان	۱۱۷۱۴

مذکورہ بالا سند یافتہ فضلاءِ دارالعلوم کے علاوہ جن طلباء نے دارالعلوم سے استفادہ کیا اُن کی تعداد کا تخمینہ یہ ہے:[1] ۵۸۳۱۰

کُل میزان ۷۰۰۲۴

[1] یہ تخمینہ ۱۳۸۲ھ تک کا ہے۔

اور اگر فضلائے دیوبند کے قائم کردہ ہزاروں مدارس کے فضلاء و مستفیدین کو بھی بالواسطہ دارالعلوم ہی کا فاضل گنا جائے اور واقعۃً وہ فضلاءِ دیوبند ہیں بھی، تو اس طرح فضلاء و مستفیدینِ دارالعلوم کی تعداد لاکھوں تک پہونچ جاتی ہے، جن کے ذریعہ سے دارالعلوم دیوبند کا علمی و دینی فیضان اب تک کروڑوں لوگوں تک پہونچ چکا ہے۔[1]

نقشہ سے ظاہر ہے کہ از ۱۲۸۳ھ تا ۱۳۹۶ھ جنوبی افریقہ کے فضلاءِ دارالعلوم کی تعداد ۱۹۹ ہے۔ ۱۳۹۶ھ سے اب تک کتنا اضافہ ہوا ہوگا۔ ان سب میں کتنوں نے جنوبی افریقہ میں جاکر دعوت و تبلیغ، درس و تدریس، وعظ و تذکیر کے ذریعہ کتنی خدمات انجام دی ہوں گی۔ اس طرح آج جنوبی افریقہ میں زیادہ تر دارالعلوم دیوبند کا ہی فیض پایا جاتا ہے۔ اور فضلاءِ دارالعلوم بڑی گرانقدر خدمات انجام دے رہے ہیں کہ جنوبی افریقہ کی ہر ہر بستی میں مسجد و مکتب کی بنیاد ڈالی۔ کسی نے تبلیغی جماعت میں سرگرم حصہ لے کر اشاعتِ دین کی کوشش کی۔ کسی نے لڑکیوں کی تعلیم و تربیت کی طرف توجہ کی اور اس کا مستحکم نظام قائم کیا۔ کسی نے کوئی دینی پرچہ نکالنا شروع کر دیا۔ کسی نے دینی کتابوں کے تراجم انگریزی میں کرکے ان کی اشاعت شروع کی۔ کسی نے انفرادی طور پر دینی اشاعت کا جو طریقہ مناسب سمجھا اختیار کیا۔

اس طرح مختلف انداز پر مختلف شعبوں میں دعوت و تبلیغ اور اشاعتِ دین کا فریضہ انجام دے رہے ہیں، جس سے بحمد اللہ بہت دینی بیداری پیدا ہو رہی ہے۔

---

[1] تاریخ دارالعلوم دیوبند ص۴۴۲ تا ص۴۴۵

تحریکِ آزادی

سرفروش و جانباز مجاہدوں کی یہ جماعت درس و تدریس، تصنیف تالیف وعظ و تذکیر، دعوت و تبلیغ کے ساتھ ساتھ تحریک آزادی ہند کی طرف بھی برابر متوجہ رہی۔ چنانچہ ۱۸۸۵ء میں انڈین نیشنل کانگریس اس جدو جہد کے لیے قائم ہوئی تو اس جماعت کے سربراہ شیخ الہند مولانا محمود الحسن صاحب قدس سرہ العزیز اور آپ کے خدّام و رفقاء کا اس میں شرکت کرکے آزادی کے لئے برابر کوشش کرتے رہے۔ پھر ۱۹۰۷ء میں "ریشمی خط" کی تحریک شروع کی اور ۱۹۱۴ء تک اس کو اس حد تک پہونچا دیا تھا کہ اگر کچھ ملک کے خائن خیانت نہ کرتے تو اسی وقت ہندوستان آزاد ہو چکا ہوتا۔

یہی تحریک حرّیت واستقلال افغانستان کے لیے سنگ بنیاد ثابت ہوئی، جس سے مشرق میں نئی بیداری پیدا ہو گئی۔

۱۹۱۴ء میں ریشمی رومال کی تحریک ناکام ہوئی۔ اس کے رہنما حضرت شیخ الہندؒ، حضرت مولانا حسین احمد مدنی، مولانا عزیر گل صاحب، حکیم نصرت حسین صاحب رحمہم اللہ تعالیٰ گرفتار ہوئے اور تقریباً پانچ سال مالٹا کی جیل میں گذارے۔ اور مولانا عبید اللہ سندھیؒ، مولانا برکت اللہ صاحب بھوپالیؒ، مولانا محمد میاں منصور انصاریؒ وغیرہ جلاوطن ہوئے۔

انھیں بزرگوں کے ساتھیوں نے جو ہندوستان میں تھے نئی کروٹ لی۔ اور ۱۹۱۹ء میں جمعیۃ علماء ہند کی باضابطہ تشکیل کردی جس نے انڈین نیشنل کانگریس کے دوش بدوش جنگ آزادی میں حصّہ لیتے ہوئے اور کانگریس سے کہیں

زیادہ جانی اور مالی قربانیاں پیش کرتے ہوئے ۱۹۴۷ء میں مکمل آزادی حاصل کرلی۔ مگر افسوس آخر میں برطانیہ کا جادو کام کرگیا۔ اور جسم ہندوستان کے دو ٹکڑے کرکے اس کی شہ رگ کا خون کھینچ لیا۔ مگر بہرحال آزادی جس عنوان سے بھی آئی اور نجات جس حد تک بھی میسر ہوئی وہ انھیں کوششوں کا نتیجہ ہے جس کا آغاز حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب قدس سرہ فرما چکے تھے [1]

مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

۱۸۵۷ء کی تحریک آزادی میں شریک ہونے والے مجاہدین میں حضرت مولانا محمد مظہر صاحب نانوتوی رح بھی ہیں جنھوں نے بڑی جرأت وہمت سے جہادِ شاملی میں حصہ لیا، پیر میں گولی لگی۔ علاج معالجہ کے بعد بھی اس کا نشان اور اثر (لنگ) باقی رہا۔ تحریک کی ناکامی اور انگریز کے تسلط کے بعد روپوشی کی زندگی بسر کی۔ دار وگیر کا دور ختم ہوا تو دارالعلوم دیوبند کے صرف چھ ماہ بعد رجب ۱۲۸۳ھ میں دارالعلوم ہی کے طرز پر مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور کی بنیاد مولانا ہی کے نام پر مولانا سعادت علی صاحب رکھ چکے تھے۔ اس میں درس وتدریس کا مشغلہ جاری کیا۔

مولانا محمد مظہر صاحب قدس سرہ نے مولانا مملوک علی صاحب رح، مولانا احمد علی صاحب محدث سہارنپوری رح، مولانا شاہ عبدالغنی صاحب مجددی رحمہم اللہ تعالیٰ سے علوم متداولہ کی تکمیل کی۔ اور بخاری شریف حضرت مولانا شاہ محمد اسحاق صاحب محدث دہلوی قدس سرہ سے پڑھی۔

---

[1] علماء ہند کا شاندار ماضی جلد چہارم ص ۲۸۹

قطب عالم حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی قدس سرہٗ سے عمر میں پانچ سال بڑے تھے۔ مگر عمر کا یہ تفاوت حضرت گنگوہیؒ سے اکتساب فیض سے مانع نہیں ہوا انھیں سے بیعت ہوئے، بیعت کیا ہوئے ان کی محبت و عشق میں ڈوب گئے۔ حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ بھی آپ کی بڑی عزت اور احترام فرماتے تھے۔ اجازت و خلافت سے بھی آپ کو مشرف فرمایا۔

۲۴ر ذی الحجہ ۱۳۰۲ھ ۱۸۸۶ء کی شب میں آٹھ بجے انتقال فرمایا۔[1]

ظاہر ہے کہ جو جماعت مدرسہ دارالعلوم کو قائم کرنیوالی ہے وہی مظاہر علوم کی بنیاد رکھنے والی ہے اسلئے جو اغراض و مقاصد دارالعلوم کے ہیں وہی مظاہر علوم کے، جو مسلک دارالعلوم کا وہی مظاہر علوم کا۔

دارالعلوم کی طرح مظاہر علوم کو بھی اللہ پاک نے بہت مقبولیت عطا فرمائی اور ایشیا کی دوسری عظیم دینی درسگاہ قرار پائی اور اس کا فیض بھی عالمگیر ہوا۔ دنیا کا کوئی شہر ایسا نہیں جہاں مظاہر علوم کا بلاواسطہ یا بواسطہ فیض نہیں پہونچا۔ شروح حدیث کے سلسلہ میں تو وہ خدمت انجام دی کہ جس کی نظیر ملنا مشکل ہے۔ ایسے ہی وہ فضلاء تیار ہوئے جو دنیا میں ماہ و انجم بلکہ آفتاب و ماہتاب بن کر چمکے اور دنیا کو علمی و عملی روشنی سے جگمگا دیا۔ جنوبی افریقہ میں بھی

---

[1] حیات خلیل ص ۳۶ و ۳۷ ، علماء ہند کا شاندار ماضی جلد چہارم ص ۳۰۵

مولانا محمد مظہر صاحبؒ اپنا نچلا ہونٹ چاٹتے رہتے تھے۔ ان سے وجہ پوچھی گئی۔ فرمایا جہاد شاملی میں شہیدوں کے درمیان زخمی ہونے کی بنا پر میں بھی بیہوش پڑا ہوا تھا۔ حوریں شربت کے پیالے لیے ہوئے آئیں۔ شہیدوں کو پلایا۔ ایک نے میرے منہ سے لگایا ہی تھا کہ دوسری نے جلدی سے یہ کہہ کر ہٹا دیا یہ ان میں سے نہیں ہے۔ اس کی لذت آج تک نہیں گئی۔ اس لیے چاٹتا رہتا ہوں۔

(ملفوظ فقیہ الامت حضرت مفتی محمود حسن صاحب زید مجدہم)

مظاہر علوم کے فضلاء کی بڑی تعداد موجود ہے۔ جو جنوبی افریقہ میں علم کی قندیلیں روشن کیے ہوئے ہیں۔

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب محدّث سہارنپوری قدس سرہٗ کے خلفاء میں دس حضرات جنوبی افریقہ میں ہیں، جن میں سے اکثر دعوت و تبلیغ، درس و تدریس اور تزکیہ و تربیت میں مشغول ہیں۔

عالمگیر دینی دعوت و تحریک

تبلیغی جماعت

حضرت مولانا خلیل احمد صاحب محدّث سہارن پوری و مہاجر مدنی قدس سرہٗ کے ممتاز و اعلیٰ خلیفہ حضرت مولانا شاہ محمد الیاس صاحب قدس سرہٗ اس عالمگیر تحریک کے بانی ہیں۔ اس عالمگیر تبلیغ و تحریک کا تعارف فقیہ الامّت حضرت مفتی صاحب زید مجدہم کی زبانی سنئے۔ ایک سوال کے جواب میں تحریر فرمایا:

الجواب:۔ حامداً و مصلیاً۔ دہلی نظام الدین مرکز تبلیغ مسجد بنگلہ سے جو جماعتیں تبلیغ کے لئے جاتی ہیں، ان کے لئے ایک دستور العمل موجود ہے۔ ایک چھوٹا سا کتابچہ چھپا ہوا ہے جس کا نام ہے "چھ باتیں" ان چھ باتوں کو سیکھنے، سمجھنے، صحیح کرنے، دل میں جمانے، زندگی میں جاری کرنے کے لئے لوگ نکلتے ہیں، اپنے اپنے خرچ کا ہر شخص خود ذمہ دار ہوتا ہے۔ کوئی ایک روز کے لئے، کوئی تین دن کے لئے، کوئی دس دن کے لئے، کوئی ایک چلّہ کے لئے، کوئی تین چلّوں کے لئے، کوئی سال بھر کے لئے نکلتا ہے۔ بعضوں نے

Scanned by CamScanner

پوری زندگی ہی اسی مقصد کے لئے دیدی۔ اس طریقہ پر نکلنے سے عقائد بھی درست ہوتے ہیں۔ اخلاق و اعمال کی بھی اصلاح ہوتی ہے جس سے دین پختہ ہوتا ہے غلط چیزیں چھوٹتی ہیں۔ مثلاً جو شخص ایک چلہ کے لئے نکلا وہ اس مدت میں نماز باجماعت کا پابند ہوجائے گا۔ قرآن کریم کا بھی حسب حیثیت کچھ نہ کچھ حاصل کرے گا۔ گالی گلوچ، لڑائی جھگڑا، شراب نوشی، جھوٹ، غیبت، بہتان، بدخواہی، حسد وغیرہ برائیوں سے محفوظ رہے گا۔ چلہ سے واپسی پر بھی اُمید ہے کہ دیر تک اثرات باقی رہیں گے۔ پھر کچھ مدت بعد دوبارہ چلہ کے لئے نکلا تو پہلے چلہ کی باتوں میں پختگی آئے گی۔ تبلیغی نصاب سن کر اپنی زندگی کو اس کے مطابق درست کرنے کا اچھا خاصا جذبہ پیدا ہو گا۔ غرض اس طرح جتنا زیادہ سے زیادہ وقت دے گا اسی قدر زیادہ اصلاح ہوگی، دین قائم ہوگا، غلط باتوں سے بچے گا جو لوگ مالدار تاجر وغیرہ زکوٰۃ نہیں دیا کرتے تھے وہ اس تبلیغ کی بدولت باقاعدہ پورا پورا حساب کرکے زکوٰۃ ادا کرنے لگے ہیں، جن پر حج فرض تھا مگر ارادہ نہیں کرتے تھے وہ فضائل حج سن کر حج کے لئے آمادہ ہوگئے۔ بلکہ عمرہ کرنے کے لئے بھی مستقل سفر کرنے لگے۔ جگہ جگہ مکاتب مدارس قائم ہوگئے، جن سے قرآن کریم اور دینی تعلیم کو فروغ ہوا ہے۔

اچھی خاصی بڑی عمر والوں کو بھی جب تعلیمی حلقوں میں نماز سننے اور سنانے کی نوبت آئی اور اپنی غلطی پر اطلاع ہوئی تو وہ اصلاح کی فکر میں لگ گئے۔ نماز درست کرنے لگے۔ جو صرف الفاظ جانتے تھے انھوں نے معانی و مطالب کو بھی سیکھنا شروع کر دیا۔ جن لوگوں نے کسی مدرسہ میں تعلیم نہیں پائی، اس تبلیغ کی بدولت بہت سی احادیث کا مطلب یاد کرلیا۔ الغرض اس کے بے شمار منافع ہیں۔ ریلوں میں، بسوں میں، جہازوں میں جماعتیں جاتی ہیں۔ ہر بندرگاہ پر حاجیوں میں کام کرتی ہیں، بلکہ مکہ مکرمہ، عرفات، مزدلفہ، منیٰ میں کام کرتی ہیں۔ بے شمار لوگوں کا حج

Scanned by CamScanner

اس تبلیغی کام کی بدولت صحیح اور شریعت کے مطابق ہونے لگا۔ مختلف ممالک کے لوگ اس میں شامل ہوتے ہیں۔ عرب میں بھی اجتماعات ہوتے ہیں۔ ترکی، سوڈانی، یمنی، فلسطینی، شام، عراق ہر جگہ کے لوگ آتے ہیں اور جماعتیں بنا کر نکلتے ہیں۔ الغرض کوئی خطہ ایسا نہیں جہاں یہ کام نہ پہونچا ہو۔ اس کی بدولت بہت بڑی مخلوق کی اصلاح ہوئی اور ہو رہی ہے۔

جو لوگ جماعت کے مخالف ہیں انھوں نے مستقل گروہ بنا کر بڑے بڑے اجتماعات میں مخالفت اور فتنہ پردازی کے لئے بھیجے۔ اس گروہ نے جب دین حق کی باتیں سُنی اور عملی زندگی کو دیکھا تو وہ گروہ رو پڑا۔ اور بہت ندامت کے ساتھ اپنے غلط ارادوں سے توبہ کی۔ اور جن لوگوں نے اس گروہ کو بھیجا تھا ان پر بہت زیادہ اظہارِ افسوس کیا کہ ہمیں ان لوگوں نے اندھیرے میں رکھا اور غلط باتیں بتائیں۔ اِنّا للہ وَاِنّا الیہ رَاجعون۔

اگر یہی چیز وہابیت، دیوبندیت ہے تو اس پر کیا اعتراض ہے۔ حضرت مولانا محمد الیاس صاحب قدس سرہٗ العزیز ایک بے نفس بزرگ تھے جن کو حضرت رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم سے عشق تھا اور آپ کے لائے ہوئے دین کی اشاعت کے لئے اپنے آپ کو وقف کر دیا تھا اور چاہتے تھے کہ ایک مستقل جماعت ہر علاقہ میں ایسی ہونی چاہیئے جن کا مقصدِ زندگی ہی دینِ اسلام اور سُنّتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلّم کی تبلیغ و اشاعت ہو۔ صرف کلمہ و نماز پر کفایت نہ کرے بلکہ تمام دین کو لے کر دُنیا میں پھیلے۔ یہی وہ چیز ہے جس کو فرمایا تھا "ایک نئی اُمّت (قوم) پیدا کرنا ہے" جو سارے دین کو لے کر پوری دُنیا میں پھیلے۔ اور اس کی زندگی اسی مقصد کے لئے وقف ہو۔ چنانچہ کتابچہ "چھ باتیں" کے آخر میں جو ہدایات دی ہیں کہ ہمارا مقصد یہ ہے کہ حضرت نبی اکرم صلیّ اللہ علیہ وسلّم کا لایا ہوا پورا دین مسلمانوں تک پہونچاویں

اور ان کو سکھا دیں۔ اور یہ کلمہ و نماز اس کی الف، ب، ت ہے۔ اس پر کیا اعتراض ہے۔ کیونکہ صرف نماز کے لئے، تو وعظ بھی ہوتے رہتے ہیں مگر یہاں صرف نماز پر کفایت کرنا نہیں ہے۔ بلکہ پورے دین کو لے کر مستقلاً مقصد بنانا ہے۔"[1]

اس جماعت کے بانی حضرت مولانا محمد الیاس صاحب نوّر اللہ مرقدہٗ ہیں جن کا مختصر تذکرہ کیا جاتا ہے

بانیٔ تبلیغ حضرت مولانا محمد الیاس صاحب نوّر اللہ مرقدہٗ

۱۳۰۳ھ میں کاندھلہ کے ایک دینی و علمی خاندان میں ولادت ہوئی جو دینداری کا گہوارہ تھا۔ مرد تو مرد عورتوں کی دینداری، عبادت گذاری، شب بیداری، ذکر و تلاوت کے قصے اور ان کے معمولات اس زمانہ کے پست ہمتوں کے تصور سے بلند ہیں۔

"گھر میں بیبیاں عام طور پر نوافل میں اپنے اپنے طور پر قرآن مجید پڑھتی تھیں۔ اور عزیز مردوں کے پیچھے تراویح و نوافل میں سنتی تھیں۔ رمضان المبارک میں قرآن مجید کی عجب بہار رہتی۔ گھروں میں جا بجا قرآن مجید ہونے اور دیر تک اس کا سلسلہ جاری رہتا۔"[2]

عورتوں کو اتنا علم اور ذوق تھا کہ قرآن مجید پڑھ پڑھ کر مزہ لیتیں اور نماز کے بعد اپنے مقامات کا ذکر کرتی تھیں۔ نماز میں ایسی محویت اور استغراق تھا کہ بسا اوقات بعض بیبیوں کو گھر میں پردہ کرانے اور کسی حادثہ وغیرہ میں لوگوں کے آنے جانے تک کا احساس نہ ہوتا۔

---

[1] فتاویٰ محمودیہ جلد اوّل ص ۵۵۶ [2] روایت حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریا صاحبؒ۔

Scanned by CamScanner

والدہ ماجدہ حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ کی والدہ محترمہ بی صفیہ بڑی جید حافظ تھیں۔ معمول تھا کہ رمضان میں روزانہ پورا قرآن مجید اور دس پارے مزید پڑھ لیا کرتی تھیں۔ اس طرح ہر رمضان میں چالیس قرآن مجید ختم کرتی تھیں[1]

رمضان کے علاوہ امور خانہ داری کے ساتھ روزانہ کے معمولات یہ تھے:۔

"درود شریف پانچ ہزار، اسم ذات اللہ پانچ ہزار، بسم اللہ الرحمٰن الرحیم انیس سو، یا نفی گیارہ سو، لاالٰہ الا اللہ بارہ سو، یا حی یا قیوم دو سو، حسبی اللہ ونعم الوکیل پانچ سو، سبحان اللہ دو سو، الحمد للہ دو سو، استغفار پانچ سو، افوض امری الی اللہ سو، حسبنا اللہ ونعم الوکیل سو، رب انی مغلوب فانتصر سو، رب انی مسنی الضر وانت ارحم الراحمین سو، لاالٰہ الا انت سبحانک انی کنت من الظالمین سو۔ ان کے علاوہ قرآن مجید کی ایک منزل روزانہ تلاوت کا معمول تھا"[2]

ان چیزوں کا ذکر کرکے حضرت مولانا فرمایا کرتے تھے:۔

"یہ وہ گودیں ہیں جن میں ہم نے پرورش پائی ہے۔ اب وہ گودیں دنیا میں کہاں سے آئیں گی"[3]

بچپن کا رنگ حضرت مولانا کی نانی بی امۃ الرحمٰن جو حضرت مولانا مظفر حسین رحمۃ اللہ علیہ کی صاحبزادی تھیں۔ اور جن کو خاندان میں "امی بی" سے یاد کیا جاتا تھا جو رابعہ سیرت بی بی تھیں، فرمایا کرتی تھیں:۔

---

[1] تذکرۃ الخلیل [2] تذکرۃ الخلیل بحوالہ مولانا محمد یحییٰ صاحبؒ [3] حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ اور ان کی دینی دعوت۔

Scanned by CamScanner

"اختر مجھے تجھ سے صحابہ رضؓ کی خوشبو آتی ہے۔ کبھی پیٹھ پر محبت سے ہاتھ رکھ کر فرماتیں۔ کیا بات ہے کہ تیرے ساتھ مجھے صحابہ کی سی صورتیں چلتی پھرتی نظر آتی ہیں[۱]"

مولانا محمد الیاس صاحبؒ میں ابتدا سے صحابہ کرام رضؓ کی والہانہ شان کی ایک ادا اور ان کی دینی بے قراری کی ایک جھلک تھی جس کو دیکھ کر شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن صاحبؒ فرمایا کرتے تھے:

"جب مولوی الیاس کو دیکھتا ہوں تو مجھے صحابہ رضؓ یاد آجاتے ہیں[۲]"

گنگوہ کا قیام

شوال ۱۳۱۱ھ سے ۱۳۲۳ھ تک دس برس محدث وقت، فقیہ العصر، قطب زمانہ، سراج اولیاء حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی قدس سرہٗ کی تربیت میں گذرا اور منجھلے بھائی حضرت مولانا محمد یحییٰ صاحب قدس سرہٗ سے علوم کی تکمیل کی۔ اور ۱۳۲۶ھ میں دیوبند شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن صاحب قدس سرہٗ سے بخاری شریف و ترمذی شریف پڑھی۔ اس کے بعد پھر دوبارہ حضرت مولانا محمد یحییٰ صاحبؒ سے حدیث کا دورہ پورا کیا۔

تکمیلِ سلوک

بیعت تو حضرت گنگوہی قدس سرہٗ سے ہو چکے تھے۔ حضرتؒ کی وفات کے بعد حضرت مولانا خلیل احمد صاحب محدث سہارنپوری رحؒ سے رجوع کیا اور منازلِ سلوک طے کئے۔ اور حضرت سہارنپوریؒ کی طرف سے خلیفہ و مجاز ہوئے۔ اولاً حضرت شیخ الہندؒ سے درخواست کی۔ انھوں نے فرمایا۔ میرے پاس کیوں آئے ہو تمہارا حصہ تو حضرت مولانا خلیل احمد صاحب کے پاس ہے۔ اس کے بعد حضرت سہارنپوریؒ سے رجوع فرمایا۔

---

[۱] تذکرۃ الخلیل [۲] حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ اور ان کی دینی دعوت۔

بستی حضرت نظام الدین کا قیام اور اصلاحی تبلیغی کام

۱۳۲۸ھ میں مظاہر علوم میں مدرسی کیلئے تقرر ہوا ۱۳۳۶ھ کو شب جمعہ میں بڑے بھائی مولانا محمد صاحبؒ کی وفات ہوئی۔ ان کی جگہ اکابر کے مشورہ سے حضرت مولانا محمد الیاسؒ کو تجویز کیا گیا اور وہیں سے حضرت مولانا رحمہ نے قوم میو سے دعوت و تبلیغ کے کام کا آغاز فرمایا جو اپنے کو مسلمان کہتے تھے مگر مسلمان ہونے کی کوئی نشانی تک ان میں نہ تھی، یہاں تک کہ ان کے نام بھی مسلمانی نہ ہوتے تھے بلکہ ماتا سنگھ، پرہلاد سنگھ، بھیم سنگھ جیسے ہوتے تھے۔ پوجا پاٹ میں دیوی دیوتاؤں کی پرستش کرتے ہی تھے گوبرتک کی پوجا کرتے تھے۔ ان کی عبادت گاہوں کے نام بھی ہندوانہ تھے۔ جیسے پانچ پیرا، بھیسا، چاہنڈ، کھیڑا دیو، مہادیوی ان پر قربانیاں بھی چڑھاتے تھے، شب برات مناتے تھے۔ اور سید سالار مسعود غازی خاں کا جھنڈا اٹھاتے تھے اور اس کو پوجتے تھے۔ دھوتیاں پہنتے تھے۔ عورتیں ہندوانہ گھگھریا پہنتی تھیں۔

غرض کہ طور طریق، صورت وشکل اور لباس کے اعتبار سے کوئی ان کو مسلمان نہیں کہہ سکتا تھا۔ ابتداء میں طریق کار یہ رکھا گیا کہ میو قوم کے جو افراد دہلی میں محنت مزدوری کے لئے آتے رہتے تھے انھیں مزدوروں میں سے چند نوجوان مزدوروں کو بنگلہ والی مسجد میں روکا گیا۔ روزانہ ان کو مزدوری دی جاتی رہی اور کام صرف یہ لیا جاتا کہ ان کو دین و مذہب کی بنیادی باتیں سکھائی جاتیں، اور ان کے ذہنوں میں خدا و رسول کی عظمت و اہمیت، اسلام و ایمان کی حقیقت بٹھائی جاتی رہی۔ ان کو مزدوری بھی ملتی رہی اور تعلیم بھی دی جاتی رہی اور کوئی دوسرا کام نہیں تھا۔ پھر ان کو بتدریج از خود دلچسپی ہونے لگی اور زیادہ دلچسپی سے دین سیکھنے

لگے۔ اور کچھ کتابی تعلیم کا سلسلہ بھی شروع کر دیا۔ جب ان میں کچھا ستعداد پیدا ہوگئی تو ان کو دینی مدرسوں میں بھیج کر ان کی تعلیم کو مکمل کرا دیا گیا۔ تکمیل تعلیم کے بعد وہ ایک نئے جوش وجذبہ کے ساتھ اپنی قوم اور وطن واپس گئے اور دین کے کاموں میں پُر جوش طریقہ سے لگ گئے۔ حضرت مولانا نے میوات میں چھوٹے چھوٹے مکاتب بھی قائم فرمائے اور بچوں کو ان مکتبوں میں داخل کرنے کی لوگوں کو ترغیب دی چند برسوں میں ان مکاتب کی تعداد ایک سو سے زائد ہوگئی۔ اس طرح میو قوم میں دین کی ایک لہر پیدا ہوگئی۔ ۱۹۲۴ء کو قصبہ نوح ضلع گوڑگاؤں میں میو برادری کی ایک بہت بڑے پیمانے پر پنچایت بلائی گئی، جس میں میو قوم کے تمام چودھریاں اور سربرآوردہ، نمایاں اور ممتاز افراد بلائے گئے۔ اس پنچایت میں مندرجہ ذیل باتیں منظور کرائی گئیں اور اس پر سب کے دستخط لیے گئے:۔

(۱) کلمہ (۲) نماز (۳) دینی تعلیم حاصل کرنا اور اس کی اشاعت کرنا (۴) اسلامی شکل وصورت بنانا (۵) اسلامی رسوم کو اختیار کرنا اور رسوم شرکیہ کو مٹانا (۶) عورتوں کا پردہ کرانا (۷) اسلامی طریقہ پر نکاح کرنا (۸) عورتوں کو مسلمان جیسا لباس پہننا، (۹) اسلامی عقیدہ سے نہ ہٹنا اور کسی غیر مذہب کو نہ قبول کرنا (۱۰) ہر اجتماع اور جلسہ میں ذمہ داروں کو شریک ہونا (۱۱) دین کی تبلیغ کے لیے محنت اور کوشش کرنا (۱۲) تبلیغ صرف علماء کا ہی کام نہیں بلکہ سب کا فریضہ ہے اور ہم سب اس کو انجام دیں گے۔

میو برادری نے اس پر پابندی سے عمل کیا۔ کوئی خلاف ورزی کرتا تو اس سے قطع تعلق کر دیتے۔ اس طرح پورے میوات میں انقلاب کی تیز لہر چلنے لگی اور زندگی کے ہر پہلو میں واضح طور پر تبدیلی نظر آنے لگی۔ جاہلی معاشرہ اسلامی معاشرہ میں تبدیل ہونے لگا۔ ذہن و مزاج، شکل وصورت اور لباس ہر چیز تیزی سے

بدلنے لگی۔ دین کی تڑپ اور مذہب سے وابستگی پوری میو برادری میں فداکارانہ حد تک پیدا ہو گئی۔

۱۹۲۶ء میں حضرت مولانا محمد الیاس صاحب قدس سرہ نے میوات والوں کو تبلیغ کے کام میں لگایا، ان کی جماعتیں بنائیں۔ دس دس پندرہ ۱۵ پندرہ ۱۵ کی تعداد میں ان کو پورے علاقہ میوات میں بھیجنا شروع کیا اور ہر ہر جماعت سے صرف ایک ایک ہفتہ کا وقت لیا گیا۔ اس طرح پورے میوات میں اِدھر سے اُدھر اور اُدھر سے اِدھر آتی اور جاتی رہیں اور تبلیغی کام کرتی رہیں۔ ۱۹۳۲ء میں میوات میں تبلیغ کرنے والی جماعتوں کو پابند بنایا گیا کہ ہر گاؤں کے ہر گھر سے آدمی نکلے اور جماعت بنا کر اپنے قرب و جوار میں پانچ کوس کے علاقہ میں گشت کریں اور سب کو دین سکھائیں۔ اس پر بھی پوری پابندی سے عمل کیا گیا۔ اس طرح ہزارہا ہزار آدمی پورے میوات میں چل پھر کر دین سکھاتے رہے۔ ہر گاؤں ہر خاندان بلکہ ہر گھر میں تبلیغ اور جماعت میں جانے کا چرچا اور تیاریاں نظر آنے لگیں جیسے اس پورے علاقہ میں سوائے تبلیغ اور دین کی اشاعت کے اس قوم اور برادری کا اور کوئی دوسرا کام ہی نہیں تھا۔

اس شبانہ روز کی جدوجہد سے میوات کا ہر گاؤں تبلیغ کا مرکز بن گیا۔ اور ۳۰ لاکھ آبادی والا یہ علاقہ قرنِ اولیٰ کے مسلمانوں کی طرح شب و روز دین کی جد و جہد میں لگ گیا اور پورے علاقہ میں دینی انقلاب برپا ہو گیا۔ کہاں وہ مشرکانہ طور طریق، رسم و رواج کہ مسلم غیر مسلم میں تمیز دشوار تھی اور آج یہ عالم کہ ہر مسلمان دوسروں سے ممتاز دین کا مبلغ بن گیا ؎

خود نہ تھے جو راہ پر اوروں کے ہادی بن گئے
کیا نظر تھی جس نے مُردوں کو مسیحا کر دیا

Scanned by CamScanner

۱۹۳۷ء میں جب حضرت مولانا قدس سرہ نے اہل میوات کی کچھ جماعتیں ایسی تشکیل کیں جن کو میوات سے باہر علاقوں میں بھیجا گیا اور پھر یہ سلسلہ چل پڑا۔ اور دور دراز علاقوں میں بھی ان کی جماعتیں جانے لگیں[1]

امر غیبی

۱۳۴۴ھ میں دوسرے حج کے لیے حضرت مولانا خلیل احمد صاحبؒ کی ہمرکابی میں تشریف لے گئے۔ حضرت مولانا فرماتے تھے:

"کہ مدینہ طیبہ کے قیام کے دوران میں مجھے اس کام (تبلیغ) کے لیے امر ہوا اور ارشاد ہوا ہم تم سے کام لیں گے۔ کچھ دن میرے اس بے چینی میں گذرے کہ میں ناتواں کیا کر سکوں گا؟ کسی عارف سے ذکر کیا تو انھوں نے فرمایا کہ پریشانی کی کیا بات ہے۔ یہ تو نہیں کہا گیا کہ تم کام کرو گے۔ یہ کہا گیا ہے کہ ہم تم سے کام لیں گے۔ بس کام لینے والے کام لے لیں گے"

اس سے بڑی تسکین ہوئی اور حرمین شریفین میں پانچ مہینہ قیام کے بعد ۱۳ ربیع الثانی ۱۳۴۵ھ کو واپسی ہوئی۔

تبلیغی گشت کی ابتداء

حج سے واپسی پر حضرت مولانا نے تبلیغی گشت اور تبلیغی دورے شروع فرمائے کہ عوام میں نکل کر دین کے اوّلیں اصول وارکان (کلمہ توحید اور نماز) کی تبلیغ کریں۔

خود بھی بڑے بڑے دورے فرمائے اور دوسروں کو بھی جماعت بنا کر مختلف علاقوں میں بھیجنا شروع فرمایا اور حضرت مولاناؒ کی انتھک مساعی کی وجہ سے ملک بھر میں سلسلہ تبلیغ شروع ہو گیا اور بہت سے رسوم درواج ختم ہوئے باہمی نزاعات کے فیصلے ہوئے اور ہزاروں لاکھوں بندگان خدا جو معاصی میں مبتلا

---

[1] مجلہ ترجمان الاسلام اپریل مئی جون ۱۹۹۰ء جامعہ اسلامیہ ریوڑی تالاب بنارس ۱۲

تھے اور دین سے ناآشنا تھے توبہ کرکے دیندار بن گئے۔ کتنے چور اور ڈاکوؤں اور جرائم پیشہ لوگوں نے توبہ کی اور کتنے خدا سے ناآشنا لوگ نوافل تک کے پابند اور اخیر شب میں سربسجود ہونے والے اور امّت کے لئے گڑگڑا کر اپنے خدا سے مانگنے والے بن گئے۔

دعوت کا انہماک

حضرت مولانا سیّد ابوالحسن علی ندوی مدظلہم تحریر فرماتے ہیں:

"اس موضوع (احیاءِ دین) کے سوا کوئی بات کہنا تو درکنار سننا تک گوارا نہ تھا۔ اگر کوئی شخص دوسری بات سامنے شروع کر دیتا تو اکثر اوقات برداشت نہ فرما سکتے اور فوراً روک دیتے۔ خدّام میں سے کوئی خیریت مزاج پوچھتا تو فرماتے:

بھئی تندرستی بیماری تو انسان کے ساتھ لگی ہوئی ہے اس میں کیا خیریت اور بے خیریت۔ خیریت تو جب ہے کہ جس کام کے لئے پیدا کئے گئے ہیں وہ کام ہو اور حضور صلی اللہ علیہ وسلّم کی روحِ مبارک کو چین ہو۔ صحابہ کرام رضؓ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلّم نے جس حال میں چھوڑا تھا اس میں ادنیٰ تغیر آنے کو بھی وہ خلافِ خیریت سمجھتے تھے"[1]

"کاندھلہ سے کچھ اعزّہ عیادت کیلئے آئے۔ مولانا نے پوچھا کس لئے آئے ہو کہنے لگے آپ کی خیریت دریافت کرنے کیلئے۔ فرمایا جو مٹنے کے لئے بنا ہے اس کی خیریت پوچھنے کے لئے کاندھلہ سے یہاں تک آؤ اور رسولِ کریم (صلی اللہ علیہ وسلّم) کا دین عزیز جو مٹنے والا نہیں وہ مٹا جا رہا ہے اور تم اس کی خبر نہیں لیتے"[2]

---

[1] حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ رحؒ اور ان کی دینی دعوت ص۱۶۶ بحوالہ رسالہ الفرقان ماہ رجب شعبان ۱۳۶۳ھ [2] ایضاً ص۱۶۷

دردو بیقراری

حضرت مولانا علی میاں مدظلہ العالی تحریر فرماتے ہیں:

"مولانا کا سا درد اور بے قراری دیکھنے میں نہیں آئی۔ جس شخص نے نہیں دیکھا وہ تصور نہیں کر سکتا۔ بعض اوقات ماہیٔ بے آب کی طرح تڑپتے، آہیں بھرتے اور فرماتے "میرے اللہ میں کیا کروں کچھ ہوتا نہیں"۔ کبھی کبھی دین کے اس درد اور اس فکر میں بستر پر کروٹیں بدلتے اور بے چینی بڑھتی تو اٹھ کر ٹہلنے لگتے۔ ایک رات والدۂ مولانا یوسف صاحبؒ نے پوچھا کہ آخر کیا بات ہے کہ نیند نہیں آتی۔ فرمایا کیا بتلاؤں۔ اگر تم کو وہ بات معلوم ہو جائے تو جاگنے والا ایک نہ رہے دو ہو جائیں۔

بعض اوقات دیکھنے والوں کو ترس آتا اور تسکین دیتے۔ بعض مرتبہ اس جوش کے ساتھ گفتگو کرتے کہ معلوم ہوتا کہ سینہ میں تنور گرم ہے۔ حمیتِ اسلامی اور جذبات کا ایک طوفان برپا ہے۔ زبان ساتھ نہیں دیتی۔ اور الفاظ مساعدت نہیں کرتے۔ بعض مرتبہ پورا درد دل کہنے کے بعد غالب کے مشہور شعر کو بڑی لطیف ترمیم کے ساتھ پڑھتے ؎

بک رہا ہوں جنوں میں کیا کیا
کچھ تو سمجھے خدا کرے کوئی

کبھی سامعین کے اضطراب اور وحشت کا خیال کر کے خاموش ہو جاتے لیکن یہ شعر (جو حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ نے بہت خطوط کے آخر میں بار بار لکھا ہے) حسبِ حال ہوتا ؎

اندکے پیش تو گفتم غم دل ترسیدم
کہ تو آزردہ شوی ورنہ سخن بسیار است

اس کیفیت کو دیکھ کر اندازہ ہوتا کہ انبیاء علیہم السلام کو ان کے زمانہ کے لوگ مجنوں کیوں کہتے تھے اور لعلك باخع نفسك الاّ یکونوا مومنین کی تنبیہ کی۔ بار بار ضرورت کیوں پیش آئی تھی۔ اس درد و بیقراری سے عہدِ سلف کے اولوالعزم اور دردمند انسانوں کے سوز و اضطراب کا اندازہ ہوتا تھا کہ دین کے انحطاط و تنزل اور اپنے زمانہ کی دینی ویرانی کا ان کو کیسا احساس تھا اور دین کی وہ کیا غیرت و حمیّت تھی جس نے حضرت مجدّد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے قلم سے بار بار یہ شعر لکھوایا ؎

آنچہ من گم کردہ ام گر از سلیماں گم شدے
ہم سلیماں ہم پری ہم اہرمن بگریستے

اور یہ الفاظ ان کے قلم سے نکلے، وا ویلاہ وا حزناہ وا مصیبتاہ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کہ محبوب رب العالمین است اتباعِ او ذلیل وخوارند و دشمنانِ او باعزّت و اعتبار۔[1]

دل کی اس تپش اور حرارت کے ساتھ اور طبیعت کی اس بے چینی اور بیقراری کے ساتھ یہ انھیں کا ظرف و ضبط تھا کہ ہنستے بولتے بھی تھے لوگوں کا اکرام بھی کرتے تھے اور دُنیا کے سب کام کرتے تھے۔ ورنہ یہ شعلۂ جانسوز جس کو برسوں سے سینہ میں لئے ہوئے تھے کبھی اور کام کا نہ رکھتا تو تعجب نہ تھا۔ اور بالآخر اس کے سوز سے شمع کی طرح پگھلتے پگھلتے شب عمر نے سحر کر دی ؎

ہمچو شبنم دیدۂ گریاں شدم تا ازین آتش پنہاں شدم
شمع را سوز عیاں آموختم خود نہاں از چشم عالم سوختم
شعلہ ہا آخر ز ہر مویم دمید از رگ اندیشہ ام آتش چکید

---

[1] مولانا الیاس اور انکی دینی دعوت ص۲۱۳۔

Scanned by CamScanner

حضرت مولانا محمد الیاس صاحب قدس سرہ کی اس بے چینی اور بے کلی کا انداز حضرت کے اس خط سے کچھ ہو گا۔ تحریر فرماتے ہیں:۔

"میں جناب محمد علیہ الصلوٰۃ والسلام کی روح پاک کو اپنی اس اسکیم کے زندہ ہوئے بغیر بے چین پا رہا ہوں۔ اور اس وقت دنیا میں مذہب کی تازگی اور تمام دنیا کی اسلامی مخلوق کی بلاؤں اور آفات کا دفعیہ مجھے کھلی آنکھوں اپنی اس تحریک کی تازگی میں منحصر نظر آرہا ہے[1]"

ایک خط میں تحریر فرماتے ہیں:

"اس بات کا ضرور یقین کرنا چاہیے کہ جو شخص اسلام کے مٹنے کا درد لیے ہوئے بغیر مریگا اس کی موت بدترین موت ہے۔ مذہب کے فروع سے غفلت والا اور اپنی ہی لذت اور دنیوی زندگی میں مست رہنے والا قیامت کے دن روسیاہ اٹھے گا۔

میرے دوستو! دین کی کوشش میں لگا ہوا شخص مرنے کے وقت ترو تازہ اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سرخ روئی سے مُنہ کر سکے گا۔ اور محمدی دین سے غفلت میں مرنے والا روسیاہ اور محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے سامنے مُنہ نہ کرنے کے قابل اور بُری موت مرے گا۔ دین کے اندر کی کوشش حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے درد کا مرہم ہے۔ اتنی بڑی ہستی کے مرہم کا فکر نہ کرنا بڑی جہالت اور سخت بڑی بات ہے[2]"

۱۱ رجب ۱۳۶۳ھ کو حضرت مولانا قدس سرہ کا وصال ہوا۔

إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ

---

[1] حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ اور ان کی دینی دعوت ص ۲۹۳ [2] ایضاً ص ۲۹۴

Scanned by CamScanner

داعی الی اللہ حضرت مولانا محمد یوسف صاحب رحمۃ اللہ علیہ

جانشینی

حضرت مولانا محمد الیاس صاحب قدس سرہٗ کے انتقال سے دو روز قبل حضرت قدس سرہٗ کے فرزند مولانا محمد یوسف صاحب قدس سرہٗ کی جانشینی حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب مہاجر مدنی قدس سرہٗ اور حضرت مولانا عبدالقادر صاحب رائے پوری قدس سرہٗ اور حضرت مولانا ظفر احمد صاحب شیخ الاسلام پاکستان قدس سرہٗ کے مشورہ سے عمل میں آئی۔

انتقالِ نسبت

انتقال سے کچھ ہی پہلے حضرت مولانا محمد الیاس صاحب قدس سرہٗ نے اپنے فرزند مولانا محمد یوسف صاحبؒ کو پاس بلایا، محبت بھری نگاہ ڈالی اور فرمایا، یوسف! آمل لے، ہم تو چلے۔ خدا جانے اس پُر محبت نگاہ میں کیا جادو بھرا تھا اور اس شفقت بھرے جملے میں کیا مقناطیسیت تھی جس نے درد و فکر، فیضانِ الٰہی، یقین و ایمان کی ایک نہ بجھنے والی آگ بجلی کے کرنٹ کی طرح ایک سے دوسرے کے اندر منتقل کردی اور وہ خلا جو ایک عظیم شیخ و داعی الی اللہ کے جانے سے پیدا ہو رہا تھا وہ اسی انتقالِ نسبت سے اور خدا کی شانِ عطائی اور فضلِ سرمدی سے پُر ہوا ؎

ایں سعادت بزورِ بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب قدس سرہٗ تحریر فرماتے ہیں:

"چچا جان (مولانا محمد الیاس صاحبؒ) کے وصال کے بعد ہی ایک پرواز اس (مولانا محمد یوسف) نے کی، جس کے متعلق اس ناکارہ کا اور حضرت اقدس رائے پوری نور اللہ مرقدہٗ کا یہ خیال ہوا کہ چچا جان نور اللہ مرقدہ کی نسبت خاصہ منتقل ہوئی ہے اور ہر بات میں اس کا خوب مشاہدہ ہوتا۔ اس کے بعد اس کی ترقیات کو دیکھتا رہا۔ حضرت مدنی نور اللہ مرقدہٗ کے وصال کے بعد سے مرحوم میں ایک جوش کی کیفیت پیدا ہوئی اور کسی بڑے سے بڑے ذی وجاہت شخص کے سامنے اپنی بات کو نہایت جرأت اور بے خوفی سے کہنے کا ظہور ہوا اور وہ بڑھتا ہی رہا۔ اس کے بعد حضرت اقدس رائے پوری نور اللہ مرقدہٗ کے وصال کے بعد اس کی گفتگو اور تقاریر میں انوار و تجلیات کا ظہور پیدا ہوا۔ کیا بعید ہے کہ ان دونوں بزرگوں کی خصوصی توجہات اور مرحوم کے ساتھ شفقت و محبت کا یہ ثمرہ ہو[1]"

حضرت مولانا محمد منظور صاحب نعمانی زید مجدہم تحریر فرماتے ہیں:

"اس عاجز نے اور غالباً ہر دیکھنے والے نے حضرت مولانا محمد الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی میں تین باتیں بہت ہی غیر معمولی درجہ میں دیکھیں (۱) دین کا درد و فکر (۲) اللہ تعالیٰ پر اعتماد و یقین (۳) معارف و حقائق کا فیضان۔ دین کے درد و فکر کے لحاظ سے ان کا حال بلا مبالغہ اس باپ کا سا تھا جس کا اکلوتا باکمال بیٹا جس سے اس کی بڑی امیدیں اور آرزوئیں وابستہ ہوں سخت بیمار اور موت و حیات کی کشمکش میں مبتلا ہو اور اس کی زندگی اور صحت کی فکر نے تمام دوسری فکروں اور ذاتی مسئلوں کو بالکل دبا دیا ہو۔

---

[1] سوانح حضرت مولانا محمد یوسف صاحبؒ ص ۱۹۹

Scanned by CamScanner

اللہ تعالیٰ کے وعدوں پر اور اس کی مدد پر ان کو ایسا اعتماد و یقین تھا گویا قضاء و قدر کے فیصلوں کو انھوں نے آنکھوں سے دیکھ لیا ہو۔

اللہ تعالیٰ کے بارے میں، آخرت کے بارے میں، دین کے بارے میں جب باتیں فرماتے تو اہلِ علم اور اصحابِ درس بھی محسوس کرتے تھے کہ اُن کے قلب پر حکمت کا فیضان ہو رہا ہے اور وَمَنْ یُّؤْتَ الْحِکْمَۃَ فَقَدْ اُوْتِیَ خَیْرًا کَثِیْرًا کی تفسیر سامنے آجاتی۔

پھر حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کے بعد ہر دیکھنے والے نے کھلی آنکھوں دیکھا کہ یہ تینوں باتیں دفعتاً حضرت مولانا محمد یوسف صاحبؒ میں آگئیں۔ اور ان تینوں میدانوں میں وہ بہت تیز رفتاری بلکہ برق رفتاری سے بڑھتے رہے۔[1]

غیر ممالک کیلئے جماعتیں

غیر ممالک میں جماعتوں کے جانے کا سلسلہ تو کسی درجہ میں حضرت مولانا محمد الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے زمانہ ہی میں شروع ہو گیا تھا مگر اندرونِ ملک زیادہ کوشش رہی اور بیرونِ ممالک میں زیادہ کام کا موقع نہ مل سکا۔ حضرت مولانا محمد یوسف صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اندرونِ ملک بھی ہر شہر ہر قریہ میں جماعتوں کا نظم بنایا۔ اس طرح ہر کلمہ گو کے مکان پر جماعتیں پہونچ پہونچ کر مکان والوں کو اپنے خالق و مالک کے دین اور اس کے احکام بجا آوری کے لئے دعوت دیتے ہیں۔ اسی طرح غیر ممالک میں جماعتوں کے جانے کا ایک منظم طریقہ جاری ہوا۔ اس طرح کہ آج دُنیا کا کوئی ملک اور کوئی شہر ایسا نہیں جہاں یہ جماعتیں نہیں پہونچیں۔

---

[1] سوانح حضرت مولانا محمد یوسف صاحبؒ ص۲۔

افریقہ میں جماعتوں کی نقل و حرکت

افریقہ ہندوستان کے جنوب مغرب میں جو ایک بڑا برِّ اعظم ہے جس میں چھوٹے بڑے مسلم اور غیر مسلم آبادی والے بیسیوں مُلک ہیں۔ بعض ممالک میں ۹۰، ۹۵ فیصدی مسلمانوں کی آبادی ہے اور بعض مُلکوں میں بڑی چھوٹی مسلمانوں کی اقلیت بستی ہے۔ افریقہ کے مختلف ملکوں میں ہندوستانی اور پاکستانی تاجر بڑی تعداد میں تجارت کرتے ہیں، اس وقت افریقہ پر دُنیا کی نگاہیں لگی ہوئی ہیں۔ اس لئے کہ وہ آئندہ دُنیا کا مرکز بن سکتا ہے اور دنیا کے نقشے میں اس کو بڑی اہمیت حاصل ہو سکتی ہے۔ مختلف تحریکات خواہ وہ حق ہوں یا باطل، اسی طریقہ سے مختلف مذاہب کے مبلّغین اس وقت افریقہ میں سرگرم عمل ہیں۔ اور باطل مذاہب اور تحریکیں اپنے پورے مادّی وسائل کے ساتھ اس برِّ اعظم کے ممالک میں چل رہی ہیں اور ان کی اشاعت کے لیے دولت و ثروت اور خدمت و حُسنِ سلوک، مادّی ترقیات کے ساتھ قوموں کی قومیں کام کر رہی ہیں۔ اور بڑے بڑے ممالک اپنی مشنریوں کے ذریعہ ان کام کرنے والوں کے ساتھ تعاون کر رہے ہیں لیکن اسلام کی جاذبیت اور دلکشی بے سروسامانی کی حالت میں بھی ان سیدھے سادھے انسانوں کو اپنی طرف کھینچ رہی ہے ؎

ذرا نم ہو تو یہ مٹی بڑی زرخیز ہے ساقی

حضرت مولانا محمد یوسف صاحبؒ کو افریقہ سے انتہائی دلچسپی تھی اور ان کی نظر بھی اس کو دیکھ رہی تھی کہ اگر افریقہ میں یہ کام کیا جائے تو آئندہ سالوں میں اس کام کے ذریعہ افریقہ میں بڑی ذہنی بیداری اور شعور پیدا ہو جائے گا۔ اس لئے آپ نے جماعتوں کو افریقہ روانہ کرنا شروع کیا اور چند سالوں میں ان

ممالک کے باشندوں نے اس کام کو اپنا لیا۔ خصوصاً وہ اہل علم اور ذی اثر علما اور تاجر جو پہلے سے افریقہ کے ملکوں میں قیام پذیر تھے انھوں نے دعوت پر لبیک کہا اور بعضوں نے اپنی زندگیاں اس کام کے لئے وقف کردیں۔

افریقہ میں اوّل اوّل تبلیغی جماعتیں ۱۹۵۶ء میں حسب ذیل ملکوں میں پہنچیں (۱) کینیا (۲) یوگنڈا (۳) تنزانیا (۴) ملاوی (۵) زمبیا (۶) موزنبیق (۷) مشرقی افریقہ (۸) روڈیشیا (۹) جنوبی افریقہ (۱۰) موریشش یونین وغیرہ۔ ان ممالک میں ہندوستان کے تبلیغی کام کرنے والے جن میں گجراتی غالب تھے مولوی موسیٰ سورتی کی امارت میں پہونچے اور مقامی آبادی نے جس میں ہندوستانی تاجر تھے آنے والوں کا استقبال کیا اور اوقات کو دے کر اس کام کو پھیلایا۔ اس کے بعد ۱۹۶۵ء تک مشرقی اور جنوبی افریقہ میں تبلیغی جماعتوں کا ایسا تسلسل قائم ہوگیا کہ افریقہ میں بعض بڑے ذی استعداد اور دین کا درد رکھنے والے لوگ پیدا ہوگئے اور انھوں نے اپنی زندگیاں اس کام میں لگادیں۔ بار بار مرکز نظام الدین حاضر ہوئے اور ہندو پاک کی جماعتوں کے ساتھ زیادہ سے زیادہ اوقات دے کر اور ہندو پاک کی جماعتوں کو لے کر افریقہ میں پھرے۔ مختلف شہروں اور علاقوں میں بڑے بڑے اجتماعات منعقد کئے اور پیدل جماعتوں کا نظام بنایا۔

الحمدللہ افریقہ میں تبلیغی کام روز افزوں ہے عموماً ہر شہر میں مراکز قائم ہورہے ہیں اور بستی بستی گھر گھر جماعتوں کے ذریعہ دین کی آواز پہونچائی جارہی ہے۔ مختلف علاقوں میں بڑے اجتماعات بھی کئے جارہے ہیں اور ان اجتماعات سے بڑے اثرات مرتب ہورہے ہیں[1]۔

---

[1] تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو سوانح حضرت مولانا محمد یوسف صاحب رحمہ ص۴۸۵ تا ص۴۹۸۔

حضرت مولانا محمد انعام الحسن صاحب زید مجدہم
امیر تبلیغ نظام الدین دہلی

امیر تبلیغ حضرت مولانا محمد یوسف صاحب نور اللہ مرقدہٗ کے بعد انکے رفیق کار اور رفیق درس فاضل مظاہر علوم سہارن پور حضرت مولانا محمد انعام الحسن صاحب دامت برکاتہم (جو خود بانیٔ تبلیغ حضرت مولانا محمد الیاس صاحب قدس سرہٗ کے تربیت فرمودہ اور سفر حضر میں اکثر حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ اور ان کے بعد حضرت مولانا محمد یوسف صاحبؒ کے ساتھ رہ کر دعوت و تبلیغ کے مزاج سے پورے طور پر واقف) کو ان کا جانشین اور امیر تبلیغ اکابر علماء و سرپرستانِ تبلیغ بالخصوص حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب نوّر اللہ مرقدہٗ کے مشورہ سے تجویز کیا گیا جو بجا طور پر اس کے اہل ہیں، جو روز و شب اُمّت کے درد و غم میں درد مند اور فکر مند رہتے ہیں۔ اور ہر وقت اسی فکر میں رہتے ہیں مسلمانوں میں زندگی کے ہر شعبہ میں دین کس طرح جاری و مستحکم ہو اور غیروں میں دین کس طرح پہونچے جن کا حال اس شعر کا مصداق ہے ؎

خنجر چلے کسی پر تڑپتے ہیں ہم امیر
سارے جہاں کا درد ہمارے جگر میں ہے

حضرت مولانا محمد عمر صاحب پالن پوری دامت برکاتہم فاضل دارالعلوم دیوبند و خلیفہ و مجاز حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب (قدس سرہٗ) ان کے دستِ راست اور قوتِ بازو بنے ہوئے ہیں۔ اگر ایک قلبِ تبلیغ ہیں تو دوسرے

Scanned by CamScanner

دماغ تبلیغ یا اگر ایک دماغ تبلیغ ہیں تو دوسرے زبان تبلیغ، جن کے درد و فکر اور مساعی جمیلہ سے دعوت و تبلیغ کو مزید وسعت اور استحکام حاصل ہو رہا ہے۔ اور ہر کچے پکے گھر میں دین کی آواز اس جماعت کی بدولت پہنچ رہی ہے۔ اگر اس دعوت و تبلیغ کی وسعت اور ہمہ گیری کو دیکھ کر یہ کہا جائے کہ اس کی نظیر سے پوری تاریخ اسلام خالی ہے بیجا یا مبالغہ نہیں۔

ایک ضروری گذارش

(۱) تبلیغی جماعت میں چونکہ ہر قسم کے آدمی ہوتے ہیں واقف بھی ناواقف بھی، عالم بھی جاہل بھی، نیک بھی بد بھی، رہزن، شرابی، کبابی، سودخوار بھی، انھیں کو دین سیکھنے اور جو سیکھ چکے اس کو دوسروں کو سکھانے کے لیے جماعت میں نکالا جاتا ہے۔ ہر چند کہ ان کو اصول کی پابندی کی پوری ہدایت مرکز کی طرف سے کی جاتی ہے مگر بعض لوگوں سے بے اصولی بھی ہو جاتی ہے جو کوئی مستبعد نہیں۔ بہت سے حضرات انھیں بے اصولیوں اور خامیوں کو دیکھ کر تبلیغی جماعت سے بدگمان ہو کر اعتراضات کرنے لگتے ہیں۔ سوچنا چاہیے کہ بے اصولی اور خامی سے کون شخص یا کونسی جماعت خالی اور پاک ہے اس کا علاج جماعت سے علیحدہ ہو جانا یا اس پر اعتراضات کرنا نہیں بلکہ جن لوگوں سے بے اصولی ظاہر ہو شفقت اور دلسوزی کے ساتھ ان کو سمجھا دیا جائے یا مرکز کو اطلاع کر دی جائے کہ وہ حضرات اپنے طور پر اس کی اصلاح کی فکر کریں گے۔

(۲) جن اکابر نے مدارس اور خانقاہوں کا جال پھیلایا انھوں نے ہی

Scanned by CamScanner

تبلیغی جماعت کا سلسلہ بھی جاری کیا، دونوں کا مقصد ایک ہی ہے اشاعتِ دین۔ نہ تبلیغ مدارس سے مستغنی، نہ مدارس تبلیغ سے۔ نہ کسی ایک کو ترک کیا جاسکتا ہے، اس لیے جو جس شعبہ میں مشغول ہے اس مشغولی کے ساتھ ایک دوسرے کا امکانی تعاون کریں کہ جس سے اپنے شعبہ میں بھی خلل اور نقصان واقع نہ ہو۔ اور ایک شعبہ والا دوسرے شعبہ میں کام کرنے والوں کو اپنا محسن سمجھے کہ انھوں نے ہماری ذمہ داری کو ہلکا کردیا ورنہ یہ کام بھی ہم کو کرنا پڑتا۔ دونوں کام ایک ہی درخت کے دو تنے اور ایک سمندر کی دو نہریں ہیں۔

حضرت مولانا انعام الحسن صاحب دامت برکاتہم نے ایک موقع پر سنایا تھا کہ حضرت مفتی محمود حسن صاحب زید مجدہم نے سنایا تھا۔ ہم بم ساز ہیں (کہ مدارس میں علماء کو تیار کرتے ہیں) اور تم بم بار ہو (کہ ان علماء کو مختلف ممالک میں تبلیغ میں بھیجدیتے ہیں)

اس لیے ہر ایک کو دوسرے کا پورا تعاون کرنا چاہیے۔

Scanned by CamScanner

حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی قدس سرہٗ

انگریز کے خلاف تھانہ بھون اور شاملی کے جہاد اور معرکوں میں نہ یہ کہ شریک ہوئے بلکہ مجاہدین کی قیادت فرمائی۔ جس کے نتیجہ میں انگریزوں نے اپنے غلبہ کے بعد گرفتار کیا اور تقریباً چھ ماہ حوالات میں رہ کر جرم ثابت نہ ہونے کی بنا پر رہا ہوئے۔

حضرت قدس سرہٗ کا منشاء حضرت حاجی صاحب قدس سرہٗ کے ہمراہ مکہ معظمہ ہجرت فرمانے کا تھا مگر خود حضرت حاجی صاحب قدس سرہ نے ہندوستان قیام فرمانے کا حکم فرمایا کہ اللہ پاک کو آپ سے بہت سے کام لینے ہیں۔

حضرت مولانا عاشق الٰہی صاحب میرٹھی قدس سرہٗ تذکرۃ الرشید میں تحریر فرماتے ہیں:

"راتوں چلتے، دنوں چھپتے، خاردار جنگل پیدل قطع کرتے، تگری[۱] اور پنجلاسہ وغیرہ پہونچے جہاں حضرت حاجی امداد اللہ صاحبؒ سفر ہجرت کی منزلیں طے کرتے ہوئے قیام پذیر تھے۔

حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ نے اس موقعہ پر بھی یہ اصرار کیا کہ حضرت حاجی صاحب کے ساتھ مکہ معظمہ چلیں۔ مگر حاجی صاحب کا حکم یہی ہوا کہ ہندوستان میں رہو تم سے حق تعالیٰ کو ابھی بہت سے کام لینے ہیں[۲]۔"

آپ کی ولادت ۱۲۴۴ھ میں ہوئی۔ سات سال کے تھے کہ والد ماجد کا انتقال ہوگیا۔ ابتدائی تعلیم اپنے ماموں مولانا محمد تقی صاحبؒ، مولانا محمد غوث صاحبؒ،

---

[۱] تذکرۃ الرشید ص۸۱ [۲] ایضاً و علماء ہند کا شاندار ماضی جلد چہارم ص۳۰

مولانا محمد بخش صاحب رامپوری رح سے حاصل کی۔ اور ۱۲۶۱ھ میں جبکہ عمر مبارک سترہ برس کی تھی دہلی جاکر استاذ العلماء حضرت مولانا مملوک علی صاحب نانوتوی رح کے سامنے زانوئے تلمذ تہ کیا۔ اور مفتی صدر الدین آزردہ اور حضرت شاہ احمد سعید صاحب اور قاضی احمد الدین صاحب پنجابی رح سے بھی کچھ کتابیں پڑھیں۔ شاہ عبد الغنی صاحب دہلوی سے علم حدیث حاصل کیا اور دہلی میں چار سال کے اندر تمام علوم عقلیہ نقلیہ کی تکمیل کرکے گنگوہ میں درس وتدریس کا مشغلہ جاری کیا اور حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رح سے اجازت وخلافت حاصل کرکے مسند ارشاد پر متمکن ہوئے۔ حضرت مولانا سید عبد الحی صاحب "نزہۃ الخواطر" میں لکھتے ہیں:

أَحَدُ الْعُلَمَاءِ الْمُحَقِّقِيْنَ وَالْفُضَلَاءِ الْمُدَقِّقِيْنَ لَمْ يَكُنْ مِثْلُهُ فِيْ زَمَانِهٖ فِي الصِّدْقِ وَالْعَفَافِ وَالتَّوَكُّلِ وَالتَّفَقُّهِ وَالشَّهَامَةِ وَالْإِقْدَامِ فِي الْمَخَاطِرِ وَالصَّلَابَةِ فِي الدِّيْنِ وَالشِّدَّةِ فِي الْمَذْهَبِ وَكَانَ آيَةً بَاهِرَةً وَنِعْمَةً ظَاهِرَةً فِي التَّقْوٰى وَاتِّبَاعِ السُّنَّةِ النَّبَوِيَّةِ وَالْعَمَلِ بِالْعَزِيْمَةِ وَالْاِسْتِقَامَةِ عَلَى الشَّرِيْعَةِ وَرَفْضِ الْبِدَعِ وَالْمُحْدَثَاتِ الْأُمُوْرِ وَمُحَارَبَتِهَا بِكُلِّ طَرِيْقٍ وَالْحِرْصِ عَلٰى نَشْرِ

وہ علم وتحقیق کے ماہر علماء میں تھے اور ایسے فضلاء میں تھے کہ جن کو بحث وتحقیق کا ذوق تھا۔ ان جیسا عالم جو صدق وپاکبازی توکل اور فہم دین ما بلند کردار اور خطرہ کی پرواہ نہ کرنے والا، دین میں پختگی کا ثبوت دینے والا اور مسلک میں مضبوط ہو کوئی دوسرا شخص نظر نہیں آتا۔ وہ ایک روشن نشانی تھے اور اللہ تعالیٰ کا کھلا ہوا انعام تھے۔ تقویٰ ہو یا اتباع سنت، عزیمت پر عمل ہو یا شریعت پر استقامت، ترک بدعات ہو یا ان کا مقابلہ سنت کی نشر واشاعت کی کوشش ہو اور شعائر

السُّنَّۃِ وَاِعْلَاءِ شَعَائِرِ الْاِسْلَامِ وَالصَّدْعِ بِالْحَقِّ وَبَیَانِ حُکْمِ الشَّرْعِ اِنْتَهَتْ اِلَیْهِ الْاِمَامَةُ فِی الْعِلْمِ وَالْعَمَلِ وَرِیَاسَةِ تَرْبِیَةِ الْمُرِیْدِیْنَ وَتَزْکِیَةِ النُّفُوْسِ وَالدُّعَاءِ اِلَی اللّٰہِ وَاِحْیَاءِ السُّنَّةِ وَاِمَاتَةِ الْبِدَعِ۔

اسلام کی بلندی کی فکر حق کا اعلان ہو یا حکم شرعی کی وضاحت۔ ان کی ذات وہ ذات تھی کہ جن میں ہر علم وعمل، قیادت، امامت اور مریدین اور سالکین کی تربیت کا آخری مرتبہ نظر آتا ہے۔ ان میں دعوت الی اللہ اور احیاء سنت اور محو بدعت بدرجۂ اتم موجود تھی۔

(نزہۃ الخواطر جلد ۸ صفحہ ۱۵۰، ۱۵۱)

مولانا سیّد عبدالحی صاحب رحمۃ اللہ علیہ ۱۳۱۲ھ کو علمی مراکز کے دورہ میں جب کہ ان کی عمر چھبیس ۲۶ سال کی تھی حضرت گنگوہی رح کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے آپ نے جو دیکھا اور حضرت کی شخصیت سے جتنا متأثر ہوئے انہیں کے الفاظ میں پڑھیے۔ وہ لکھتے ہیں:

"اس میں شک نہیں کہ مولوی صاحب بقیۃ السلف ہیں، ان کا وجود مغتنمات میں سے ہے۔ اس تورع واستقامت کا دوسرا شخص ان کے سوا اس زمانۂ عالم پُر آشوب میں نظر نہیں آتا۔ علم الٰہی میں جو کوئی ہو اس کی خبر نہیں۔ مولوی صاحب کے اوصاف میں سب سے بڑا وصف تورّع ہے جو تمام اوصاف کو شامل ہے۔ کف لسان اور صدقِ گفتار میں مولوی صاحب ضرب المثل ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان بزرگوں کے صدقے میں اس رُوسیاہ کے حال پر رحم فرمائے اس کے دل کی تاریکی دور ہو اور کسی قدر چاشنی احسان کی عطا فرمائی جائے ؎

الٰہی[1] عبدک العاصی اتاک مقراً بالذنوب وقد دعاک

---

[1] الٰہی تیرا نافرمان بندہ اپنے گناہوں کا اقرار کرتا ہوا تیرے دربار میں حاضر ہوا ہے اور اس نے تجھے پکارا ہے۔

رَبَّنَا ظَلَمْنَا اَنْفُسَنَا وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَکُوْنَنَّ مِنَ الْخَاسِرِیْن۔ [1]

شاہا[2] ز کرم برمن درویش نگر — بر حال من خستہ و دل ریش نگر
ہر چند نیم لائق بخشائش تو — برمن منگر بر کرم خویش نگر

حضرت گنگوہیؒ حضرت حاجی امداد اللہ صاحبؒ کی نظر میں

امام العارفین، قدوۃ الکاملین، زبدۃ الواصلین حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکیؒ نور اللہ مرقدہٗ و برّد اللہ مضجعہ کے یہ الفاظ جو انھوں نے اپنے مریدین و متعلقین اور عقیدت مندوں کو بطور نصیحت "ضیاء القلوب" میں تحریر فرمائے ہیں ملاحظہ ہو:

"ہر کس کہ ازیں فقیر محبت و عقیدت و ارادت دارد مولوی رشید احمد صاحب سلّمہ، مولوی محمد قاسم صاحب سلّمہ، را کہ جامع جمیع کمالات، علوم ظاہری و باطنی اند بجای من فقیر راقم اوراق بلکہ بمدارج فوق از من شمارند اگرچہ بظاہر معاملہ برعکس شدہ کہ او شاں بجائے من و من بمقام او شاں شدم و صحبت او شاں را غنیمت دانند کہ ایں چنیں کساں دریں زمان نایاب اند و از خدمت با برکت ایشاں فیضیاب بودہ باشند و طریق سلوک کہ دریں رسالہ نوشتہ شد۔ در نظر شان تحصیل نمایند ان شاء اللہ بے بہرہ نخواہند ماند

---

[1] اے ہمارے رب ہم نے اپنا بڑا نقصان کیا۔ اگر آپ ہماری مغفرت نہ کریں گے اور ہم پر رحم نہ کریں گے تو واقعی ہمارا بڑا نقصان ہو جاویگا ۱۲ بیان القرآن [2] اے بادشاہ کچھ فقیر و محتاج پر نظر کرم فرما۔ مجھ خستہ و زخمی دل کی حالت زار پر نظر فرما۔ ہر چند کہ میں تیری بخشائش کے لائق نہیں ہوں۔ مگر مجھے مت دیکھ اپنے کرم پر نظر فرما ۱۲

اللہ تعالیٰ در عمر ایشاں برکت دہد واز تمامی نعماء عرفانی وکمالات قربت خود مشرف گرداند وبمراتبات عالیات رساند واز نور ہدایت شاں عالم را منور گرداناد وتا قیامت فیض اوشاں جاری دارد بحرمۃ النبی وآلہ الامجاد الخ،، (ضیاء القلوب صفحہ)

ترجمہ:- جو شخص اس فقیر سے محبت وعقیدت وارادت رکھتا ہے مولوی رشید احمد صاحب سلمہ، مولوی محمد قاسم صاحب سلمہ، کو جو تمام علوم ظاہری و باطنی کمالات کے جامع ہیں. مجھ فقیر کے قائم مقام بلکہ مجھ سے بہت درجے اوپر سمجھیں اگرچہ معاملہ برعکس ہوگیا کہ وہ میری جگہ اور میں ان کی جگہ ہوں (کہ وہ مجھ سے بیعت ہوگئے) اور ان کی صحبت کو غنیمت جانیں کہ ایسے حضرات اس زمانہ میں نایاب ہیں. اور ان کی بابرکت خدمت سے فیضیاب ہوتے رہیں. اور طریق سلوک جو اس رسالہ میں لکھا گیا ہے ان کی زیر نگرانی حاصل کریں. ان شاء اللہ بے بہرہ نہ رہیں گے. اللہ تعالیٰ ان کی عمر میں برکت دیوے اور اپنی تمام عرفانی نعمتوں اور کمالات قربت سے مشرف فرماوے. اور مراتب عالیہ تک پہونچاوے. اور ان کے نور ہدایت سے عالم کو منور بناوے اور قیامت تک ان کے فیض کو جاری فرماوے. نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بزرگ آل کے صدقے میں. (آمین)،،

اور فیصلہ ہفت مسئلہ میں تحریر فرماتے ہیں:

،، اور اہل اللہ کی صحبت وخدمت اختیار کریں خصوصاً عزیزی جناب مولوی رشید احمد صاحب کے وجود بابرکت کو ہندوستان میں غنیمت کبریٰ اور نعمت عظمیٰ سمجھ کر اُن سے فیوض وبرکات حاصل کریں. مولوی صاحب موصوف جامع کمالات ظاہری اور باطنی کے ہیں اور ان کی تحقیقات محض للّٰہیت

کی راہ سے ہیں۔ ہرگز اس میں شائبہ نفسانیت نہیں" (فیصلہ ہفت مسئلہ صلا)
ایک مکتوب مبارک میں تحریر فرماتے ہیں:
"مگر تعلق قلبی و ہمت باطنی ہر وقت آپکے ساتھ ہے" (حوالہ بالا صنا)
ایک مکتوب مبارک میں تحریر فرماتے ہیں:
"ایک ضروری اطلاع یہ ہے کہ فقیر آپ کی محبت کو اپنی نجات کا ذریعہ سمجھتا ہے اور الحمد للہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی محبت کو میرے دل میں ایسا مستحکم کر دیا ہے کہ کوئی شئی اس کو ہلا نہیں سکتی ہے" (مکاتیب رشیدیہ ص۶)
اور مکاتیب مبارکہ کے شروع میں:
"منبع علوم شریعت و طریقت محدث گنگوہی سلمہ اللہ تعالیٰ جامع فضل و کمال، عارف باللہ، سراپا خیر و برکت، جامع شریعت و طریقت جیسے القاب و خطابات کثرت سے موجود ہیں" ملاحظہ ہو مکاتیب رشیدیہ۔
ایک مکتوب والا میں یہ شعر بھی موجود ہے:

سلام[1] علیکم چو در خاطری گر ز چشم دوری بدل حاضری

(مکاتیب رشیدیہ صلا)
ایک مکتوب مبارک میں تحریر فرمایا:
"مولانا ضیاء القلوب میں جو کچھ آپ کی نسبت تحریر ہے وہ آپ سے نہیں لکھا گیا جیسا القاء ہوا ہے ویسا ہی ظاہر کر دیا گیا ہے۔ پس بدیہیات کو نہ ماننا اور اپنے ذریعہ نجات و وسیلہ فلاح دارین سے علیحدگی کرنا سخت جہالت و محرومی و ادبار ہے۔ خارج کرنا چہ معنیٰ۔ فقیر تو علماء صلحاء کی جماعت میں اپنا داخل ہو جانا موجب فخر دارین و ذریعہ نجات و وسیلہ فلاح

[1] آپ پر سلامتی ہو جب آپ میرے دل میں ہیں۔ اگرچہ آپ آنکھ سے دور ہیں مگر دل میں حاضر ہیں ۱۲

کو نیں یقین کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ سے بھی یہی دعا ہے کہ تم صالحین کی محبت میں جلا وے و مارے۔ وہ شخص مدبّر ہے جو تم مقدس و مقتدائے زمان سے کچھ دل میں کینہ یا سوءِ ظن یا بدعقیدگی یا عداوت و رنج رکھے[1]

فقیر تو آپ کی سب حرکات و سکنات و افعال و اقوال کو منتج حسنات و برکات و موافقِ شریعت و طریقت سمجھتا ہے اور کُل امور میں مخلص و صادق یقین کرتا ہے،، الخ (تذکرۃ الرشید دوسرا حصہ ص۱۸۲، ص۱۸۷)

ایک مرتبہ کسی شخص نے اعلیٰ حضرت کی خدمت میں شکایت کی تھی کہ حضرت مولانا رشید احمد صاحب میں باوجود عالم ہونے کے خلق نہیں پایا جاتا۔ اعلیٰ حضرت نے یوں جواب دیا تھا کہ:

"میاں غنیمت سمجھو کہ مولانا آبادی میں ہیں۔ میرا رشید تو درجہ ملکوتیت پر پہنچ لیا تھا۔ اگر حق تعالیٰ کو اصلاحِ خلق کا کام لینا نہ ہوتا تو آج خدا جانے کس پہاڑ کی کھو میں بیٹھا ہوتا۔ علمی خدمت اور خدا تعالیٰ کو ایک بڑا کام لینا منظور تھا اس لئے کمر پکڑ کر نیچے اُتارا گیا اور بستی میں رکھا گیا۔ (تذکرۃ الرشید ص۵۷)

رُشد و ہدایت کا یہ آفتاب (حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی قدس سرہٗ) بے شمار خلقِ خدا کو صحیح انسانیت کا سبق پڑھا کر اور لاکھوں مسلمانوں کے قلوب کو زندہ، دماغوں کو صیقل اور اخلاقِ حسنہ سے آراستہ کر کے لاکھوں بندگانِ خدا کو خدا کا راستہ دکھا کر ہزاروں سالکانِ طریق کو

---

[1] جو لوگ حضرت حاجی صاحب قدس سرہٗ کو اپنا مقتدا و پیشوا تسلیم کرتے ہیں اور حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی قدس سرہٗ کو بُرا کہتے ہیں وہ غور فرمائیں ۱۲

Scanned by CamScanner

محبوب حقیقی تعالیٰ شانہٗ سے ملا کر اور سیکڑوں نجوم ہدایت کو روشن و منور بنا کر اور بہت سوں کے سینوں کو اسرار و معارف سے بھر کر اور کسی کو علم و عرفان کے دریا کے دریا پلا کر رشد و ہدایت کا آفتاب و ماہتاب بنا کر ۱۳۲۳ھ میں اپنی عمر کے اٹھہتر ۷۸ سال سات ماہ تین یوم پورے کر کے ۸ ر یا ۹ ر جمادی الثانی بروز جمعہ بعد اذانِ جمعہ ہمیشہ کے لئے غروب ہوگیا۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن

خُلفاء و مجازین

حضرت گنگوہی قدس سرہٗ کے خلفاء و مجازین کی تعداد کثیر ہے جنھوں نے حضرت گنگوہی قدس سرہٗ کی وفات کے بعد گرانقدر خدمات انجام دیں ان میں چار زیادہ مشہور ہوئے اور ان کی طرف رجوع عام ہوا۔

(۱) حضرت مولانا خلیل احمد صاحب قدس سرہٗ (۲) حضرت شیخ الہند مولانا محمود الحسن صاحب قدس سرہٗ (۳) حضرت مولانا شاہ عبد الرحیم صاحب رائے پوری قدس سرہٗ (۴) حضرت مولانا سید حسین احمد صاحب مدنی قدس سرہٗ۔

حضرت مولانا محمود الحسن شیخ الہند قدس سرہٗ

حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی قدس سرہ کے خاص شاگرد تھے آپ کا درس حدیث بہت مشہور و مقبول تھا۔ آپ کی ذات با برکات سے کئی سو بلکہ کئی ہزار علماء و محدثین تیار ہوئے۔ ہندوستان میں استاذ الکل کی حیثیت تھی۔ مدتوں یہ دستور رہا کہ جمعرات کو مدرسہ کا آخر گھنٹہ کا سبق

پڑھا کر دیو بند سے پا پیادہ گنگوہ پہونچتے اور جمعہ کی نماز حضرت گنگوہی قدس سرہٗ کے ساتھ ادا فرما کر رات کو دیو بند واپس ہو جاتے کیونکہ صبح شنبہ کو مدرسہ میں درس دینا ہوتا تھا۔ حضرت گنگوہی قدس سرہٗ نے آپ کے متعلق ارشاد فرمایا۔
"مولوی محمود حسن تو علم کا کٹھلا ہیں۔" (تذکرۃ الرشید ص ۱۵۵)

درسِ حدیث اور افادۂ فیوض باطنی کے ساتھ ساتھ ہندوستان کی آزادی کے لیے بڑی قربانیاں دیں۔ ریشمی رومال کی تحریک چلائی، بعض اپنوں کی مخبری کی بنا پر گرفتاری ہوئی۔ مالٹا تین سال جیل میں گذارے۔ وہیں قرآن پاک کا ترجمہ فرمایا۔ جیل میں نماز پڑھتے پہرے دار چوکے مارتے۔ ان کے افسر نے دیکھا۔ کہا ارے یہ کیا غضب کرتے ہو۔ یہ ایسا شخص ہے کہ اگر اس کے ٹکڑے بھی کر ڈالو تو ہر ٹکڑہ سے حق حق کی آواز آئے گی۔

(ملفوظات حضرت فقیہ الامت زید مجدہ)

حضرت مولانا شاہ عبد الرحیم صاحب رائپوری قدس سرہ

اولاً حضرت میاں شاہ عبد الرحیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت ہوئے اور صاحبِ نسبت و مجاز طریقت بنے۔ ان کے انتقال کے بعد حضرت گنگوہی قدس سرہٗ سے تجدیدِ بیعت کی اور حضرت گنگوہی قدس سرہٗ کی طرف سے بھی خلیفہ و مجاز ہوئے۔ حضرت مولانا عاشق الٰہی صاحب میرٹھی قدس سرہٗ آپ کا ذکر اس طرح فرماتے ہیں ؎

زباں پہ بارِ خدایا یہ کس کا نام آیا
کہ میرے نطق نے بوسے میری زباں کے لیے

حضرت ممدوح اس صدی کی وہ مقتدر ہستی تھی جو گذشتہ صدیوں کے

بزرگانِ مشاہیر کا نمونہ بن کر دُنیا میں آئی تھی۔ شانِ تفویض کی مجسّم تصویر، بحرِ توحید کی غوّاص، تسلیم و رضا میں غرق اور توکّل و اعتماد میں فنا، شریعت میں عالم متبحّر تھے مگر طریقت کا آپ پر غلبہ تھا کہ دیکھنے والا آپ کو مولوی و عالم نہ سمجھتا تھا۔ یکسوئی اور وحدت نشینی آپ کی طبیعتِ ثانیہ تھی مگر حق تعالیٰ کو آپ کے نورِ فیضان سے عالم کو منوّر کرنا تھا۔ اس لیے جس گمنامی و پنہانی کے آپ متمنّی و شیدا تھے اس میں کامیاب نہ ہوئے۔ مخلوق کو قدرتی طور پر آپ کی طرف کشش ہوتی۔ اور آپ جتنا دنیا سے بھاگتے گھبراتے اور دامن چھڑاتے تھے اسی قدر دنیا آپ کا تعاقب کرتی، لپکتی اور دامن پکڑتی تھی۔ آپ کے حالاتِ عجیبہ بیان کرنے سے زبان عاجز ہے۔ محبوبیت آپ پر سایہ افگن تھی۔ اور اس لیے مخلوق کو آپ کے وجود باوجود سے ظاہری و باطنی ہر قسم کا ہر وقت نفع پہونچتا رہتا تھا۔ آپ کا قیام قصبہ رامپور ضلع سہارنپور میں بستی سے باہر ایک باغ میں تھا جس کے نیچے نہر جاری تھی اور دُنیا ہی میں حق تعالیٰ نے آپ کو جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهَارُ کا مصداق بنا رکھا تھا۔ آپ حضرت گنگوہی قدس سرہ کے اجل خلفاء میں تھے۔ اور غلبۂ کتمان و اخلاص کی وجہ سے نقشبندیت کا آپ پر غلبہ تھا کہ باغ کے پتّہ پتّہ اور نہر کے قطرہ قطرہ سے ذکر اللہ سُنائی دیتا اور بے حس و بے مس شخص بھی حاضرِ خدمت ہو کر اس اندرونی لذّت کو محسوس کرتا تھا جس میں آپ کا اور آپ کے متوسلین کا ہر لمحہ گذرا کرتا تھا ؎

نقشبندیہ عجب قافلہ سالارانند
کہ برانداز رہِ پنہاں بحرم قافلہ را[1]

---

[1] وصفِ شیخ ص۱۸۸

حضرت گنگوہی قدس سرہ‘ سے تعلق عشق اور فنائیت کے درجہ میں تھا۔ حضرت گنگوہی قدس سرہ‘ کی وفات کے بعد اسی غم میں اندر ہی اندر گھلا کرتے تھے کہ گویا ہڈیوں کا گودا بھی جل کر خشک ہوگیا۔ ایک مخلص طبیب نے آخری مرض میں نبض دیکھ کر عرض کیا کہ حضرت آپ کو تو بہت پرانی تپ معلوم ہوتی ہے اور ایسی ہے جیسے کسی غلبۂ حزن وغم میں حادث ہوتی ہے اور اندر ہی اندر گھلاتی ہے۔ برسہا برس گذر جانے پر اس وقت آپ کو جوش آیا اور فرمایا۔ ہاں حکیم صاحب سچ فرمایا۔ مجھے تپ شروع اس دن ہوئی جس دن حضرت گنگوہی رونے دنیا کو الوداع کہا۔ اور اس کا بدن پر ظہور اس دن ہوا جس دن خبر سنی کہ مولانا محمود الحسن صاحب مالٹا میں قید ہوگئے۔ آج مولانا رہا ہو کر تشریف لے آویں تو کچھ نہ سہی ایک دفعہ تو جھرجھری لے کر اُٹھ ہی کھڑا ہوں گا۔[۱]

حضرت قدس سرہ‘ کا فیض ہندوستان کے کونہ کونہ میں پہونچا اور متعدد حضرات خلیفہ ومجاز ہوئے جن میں سب سے زیادہ ممتاز ومشہور اور جانشین خاص حضرت مولانا عبدالقادر صاحب رائپوری قدس سرہ‘ ہوئے جو بالکل ہم رنگ شیخ بلکہ فنا فی الشیخ تھے جس کی وجہ سے اعلیٰ حضرت رائپوری قدس سرہ‘ کی وفات کے بعد مرجعیت اور محبوبیت ومقبولیت آپ ہی کے حصہ میں آئی۔

شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد صاحب مدنی قدس سرہٗ [۱]

۱۲۹۶ھ ماہِ شوال کی انیسویں تاریخ کی شب میں گیارہ بجے پیدائش ہوئی۔ آپ کے والد سید حبیب اللہ صاحب حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحب گنج مرادآبادی قدس سرہ‘ کے جاں نثار وعاشق زار مرید باصفا تھے۔ شیخ کی وفات کے بعد

---

[۱] وصف شیخ ص۲۰۸ [۲] شیخ الاسلام حضرت مدنی رحمۃ سے متعلق حالات وصف شیخ سے ماخوذ ہیں

فراقِ مرشد میں مغموم و بے چین رہتے تھے اور ایسے دل برداشتہ ہوئے کہ اب ہندوستان نہیں رہنا۔ مدینہ طیبہ کی ہجرت کا شوق ہوا، عزیزوں نے سمجھایا تو فرمایا اگر مجھ کو یہ کہا جائے کہ تم کو توپ کے منہ پر رکھ کر گولہ چلائیں گے اور تو مدینہ منورہ پہونچ جائے گا، تو میں اس کے لئے بھی تیار ہوں، غرضکہ جائداد وغیرہ فروخت کرکے مدینہ منورہ کا سفر کیا اور وہیں مستقل قیام اختیار کیا۔ بڑی سخت پریشانیوں کا سامنا کرنا پڑا مگر سب کو برداشت کیا۔ جہاد کا جذبہ تھا۔ ایک دفعہ سب بیٹوں کو جمع کرکے فرمایا۔ میں نے تم سبھوں کو اس لئے پرورش کیا ہے کہ تم اللہ کے راستہ میں جہاد کرو۔ اور کچھ کرکے شہادت حاصل کرو۔ بعض احباب نے حضرت شیخ الاسلام کی فراغت کے بعد طب پڑھانے کا مشورہ دیا تو فرمایا

"کیا حسین احمد کو گھوڑے پر سوار کرنے کے بعد گدھے پر سوار کروں گا

اس کو علوم دینیہ کی تعلیم دلائی گئی ہے اس سے بڑھ کر کونسی تعلیم ہے"

حالات کی ناسازگاری اور پھر سفرِ ہجرت کی وجہ سے بڑی بڑی پریشانیاں جھیلیں مگر اپنے تینوں بیٹوں (مولانا محمد صدیق صاحبؒ، مولانا سید احمد صاحبؒ، شیخ الاسلام حضرت مدنی رح) کو علوم دینیہ سے تکمیل کرائی۔ مولانا محمد صدیق صاحبؒ اور حضرت مدنی رح دونوں کو حضرت گنگوہی قدس سرہٗ کی طرف سے اجازت ہوئی۔ اور مولانا سید احمد صاحبؒ کو حضرت مولانا خلیل احمد صاحبؒ اور حضرت شیخ الہند رح کی طرف سے اجازت ہوئی۔ حضرت مولانا سید احمد صاحبؒ نے مدینہ منورہ میں مدرسۃ العلوم الشرعیہ دینا می المدینۃ النبویہ قائم کیا جس سے بڑا فیض پہونچا۔

شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد صاحبؒ مدنی قدس سرہ نے صفر ۱۳۰۹ھ سے شعبان ۱۳۱۶ھ تک تقریباً ساڑھے چھ برس کی مدت میں مختلف علوم وفنون

سے متعلق سترہ کتابیں جو سترہ فنون سے متعلق تھیں پڑھیں۔ ۱۳۱۶ھ میں فراغت کے بعد مدینہ منورہ واپسی ہوئی۔ روانگی سے قبل حضرت گنگوہی رح سے بیعت ہو چکے تھے۔ مدینہ طیبہ پہونچ کر تدریس کا سلسلہ جاری کیا۔ اور حضرت حاجی صاحب قدس سرہٗ سے حضرت گنگوہی قدس سرہٗ کے حکم کے بموجب ذکر حاصل کرکے اس پر مداومت فرمائی۔ ۱۳۱۸ھ میں حضرت گنگوہی رح کے حکم کے مطابق گنگوہ حاضری ہوئی۔ اور اجازت و خلافت سے سرفراز ہوئے۔ ۱۳۲۰ھ میں حج سے فراغت کے بعد مدینہ طیبہ پہونچ کر درس جاری کیا۔ ۱۳۲۶ھ تک برابر درس و تدریس میں مشغول رہے۔ روزانہ چودہ چودہ اسباق مختلف فنون کی کتابوں کے پڑھاتے۔ ۱۳۲۶ھ میں ہندوستان واپسی ہوئی۔ اور دارالعلوم دیوبند میں حضرت شیخ الہند رح سے بخاری شریف و ترمذی شریف دوبارہ پڑھی۔ ۱۳۲۷ھ میں دارالعلوم دیوبند میں تدریسی خدمت سپرد کی گئی۔ اور سفرِ حجاز میں حضرت شیخ الہند رح کی خدمت گذاری کا موقع نصیب ہوا۔ ۱۳۳۵ھ میں حضرت شیخ الہند رح کو حج سے فارغ ہونے کے بعد حجاز سے ہی گرفتار کیا گیا۔ شیخ الاسلام رح بھی ہمراہ گرفتار ہوئے۔ حضرت شیخ الاسلام رح نے جیل میں بھی وہ حقِ خدمت ادا فرمایا جس کی نظیر ملنا مشکل ہے۔

حضرت شیخ الاسلام رح کی علمی زندگی کا منبعِ فیض حضرت شیخ الہند قدس سرہٗ تھے۔ اسی طرح سیاست سے تعلق اور برطانوی سامراج کے مقابلہ میں عزمِ انقلاب کا سرچشمہ بھی حضرت شیخ الہند رح کے افکار و خیالات اور جذبات ہی تھے کہ شیخ الاسلام قدس سرہٗ کی پوری زندگی تدریسی خدمات کے ساتھ ساتھ جذباتِ حریت، ترقیاتِ ملت، محبتِ وطن، ہمدردیٔ خلقِ خدا، غم خواریٔ نوعِ انسانیت اور ان کے لئے بے پناہ ایثار و قربانی جیسے اوصاف سے معمور رہی اور دینی ملی جذبات نے جس طرح خوف و خشیتِ الٰہی کی کھٹک اس مقدس ہستی کے دل

میں پیدا کی۔ اسی طرح خدمت خلق کے پاک احساسات اس کے قلب حق آگاہ پر کچھ کم اثر انداز نہیں ہوئے۔ اور درد و کرب کی بھی ملی جلی کیفیت سعئ پیہم کی صورت میں نمودار ہوئی جس نے اس کو چین و آرام و راحت و سکون سے قطعاً نا آشنا بنا دیا تھا۔ حضرت شیخ الہند رح کی وفات کے بعد عام رجوع شیخ الاسلام رح ہی کی طرف ہوا۔ اور آپ کا فیض ہندو پاک سے گذر کر دُور دراز ملکوں میں بھی پہونچا چنانچہ آپ کے شاگرد اور خلفاء و مجازین دوسرے ملکوں میں بھی پھیلے ہوئے ہیں جو دینی خدمات انجام دے رہے ہیں۔ جنوبی افریقہ میں مولانا محمد یوسف صاحب پانڈور آپ ہی کے خاص شاگرد اور مرید با صفا ہیں جو ایک ادارہ کے مہتمم ہیں اور اہم دینی خدمات انجام دے رہے ہیں۔ اسی طرح حضرت مولانا بایزید صاحب ورخانہ بھی آپ ہی کے شاگرد اور خلیفہ و مجاز ہیں جو ذریعہ معاش کے لئے ایک تجارتی دکان کئے ہوئے ہیں۔ اور انفرادی طور پر ملاقاتوں کے ذریعہ دینی خدمات انجام دیتے ہیں۔ کاش مولانا زید مجدہم خانقاہی سلسلہ مستقل قائم فرما دیں تو مخلوق کو بہت فائدہ پہونچنے کی قوی توقع ہے۔

صاحبزادۂ محترم فدائے ملت حضرت مولانا سید اسعد مدنی دامت برکاتہم (جن کو حضرت مدنی نور اللہ مرقدہٗ کے خلفاء نے اجازت دی اور حضرت مدنی کا جانشین تجویز کیا) کی طرف حضرت مدنی نور اللہ مرقدہٗ کے سلسلہ میں زیادہ رجوع ہوا۔ موصوف ایک طرف جمعیۃ العلماء کے ذریعہ قومی و ملی بے شمار خدمات انجام دے رہے ہیں۔ دوسری طرف رُشد و ہدایت اور افاضہ و افادہ باطنی کا سلسلہ بھی قائم ہے۔ اور پورے عالم میں ان کا سلسلہ فیض جاری ہے ہندوستانی مسلمانوں کے لئے ان کا وجود نعمت کبریٰ اور غنیمت بارِدہ ہے کہ ان کا حال اس شعر کا مصداق ہے ؎

Scanned by CamScanner

خنجر چلے کسی پر تڑپتے ہیں ہم امیر
سارے جہاں کا درد ہمارے جگر میں ہے

ان کے خلفاء کی تعداد بھی خاصی ہے جو ہندوستان اور دوسرے ممالک میں پھیلے ہوئے ہیں۔ جنوبی افریقہ میں بھی اُن کے خُلفاء کافی تعداد میں ہیں جو دینی خدمات انجام دے رہے ہیں۔

فقیہ و مُحدّثِ عصر حضرت مولانا خلیل احمد صاحب مہاجر مدنی قدس سرہٗ

امام ربّانی، قطب عالم حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی قدس سرہٗ کے خلفاء و مجازین یوں تو سب ہی آفتاب و ماہتاب تھے۔ مگر ان سب میں سب سے زیادہ مرجعیت اور مقبولیت و محبوبیت حضرت مولانا خلیل احمد صاحب قدس سرہٗ کو حاصل ہوئی۔ گویا حضرت گنگوہی قدس سرہٗ کی نسبتِ خاصّہ حضرت مولانا خلیل احمد صاحب قدس سرہٗ کی طرف منتقل ہوئی۔

ولادت[1] اواخر صفر ۱۲۶۹ھ مطابق اوائل دسمبر ۱۸۵۲ء میں اپنی نانھیال قصبہ نانوتہ میں پیدا ہوئے۔ آپ کے نانا حضرت مولانا مملوک العلی صاحب (جو فلک علم کے نیّرین امام ربّانی حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی اور قاسم الخیرات حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی اور مولانا محمد مظہر صاحب صدر المدرسین مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور جیسی مقدّس و مشہور ہستیوں کے اُستاد تھے) نے پانچ سال کی عمر میں بسم اللہ پڑھائی۔ اس کے بعد اپنے زمانہ

---

[1] تفصیلی حالات کے لیے تذکرۃ الخلیل، حیاتِ خلیل، وصفِ شیخ ملاحظہ ہو۔ یہاں وصفِ شیخ سے نقل کیے گئے ہیں ۱۲

Scanned by CamScanner

کے ارباب فضل و کمال مولانا انصار علی صاحب، مولانا محمد یعقوب صاحب صدر المدرسین دار العلوم دیوبند، مولانا سعادت علی صاحب فقیہ سہارن پوری، مولانا سخاوت علی صاحب، مولانا محمد مظہر صاحب نانوتوی، مولانا سعادت حسین بہاری، مولانا فیض الحسن صاحب سے علم حاصل کیا۔ اور ان کے علاوہ حضرت مولانا عبد القیوم صاحب بڑھانوی (جو حضرت شاہ محمد اسحاق صاحب کے ارشد تلامذہ ہونے کے علاوہ داماد بھی تھے۔) اور شیخ المشائخ مولانا الشیخ احمد دحلان مفتی شافعیہ اور محدث دار الہجرت استاذ الکل حضرت مولانا الشاہ عبد الغنی المہاجر المجددی النقشبندی اور علامہ الشیخ اسماعیل الرومی اور حضرت مولانا سید احمد البرزنجی مفتی الشافعیہ ببلدۃ الرسول اور شیخ بدر الدین محدث دمشق سے سند حدیث حاصل کی۔

بیعت کی ابتداء

اور قطب عالم قطب الاقطاب حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی قدس سرہٗ سے بیعت ہوئے۔ درخواست بیعت پر حضرت محدث گنگوہی نور اللہ مرقدہٗ نے بغرض امتحان طلب صادق فرمایا:

"کہ میاں تم پیرزادہ ہو خود پیر ہو تمہیں کسی سے مرید ہونے کی کیا ضرورت، مگر اللہ رے خلیل کی قابلیت کہ یہ سنکر آنکھوں میں آنسو بھر لائے اور عرض کیا۔ کہ حضرت کیسی پیرزادگی ہیں تو اس دربار کے کتوں کے برابر بھی نہیں۔ بیعت کا حاجت مند ہی نہیں بلکہ سرتاپا احتیاج ہوں۔ چھاتی سے لگائیے یا دھکے دیجیے۔ میں تو حضرت کا غلام بن چکا"

یہ الفاظ آپ کی زبان سے نکلنے تھے اور حضرت قدس سرہٗ کے چہرے پر انبساط کی لہر دوڑ لی تھی کہ حضرت نے فرمایا۔ بس بس بہت اچھا اور اس کے بعد

فوراً بیعت کر لیا ؎

طلب گار باید صبور و حمول — کہ نشنیدہ ام کیمیا گر ملول

غلام نواز آقا کی محبانہ کشش نے ہاتھ ڈالتے ہی آپ کو محبوب بنا لیا اور آپ یہ عہد کئے ہوئے گنگوہ سے رخصت ہوئے کہ حضرت نے جو کچھ ارشاد فرمایا یا آئندہ فرمائیں گے اس پر مرمٹوں گا اور جان کھپا دوں گا کہ طلب کا منتہیٰ یہی ہے ؎

بحرے است بحر عشق کہ ہیچش کنارہ نیست
آنجا جز این کہ جان بسپارند چارہ نیست

اور اس کو حقیقت بنا کر دکھلا دیا اور بالکل اس شعر کا مصداق ہو گئے ؎

سپردم بتو مایۂ خویش را
تو دانی حساب کم و بیش را

اور اپنے شیخ و مرشد سے نسبت خاصہ تامہ حاصل ہوئی جس کو فنائیت تامہ، اعتماد کامل اور آخری درجہ میں فنائیت فی الشیخ سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

حضرت مولانا خلیل احمد صاحبؒ حضرت گنگوہیؒ کی نظر میں

اسی کا نتیجہ تھا کہ آپ کو اپنے شیخ کی جامعیت و ہمہ رنگی کا، بلکہ ایک درجہ میں محبوبیت کا شرف ملا جس کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ حضرت محدث گنگوہی قدس سرہ فرمایا کرتے تھے:

"میاں جو میں وہی خلیل احمد"

ایک مکتوب میں تحریر فرمایا:

"اب التفات بندہ کا آپ کی طرف سائلانہ ہے نہ معطیانہ مَنْ دَقَّ بابَ الکریم انفتح۔ (مکاتیب رشیدیہ)

ایک دوسرے مکتوب میں تحریر فرمایا:

"تم کو اپنا فخر و باعثِ نجات جانتا ہوں۔ کچھ نہیں ہوں مگر اچھوں سے مربوط ہوں" (ایضاً)

ایک مکتوب میں اس طرح تحریر فرمایا:

"پس یہ نسبت (یاد داشت و احسان) کرشمہ اس کا میرے سعید ازلی قرۃ العینین خلیل احمد کو نصیب ہوئی، جس پر ہزار فخر و ناز یہ بندۂ ناساز کرکے اپنا وسیلہ قرار دے مطمئن بیٹھا ہے" (ایضاً)

حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی رحمہ کی جانب سے اجازت و خلافت

حتیٰ کہ ۱۲۹۷ھ میں جب آپ دوسرے حج کے لیے مکہ مکرمہ روانہ ہوئے، تو حضرت امام ربانی نے مرشد العرب والعجم اعلیٰ حضرت حاجی امداد اللہ شاہ صاحب قدس سرہ کی خدمت میں لکھا کہ:

"مولوی خلیل احمد حاضرِ خدمت ہوتے ہیں حضرت ان کی حالت پر مطلع ہوکر مسرور ہوں گے"

چنانچہ جب آپ حاضر ہوئے، تو اعلیٰ حضرت آپ کی باطنی کیفیت کا مشاہدہ فرما کر نہایت خوش ہوئے اور جب آپ رخصت ہونے لگے تو چھاتی سے لگایا اور اپنی دستارِ مبارک سر سے اتار کر آپ کے سر پر رکھدی۔ امام ربانی کے نام مبارک باد کا خط اور حضرت کے نام خلافت نامہ مزین بمہر آپ کے حوالہ فرما کر رخصت کیا۔

Scanned by CamScanner

حضرت مولانا خلیل احمد صاحبؒ کا کمالِ ادب

حضرت نے اس شاہی عطیہ کو ایک خاص احترام کے ساتھ قبول کیا اور وہ دستارِ مبارک اسی بندش پر جو اعلیٰ حضرت کی باندھی ہوئی تھی جگہ جگہ سوئی سے سی لیا کہ اس سے بل جدا نہ ہونے پائیں۔ جب گنگوہ حاضر ہوئے تو دونوں عطیے امام ربانی کے سامنے رکھدیئے۔ حضرت نے فرمایا مبارک ہو یہ تو اعلیٰ حضرت کا عطیہ ہے۔ آپ نے عرض کیا کہ بندہ تو اس لائق نہیں۔ یہ حضور کی بندہ نوازی ہے اور میرے لئے تو وہی مبارک ہے جو حضرت کی طرف سے عطا ہو۔ حضرت امام ربانی آپکے اس حسنِ ادب سے بہت خوش ہوئے اور خلافت نامہ پر دستخط فرماکر مع دستار آپ کے حوالہ کیا۔

مولانا خلیل احمد صاحبؒ حضرت حاجی امداد اللہ صاحبؒ کی نظر میں

سیدالطائفہ حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکیؒ قدس سرہ نے ایک مکتوب میں تحریر فرمایا:

"تم میرے سلسلہ کے فخر ہو مجھے تم سے بہت خوشی اور مسرت ہے"

مولانا شاہ عبدالرحیم صاحب رائپوریؒ کی نظر میں

شیخ المشائخ حضرت مولانا شاہ عبدالرحیم صاحبؒ رائپوری جیسے مبصر اور شیخ کامل نے اپنے جانشین حضرت مولانا عبدالقادر صاحب رائپوری (قدس سرہ) کو وفات کے وقت یہ فرمایا تھا کہ:

"سیاست میں جو کچھ مراجعت کرنی ہو حضرت شیخ الہندؒ کی طرف کی جائے"

مگر سلوک میں حضرت سہارنپوری کی طرف. میں نے حضرت کو اس لائن میں بہت اونچا پایا ہے. (سوانح حضرت مولانا عبدالقادر صاحبؒ)

اعلیٰ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمہ م ۱۳۱۷ھ مولانا خلیل احمد صاحبؒ تو "نور ہی نور ہیں"

کے ایک خلیفہ و مجاز جو صاحب جذب اور صاحب کشف و کرامت بزرگ تھے. ان کا واقعہ حضرت مولانا ظفر احمد صاحب تھانوی قدس سرہٗ کے واسطے سے پہلے گذر چکا کہ:

"جس وقت حضرت (مولانا خلیل احمد صاحب) مسجد الحرام میں طواف قدوم کے لیے تشریف لائے تو احقر مولانا محب الدین رحمہ کے پاس بیٹھا تھا. مولانا اس وقت درود شریف کی کتاب کھولے ہوئے اپنا ورد پڑھ رہے تھے کہ دفعۃً میری طرف مخاطب ہو کر فرمانے لگے کہ اس وقت حرم میں کون آگیا کہ دفعۃً سارا حرم انوار سے بھر گیا. میں خاموش رہا کہ اتنے میں حضرتؒ طواف سے فارغ ہو کر باب الصفا کی طرف سعی کے لیے چلے تو مولانا محب الدین صاحبؒ کے پاس کو آئے، کہ وہی جگہ مولانا کی نشست کی تھی. مولانا کھڑے ہو گئے اور ہنس کر فرمایا کہ میں بھی تو کہوں کہ آج حرم میں کون آگیا. یہ کہہ کر مصافحہ و معانقہ ہوا اور حضرت سعی کے لیے آگے بڑھ گئے. مولانا محب الدین صاحبؒ اپنی جگہ بیٹھ گئے، اور مجھ سے فرمایا میاں ظفر مولانا خلیل احمد صاحب تو "نور ہی نور ہیں" ان میں نور کے سوا کچھ نہیں. پھر فرمایا کہ میں نے مولانا رشید احمد صاحب کو نہیں دیکھا اور مجھ سے کہا گیا ہے کہ قطب الارشاد تھے. مگر میں نے مولانا کے خلفاء کو دیکھ کر سمجھ لیا کہ وہ واقعی قطب الارشاد تھے جو ایسے ایسے کامل بنا گئے." (حیات خلیل صـ ۳۳۷)

Scanned by CamScanner

مُراقبہ کے وقت انوار کی بارش کی کثرت
حضرت مولانا محبُّ الدین صاحبؒ کی شہادت

حضرت اقدس سیدی و مولائی حضرت الحاج مولانا مفتی محمود حسن صاحب گنگوہی اطال اللہ بقائہٗ نے یہ بھی سُنایا:

"کہ حضرت مولانا محب الدین صاحبؒ قدس سرہٗ نے یہ بھی فرمایا کہ جب مولانا خلیل احمد صاحب کعبہ کی طرف متوجہ ہو کر مراقب ہو کر بیٹھتے ہیں تو انوار کی اس قدر بارش ہوتی ہے کہ میں دوپہر کے وقت سورج کی طرف تو دیکھ سکتا ہوں مگر اس وقت مولانا کے چہرے کی طرف نظر نہیں کر سکتا"

ان شہادتوں سے ناظرین کسی قدر اندازہ لگا سکتے ہیں کہ حضرت مولانا خلیل احمد صاحب قدس سرہٗ کیا تھے۔ اور آج تو جو سلسلۂ چشتیہ صابریہ کا چراغ روشن ہے اور سلوک و تصوف کی جو کچھ رونق اور گرم بازاری نظر آتی ہے وہ دراصل آپ ہی کا فیض ہے۔ آپ کے دو چیدہ اور برگزیدہ خلفاء کی مختلف الجہت کوششوں اور مقبولیت کا نتیجہ ہے۔

"میری مُراد حضرت مولانا محمد الیاس کاندھلوی قدس سرہٗ اور حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب اطال اللہ بقائہٗ سے ہے۔ اوّل الذکر نے اپنی عہد آفریں اور عالم گیر دعوتی اور تبلیغی تحریک و جد و جہد سے جو مراکش سے لے کر انڈونیشیا تک اور ایشیا و افریقہ سے لے کر یورپ اور امریکہ تک پہنچ چکی ہے۔ اور آخر الذکر نے اپنی تصنیفات، درسِ حدیث اور بیعت و ارشاد کے ذریعہ اس طریق اور سلسلہ کے فیوض اس طرح عام کیے ہیں کہ اس سے پہلے اس کی نظیر آسانی سے تلاش نہیں کی جا سکتی" (مقدمہ حیاتِ خلیل)

Scanned by CamScanner

غرض کہ اپنی عمر کے ستتر سال ڈیڑھ ماہ پورے کرکے سراپا تسلیم ورضا، نورِ مجسم، آفتابِ علم وعمل ۱۶؍ ربیع الثانی ۱۳۴۶ھ یوم چہارشنبہ کو اپنے محبوبِ حقیقی تعالیٰ شانہ، سے جا ملا۔ اور دیرینہ تمنّا و آرزو پوری ہوئی جو دیرینہ تمنّا و آرزو پوری ہوئی جو صدہا مرتبہ آپ کی زبان اور قلم سے نکلی تھی کہ کاش میری مٹی بقیع کی خاک پاک میں مل جائے۔ الحمدللہ پوری ہوگئی۔ اور قبہ اہلِ بیت کے متصل، عشاء سے قبل تدفین عمل میں آئی۔ تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو تذکرۃ الخلیل، حیاتِ خلیل۔

Scanned by CamScanner

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی نور اللہ مرقدہٗ

مجاہدین تھانہ بھون و شاملی کے امیر و امام سید الطائفہ حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی نور اللہ مرقدہٗ کے فیض یافتہ اور خلیفہ و مجاز ہیں:

ولادت باسعادت:۔ ۵ ربیع الثانی ۱۲۸۰ھ بروز چہارشنبہ بوقت صبح صادق۔ مادۂ تاریخ "کرم عظیم" (۱۲۸۰) ہے۔

طفولیت:۔ تقریباً پانچ سال کی عمر میں والدہ صاحبہ کا سایۂ عاطفت سر سے اُٹھ گیا۔ اور والد صاحب نے بڑی محبت و شفقت کے ساتھ پرورش اور تربیت فرمائی۔ بارہ تیرہ برس کی عمر ہی سے تہجد اور وظائف کا اہتمام شروع فرما دیا تھا۔

خواب:۔ بہت بچپن میں خواب دیکھا۔ ایک پنجرہ میں دو خوبصورت کبوتر ہیں اور شام ہو گئی اندھیرا ہو گیا۔ ان کبوتروں نے حضرت نور اللہ مرقدہٗ سے کہا اندھیرا ہو گیا ہے ہمارے پنجرہ میں روشنی کر دو۔ حضرت نے جواب دیا۔ تم خود ہی کر لو۔ چنانچہ انھوں نے اپنی چونچیں رگڑیں اور خوب تیز روشنی ہو گئی اور تمام پنجرہ روشن ہو گیا۔

حضرت کے ماموں واجد علی صاحبؒ نے تعبیر دی کہ یہ دو کبوتر روح اور نفس تھے۔ انھوں نے یہ درخواست کی کہ تم مجاہدہ کرکے ہم کو نورانی کر دو۔ تم نے جو یہ کہا کہ تم خود ہی روشنی کر لو اور انھوں نے اپنی اپنی چونچیں رگڑ کر روشنی کر لی۔ اس کا یہ مطلب تھا کہ تم مجاہدہ نہ کرو گے انشاء اللہ تعالیٰ بلا ریاضت و مجاہدہ ہی حق تعالیٰ تمہاری روح اور نفس کو نورِ عرفان سے منور فرما دیں گے۔

مولانا شیخ محمد صاحب محدث تھانوی نور اللہ مرقدہٗ حضرت نور اللہ مرقدہٗ

Scanned by CamScanner

کو بچپن میں مکتب میں پڑھتے دیکھ کر فرمایا کرتے تھے:۔

"میرے بعد یہ لڑکا میری جگہ ہوگا"

تحصیلِ علوم:۔ حفظ قرآن پاک اور ابتدائی فارسی میرٹھ میں پڑھی. پھر تھانہ بھون۔ اور درسیات کی تکمیل دیوبند میں کی. زمانۂ طالب علمی ہی میں جبکہ مرض خارشت کی وجہ سے چھٹی لے کر وطن آئے ہوئے تھے بطور مشغلہ مثنوی زیر وبم، فارسی میں تصنیف فرمائی جبکہ عمرِ شریف صرف اٹھارہ برس تھی۔ چنانچہ اس کی تمہید اس طرح شروع فرماتے ہیں:۔

"ہمی گوید گرفتار درد ونالہ نادان ہشدہ ۱۸ سالہ الخ

زمانۂ طالب علمی میں ہی مناظرہ کا شوق تھا، جہاں کوئی غیر مذہب والا مناظرہ کرنے دیوبند آتا حضرت نور اللہ مرقدہ خبر پاتے ہی پہونچ جاتے اور اس کو مغلوب کر دیتے. عیسائیوں، آریوں، شیعوں، غیر مقلدوں سب ہی سے تقریباً زمانۂ طالب علمی میں مناظرے فرمائے۔

سنہ ۱۳۰۱ھ میں دارالعلوم دیوبند سے فراغت ہوئی۔ حضرت قطبِ عالم مولانا رشید احمد صاحب محدث گنگوہی نور اللہ مرقدہ کے مقدس ہاتھوں دستار بندی ہوئی۔ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کو جب معلوم ہوا کہ ہماری دستار بندی کی جائے گی، اپنے ہم سبقوں کو لے کر حضرت مولانا محمد یعقوب صاحبؒ صدر المدرسین دارالعلوم دیوبند کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور عرض کیا:

"حضرت! ہم نے سنا ہے کہ ہم لوگوں کی دستار بندی کی جائے گی اور سند فراغ دی جائے گی. حالانکہ ہم اس قابل ہرگز نہیں. لہٰذا اس تجویز کو منسوخ فرمادیا جائے ورنہ اگر ایسا کیا گیا تو مدرسہ کی بڑی بدنامی ہوگی کہ ایسے نالائقوں کو سند دی گئی. یہ سنکر مولانا کو جوش آگیا اور فرمایا کہ تمہارا یہ خیال بالکل غلط ہے. یہاں

Scanned by CamScanner

چونکہ تمہارے اساتذہ موجود ہیں اس لئے ان کے سامنے تمہیں اپنی ہستی کچھ نظر نہیں آتی۔ اور ایسا ہی ہونا چاہیے، باہر جاؤ گے تب تمہیں اپنی قدر معلوم ہوگی۔ جہاں جاؤ گے بس تمہیں تم ہوگے۔ باقی سارا میدان صاف ہے، اطمینان رکھو اھ

اساتذہ:۔ اساتذہ میں حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب نوّر اللہ مرقدہٗ اور شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن صاحب نور اللہ مرقدہٗ زیادہ مشہور ہیں۔

خدمات:۔ حکیم الامت حضرت تھانوی نور اللہ مرقدہٗ کی خدمات جلیلہ کا تذکرہ کرتے ہوئے، سیدی ومرشدی فقیہ الامت حضرت اقدس مفتی صاحب زید مجدہم تحریر فرماتے ہیں:۔

"حضرت مولانا القاری الحافظ الحاج اشرف علی صاحب تھانوی نور اللہ مرقدہٗ حکیم الامت تھے، بہت بڑے بزرگ تھے، چشتی، قادری، نقشبندی، سہروردی نسبتوں کے جامع تھے، انھوں نے مدت دراز تک تدریس، تذکیر، تصنیف، تزکیہ کے ذریعہ دینی خدمات انجام دیں اور بہت بڑی جاہلوں کی جماعت کو عالم بنایا۔ فاسقوں کی جماعت کو متبع سنّت اور صالح بنایا، غافلوں کی جماعت کو ذاکر بنایا۔ صحیح راہ سے بھٹکے ہوؤں کو راہِ ہدایت پر چلایا۔ جو لوگ خدائے پاک کی معرفت سے ناآشنا تھے ان کو عارف بنایا۔ قرآنِ کریم کی بہترین اور اپنے دَور کی لاجواب تفسیر تحریر فرمائی، جس کا نام "بیان القرآن" ہے۔ روزمرّہ کے پیش آنے والے مسائل فقہیہ کے جواب دیکر "امداد الفتاویٰ" کے نام سے بہت سی جلدیں شائع کیں۔ مبتدعین نے جو غلط باتیں بزرگانِ دین کی طرف منسوب کی تھیں ان کی تنقیح کرکے ایک ایک چیز کو صاف کیا۔ ان کے لئے مستقل کتاب "السنۃ الجلیلہ" تصنیف فرمائی، حضرت شیخ ابن عربی پر جو اعتراضات کئے گئے تھے ان کی تردید کے لئے "التنبیہ العربی" تصنیف فرمائی۔ حضرت نبی اکرم

صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ مبارکہ طیبہ کے لئے "نشر الطیب" تصنیف کی۔ درود شریف کے فضائل پر "زاد السعید" تصنیف کی، باطنی احوال اور ترقیات کیلئے "التکشف" تصنیف کی۔ سالکین کی اصلاح کے لئے "تربیت السالک" تحریر فرمائی۔

غرض ایک ہزار سے زائد کتابیں تصنیف کیں اور بہت بڑی تعداد اپنے خلفاء و مجازین کی چھوڑی جو اپنی اپنی جگہ بڑی خدمات انجام دے رہے ہیں۔"
(فتاویٰ محمودیہ جلد اوّل)

وفات: بعمر بیاسی ۸۲ سال تین ماہ دس یوم ۱۵ رجب ۱۳۶۲ھ یوم دوشنبہ گذرنے کے بعد شبِ سہ شنبہ میں بوقتِ عشاء تقریباً ۱۰ بجے گویا ۱۵، ۱۶ رجب کی درمیانی شب میں اس دارِ فانی کو الوداع کہا اور واصل بحق ہو گئے۔ اِنّا للہ وَاِنّا الیہ راجعون۔ مادۂ تاریخ "اشرف علی نوّر اللہ مرقدہٗ"، سے تاریخِ وفات ۱۳۶۲ ہجری نکل آتی ہے۔

نظم

از جناب مولانا مفتی محمد شفیع صاحب دیوبندی نوّر اللہ مرقدہٗ

حضرت تھانوی نور اللہ مرقدہٗ کے وصال پر نظمیں اہلِ دل و اہلِ درد حضرات نے بہت کہیں جو خاتمہ اشرف السوانح میں شائع ہو گئی ہیں۔ یہاں صرف حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب نور اللہ مرقدہٗ کی ایک نظم پیش کی جاتی ہے:

وہ حکیم امتِ خیر الوریٰ قطبِ ہدیٰ
وہ دوا اُمّت کے ہر بیمار اور ناشاد کی

صدقِ صدیقی تھا جسمیں عزمِ فاروقی کیساتھ
ایک درخشاں یادگار اسلاف اور امجاد کی

مشعلِ راہِ ہدیٰ نورِ محمد کی ضیا
آہ! وہ زندہ نشانی حضرتِ امداد کی

حضرت اشرف علی تھانوی روحی فداہ — جن سے قائم تھیں ہزاروں مسندیں ارشاد کی
ہیں سبھی اہلِ کمال و اہلِ دل مصروف کار — دیکھ لو خالی پڑی ہے ہر جگہ استاد کی
کیوں نہ ہوں چشمِ فلک سے خون کے آنسو رواں — کیوں نہ ہو روئے زمیں صف ماتم و فریاد کی
خستہ حالوں کے لئے اب ہے نہیں جائے پناہ — آسماں تانبے کا ہے آج اور زمیں فولاد کی
وائے ناکامی کہ ہم جیسے تباہ و خستہ دل — اور چھائی ہیں گھٹائیں ہر طرف الحاد کی
ناخدا گم کردہ ہے کشتیٔ اُمّت اے کریم — ہے زبوں حالت مجمع و افراد کی

المدد بہرِ حبیب خود الٰہی المدد
اُمّتِ مرحوم پھر محتاج ہے امداد کی

خلفاء ومجازین

حکیم الامت حضرت تھانوی نور اللہ مرقدہ کے یہاں مجازین کی دو قسمیں تھیں مجازین بالبیعت اور مجازین بالصحبت، دونوں کی فہرست طویل ہے یہاں صرف چند مخصوص حضرات کے نام ذکر کرتے ہیں۔

۱۔ مولانا محمد عیسیٰ صاحب الہ آبادی
۲۔ مولانا عبد الغنی صاحب پھولپور ضلع اعظم گڈھ
۳۔ خواجہ عزیز الحسن صاحب لکھنوی۔
۴۔ مولانا وصی اللہ صاحب فتح پور ضلع اعظم گڈھ
۵۔ مولانا عبد الرحمٰن صاحب کاملپوری مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور
۶۔ مولانا قاری محمد طیب صاحب مہتمم دار العلوم دیوبند
۷۔ مولانا مفتی محمد شفیع صاحب دیوبندی مفتیٔ اعظم پاکستان
۸۔ مولانا محمد مسیح اللہ خاں صاحب مہتمم مدرسہ مفتاح العلوم جلال آباد۔

Scanned by CamScanner

۹۔ مولانا اسعد اللہ صاحب ناظم مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور
۱۰۔ مولانا مفتی کفایت اللہ صاحب شاہجہاں پوری
۱۱۔ مولانا سید سلیمان صاحب ندوی دارالمصنفین اعظم گڈھ
۱۲۔ مولانا عبدالباری صاحب جامعہ عثمانیہ حیدرآباد دکن
۱۳۔ مولانا ابرارالحق صاحب ناظم مدرسہ اسلامیہ ہردوئی

ان سب حضرات نے بڑی خدمات انجام دی ہیں اور دو کے علاوہ تقریباً سب ہی وفات پاچکے ہیں۔

موجودہ دو ایک مولانا ابرارالحق صاحب ناظم مدرسہ دعوۃ الحق ہردوئی کی ذات گرامی ہے۔ موصوف دعوۃ الحق کے تحت سو سے زائد مکاتب چلارہے ہیں اور ان سب کی نگرانی فرماتے ہیں اور فیوضِ باطنی اور رشد و ہدایت، تزکیۂ تربیت کے ذریعہ بڑا حلقہ مستفیض ہو رہا ہے۔ اور حضرت موصوف زید مجدہم کا یہ سلسلہ ہندوستان تک ہی محدود نہیں بلکہ دیگر ممالک میں بھی حلقۂ ارادت پھیلا ہوا ہے۔

حضرت مولانا زید مجدہم کے طرزِ تربیت میں حکیم الامت حضرت تھانوی قدس سرہٗ کے طرزِ تربیت کی بہت حد تک جھلک محسوس ہوتی ہے۔

حضرت مولانا زید مجدہم کو سیدی مرشدی فقیہ الامت حضرت اقدس مفتی صاحب زید مجدہم سے بھی شرفِ تلمذ حاصل ہے۔

مسیح الامت حضرت مولانا محمد مسیح اللہ خان صاحب زید مجدہم

مہتمم مدرسہ مفتاح العلوم جلال آباد ضلع مظفر نگر

ولادت باسعادت:۔ ۱۳۲۹ھ یا ۱۳۳۰ھ سرائے برلہ تحصیل اترولی ضلع علی گڈھ میں ہوئی۔

طفولیت:۔ بچپن ہی سے آپ کو ذکر و نوافل، نمازِ پنجگانہ با جماعت کا بہت

شوق تھا، راتوں کو اُٹھتے، تہجد پڑھتے اور دعائیں مانگا کرتے تھے، نفلی روزے کثرت سے رکھا کرتے۔

تعلیم:- ابتدائی تعلیم درجۂ ششم تک سرکاری اسکول میں حاصل کی۔ اس کے بعد فارسی عربی تا مشکوٰۃ شریف اپنے وطن میں پڑھیں۔ پھر مشکوٰۃ، ہدایہ سے لے کر دورۂ حدیث شریف تک دارالعلوم دیوبند میں پڑھا۔ اور اس کے بعد دو سال میں جملہ فنون کی تکمیل کی۔

بیعت:- جس سال آپ دارالعلوم میں تشریف لائے اسی سال آپنے حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ سے اصلاحی تعلق قائم فرمالیا تھا اور باقاعدہ خط وکتابت شروع فرمادی۔ اور پھر اسی سال یا آئندہ سال بیعت بھی ہو گئے۔ طالب علمی کے زمانہ میں آپ کا یہ معمول رہا کہ ۱۵ ر شعبان کی سالانہ چھٹی ہونے پر تھانہ بھون خانقاہ میں حاضر ہوجاتے اور اخیر عشرہ میں گھر تشریف لے جاتے۔ سہ ماہی، ششماہی وغیرہ کی چھٹیوں میں بھی تھانہ بھون حاضری دیتے۔

خلافت واجازت:- جس سال آپ دارالعلوم دیوبند سے فارغ ہوئے اس سال بھی حسب معمول آپ ۱۵ ر شعبان کے بعد تھانہ بھون تشریف لے آئے۔ اور رمضان المبارک کے اخیر عشرہ میں گھر تشریف لے گئے۔ وہاں سے آپنے حالات کا خط لکھا جس پر حضرت حکیم الامتؒ نے اجازت و خلافت مرحمت فرمائی۔

۱۵ ر شعبان ۱۳۵۱ھ کو دارالعلوم دیوبند سے فراغت ہوئی اور ۲۵ ر شوال ۱۳۵۱ھ میں اجازت و خلافت سے سرفراز ہوئے۔

خدمات:- قصبہ جلال آباد میں ایک مکتب میں حضرت حکیم الامتؒ نے تقرر فرماکر بھیجدیا، بعد میں آپ ہی اس کے مہتمم بنا دیئے گئے اور آپ کے اخلاص اور خداداد صلاحیتوں کی بنا پر اللہ پاک نے مدرسہ کو وہ ترقی عطا فرمائی کہ مستقل جامعہ

Scanned by CamScanner

بن گیا جو "جامعہ مفتاح العلوم" سے مشہور ہے۔ چند سال بعد ہی سے دورۂ حدیث شریف کا انتظام ہو گیا جو بحمد اللہ برابر جاری ہے۔

طلبہ کی بڑی تعداد کے اخراجات، اساتذہ کی تنخواہیں، تعمیری مصارف سب توکلاً علی اللہ اسی طرح پورے ہوتے ہیں کہ نہ کوئی مستقل سفیر ہے نہ اعلان و اشتہار۔

مدرسہ کا فیض صرف ہندوستان ہی تک محدود نہیں رہا بلکہ غیر ممالک تک بھی پہنچا بالخصوص جنوبی افریقہ کی خاصی تعداد ہر سال رہتی ہے اور فارغ ہو ہو کر اپنے وطن جا کر دینی خدمات انجام دے رہے ہیں۔ اس طرح جنوبی افریقہ میں مفتاح العلوم کے فضلاء بڑی تعداد میں موجود ہیں اور اپنی اپنی جگہ وقیع خدمات انجام دے رہے ہیں۔

افادۂ باطنی:۔ اسی طرح تزکیہ وتربیت، رشد و ہدایت کا سلسلہ بھی بہت وسیع ہے جو حضرت حکیم الامت نور اللہ مرقدہٗ کے ہی اصولوں پر قائم ہے۔ یوں تو ارشادات کا سلسلہ ہر وقت ہی جاری رہتا ہے کہ کوئی وارد و صادر محروم نہیں رہتا مگر طالبین و سالکین کے لئے مستقل ہر روز مجلس ہوتی ہے اور جمعہ کے روز بعد جمعہ عام مجلس ہوتی ہے جس میں اہل علاقہ اور دور دراز کے عقیدتمند حضرات شرکت فرماتے ہیں جس میں کئی سو کا مجمع ہو جاتا ہے۔ مجالس میں عموماً حکیم الامت حضرت تھانوی کے مواعظ و ملفوظات پڑھ کر سناتے ہیں مگر عجیب وغریب تاثیر ہوتی ہے کہ شاید کوئی شخص حاضرین میں سے خاص تاثر لئے بغیر نہ رہتا ہو۔ خود آپ ہی کے پیر بھائی حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب نور اللہ مرقدہٗ مہتمم دار العلوم دیوبند "ارمغانِ صد سالہ" میں آپ کا اس طرح منظوم تذکرہ فرماتے ہیں:۔

مولانا الشیخ مسیح اللہ شیخ الحدیث مفتاح العلوم جلال آباد

مسیح اللہ شفاء درد ہجراں — مسیحیت بشان شاں نمایاں
مریضانِ نفوس آتے ہیں حیراں — مگر جاتے ہیں ہو کر شاد و فرحاں

وہ شانِ اشرفیؔ کا اِک نشاں ہیں نہ اِک گُل مستقل خود گلستاں ہیں
جہاں بھی پڑ گئے اُن کے قدم آج
تو پالی اہلِ حق نے اپنی معراج

سلسلہ علوم ظاہری کی طرح فیوض باطنی اور تزکیہ و تربیت کا سلسلہ بھی ہندوستان ہی میں محدود نہ رہا بلکہ غیر ملکوں میں پہنچا، بالخصوص جنوبی افریقہ میں حضرت زید مجدہم کے عقیدتمندوں کا حلقہ بڑا وسیع ہے اور حضرت زید مجدہم کے خلفاء و مجازین کی بھی خاصی تعداد جنوبی افریقہ میں ہے جو دینی قومی خدمات انجام دینے میں مصروف و مشغول ہیں۔

جامعہ عربیہ ہتورا ضلع باندہ

جس کے سرپرست سیدی مرشدی فقیہ الامت حضرت اقدس مفتی صاحب زید مجدہم اور بانی و مہتمم حضرت مولانا سید صدیق احمد صاحب زید مجدہم ہیں جو حضرت مولانا اسعد اللہ صاحب نور اللہ مرقدہ، ناظم مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور و مجاز حضرت حکیم الامت تھانوی نور اللہ مرقدہ کے خلیفہ و مجاز ہیں۔ اور فقیہ الامت حضرت اقدس مفتی صاحب زید مجدہم سے شرفِ تلمذ حاصل ہونے کے ساتھ وہ گہرا نیازمندانہ تعلق ہے جو کسی لائق سعادت مند سعید ازلی تلمیذ کو اپنے مربی، شفیق اُستاذ و سرپرست سے حقیقۃً ہونا چاہیے، جس کی نظیر بمشکل ہی مل سکتی ہے۔ اور سیدی مرشدی فقیہ الامت حضرت اقدس مفتی صاحب زید مجدہم کو بھی حضرت مولانا زید مجدہم کے ساتھ وہ پدرانہ شفقت اور غیر معمولی تعلق قلبی ہے جو ایک صحیح وارث و نائب رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم اور مخلص اُستاذ کو اپنے ہونہار سعادت اطوار تلمیذِ رشید سے حقیقۃً ہونا چاہیے، بلکہ بعض دفعہ حضرت والا زید مجدہم بلند کلمات ارشاد فرماتے ہیں جس سے باہم ایسے گہرے تعلق کا اندازہ ہوتا ہے

Scanned by CamScanner

جس کی نظیر کم از کم اس دور میں شاید نایاب ہے۔ اسی تعلقِ خاطر کی بنا پر حضرت والا زید مجدہم عموماً عید اضحیٰ جامعہ عربیہ ہتورا ہی میں مناتے اور وہیں اپنی اور متعدد قربانیاں فرماتے ہیں۔ ہر عمارت کی بنیاد بھی تقریباً حضرت والا زید مجدہم کے مقدس ہاتھوں سے رکھی گئی ہے۔ اہم کتابوں کا افتتاح و اختتام بھی حضرت والا زید مجدہم سے ہی کرایا جاتا ہے، جس کی وجہ سے سال بھر میں ایک دو مرتبہ حضرت والا زید مجدہم کی تشریف آوری جامعہ عربیہ ہتورا میں ہوتی ہے۔ اور حضرت والا زید مجدہم کے زمانہ قیام میں اس گلشنِ محمودی میں عجیب و غریب بہار آجاتی ہے گویا ہر کلی خندن زن اور نغمہ خواں اور خوشی میں شاداں و فرحاں لہلہاتی اور رقص کرتی نظر آتی ہے۔ اس طرح یہ گلشنِ محمودی، فیوضِ محمودی بر نگ فیوض صدیقی سے ایسا معمور و شاداب ہے کہ جس کی دلآویز خوشبو کے جھونکے اطرافِ ہند سے گذر کر دیگر ممالک بالخصوص جنوبی افریقہ میں بسنے والوں کو معطر و فیضیاب اور بہت سوں کو مست و بے خود بنائے ہوئے ہیں اور جامعہ عربیہ ہتورا کے فیض یافتہ حضرات کی بڑی تعداد وہاں سرگرم عمل ہے۔

جامعہ اسلامیہ تعلیم الدین ڈابھیل

گجرات کی مشہور دینی قدیمی درسگاہ ہے۔ بانیان و منتظمین کے حسنِ اخلاص اور آسمانِ علم کے درخشاں آفتاب و ماہتاب حضرت علامہ انور شاہ کشمیری محدث دار العلوم دیوبند، مولانا شبیر احمد عثمانی مدرس دار العلوم دیوبند، مولانا مفتی عزیز الرحمٰن صاحب مفتی اعظم دار العلوم دیوبند اور ترجمانِ انور شاہ مولانا بدرِ عالم صاحب میرٹھی نور اللہ مرقدہم کے جامعہ اسلامیہ میں منتقل ہونے کی وجہ سے جامعہ اسلامیہ کو وہ شہرت و ترقی حاصل ہوئی کہ محتاجِ بیان نہیں۔

جامعہ اسلامیہ کو حُسنِ تعلیم و تربیت میں ممتاز مقام حاصل ہے۔

Scanned by CamScanner

فقیہ الامت حضرت اقدس مفتی صاحب زید مجدہم ہی جامعہ کے بالخصوص دارالافتاء کے سرپرست ہیں۔ دارالافتاء سے فارغین طلبہ کا امتحان سالانہ بھی حضرت زید مجدہم ہی لیتے ہیں اور اہم کتابوں کا افتتاح واختتام بھی حضرت زید مجدہم سے کرایا جاتا ہے۔ مسلسلات کا ختم بھی جامعہ میں حضرت زید مجدہم کراتے ہیں۔ اکثر اساتذہ وطلبہ حضرت زید مجدہم سے ہی اصلاحی تعلق رکھتے ہیں اور حضرت زید مجدہم کے حکم و منشاء کے مطابق خانقاہی سلسلہ بھی قائم ہے۔ رمضان المبارک میں بالخصوص اعتکاف وخانقاہی نظام کا سلسلہ حضرت زید مجدہم کے حکم کے مطابق جاری رہتا ہے، جس کی نگرانی حضرت زید مجدہم کے خلیفہ ومجاز محترم مولانا مفتی احمد صاحب خانپوری مدت فیوضہم فرماتے ہیں۔ اور حضرت زید مجدہم کے قیام کے دوران تو وہ عجیب بہار آتی ہے کہ علاقہ بھر کے طالبین پروانہ وار جمع ہو جاتے ہیں اور جامعہ کے اساتذہ وطلبہ کا حال تو ایسا ہوتا ہے کہ جیسے چاند کے اردگرد ستاروں کا ہالہ کہ ان کی شیفتگی و فریفتگی دیدنی ہوتی ہے نہ کہ شنیدنی۔

جامعہ کا فیض بھی ہندوستان سے گذر کر دیگر ممالک بالخصوص جنوبی افریقہ میں پہونچا ہوا ہے کہ جامعہ کے فیض یافتہ کافی تعداد میں جنوبی افریقہ میں پائے جاتے ہیں۔

دیگر مدارس ہند

گجرات کے دیگر مدارس جامعہ حسینیہ راندیر، جامعہ اشرفیہ راندیر، دارالعلوم ماٹلی والا، دارالعلوم ترکیسر، دارالعلوم کنتھاریہ وغیرہ کا فیض بھی بیرونی ممالک بالخصوص جنوبی افریقہ میں پہونچا ہوا ہے کہ ان مدارس کے فیض یافتہ طلبہ بھی وہاں پائے جاتے ہیں۔

اسی طرح یوپی کے دیگر مدارس دہلی، مرادآباد، میرٹھ وغیرہ کے بعض مدارس

کا فیض بھی کسی نہ کسی درجہ میں دیگر ممالک اور بالخصوص جنوبی افریقہ میں پایا جاتا ہے جن سب کا تذکرہ بخوف طوالت نہیں کیا جاتا، اور ضرورت بھی نہیں۔ چونکہ یہاں تو صرف نمونہ دکھانا تھا۔ اس لئے اسی پر اکتفاء کیا جاتا ہے۔

حضرت مولانا بدر عالم صاحب میرٹھی نور اللہ مرقدہ کے معتقدین ومسترشدین کا بھی ایک حلقہ جنوبی افریقہ میں موجود ہے۔

جامعہ محمودیہ نوگزہ پیر ہاپوڑ روڈ میرٹھ

شہر میرٹھ اور اطراف کی شدید حاجت کی بناء پر ۱۴۰۶ھ میں قائم کیا گیا ہے۔ سیدی مرشدی حضرت اقدس مفتی صاحب زید مجدہم ہی بانی وسرپرست ہیں۔ قلیل عرصہ میں جامعہ کی غیر معمولی ترقی ومقبولیت حضرت زید مجدہم کی کرامت اور دعاء مستجاب اور توجہ خاص کا ظہور ہے جس سے ارباب بصیرت واصحاب قلوب کی بڑی توقعات وابستہ ہیں کہ اللہ پاک کو جامعہ سے دین کا بڑا کام لینا منظور ہے اور کتاب وسنت کی اشاعت ودعوت وتبلیغ کا عظیم مرکز اور اکابر کے علوم ومعارف بالخصوص فقیہ الامت حضرت اقدس مفتی صاحب زید مجدہم کے علوم ومعارف کی نشر گاہ بنانا اور اس کے فیض کو عالمگیر بنانا منظور ہے۔ اللہ پاک اپنے مقبول بندوں کی توقعات کو بجا طور پر باحسن وجوہ پورا فرمائے اور مکارہ وشرور وفتن سے حفاظت فرمائے۔

فقیہ الامت حضرت اقدس زید مجدہم کو **جامعہ محمودیہ** سے خاص الخاص اور غیر معمولی تعلق ہے جس کی بنا پر حضرت زید مجدہم کے تمام اہل تعلق وارادت کو جامعہ محمودیہ سے بھی خاص تعلق وربط ہے کہ سب ہی اس کی ترقیات کے دل سے خواہاں اور اس کے لئے ہر امکانی تعاون وقربانی کو سعادت اور سرمایہ آخرت تصور کرتے ہیں، جس کی بنا پر اس پانچ سالہ قلیل عرصہ میں جامعہ محمودیہ نے تعلیمی،

تعمیری نمایاں بلکہ مثالی ترقی کی ہے کہ سالِ گذشتہ دو سو سے زائد امدادی طلبا کا داخلہ رہا، گو درمیان سال میں فسادات کی بنا پر یہ تعداد کم ہوگئی۔ اور حفظ و ناظرہ اردو دینیات سے لے کر عربی تا جلالین شریف کی تعلیم رہی۔ اور آئندہ سال شوال ۱۴۱۱ھ سے طلبہ کی خواہش ہے کہ مشکوٰۃ شریف کے سال کا اجراء کردیا جائے جس کی بنا پر بہت ممکن ہے کہ شوال ۱۴۱۱ھ سے مشکوٰۃ شریف کا نظم ہوجائے، حضرت اقدس زید مجدہم نے اس کی منظوری بھی عنایت فرمادی ہے ع

اسی طرح طلبہ بھی قرب وجوار اور اندرونِ ہند کے علاوہ بنگلہ دیش اور جنوبی افریقہ کے بھی بعض طلبہ داخل ہیں۔ فللّٰہ الحمد والمنۃ۔

اسی طرح تعمیر بھی بہت کچھ ہوچکی ہے اور بہت کچھ باقی ہے جس کا سلسلہ وسیع طریقہ پر الحمد للہ چل رہا ہے۔ اللہ پاک بہت سہولت کے ساتھ سب ضروریات کی تکمیل فرمائے اور تمام مراحل آسان فرمائے۔ آمین

اور حضرت اقدس زید مجدہم کا یہ چشمۂ فیض تا قیامت جاری رہے اور تمام مخلوق کو سیراب کرتا رہے۔

اور اللہ پاک حضرت اقدس زید مجدہم کا سایۂ مبارک صحت وقوت وعافیت کے ساتھ دراز تر فرمائے۔ آمین۔ اور مخلوق کو زیادہ سے زیادہ استفادہ کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین ؎

دَور چلتا ہی رہے گردش میں پیمانہ رہے
میکشوں کے سر پہ یارب پیرِ میخانہ رہے

ع الحمد للہ شوال المکرم ۱۴۱۱ھ سے مشکوٰۃ شریف کا افتتاح کردیا گیا ہے فالحمد للہ علیٰ ذٰلک۔ ۱۲۔

شیخ الحدیث
حضرت مولانا محمد زکریا صاحب
مہاجر مدنی قدس سرہ

ولادت و طفولیت

۱۳۱۵ھ میں رمضان المبارک کی گیارہویں شب میں رات کے گیارہ بجے تراویح کے دوران ولادت ہوئی۔

حضرت زید مجدہ کے دادا حضرت مولانا محمد اسماعیل صاحب قدس سرہ کو نظام الدین دہلی پوتے کی پیدائش کی خبر پہونچی برجستہ زبان سے نکلا، ہمارا بدل آگیا اور اسی سال شوال میں دنیا سے رحلت فرمائی۔

حضرت شیخ الحدیث رح کی عمر اڑھائی برس کی تھی کہ ان کو ان کے والد مولانا محمد یحییٰ صاحب قدس سرہ اپنے ہمراہ گنگوہ لے گئے جو اس وقت قطب الارشاد امام ربانی حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی نور اللہ مرقدہ کی وجہ سے صلحاء و علماء کا مرکز بنا ہوا تھا کہ حضرت کی تربیت باطنی اور شہرۂ آفاق درسِ حدیث نے طالبین، صادقین اور علماء کاملین کو دور دور سے کھینچ کھینچ کر اس قصبہ میں جمع کر رکھا تھا اور وہاں ایک ایسی روحانی وعلمی

Scanned by CamScanner

فضا در و دیوار پر چھائی ہوئی تھی، جس کی نظیر اس مبارک عصر میں بھی دور دور ملنی مشکل تھی۔ بارہ سال گنگوہ ہی میں گذرے جس کے لئے مستقبل میں حضرت گنگوہی قدس سرہٗ کے کمالات باطنی کا حامل و امین اور آپ کے علوم ظاہری کا شارح و ناشر بننا مقدر تھا۔ اللہ پاک نے اس کو ابتدائی تعلیم و تربیت اور وہاں کے نقوش و اثرات کو اپنے اندر جذب کرنے کے لئے بھی اسی امام ربانیؒ کی مبارک صحبت کو منتخب فرمایا۔

۱۳۲۸ھ تک ۱۲، ۱۳ سال کی عمر تک گنگوہ قیام رہا اور ابتدائی کتابیں بزرگ اور شفیق چچا مولانا محمد الیاس صاحبؒ سے پڑھیں اس کے بعد مظاہر علوم سہارنپور منتقل ہوئے۔ اور علوم ظاہری کی تکمیل کی اور اس یکسوئی کے ساتھ کہ ایک مرتبہ جوتا کسی نے اٹھا لیا تو چھ ماہ تک نیا جوتا خریدنے کی نوبت نہیں آئی کہ چھ ماہ تک مدرسہ سے باہر نکلنا ہی نہیں ہوا کہ مدرسہ ہی میں جمعہ ہوتا تھا اور بیت الخلاء میں ایک دو جوتے جس کے پرانے ہو جاتے ہیں وہ ڈال دیتا ہے ان کو استعمال فرما لیتے۔ کسی سے بات تک کرنے یا سلام تک کرنے کی اجازت نہ تھی۔ اور والد صاحب یا چچا جان مولانا محمد الیاس صاحب کی ہمراہی کے بغیر مدرسے سے باہر یا حضرت مولانا خلیل احمد صاحب قدس سرہٗ کی مجلس میں بھی جانے کی اجازت نہ تھی۔

بیعت واجازت

شوال ۱۳۳۳ھ میں حضرت مولانا خلیل احمد صاحب مہاجر مدنی قدس سرہٗ سے بیعت کی اور پھر منازل سلوک طے فرمائے۔

۱۳۴۴ھ میں حضرت مولانا خلیل احمد صاحب نور اللہ مرقدہٗ کی ہمرکابی میں حرمین شریفین کا سفر ہوا جو حضرت شیخ قدس سرہٗ کا دوسرا سفر حج تھا حضرت مولانا خلیل احمد صاحب قدس سرہ مدینہ طیبہ مستقل قیام اور جنت البقیع میں

آسودہ خاک ہونے کے ارادہ سے تشریف لے گئے تھے۔ اس لئے حج وزیارت سے فراغت پر حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب قدس سرہٗ مدرسہ مظاہر علوم کی شدید ضرورت اور ہندوستان میں ارشاد وتربیت کے سلسلہ کو جاری رکھنے کے لئے، جو حضرت مولانا خلیل احمد صاحب قدس سرہٗ کی ذات سے وابستہ تھا۔ حضرت شیخ قدس سرہٗ کو ہندوستان رخصت فرمایا۔ حالانکہ سید احمد صاحب مدنی بانی مدرسہ علوم شرعیہ مدینہ منورہ برادرِ اکبر حضرت مولانا سید حسین احمد صاحب مدنی قدس سرہٗ نے اپنے مدرسہ کے لئے روکنے کی بہت کوشش فرمائی، مگر اس کو مظاہر علوم سہارنپور کی اہمیت کی بنا پر منظور نہیں فرمایا۔ بلکہ شیخ الحدیث، مشیر ناظم کا عہدہ تجویز فرمایا۔

رخصت کرنے سے قبل چاروں سلسلوں میں بیعت وارشاد کی عام اجازت عطا فرمائی اور اس کے لئے بڑا اہتمام فرمایا۔ روضۂ اقدس علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے سامنے مواجہ شریف میں اپنے سر سے عمامہ اتار کر مولانا سید احمد صاحب قدس سرہٗ کو دیا کہ شیخ کے سر پر رکھ دیں۔

جس وقت وہ عمامہ شیخ کے سر پر رکھا گیا۔ شیخ پر ایسی رقت طاری ہوئی کہ چیخیں نکل گئیں۔ حضرت بھی آبدیدہ ہوگئے۔ شیخ نے بعض مجلسوں میں فرمایا۔ عمامہ رکھتے ہی مجھے اپنے اندر کوئی چیز آتی محسوس ہوئی اس سے میں سمجھا انتقالِ نسبت کی شاید یہی حقیقت ہے۔ حضرت شیخ نے اس اجازت کو بہت پوشیدہ رکھنا چاہا مگر حضرت مولانا عبد القادر صاحب رائپوری رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی تشہیر کی۔

سوز و گداز اور عشق و محبت

حضرت مولانا سید ابو الحسن علی ندوی زید مجدہم تحریر فرماتے ہیں:

"شیخ کے علم، تصنیفی انہماک، وقار وسکینت اور ضبط وتحمل کے فانوس میں

عشق و محبت کا ایک ایسا شعلہ تھا جو جاننے والوں کی نگاہوں سے مستور نہیں۔ ان کا خمیر عشق و محبت کے اس جوہر کے ساتھ گوندھا گیا تھا۔ اور وہ شاید ان کے خمیر کے تمام اجزاء و عناصر سے زیادہ مقدار میں تھا، ان کا حال وہ تھا جو سودا نے اپنے شعر میں بیان کیا ہے ؎

آدم کا جسم جب کہ عناصر سے مل بنا
کچھ آگ بچ رہی تھی سو عاشق کا دل بنا

عشق و محبت کے اس جوہر کا اندازہ اس وقت ہوتا اور اس کے شرارے اسی وقت نظر آتے، جب عشقِ الٰہی، ذاتِ رسالت پناہی اور واصلانِ بارگاہِ الٰہی کا تذکرہ ہو۔ راقم السطور نے اپنے پہلے سفرِ حجاز کے موقعہ پر مدینہ طیبہ سے ایک خط لکھا، جس میں مدینہ کے راستہ کی کیفیات اور بعض نعتیہ اشعار تھے۔ جب یہ خط پہونچا تو شیخ کی عجب کیفیت تھی، جو لوگ پاس موجود تھے، ان کا بیان ہے کہ ایک عزیز خادم[1] سے جو خوش الحان بھی تھے، ان اشعار کو ترنم کے ساتھ پڑھنے کی فرمائش ہوئی۔ گرمی کا زمانہ تھا، رمضان کے ایام تھے، اعتکاف کا موقعہ تھا، اس وقت کچھ لوگ شیخ کا بدن دبا رہے تھے۔ دیکھنے والوں کا بیان ہے کہ جس وقت ان صاحب نے یہ اشعار پڑھے، اس وقت شیخ فرطِ شوق اور شدتِ جوش میں بالشت بالشت بھر اُچھل جاتے۔ جو لوگ بدن دبا رہے تھے، ان کو محسوس ہو رہا تھا کہ شیخ کے جسم میں ایک بجلی سی پیدا ہو گئی ہے اور وہ اپنی کیفیت کو کسی طرح چھپا نہیں سکتے۔ راقم سطور نے خود بارہا دیکھا کہ وہ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاءؒ کے حالات اپنے ایک مسودہ[2] سے۔ حضرت راءپوریؒ کو سنا رہا ہے۔ شیخ پاس کی چارپائی پر بیٹھے ہوئے تھے۔ ان پر گریہ کا اتنا غلبہ ہوا کہ چارپائی ہلنے لگی۔ مولانا

---

[1] مولوی عبدالمنان صاحب دہلوی مرحوم مراد ہیں [2] تاریخ دعوت و عزیمت جلد ۳

محمد یوسف صاحب کی معیت میں جو حج ہوا، اسی سے واپسی کے موقعہ پر اس طرح بلک بلک کر رونے لگے جیسے بچہ اپنی ماں کی گود سے علیحدہ کیا جائے تو وہ بے قرار ہو کر روتا اور بلکتا ہے[1]

اس سرزمینِ مقدس اور دیارِ حبیب سے ان کی رُوح اور قلب کو جو تعلق اور وابستگی ہے، اور اس کے چھوٹنے پر ان کے دل پر جو کچھ گذر رہی تھی، اس کا کچھ اندازہ ان سطور سے ہوگا جو ان کے ایک مخلص خادم نے ان سطور کے راقم کے نام اپنے ایک مکتوب میں لکھی تھیں:

"طائف سے واپسی پر عمرہ کر کے جعرانہ سے احرام باندھا تھا۔ دوسرے روز جدّہ روانگی ہوگئی۔ حدودِ حرم کے ختم پر جو کنواں ہے وہاں مغرب کا وقت ہوا۔ نماز کے بعد سوار ہونے کے وقت حضرت پر گریہ طاری ہوا، پھر جدّہ پہونچکر محمد علی خاں صاحب کے مکان پر قیام تھا۔ ساری رات عجب بے چینی میں گذری۔ حضرت کی خدمت میں صرف محترمی ابوالحسن صاحب اور بندہ موجود تھے۔ اور باقی خدّام و حضرات حضرت جی رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ دوسرے کمروں میں تھے، حضرت بار بار اُٹھ کر بیٹھتے اور ہم لوگ بھی آہٹ پاکر اُٹھ جاتے اور کسی وقت سوتے بنے رہتے اور دیکھتے رہتے۔ بندہ کو ۲۲ سال سے کئی دفعہ کافی کافی عرصہ کے لئے حضرت کی خدمت میں رہنا ہوا۔ سفر، حضر، عزیزوں و بزرگوں کی اموات، رمضان المبارک کی راتیں، حج کا سفر، سفرِ عرفات وغیرہ مختلف اوقات و حالات میں حاضری نصیب ہوئی۔ مگر ایسی حالت پہلے کبھی نہ دیکھی تھی۔ کبھی کھڑکی سے منہ نکال کر گلی میں راستوں کو دیکھ رہے ہیں اور فرمارہے ہیں، ابوالحسن آج اور عرب کی زمین دیکھ لے،

---

[1] روایت صوفی محمد اقبال ہوشیار پوری۔

Scanned by CamScanner

صفحہ 211 درمیان سے چھوٹ گیاہے آخر میں ملاحظہ فرمائیں

رجوع عام

حضرت مولانا محمد الیاس صاحب رح نے اپنا عمامہ حضرت شیخ رح کے سر پر رکھ کر گھر کی مستورات (جنھوں نے بیعت کی درخواست کی تھی) کو حکماً بیعت کرایا۔ پھر رفتہ رفتہ اہل علم اور اہل اصلاح کا رجوع عام ہوا جو ہر روز بڑھتا ہی چلا گیا۔

حضرت شیخ رح چونکہ مشائخ عصر حضرت مولانا سید حسین احمد صاحب مدنی رح، حضرت مولانا عبدالقادر صاحب رائپوری رح، حضرت مولانا محمد الیاس صاحب کاندھلوی رح، حضرت مولانا عاشق الٰہی صاحب میرٹھی رح، حضرت حافظ فخر الدین صاحب پانی پتی رح، شاہ محمد یٰسین صاحب نگینوی رح، منشی رحمت اللہ جالندھری رح مجاز اعلیٰ حضرت رائپوری رح اور مولانا محمد ظفر صاحب تھانوی قدس اللہ سرہم سب کے معتمد علیہ، محبوب، مشیر اور محرم راز تھے۔ اور سب کی بکثرت آمد و رفت رہتی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو جو فطری جامعیت، اعتدال و توازن اور ہمہ اور باہمہ ہونے کی صفت عطا فرمائی تھی۔ اس کی وجہ سے آپ کی ذات اور آپ کا مستقر سب کا مرکز اور سب کے لیے نقطۂ جامعہ تھا۔ اور کلیات سے جزئیات تک آپ اکثر مشیر و دخیل رہتے۔ اسلئے بھی حضرت شیخ رح کی طرف عوام و خواص کا رجوع ہونا گویا ایک لازمی امر تھا۔

ادھر خدا کا ان کے ساتھ خاص معاملہ یہ تھا کہ جو شیخ و مربی دنیا سے جاتا وہ اپنے مسترشدین و متعلقین کو یا تو خود شیخ رح کے سپرد کر جاتا یا وہ خود کسی اشارۂ غیبی سے یا اس یگانگت و اعتماد کی بناء پر جو ان کے شیخ و مربی روحانی کو شیخ پر تھا وہ سب شیخ کی ذات ہی کی طرف رجوع کرتے اور بالعموم شیخ سے اپنی تکمیل و تربیت اور مشورہ و رہبری کا کام متعلق کر دیتے۔ مولانا محمد الیاس صاحب رح کا معاملہ تو گھر ہی کا تھا لیکن ان سے پہلے مولانا عاشق الٰہی صاحب میرٹھی رح

Scanned by CamScanner

اور ان کے بعد حضرت مولانا مدنی رح پھر حضرت رائپوری رح اور سب کے آخر میں مولانا محمد یوسف صاحب رح کی وفات کے بعد ان سب حضرات کے اکثر اہل ارادت اور اہل تعلق نے شیخ ہی کو اپنا روحانی سرپرست، مشیر و رہنما اور اپنے مشائخ کا جانشین اور وارث دامین سمجھا۔

پھر خصوصیت کے ساتھ مولانا محمد یوسف صاحب رح کی رحلت کے بعد تبلیغی حلقہ کا جو ہندوستان سے متجاوز ہو کر ایک طرف مراکش اور دوسری طرف انڈونیشیا تک اور یورپ و امریکہ تک پھیلا ہوا ہے آپ ہی مرجع و مرکز بن گئے۔

حضرت شیخ رح کی مرجعیت اور مرکزیت کا اندازہ اس خط سے کچھ ہو سکتا ہے جو حضرت شیخ رح نے حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی کے نام تحریر فرمایا۔ اس کا اقتباس درج کیا جاتا ہے جس میں سفر پاکستان کا ذکر ہے:-

"کراچی سے لائل پور تک کوئی بھی چھوٹا بڑا اسٹیشن ایسا نہیں گذرا جس پر ۲۵ - ۳۰ سے لے کر ۴۰۰ / ۵۰۰ تک کا مجمع نہ ہو۔ چونکہ ایرکنڈیشنڈ کی وجہ سے کھڑکیاں نہیں کھل سکتی تھیں اس لئے ہر اسٹیشن پر اٹھ کر دروازہ تک آنا پڑتا تھا۔ مجھے تو رات میں لیٹنے کی بھی نوبت نہ آئی۔ سنا ہے کہ اس ہجوم میں میری پاکستان میں پہلی آمد کو بھی دخل ہے۔

حرمین شریفین تو جا کر معلوم ہوا تھا کہ یہ سیاہ کار محدث ہے، ہر جگہ کے مشائخ و اساتذہ کا اجازت حدیث کا اتنا زور بندھا کہ میں اپنی نااہلیت کی وجہ سے معذرت اور لعل و سوف کرتا تھک گیا، پاکستان آکر معلوم ہوا کہ یہ رو سیاہ پیر بھی ہے۔ معتقدین کے ہجوم نے ایسا محبوس رکھا کہ زیادہ اوقات چاروں طرف کے کواڑ بند کئے اندر بند رہنا پڑا"

ماہ مبارک کا بہت اہتمام ہوتا۔ ایک قرآن یومیہ بلکہ کچھ زائد ہی ختم کا

معمول تھا کسی عزیز و مقرب سے بھی بات کرنا گوارا نہ فرماتے۔

ماہِ مبارک میں اعتکاف کا بہت اہتمام تھا۔ شیخ قدس سرہٗ کی خدمت میں رمضان گذارنے اطراف واکنافِ عالم سے طالبین صادقین اور علماءِ کاملین اور اصحاب اجازت شیخ جمع ہو جاتے۔ ۱۳۹۴ھ کے رمضان کے اخیر میں مہمانوں کی تعداد دو ہزار تک ہو گئی تھی۔ اس کے بعد کے رمضانوں میں تعداد اور کہیں زیادہ ہو گئی تھی۔ بیعت وعقیدت کا تعلق رکھنے والے دور دور سے اس طرح کھنچ کھنچ کر آجاتے جیسے آہن پارے مقناطیس کی طرف اور پروانے شمع کی طرف آجاتے ہیں۔ اور روحانی مرکز، ذکر و تلاوت اور نوافل وعبادات سے اس طرح معمور ہو جاتا اور ایسا روحانی ماحول ہو جاتا کہ جو خدا کا بندہ تھوڑی دیر کے لئے بھی اس ماحول میں آجاتا وہ دنیا و ما فیہا سے بے خبر ہو جاتا۔ افسردہ طبیعتوں میں نئی گرمی بلکہ سرگرمی، پست ہمتوں میں عالی ہمتی اور اولوالعزمی بلکہ مُردہ دلوں میں زندہ دلی اور بلند پروازی پیدا ہو جاتی۔ بجلی کا ایک کرنٹ تھا جو دلوں سے دلوں کی طرف پہونچ جاتا اور مُردہ جسموں میں ایک بجلی سی پیدا کر دیتا۔

جنوبی افریقہ کا تاریخی رمضان

۱۴۰۰ھ کا رمضان پاکستانی خُدّام، اہلِ تعلق کے اصرار اور قدیم خواہش و تمنّا کی بنا پر فیصل آباد (سابق لائل پور) میں گذرا اور ۱۴۰۱ھ کا رمضان جنوبی افریقہ میں حضرت مولانا سیّد ابوالحسن علی ندوی زید مجدہم جنوبی افریقہ کے رمضان کا تذکرہ اس طرح فرماتے ہیں:-

"شیخ کے سن مبارک (حضرت شیخ کی اس وقت عمر ۸۶ سال تھی) ضعف امراض اور عوارض دیکھتے ہوئے جن کا حال یہ تھا کہ نقل و حرکت تو بڑی چیز ہے خود سے کروٹ بدلنے اور اٹھ کر بیٹھ جانے سے بھی معذور تھے، رمضان گذارنے کے لئے جنوبی افریقہ کا سفر کا ارادہ و فیصلہ خدا کی قدرت کی ایک نشانی اور شیخ کی ایک کھلی کرامت تھی، جس کی توجیہ اس کے سوا کسی چیز سے نہیں کی جاسکتی کہ اللہ تعالیٰ کو اس دُور دراز ملک کے (جو اسلامی و مغربی تہذیب کے تصادم و تقابل کی خاص جولان گاہ ہے اور جہاں لاکھوں کی تعداد میں ہندوستانی نسل کے فرزندانِ توحید آباد ہیں، جنھوں نے ابھی تک دولت و مغربیت کے فتنوں کے باوجود اسلام کی امانت کو اپنے سینے سے لگائے رکھا ہے اور جن کی نسلوں میں دین کا احترام اور اہلِ دین کی قدر دانی برابر منتقل ہوتی رہی ہے) مسلمانوں کی کوئی ادا پسند آئی اور ان کو فائدہ پہونچانے کے لئے پیاسوں کو کنویں پر جانے کے بجائے (جو وہ اپنے مقدور بھر کرتے رہے ہیں) کنویں کو پیاسوں کے پاس بھیجدیا۔ یہ طویل سفر متعدد اشاراتِ غیبی اور مبشرات کی بناء پر کیا گیا، اس سفر میں دین کے شائقین وطالبین اور اہلِ اشتیاق نے جس طرح پروانہ وار ہجوم کیا اور جس طرح ملک کے دور دراز گوشوں کے لوگ ایک مقناطیسی کشش سے جمع ہوئے اور انھوں نے اپنی شیفتگی اور گرویدگی کا اظہار کیا، اس نے تیرہویں صدی کے ثلثِ اوّل میں حضرت سیّد احمد شہیدؒ کے دوآبہ کے دورہ اور سفر حج و ہجرت کے دَور کی یاد تازہ کردی، وہاں کے طالبین کو جو دینی اور روحانی فوائد حاصل ہوئے، ان سے ان مبشرات کی صداقت بھی ظاہر ہوگئی۔ خود حضرت شیخ اپنے ایک خادم کے نام ایک گرامی نامہ میں تحریر فرماتے ہیں:

Scanned by CamScanner

"بہت سے مبشرات ومنامات کے پیشِ نظر اب کی سال جنوبی افریقہ میں
رمضان مبارک گذارنے پر اصرار اور زور احباب کی طرف سے ہورہا ہے،
معذوری وضعف، ناتوانی اور بیماری کی وجہ سے میری ہمت ہوتی نہیں کہ
وعدہ کروں، مگر مبشرات ومنامات کی کثرت کی وجہ سے ہمت کرلی۔"
شیخ نے اس سفر کے داعی خاص ومحرک مولوی یوسف تلا صاحب سے کچھ شرطیں
بھی کیں، ان میں سے ایک یہ تھی کہ [۱] میرا اور میرے رفقاء کا کرایہ میرے ذمہ ہوگا۔
[۲] ان لوگوں کے علاوہ جن کا معمول ہمیشہ ہدیہ بھیجنے کا ہے کوئی ہدیہ لینے کی اجازت
نہیں۔ کھانے میں تکلف نہ کیا جائے، بہت سادہ کھانا ایک دو قسم کا ہو۔
[۳] دوستوں کو اس پر راضی کرلیں کہ وہ مجھے ایک دو دن کے لیے کہیں نہ لے جائیں،
آنا جانا میرے بس کا نہیں، البتہ ذاکرین کو اکٹھا کریں جو اہتمام سے ذکر کریں۔
اس دوران افریقہ کے متعدد حضرات کی جانب سے سفر کا کرایہ اور دیگر
اخراجات ادا کرنے کی پیش کش پہونچی لیکن آپ نے اسے منظور نہیں فرمایا،
اور اپنا اور اپنے خدام کا کرایہ اپنی جیبِ خاص سے مرحمت فرمایا جو کہ پاکستانی
روپیہ کے حساب سے دو لاکھ روپیہ بنتا تھا۔
مولانا محمد سعید انگار صاحب کی درخواست پر جو اسلامک سنٹر ری یونین
(REUNION) کے ڈائرکٹر ہیں۔ آپ نے اسٹینگر (STANGER) جاتے ہوئے ری یونین
کا سفر منظور فرمالیا اور شرط کردی کہ وہاں خانقاہوں کے قیام اور ذکر
کے اہتمام کی کوشش کریں گے۔ آپ ۴؍شعبان ۱۴۰۱ھ (۶؍جون ۱۹۸۱ء)
بروز ہفتہ مدینہ منورہ سے روانہ ہوئے، مکہ مکرمہ میں عمرہ سے فارغ ہوئے،
وہاں ۹ - ۱۰ دن قیام کرکے ۱۶؍جون ۱۴؍شعبان کو جدہ سے ری یونین
کے لیے روانہ ہوئے۔ ری یونین (REUNION) پہونچ کر وہی معمولات

شروع کردیے گئے، جو رمضان میں ہوتے ہیں۔ ۳،۴ دن وہاں ٹھہر کر ۲۰ جون شنبہ کی صبح سینٹ ڈینس (SAINT DENIS) سے سینٹ پیر (SAINT PIERRE) تشریف لے گئے۔ اگلے دن ۲۱ جون کو ڈربن (DUBAN) کے لئے روانہ ہوئے، وہاں بڑی گرم جوشی سے استقبال کیا گیا۔ آپ کی تشریف آوری سے قبل ہی لوگوں نے داڑھیاں رکھنا شروع کردی تھیں، اور دینی جذبہ حیرت انگیز طور پر بڑھ چکا تھا۔ ۲۹ شعبان کو آپ اپنے تمام مہمانوں کے ساتھ اسٹینگر[1] (STANGER) کی جامع مسجد منتقل ہوگئے اور آپ نے پورے ماہ کے اعتکاف کی نیت کرلی۔

یہ زمانہ اس علاقہ میں (ہندوستان کے برخلاف خطِ استواء پر ہونے کی وجہ سے) انتہائی سردی کا تھا۔ لیکن اسٹینگر ذرا نشیب پر واقع ہے۔ اس لئے یہاں موسم قدرے معتدل رہتا ہے۔ اسٹینگر کی جامع مسجد کا انتخاب اس لئے کیا گیا کہ مسجد نہایت وسیع ہے اور تین حصوں پر مشتمل ہے۔ اوپر کے حصہ میں تقریباً بارہ سو ۱۲۰۰ افراد کی گنجائش ہے اور نیچے دو حصوں میں تقریباً ایک ہزار افراد سما سکتے ہیں، بیت الخلاء وغیرہ کافی تعداد میں ہیں، گرد و پیش گاڑیاں کھڑی کرنے کی وسیع جگہ ہے، گرم، ٹھنڈے پانی کا بندوبست بھی ہے، محلِ وقوع نہایت پُر سکون ہے۔

ایک بیان کے مطابق ہفتہ اتوار کو چھ ۶ سات ۷ ہزار کا مجمع ہو جاتا۔ جگہ کی کمی کو پورا کرنے کے لئے تینوں اطراف میں چار ۴ عدد خیمے نصب کیے گئے۔ ہفتہ اتوار کو مجمع کا نظم کرنے کے لئے وائرلیس سیٹ کرنا پڑا۔ ایک انفارمیشن سینٹر (معلوماتی مرکز) مسجد سے متصل عارضی طور پر قائم کیا گیا، مہمانوں کی خدمت کے

---

[1] اسٹینگر (STANGER) جنوبی افریقہ میں صوبہ نیٹال (NATAL) کا ایک شہر ہے۔

Scanned by CamScanner

لیے، سو افراد پر مشتمل ایک جماعت متعین تھی جن میں پچاس سحر کے لیے، اور پچاس افطار کے لیے مخصوص تھے۔

رمضان کے اس قیام سے اس پورے علاقہ میں دین کا ایک نیا ذوق پیدا ہوا، لوگوں کی ہمتیں بلند ہوگئیں، بہت سی جگہ مجالس ذکر کے قیام کا سلسلہ شروع ہوگیا، بہت سی جگہ نئی نئی مسجدوں کی بنیاد پڑی۔ مدارس دینیہ اور مکاتیب قرآنیہ کا قیام عمل میں آیا۔ اچھے اچھے صاحب ثروت گھرانوں میں دینی علم کا شوق پیدا ہوا اور انھوں نے اپنے بچوں کو دور دراز کے مدارس دینیہ میں بھیجنے کا فیصلہ کیا، دوسری طرف تبلیغی جدوجہد میں (جو کئی سال سے جنوبی افریقہ میں جاری ہے) نئی جان پڑی۔ دور دراز علاقوں سو سو دو دو سو میل کی مسافت سے بلکہ دوسرے افریقی ملکوں سے بھی زیارت کے لیے آتے رہے، وہ اپنے جیب و دامن کو فیوض و برکات سے بھر بھر کر واپس جاتے۔ جدائی کے وقت بڑے متأثر آبدیدہ نظر آتے۔

حضرت نے پورے ماہ کے اعتکاف کی نیت فرمائی، معمولات حسب ذیل تھے: بعد نماز ظہر ختم خواجگان و دعا پھر مجلس ذکر، بعد عصر کتابی تعلیم، پھر افطار، بعد مغرب نوافل، بعد طعام مجلس اور بیعت، بعد تراویح ختم یٰسین شریف اور دعا، پھر فضائل درود شریف کی خواندگی، پھر واردین و زائرین سے مصافحہ کا سلسلہ شروع ہوتا اور عموماً گھنٹہ بھر بلکہ زیادہ ہی وقت لگتا، معتکفین و زائرین رات کو کچھ نوافل و تلاوت میں شب بیدار رہتے، کچھ آرام کرتے پھر سحری اور تسبیح و تہلیل میں مشغول رہتے۔ فجر یا اشراق کے بعد اکثر لوگ سوتے، کچھ تلاوت میں مشغول رہتے، روزانہ وعظ کا سلسلہ رہتا۔ ایک دن مولانا مفتی محمود صاحب گنگوہی وعظ فرماتے، ایک دن مولانا عبدالحلیم صاحب جون پوری

Scanned by CamScanner

کتاب مولانا معین الدین صاحب مولانا شاہد صاحب الگ الگ وقتوں میں پڑھتے، تراویح مولانا سلمان صاحب نے پڑھائی۔ مولانا عبدالحفیظ صاحب مکی عموماً دعا کراتے یہ بڑی جامع اور طویل دعا ہوتی، جس میں پوری دنیا میں ہدایت کے پھیلنے اور دین اسلام کی بلندی اور سرسبزی کی دعا کی جاتی۔

معتکفین شروع رمضان میں سیکڑوں کی تعداد میں تھے، اخیر میں ہزار سے متجاوز ہوگئے۔ مقامی حضرات عموماً تحتانی مسجد میں اعتکاف میں رہتے اور باہر آئے ہوئے فوقانی مسجد میں معتکف رہتے جو اصل میں مسجد سمجھی جاتی۔ زائرین کا سلسلہ بڑھتا رہا تا آنکہ ان کی تعداد ہزاروں تک پہنچ گئی بالخصوص شنبہ اور اتوار کو تین ہزار سے متجاوز ہوکر چار پانچ ہزار تک تعداد پہنچ جاتی۔

۴ر اگست ۱۹۸۱ء ۳ر شوال ۱۴۰۱ھ منگل کو ظہر کی نماز پڑھ کر ختم خواجگان کے بعد مولانا عبدالحفیظ صاحب مکی نے الوداعی دعا کرائی، لوگ پھوٹ پھوٹ کر رو دیے۔ حضرت شیخ ضروریات سے فارغ ہوکر ۲ بجے گاڑی میں تشریف فرما ہوئے اور اسٹینگر کی مسجد سے روانہ ہوگئے۔ چند مقامات پر ٹھہرتے اور دعا کراتے ہوئے سلور گلین (SILVER GLEN) وہاں سے رچمنڈ (RICHMOND) وہاں سے میرج برگ (MARTIZBURG) جہاں تقریباً تین ہزار آدمیوں نے مصافحہ کیا۔ وہاں سے اسپنگو بیچ (ISIPINGO BEACH) ہر جگہ ان اوقات کے معمولات جاری رہے، یہاں مجمع تقریباً ایک ہزار کا تھا۔ یہیں جمعہ کی نماز پڑھی گئی۔ ڈربن سے وائٹ ریور (WHITE RIVER) پرائیویٹ ایرپورٹ سے روانہ ہونا تھا۔ یہاں مولوی محمد گارڈی نے پورے دو جہاز چارٹر کر رکھے تھے۔ وائٹ ریور پر بھی بڑا مجمع تھا، لیکن ہر ہر جگہ کی طرح پولیس اور فوج کا پورا انتظام، یہاں نومسلم سیاہ فام لوگوں کا مجمع

Scanned by CamScanner

بہت زیادہ تھا۔ اطراف واکناف سے آئے ہوئے لوگوں کا بھی جم غفیر تھا۔ تقریباً ۸ سو سیاہ فام تھے۔ سبھوں نے قرآن مجید شروع کیا۔

یہاں سے روانہ ہوکر بذریعہ جہاز جوہانس برگ (JOHANNESBURG) پہونچے۔ یہاں بھی وہی معمولات جاری رہے۔ جو ہانس برگ سے کیپ ٹاؤن (CAPETOWN) تشریف لے گئے۔ یہاں جامع ازہر مصر وسعودی عرب کے پڑھے ہوئے جادی علماء جو یہاں کے قدیم باشندہ ہیں استقبال کے لئے موجود تھے۔ آپ نے پہلے قبرستان جاکر فاتحہ پڑھی[1]

کیپ ٹاؤن میں علماء کی تنظیم کے صدر نظیم محمد صاحب نے جو اصلاً جادی ہیں ان کی تعلیم مکہ کی ہے، حضرت کے استقبال میں تقریر کی، یہاں علماء بہت مانوس رہے، کیپ ٹاؤن سے دوبارہ جوہانس برگ واپسی ہوئی۔ جوہانس برگ سے لے نیشیا (LENASIA) آنا ہوا۔ تقریباً تین ہزار کا مجمع تھا مصافحہ میں خاصی دیر لگی، بچوں کی بسم اللہ ہوئی اور ایک انگریز مسلمان ہوا۔ ۱۵؍ اگست ۱۴؍ شوال کو لے نیشیا قیام رہا اور بھی چند اشخاص مسلمان ہوئے ۱۶؍ اگست ۱۵؍ شوال کو بھی وہیں قیام رہا۔ چلتے وقت تقریباً ۳½ ہزار کا مجمع تھا، مصافحہ میں بہت وقت لگا۔ ۱۸؍ اگست ۱۷؍ شوال کو زامبیا (ZAMBIA) کے لئے روانگی ہوئی۔ زامبیا والوں نے ایک مستقل فوجی جہاز زامبیا سے چارٹر کرکے جوہانس برگ بھیجا جس کا کرایہ ہندی روپیوں میں ایک لاکھ ۲۵ ہزار

---

[1] عزیزی مولوی علی آدم ندوی ساکن کیپ ٹاؤن نے بتایا کہ یہاں کثرت سے انڈونیشیا کے جلاوطن عرب علماء ومشائخ دفن ہیں، جن کو ڈچ اپنی حکومت کے زمانہ میں سیاسی قیدی بناکر یہاں لاکر چھوڑ دیتے تھے ان میں متعدد صاحب نسبت مشائخ اور صاحب کرامات بزرگ ہوتے تھے۔

Scanned by CamScanner

ہوتا ہے۔ یہ جہاز گیارہ سیٹوں کا تھا۔ رخصت کے وقت ہزاروں کا مجمع تھا، تقریباً سو سے زیادہ کاریں ہی تھیں۔ چونکہ الوداعی وقت تھا۔ اس لئے پورے ساؤتھ افریقہ سے احباب کھینچ کھینچ کر پہونچ گئے۔ مجمع چیخیں مار مار کر رو رہا تھا۔ راستہ میں خصوصی انتظام کی بنا پر مسلمانوں کی ایک چھوٹی بستی چپاٹا (CHIPATA) پر جہاز اترا۔ احباب کا مجمع ایک ہزار کے قریب تھا۔ اللہ تعالیٰ نے چپاٹا میں جہاز کو ایک بڑے خطرے سے بچا لیا اور بخیریت واپسی ہوگئی۔ اس سفر میں کھانے میں برکت، خطرے سے سلامتی وغیرہ کے ایسے متعدد واقعات پیش آئے، جو خاصانِ خدا کے ساتھ پیش آتے رہے ہیں۔ جمعہ بھی چپاٹا میں ہوا ایک دینی درسگاہ کا سنگ بنیاد رکھا گیا۔

۲۲ راگست ۲۱ رشوال کو چپاٹا سے لوساکا (LUSAKA) روانگی ہوئی۔ لوساکا کا پورا ایرپورٹ مجمع سے بھرا ہوا تھا۔ کئی ہزار کا مجمع تھا۔ نعرۂ تکبیر سے پورا ایرپورٹ گونج گیا۔ یہاں کے میزبانوں نے انتظامات خوب کر رکھے تھے۔ شامیانوں میں کئی ہزار مجمع کی گنجائش تھی۔ حضرت کے میزبان ابراہیم حسین لمبات والا صاحب نے پورے شہر لوساکا کے مسلمانوں کی دعوت کر رکھی تھی۔ تقریباً ڈھائی ہزار آدمیوں نے کھانا کھایا۔ آپ نے ۲۴ راگست کو دارالعلوم کا معائنہ کیا اور وہاں کے ذمہ داروں کی درخواست پر اس کا نام مدرسہ رحمانیہ رکھا۔[1]"

ضعف کثرتِ امراض کے باوجود حضرت شیخ قدس سرہ کے ان طویل اسفار اور دینی سرگرمیوں کا ذکر حضرت اقدس مفتی صاحب زید مجدہم نے اپنے قصیدہ وصفِ شیخ میں اس طرح فرمایا ہے:۔

---

[1] حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحبؒ تصنیف مولانا سید ابوالحسن علی ندوی ص۱۶۵ تا ص۱۶۳

Scanned by CamScanner

ضعف پیری کثرت امراض گردش مضمحل | لیک بہر محنت دین ہمتے دارد جواں
کرد اوقات عزیزش بر اشارت منقسم | گاہ او در طیبہ آید گاہ در ہندوستاں
بے اجازت نقل و حرکت وصل ہجر ہا ہیچ نیست | شد فنا قصدش بہ قصد سید پیغمبراں
خانقاہ و مدرسہ قائم نمودہ جا بجا | تربیت کردہ فرستد کارواں در کارواں
مکہ، طیبہ، پاک، افریقہ رسیدہ فیض او
ساخت مرکز زمبیا، رنگون، لندن، انڈیاں

خلفاء و مجازین

حضرت شیخ قدس سرہ کے خلفاء و مجازین کی تعداد ایک سو گیارہ ہے جن میں بڑے بڑے اہل علم، مفتی، محدث اور مشائخ بھی ہیں جو مختلف ملکوں میں اپنی اپنی جگہ دینی خدمات انجام دینے میں مشغول ہیں۔ افریقہ کے اندر گیارہ خلفاء ہیں جن میں مولانا عبدالرحیم متالا صاحب زید مجدہم افریقہ کے ملک زامبیا کے شہر چپاٹا میں ایک بڑا دینی ادارہ المعہد الرشید الاسلامی چلا رہے ہیں جس کو حضرت شیخ قدس سرہ کے حکم سے ہی قائم کیا گیا تھا۔

باقی دس حضرات جنوبی افریقہ میں ہیں۔

(۱) مولانا یوسف تتلا صاحب اسٹینگر ناٹال جنوبی افریقہ

(۲) حاجی ابراہیم تتلا صاحب (مرحوم) " " " "

(۳) مولانا مفتی محمد سلیمان صاحب زید مجدہم پانڈور مدرس مدرسہ نیو ٹاؤن جوہانسبرگ جنوبی افریقہ

(۴) مولانا احمد درویش صاحب زید مجدہم مہتمم " " " " "

(۵) مولانا مفتی احمد میاں صاحب " المعہد الاسلامی بوائز فال " " "

(۶) مولانا مفتی بشیر حسن صاحب ۹۳۴ سیلور گلین ڈرائیو۔ ڈربن۔ ناٹال

(۷) مولانا محمد ابراہیم پانڈور صاحب زید مجدہم ایلز برگ ۔ جنوبی افریقہ۔

Scanned by CamScanner

(۸) مولانا محمد موسیٰ پانڈور صاحب زید مجدہم ایلز برگ جنوبی افریقہ۔
(۹) مولانا ابراہیم عبدالرحمٰن میاں صاحب جامع مسجد لنیز جوہانسبرگ جنوبی افریقہ
(۱۰) مولانا محمد گارڈی صاحب زید مجدہم وائٹ ریور ایسٹرنی ٹرانسوال " "

اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ حضرت شیخ قدس سرہ کی نظر اور توجہ جنوبی افریقہ پر کس قدر تھی۔ خلفاء و مجازین کا تفصیلی تذکرہ "حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا مہاجر مدنی رح اور ان کے خلفاء" تصنیف حضرت مولانا محمد یوسف صاحب لدھیانوی زید مجدہم کی دوسری تیسری جلد میں ہے۔ جس کو حضرت شیخ قدس سرہ کے مخصوص خلیفہ حضرت مولانا محمد یوسف صاحب متالا انگلینڈ نے اپنے مدرسہ دارالعلوم کی طرف سے تین جلدوں میں شائع کیا ہے۔

وفاتِ حسرت آیات

یکم شعبان ۱۴۰۲ھ مطابق ۲۵ مئی ۱۹۸۲ء بروز دوشنبہ عصر و مغرب کے درمیان یاکریم۔ او کریم۔ اور اللہ اللہ کہتے کہتے وصال ہوا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون اور دیرینہ تمنا پوری ہوئی کہ جنت البقیع میں احاطۂ اہلِ بیت نبوی علیہ الصلوٰۃ والسلام اور حضرت مولانا خلیل احمد صاحب مہاجر مدنی قدس سرہٗ کے قریب مدفون ہوئے۔

حضرت اقدس مفتی محمود حسن صاحب زید مجدہم نے ایک شعر میں تاریخِ وفات بیان فرمائی ہے ؎

چودہ سو دو ایک شعبان پیر کا دن بعد عصر
ہے یہ تاریخِ وفات حضرت شیخ الحدیث رح[1]

---

[1] عرب میں ۲ تاریخ تھی ہندوستان میں پہلی تھی۔

Scanned by CamScanner

ایک مرثیہ کے چند اشعار

اس موقعہ پر کاندھلہ کے قادر الکلام اور خوش گو شاعر شبیر صاحب جذبی کاندھلوی کے مرثیہ کے چند منتخب اشعار لکھے جاتے ہیں، جو صورتِ واقعہ کی صحیح تصویر اور زخمی دلوں کی صحیح ترجمانی اور تعبیر ہیں ؎

اک جنازہ جا رہا ہے دوشِ عظمت پر سوار
پھول برساتی ہے اس پر رحمت پروردگار

غیرتِ خورشید عالم ہے کفن کا تار تار
ابر گوہر بار کے اندر ہیں دُرّ شاہوار

نوحہ خواں ہیں مدرسے اور خانقاہیں سوگوار
آفتابِ علم و تقویٰ چھپ گیا زیرِ مزار

اللہ اللہ ذوق و شوقِ آمد ماہِ صیام
مصحفِ حق کی تلاوت روز و شب اور صبح و شام

صحنِ مسجد میں ہزاروں ذاکروں کا اژدحام
وقت افطار و سحر ہر تشنہ لب بادہ بجام

شمعِ محفل بجھ گئی ہے باقی ہے پروانوں کی خاک
اب تڑپے گی کبھی محفل میں دیوانوں کی خاک

عمر بھر کرتا رہا وہ خدمتِ دینِ رسولؐ
جان و دل میں بھر رہی تھی اُلفتِ دینِ رسولؐ

عشق نے ہو کر فنا پائے مقامات بلند
عشق ہے دونوں جہاں میں کامیاب و ارجمند

اے خوشا قسمت کہ ہجرت ہو گئی اسکی قبول
تا ابد سوئے گا عاشق زیرِ دامانِ رسولؐ

خوابگاہِ عشق ہو گی سبز گنبد کے قریب
میٹھی نیند آئے گی اصحابِ محمدؐ کے قریب

حشر تک جب بھی مدینہ میں ہوا لہرائے گی
بوئے زلفِ مصطفیٰؐ اس کی لحد میں آئے گی

دردمندوں کی دوا ہے عشقِ محبوبِ خدا
کاش مل جائے مجھے بھی عشقِ نورِ مصطفیٰؐ

جان و دل کا نور ہو شمعِ شبستانِ رسولؐ
رات دن چبھتے رہیں سینہ میں یثرب کے ببول

جذّ شاہ کربلا کی یاد میں روتا رہوں
خونِ دل کا سیل ہو اور غرق میں ہوتا رہوں

اے خدا اے دو جہاں اے مالکِ عرشِ عظیم
اے کریم کارساز اے رب رحمٰن و رحیم

رحم تیرا بے کراں ہے فضل تیرا بے حساب
بخش دے جذبی کو بھی کچھ درد و سوز و اضطراب

Scanned by CamScanner

حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب محدث سہارن پوری مہاجر مدنی (نور اللہ مرقدہٗ) کے سلسلہ میں اللہ تعالیٰ نے بڑی برکت عطا فرمائی، اور پورے عالم میں یہ سلسلہ پھیلا۔ حضرت شیخ الحدیث نور اللہ مرقدہٗ کے خلفاء و مجازین کی تعداد ایک سو نو ہے ——— جن میں بڑے بڑے اہل علم، مشائخ حدیث، ارباب فتویٰ شامل ہیں جو اپنی اپنی جگہ دینی خدمات انجام دے رہے ہیں۔

بعض حضرات کے سلسلہ کو بہت وسعت حاصل ہوئی اور ان کا بڑا فیض جاری ہوا۔ ان سب میں حضرت اقدس مفتی صاحب دامت برکاتہم کو اللہ تعالیٰ نے بڑی محبوبیت و مقبولیت اور مرجعیت عطا فرمائی، حضرت زید مجدہم کا فیض پورے عالم، بستی بستی، شہر شہر پہونچا ؎

ایک مدت سے ہیں ہند کے میخانے بند
اب مناسب ہے کہ تیرا فیض ہو عام اے ساقی

اب آئندہ اوراق میں حضرت مفتی صاحب زید مجدہم کا مختصراً تذکرہ کیا جاتا ہے۔

Scanned by CamScanner

فقیہ الامت حضرت اقدس مفتی محمود حسن صاحب زید مجدہم

نسب و خاندان حبیب رب العالمین سید المرسلین (فداہ ابی و امی) صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے میزبانِ خاص حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ، جو صرف میزبانِ رسول ہی نہیں بنے بلکہ حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم کی ہمرکابی میں بدر، احد، خندق، حدیبیہ اور تمام غزوات میں شرکت کی۔ ایک سو پچاس حدیثیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہیں۔ آپ سے سات صحابہ رضؓ نے حدیثیں سُنی ہیں۔

حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد بھی اسلامی جنگوں میں شرکت فرماتے رہے اور اپنی عمر کا ایک ایک لمحہ دینی اشاعت کے لئے وقف کر دیا۔ عمر کے اخیر حصہ میں زندگی سے مایوسی کی حالت میں بھی اسلامی لشکر کے ساتھ شوقِ جہاد میں شریک ہوئے۔ اور اسی سن میں ۵۲ھ میں وفات پائی۔ اور وصیت (اگر انتقال ہوجائے تو میرا جنازہ ساتھ ساتھ لے کر چلنا جہاں مجاہدین کی آخری منزل ہو دفن کرنا) کے مطابق قسطنطنیہ کی فصیل کے نیچے سپرد خاک کئے گئے۔[1]

اللہ تعالیٰ نے اُن کے اور اُن کی اولاد کے دلوں میں جہاد فی سبیل اللہ کا ذوق اور راہِ خدا میں شہادت کا شوق ودیعت فرمایا تھا۔ اسی ذوق و شوق کی بناء پر ان کے صاحبزادے حضرت ابومنصور نے اپنے والد ماجد کی وفات کے بعد سفرِ جہاد کیا اور ہرات (افغانستان) پہونچکر پڑاؤ ڈالا اور وہیں سکونت اختیار کی۔

حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اولاد میں اللہ تعالیٰ نے ایسی خیر و برکت

---

[1] حیاتِ خلیل ص۲ بحوالہ ابن کثیر و استیعاب وغیرہ

عطا فرمائی کہ مسلسل اولیاء اللہ اور بڑے بڑے اربابِ فضل و کمال گذرتے رہے ہیں جن کے تفصیلی تذکرہ کے لئے ایک دفتر درکار ہے۔

شیخ الاسلام ابواسماعیل عبداللہ الانصاری

غازی ابو منصور ابن ابی ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کی چھٹی پشت میں شیخ الاسلام ابو اسماعیل عبداللہ انصاری ایک عظیم علمی اور روحانی شخصیت کے مالک گذرے ہیں، جنھوں نے علم و عمل، معرفت و سلوک، زہد و تقویٰ اور توحید و سنت کی مشعلیں روشن کیں۔ اور ہزاروں بندگانِ خدا کی ہدایت کا ذریعہ بنے۔ وہ مدتوں شیخ الاسلام کے عہدے پر فائز رہے۔ ہمعصر علماء اور مشائخ ان کے علم و فضل، زہد و تقویٰ، جرأت و بے باکی، اظہارِ حق، استغناء و قناعت پر متفق تھے۔ امام ذہبیؒ نے تذکرۃ الحفاظ میں ان کے فضل و کمال کا دل کھول کر اعتراف کیا ہے اور مختلف علماء اور محدثین کے حوالوں سے ان کے حالات درج کئے ہیں۔ حیاتِ خلیل ص۲۱۔

علماء فرنگی محل

علماءِ فرنگی محل لکھنؤ بھی اسی خانوادۂ ایوبی سے تعلق رکھتے ہیں۔ جن میں بڑے بڑے اہلِ علم اور اصحابِ قلم حضرات گذرے ہیں جن سے ہندوستان کیا عرب ممالک کے اصحابِ فضل و کمال حضرات نے بھی استفادہ کیا۔ اور آج بھی ان کی تصنیفات سے اہلِ علم مستغنی نہیں ہیں[1]۔

حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی اور حضرت مولانا خلیل احمد صاحب (نور اللہ مرقدہما) بھی اسی خانوادۂ ایوبی سے تعلق رکھتے ہیں۔ ان دونوں بزرگوں کا مختصر تذکرہ اسی کتاب میں آپ پڑھ چکے ہیں۔ فقیہ الامت حضرت اقدس مفتی صاحب زید مجدہم بھی اسی خانوادۂ ایوبی کے چشم و چراغ ہیں۔

---

[1] حیاتِ خلیل ص۲۳

Scanned by CamScanner

وطن اور ولادت

قصبہ گنگوہ جو حضرت مولانا شاہ عبدالقدوس صاحب گنگوہی قدس سرہٗ اور امام ربّانی قطبِ عالم حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی قدس سرہٗ کا وطن ہے۔ حضرت گنگوہی قدس سرہٗ کی وجہ سے گنگوہ اس وقت علماء و صلحاء کا مرکز بنا ہوا تھا، ایسی روحانی و علمی فضا در و دیوار پر چھائی ہوئی تھی جس کی نظیر اس مبارک عصر میں بھی دُور دُور ملنی مشکل تھی۔ اسی علوم و معارف سے بھرپور اور معمور فضاؤں میں حضرت گنگوہی قدس سرہٗ کی وفات سے صحیح دو سال بعد اس (حضرت فقیہ الامت زید مجدہم) دُرِّ آبدار اور گوہرِ تابدار کی ولادت باسعادت ہوئی۔

۸ ریا ۹ رجمادی الثانیہ ۱۳۲۳ھ کو حضرت گنگوہی نور اللہ مرقدہٗ کا وصال ہوا اور ۸ ریا ۹ رجمادی الثانیہ ۱۳۲۵ھ شبِ جمعہ میں حضرت اقدس مفتی صاحب زید مجدہم کی ولادت باسعادت ہوئی۔

یہ بھی عجیب حُسنِ اتفاق ہے کہ ایک ہی خانوادہ کا ایک رشد و ہدایت کا آفتاب جس تاریخ اور جس دن غروب ہو رہا ہے اسی خانوادہ کا ایک رشد و ہدایت کا آفتاب صحیح دو سال بعد اسی تاریخ اور اسی دن کی شب میں طلوع ہو رہا ہے۔ اس میں کوئی خاص رمز و اشارہ ہے یا کیا؟ اس کو تو اربابِ بصیرت ہی سمجھ سکیں گے کہ آنے والے کو جانے والے کا نائب و جانشین اور اس کے علوم و معارف کا حامل بنایا جائے گا۔ اور دو سال سے دو واسطوں کی طرف اشارہ ہے (حضرت مولانا خلیل احمد صاحب قدس سرہٗ جن کی طرف حضرت گنگوہی قدس سرہٗ کی تمامی نسبت منتقل ہوئی اور حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب قدس سرہٗ جن کی طرف حضرت مولانا خلیل احمد صاحب قدس سرہٗ کی تمامی نسبت منتقل ہوئی) یا کیا، یہ بھی اربابِ بصیرت ہی کچھ جان سکتے ہیں۔ باقی حضرت شیخ الحدیث قدس سرہٗ کی تمامی نسبت کا

Scanned by CamScanner

حضرت اقدس مفتی صاحب زید مجدہم کی طرف منتقل ہونا بہت روشن اور واضح ہے۔ اس لئے دو سال سے ان دو واسطوں کی طرف اشارہ ہونا بعید نہیں ہے۔

والد صاحب

حضرت اقدس مفتی صاحب زید مجدہم کے والد بزرگوار حضرت مولانا حامد حسن صاحب قدس سرہٗ ہیں جو حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن صاحب قدس سرہٗ کے شاگرد رشید اور حضرت گنگوہی قدس سرہٗ سے بیعت تھے۔ امر بالمعروف نہی عن المنکر کا بڑا جذبہ تھا۔ منکر دیکھ کر صبر نہیں ہو سکتا تھا۔ کوئی واعظ وعظ میں کوئی مسئلہ غلط بیان کرتا تو ختم کا انتظار کرتے وہاں ہی کھڑے ہو کر ٹوک دیتے کہ یہ غلط ہے پھر بیٹھ جاتے۔ بڑی درویشانہ زندگی تھی، بہت سادہ کھانا پہننا، رہنا سہنا، کسی کی دعوت قبول نہیں کرتے تھے دعوت میں جاتے ہی نہ تھے۔ اگر کوئی شادی میں نکاح کے لئے بلاتا تو ضرور تشریف لے جاتے۔ اگر وہاں کوئی منکر سہرا وغیرہ دیکھتے اس پر نکیر فرماتے۔ اگر وہ لوگ منکر کو بدل دیتے تو ٹھہرتے نکاح پڑھاتے چلے آتے۔ اگر وہ نہ مانتے تو بلا نکاح پڑھائے چلے آتے۔ کھانے کے لئے کہتے تو کھانا نہیں کھاتے تھے۔ اگر مکان پر کھانا بھیجتے واپس نہیں کرتے تھے لیکن خود نہیں کھاتے تھے۔ نہ اپنے بچوں کو کھانے دیتے۔ پڑوس میں ایک غریب دھوبی رہتا تھا، اس کے یہاں بھیجدیتے تھے۔

حضرت مدنی قدس سرہٗ تشریف لاتے وہاں مدرسہ کے مہتمم صاحب کے یہاں ٹھہرتے حضرت کے والد صاحب ملاقات کے لئے تشریف لے جاتے۔ کھانے کا وقت آتا اُٹھ کر چلے جاتے، کھانے میں شریک نہ ہوتے۔ مہتمم صاحب حضرت مدنی قدس سرہٗ سے شکایت کرتے کہ حضرت یہ مولوی صاحب میرے یہاں کھانا نہیں کھاتے، کیا بات ہے، کیا میرا کھانا ناجائز ہے، حرام ہے۔ گھر کی زمین ہے میں خود ہل چلاتا ہوں، بوتا ہوں، کاٹتا ہوں۔ لیکن حضرت مدنی قدس سرہٗ بھی کبھی کچھ نہ

فرماتے۔ بس حضرت کے والد صاحب کی طرف ہنس کر دیکھ لیتے۔ حضرت کے والد صاحب جواب دیتے۔ میں کیوں کھاؤں۔ مولانا تو مہمان ہیں کھائیں گے۔ میرا تو گھر یہاں موجود ہے، مجھے کیا ضرورت ہے کھانے کی، میں نہیں کھاتا چلے آتے، چائے کبھی نہیں پیتے تھے، ناشتہ کیا کرتے تھے۔ رات کو آدھی روٹی اٹھاکے رکھدی صبح کو وہی آدھی باسی روٹی بڑے کٹورے میں پانی بھرا اور باسی روٹی کو توڑ کر ملا کر ڈالدیا، کبھی اس میں نمک ڈال لیا کبھی تھوڑی شکر ڈال دی اور کھالیا۔ بس یہ ناشتہ تھا۔ کبھی کسی سے خدمت نہیں لیتے تھے۔

قصبہ ہٹور مدرسہ میں حضرت شیخ الہند قدس سرہ کے حکم سے مدرس ہوئے اور پوری زندگی وہیں بسر فرمادی۔ جب ضعف زیادہ ہوگیا، حضرت مفتی صاحب زید مجدہم نے عرض کیا گھر (گنگوہ) تشریف لے چلیں ملازمت ترک کردیں، گھر قیام فرمادیں۔ طویل گفتگو کے بعد فرمایا اگر مجھ سے (قیامت میں) پوچھ لیا (حضرت شیخ الہند رحمہ نے) ایک مدرسہ حوالہ کیا تھا اس کو بھی چھوڑ کر چلے آئے، تو میں کیا جواب دوں گا۔ چنانچہ تشریف نہیں لائے وہیں انتقال فرمایا اور وہیں مدفون ہوئے (اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُون)

انتقال کے وقت حضرت مفتی صاحب زید مجدہم سے فرمایا، محمود بھولنا نہیں، حضرت زید مجدہم نے جواب دیا آپ بھی نہ بھولیں۔ اس کے بعد سے حضرت مفتی صاحب زید مجدہم ایک پارہ نفلوں میں پڑھ کر برابر ایصالِ ثواب فرماتے ہیں۔

ہٹور جامع مسجد میں نمازِ جمعہ ادا فرماتے تھے وہاں امام صاحب کے انتقال پر لوگوں کے اصرار پر نمازِ جمعہ پڑھاتے۔ لوگوں نے تنخواہ پر اصرار کیا قبول نہیں فرمایا۔ لوگوں نے حضرت مفتی صاحب زید مجدہم سے عرض کیا۔ حضرت نے والد صاحب قدس سرہ سے عرض کیا۔ آخر حرج ہی کیا ہے، نماز آپ پڑھاتے ہی ہیں،

Scanned by CamScanner

امامت پر معاوضہ کی آپ کی نیت بھی نہیں۔ بغیر نیت اور بلا طلب اگر لوگ خدمت کرنا چاہتے ہیں اس میں کیا حرج ہے، آبدیدہ ہو کر فرمایا۔ زندگی گذر گئی علم کو بیچ بیچ کر پیٹ پالتے۔ ایک نماز رہ گئی تھی اللہ کی وہ بھی پیسوں کی ہو جائے گی۔

بسم اللہ حضرت شیخ الہند قدس سرہٗ جس سفر میں گرفتار ہو کر مالٹا قید کئے گئے۔ اس سفر سے قبل ملاقات کے لئے گنگوہ تشریف لائے تھے۔ حضرت مولانا شاہ عبدالرحیم صاحب رائپوری قدس سرہٗ بھی ہمراہ تھے۔ حضرت اقدس مفتی صاحب زید مجدہم کے والد محترم حضرت مولانا حامد حسن صاحب قدس سرہٗ ان حضرات کو بلا کر اپنے مکان پر لائے۔ حضرت مفتی صاحب زید مجدہم اس وقت بچوں میں کھیل رہے تھے۔ والد صاحب پکڑ کر لائے اور مکان کے سامنے حضرت شیخ الہند قدس سرہٗ نے بسم اللہ کرائی۔

یہ بھی عجیب حسنِ اتفاق ہے کہ بسم اللہ پڑھانے والا بھی محمود (حضرت شیخ الہند مولانا محمود الحسن صاحب قدس سرہٗ) اور بسم اللہ پڑھنے والا بچہ بھی محمود (حضرت مفتی محمود حسن صاحب زید مجدہم) اور دارالعلوم دیوبند کا پہلا استاد بھی محمود (مولانا مُلّا محمود صاحبؒ) اور پہلا طالب علم بھی محمود (حضرت شیخ الہندؒ)

اور یہ بھی عجیب حسنِ اتفاق ہے کہ جس چھتہ مسجد دیوبند میں درختِ انار کے نیچے مُلّا محمود صاحبؒ نے حضرت شیخ الہندؒ مولانا محمود حسن صاحبؒ کو بسم اللہ کرائی تھی اسی چھتہ مسجد کو مرکز بنایا جاتا ہے اس محمود حسن (فقیہ الامت حضرت مفتی محمود حسن صاحب زید مجدہم) کے علوم و معارف کی اشاعت کے لئے جس کو اس چھتہ مسجد میں بسم اللہ پڑھنے والے محمود حسن (حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن صاحب قدس سرہ) نے بسم اللہ پڑھائی۔

یہ بھی محض اتفاق ہے یا فیصلہ خداوندی جو ازل میں ہو چکا تھا کہ ایک محمود حسن

(حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ) کے علوم و معارف (جو علوم قاسمی اور معارف رشیدی دونوں کے جامع ہیں) کا حامل دوسرے محمود حسن (فقیہ الامت حضرت مفتی محمود حسن صاحب زید مجدہم) کو بنایا جائے گا۔ اور بڑی عمر میں چونکہ حضرت شیخ الہند قدس سرہ سے اکتساب فیض مقدر نہ تھا اس لئے صاف و شفاف قلب معصوم میں ان علوم و معارف کی تخم ریزی کرائی گئی اور ان کے شاگردوں (حضرت مولانا سید حسین احمد صاحب مدنی قدس سرہ اور دیگر اساتذہ) کے ذریعہ انہیں علوم و معارف کی آبیاری کرائی گئی، پروان چڑھایا گیا اور قلب میں مستحکم کیا گیا۔ اور جب ایک مدت تک وہ علوم و معارف حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ (جو قاسم العلوم والخیرات حضرت مولانا محمد قاسم صاحب قدس سرہ بانی دارالعلوم دیوبند اور قطب عالم حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی قدس سرہ کا آمیزہ ہے) قلب فقیہ الامت (حضرت مفتی محمود حسن صاحب زید مجدہم) میں پختہ و مستحکم ہو گئے تو ان کی نشر و اشاعت کے لئے اسی جگہ (چھتہ مسجد دیوبند) کو منتخب کیا گیا جو اکثر مشائخ اور اہل اللہ کی جائے قیام اور چشمۂ فیوض رہ چکی ہے۔ بالخصوص حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم صاحب قدس سرہ کا ورود دیوبند کے موقع پر اسی مسجد کے ایک حجرہ میں قیام رہتا تھا وہی حجرہ اب حضرت فقیہ الامت حضرت اقدس مفتی صاحب زید مجدہم کی قیام گاہ ہے (مگر اس کی تعمیر جدید اور کشادہ کردی گئی ہے)

حضرت مولانا رفیع الدین صاحب اور حضرت حاجی محمد عابد صاحب قدس سرہما کا قیام اسی مسجد میں رہتا تھا۔ اور پھر بعد میں حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب نور اللہ مرقدہ اوّل صدر المدرسین دارالعلوم دیوبند کی قیام گاہ بھی وہیں تھی۔ اسی مسجد میں درخت انار کے نیچے دارالعلوم کا مبارک آغاز ہوا تھا جس سے آج پوری دنیا

Scanned by CamScanner

فیضیاب ہو رہی ہے۔

تعلیم گنگوہ میں قطب عالم امام ربانی حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی قدس سرہ کی صاحبزادی صاحبہ کی بیٹھک میں حافظ کریم بخش نابینا سے قرآن پاک حفظ کیا۔ اٹھارہ سطریں قرآن ختم میں باقی تھیں کہ حافظ صاحب رح کا انتقال ہوگیا۔ بعد ازاں حافظ عبدالکریم صاحب رح امام جامع مسجد گنگوہ کے پاس قرآن مجید کی تکمیل کی۔

کتب فارسی میں کچھ حصہ آمدنامہ اور کچھ حصہ بوستاں حضرت مولانا فخرالدین صاحب گنگوہی قدس سرہٗ سے پڑھا۔ میزان منشعب والد صاحب قدس سرہٗ سے پڑھی۔ ۱۳۴۱ھ میں مظاہر علوم میں داخلہ لیا۔ یہ وہ وقت تھا جب رشیدی علوم و معارف کے حامل وامین محدث جلیل حضرت مولانا خلیل احمد صاحب مہاجر مدنی نور اللہ مرقدہٗ کے فیوض و برکات سے مظاہر علوم مالا مال اور انوار سے منور تھا اور علوم ظاہری کی تکمیل کے ساتھ ساتھ تزکیۂ نفس اور تربیت باطنی کا بھی مرکز و مرجع تھا۔ سات سال اس مبارک روحانی ماحول میں رہ کر مختلف کتب مختلف اساتذہ سے پڑھیں۔ ۱۳۴۸ھ میں دارالعلوم دیوبند میں ہدایہ اخیرین اور مشکوٰۃ شریف وغیرہ پڑھی۔ ۱۳۴۹ھ میں دارالعلوم دیوبند ہی میں بخاری و ترمذی حضرت مولانا سید حسین احمد صاحب مدنی قدس سرہٗ (جانشین شیخ الہند قدس سرہٗ و خلیفۂ و مجاز حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی قدس سرہٗ) سے مسلم شریف مولانا رسول خاں صاحب رح مجاز حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی قدس سرہٗ سے، ابو داؤد شریف حضرت مولانا قاری میاں اصغر حسین صاحب قدس سرہٗ سے پڑھیں۔ دارالعلوم دیوبند سے تکمیل علوم کے بعد پھر مظاہر علوم میں ۱۳۵۰ھ میں داخلہ لے کر ابو داؤد شریف شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب مہاجر مدنی

نور اللہ مرقدہ سے مکرر پڑھی۔ طحاوی، مؤطین حضرت مولانا منظور احمد صاحبؒ سے، نسائیؒ، ابن ماجہ حضرت مولانا عبدالرحمٰن صاحب کامل پوری نور اللہ مرقدہ، سے مکرر پڑھیں۔

فنِ قرأت و تجوید کی تکمیل بھی مظاہر علوم میں کی۔ درجۂ قرأت میں بھی اعلیٰ نمبروں سے کامیاب ہوئے۔

۱۳۵۱ھ میں مظاہر علوم میں بعہدہ معین مفتی دس روپیہ ماہوار مشاہرہ پر تقرر ہوا۔ ۱۳۷۰ھ تک مظاہر علوم میں بہت تحقیق و تفتیش کے ساتھ مدلّل فتاویٰ صادر فرماتے رہے جن کی تعداد تو اللہ ہی کے علم میں ہے۔ البتہ مکررات کے حذف کے بعد اس بیس سالہ مدّت کے فتاویٰ "فتاویٰ محمودیہ" کے نام سے شائع کئے گئے ہیں جن کی ضخیم گیارہ جلدیں، بحمد اللہ آچکی ہیں۔ اور بعض ایک ایک فتویٰ مستقل رسالہ کی حیثیت رکھتا ہے۔ بعض فتاویٰ ایسے ہیں جن کے لئے سیکڑوں کتابوں کا مطالعہ کرنا پڑا۔ فتویٰ نویسی کے ساتھ ساتھ مختلف کتابوں کا درس بھی دیا۔

۱۳۷۱ھ میں جامع العلوم کانپور وہاں کے احباب کے اصرار پر بمشورہ حضرت شیخ قدس سرہٗ تشریف لے گئے۔ ۱۳۷۵ھ میں جامع العلوم کے شیخ الحدیث تجویز کئے گئے۔

فتویٰ نویسی کے ساتھ متعدّد کتب کا درس بھی دیئے۔ صدر مدرسی کے فرائض بھی انجام دیئے۔ اور مدرسہ کی بہت سی خدمات انجام دیئے۔ وعظ و ارشاد کے ذریعہ اہلِ کانپور اور اہلِ علاقہ کو فیضیاب و سیراب فرمائے۔ جس سے اس علاقہ والوں کو بہت فائدہ پہونچا جو علاقہ بدعات و رسوم کا گڑھ تھا اتباعِ سُنّت کے انوار سے جگمگا اٹھا، بدعات ختم ہوئیں، رسوم مٹیں، باطل فرقوں سے مناظرے ہوئے، متعدّد مرتبہ باطل فرقوں کو ذلّت کا مُنہ دیکھنا پڑا۔ تبلیغی جماعت کی

Scanned by CamScanner

پوری سرپرستی فرمائی جس سے وہاں پورے علاقہ میں تبلیغی جماعت میں نئی روح اور نئی تازگی آئی۔ اور گھر گھر دین کا پیغام پہونچانے کا ذریعہ ہے۔

۱۳۸۴؁ھ میں دارالعلوم دیوبند ارباب دارالعلوم کے اصرار پر بحکم حضرت شیخ قدس سرہٗ تشریف لائے اور مسندِ درس و افتاء کو زینت بخشی۔ اور حضرت مولانا فخر الدین صاحب شیخ الحدیث دارالعلوم دیوبند کے پیہم چار سالہ اصرار پر بخاری شریف جلد ثانی کا درس ایک مدت تک دیا۔ اور یہ سب خدمات حسبۃً للہ ہوتی تھیں کہ جو مشاہرہ ملتا تھا اس میں مزید کچھ رقم ملا کر خزانۂ دارالعلوم میں جمع فرمادیتے

۱۴۰۲؁ھ میں دارالعلوم میں باہمی ہنگامہ کی بناء پر حضرت شیخ قدس سرہ کی خواہش کے مطابق مظاہر علوم تشریف لے گئے اور بحیثیت مفتیٔ اعظم دارالافتاء کی نگرانی فرماتے رہے۔ ساتھ ساتھ فتویٰ نویسی، درس و تدریس، رشد و ہدایت کا سلسلہ برابر جاری رہا۔

۱۴۰۵؁ھ مظاہر علوم کے ہنگامہ کے باعث دارالعلوم دیوبند تشریف لائے، اور فتویٰ نویسی کے ساتھ ساتھ دارالافتاء کی نگرانی و سرپرستی بھی فرماتے ہیں، درس کا سلسلہ بھی جاری ہے۔ طلبہ کو فتویٰ نویسی کی مشق بھی کراتے ہیں اور تزکیۂ نفس اور تربیت باطنی کے ذریعہ عوام و خواص کو فیضیاب و سیراب فرمارہے ہیں اور اس وقت آپ کا فیض دیوبند یا ہندوستان ہی میں محدود نہیں بلکہ پورا عالم آپ کے فیوضِ باطنی سے سیرابی حاصل کررہا ہے۔

بیعت

۱۳۴۹؁ھ میں دارالعلوم دیوبند تعلیم کے دوران حضرت شیخ الحدیث قدس سرہٗ سے بیعت ہوئے اور ذکر و شغل بہت محنت و مجاہدہ کے ساتھ کیا۔ فطری خدا داد صلاحیتیں بچپن سے تھیں کہ زمانۂ طالب علمی میں بھی صبر و قناعت، ایثار و ہمدردی اور دوسروں پر شفقت کا یہ عالم کہ

ہمیشہ ایک وقت کا کھانا تناول فرماتے دوسرے وقت کا کھانا کسی غریب طالب علم کو جس کا مدرسے سے کھانا نہیں ہوتا تھا عنایت فرما دیتے۔ ناشتہ وغیرہ جانتے ہی نہ تھے کیا ہوتا ہے۔

پندرہ پندرہ دن اور سردی میں مہینہ مہینہ بھر کپڑے بدلنے تک کی نوبت نہ آتی اور بچپن سے دنیا سے بے رغبتی کا یہ عالم تھا کہ زمانۂ طالب علمی میں والد صاحب حضرت مولانا حامد حسن صاحب قدس سرہٗ نے خط میں لکھا کہ اگر کوئی ضرورت ہو تو لکھو۔ حضرت زید مجدہم کے پاس صرف دو پیسے تھے اور جب ہی کارڈ دو پیسہ کا ہوا تھا۔ انھیں دو پیسہ کا کارڈ خریدا اور جواب لکھا الحمد للہ مجھے کوئی ضرورت نہیں۔ مدرسی کے زمانہ میں بھی صرف دوپہر کو حضرت شیخ قدس سرہ کے ساتھ کھانا تناول فرماتے، شام کا کھانا کسی غریب طالب علم کو جس کا کھانا مدرسے نہ ہوتا عنایت فرماتے ناشتہ کا دستور نہیں تھا۔

عاجزی و فروتنی کا یہ عالم کہ کھانا تک مطبخ سے کسی سے منگانے کے روادار نہ ہوتے اور مفتی و مدرس ہونے کے باوجود اپنا کھانا خود برتن لے کر مطبخ سے لاتے کہ قیمۃً کھانا مطبخ سے جاری کرا رکھا تھا۔ انھیں خداداد صلاحیتوں اور اوصاف کی بناء پر علوم خلیلی و رشیدی کے امین و حامل قطب الاقطاب حضرت شیخ الحدیث قدس سرہٗ کی نظر میں وہ مقبولیت اور محبوبیت و مطلوبیت حاصل ہوئی جو کسی شیخ کامل کے سیکڑوں باکمال مریدین صادقین میں کسی خوش قسمت ہی کو حاصل ہوتی ہے جس سے اس شیخ کے بعد اس کی نیابت خاصہ اور جانشینی کا کام لینا خدائے پاک کو منظور ہوتا ہے اور شیخ کی نسبت تامہ اس کی طرف منتقل کی جاتی اور اس کو مرجعیت کے مقام سے نوازا جاتا ہے۔

خلافت و اجازت

حضرت شیخ الحدیث نور اللہ مرقدہٗ نے حضرت

مفتی صاحب زید مجدہم کو فراغت کے دوسرے سال ہی اجازت بیعت مرحمت فرمادی تھی۔ مگر حضرت مفتی صاحب زید مجدہم نے کمالِ تواضع وعبدیت کی بناء پر اس کو تفریحی فقرہ سمجھا، پھر کئی سال بعد کانپور قیام کے زمانہ میں دوبارہ اجازت بیعت تحریر فرمائی اور تاکید فرمائی کہ کوئی طالب آئے تو اس کو بیعت کرلیا کریں۔

خرقہ خلافت حضرت مولانا خلیل احمد صاحب محدث سہارن پوری و مہاجر مدنی نور اللہ مرقدہ کا جُبّہ (مشلح) جس کو حضرت نور اللہ مرقدہ نے روضۂ اقدس علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام پر تین روز تک پہنے رکھا تھا اور اس کے بعد اپنے جانشین خاص قطب الاقطاب حضرت شیخ الحدیث نور اللہ مرقدہ کو عطا فرمایا تھا، حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ نے وہ جُبّہ بہت اہتمام کے ساتھ حضرت مفتی صاحب زید مجدہم کو عنایت فرمایا اور عنایت فرماتے ہوئے بہت اہتمام سے فرمایا:-

”یہ حضرت سہارن پوری نور اللہ مرقدہ کا ہے انھوں نے اس کو تین روز تک روضۂ اقدس پر پہنے رکھا تھا اس کے بعد مجھے عنایت فرمایا“[1]

وہ جُبّہ مبارک بہت بوسیدہ تھا اس لئے حضرت اقدس مفتی صاحب زید مجدہم نے اس کے نیچے اور ایک کپڑا لگوالیا تھا اور رمضان المبارک میں تنہائی میں کبھی اس کو زیب تن فرماکر دو رکعت ادا فرماتے ہیں، نماز جمعہ کے لئے بھی کبھی اس کو استعمال فرماتے ہیں۔

مرجعیت قطب الاقطاب حضرت شیخ الحدیث نور اللہ مرقدہ کو فقیہ الامت حضرت مفتی صاحب زید مجدہم پر جو اعتماد تھا اور حضرت شیخ قدس سرہ کے یہاں جو محبوبیت ومقبولیت کا درجہ حاصل تھا وہ کسی سے ڈھکا چھپا

---

[1] حضرت شیخ الحدیثؒ اور ان کے خلفاء جلد دوم ص۲۷

نہیں تھا۔ اور پھر خود حضرت شیخ قدس سرہٗ اخیر حیات میں اہلِ علم حضرات کو خصوصاً (جو حضرت شیخ قدس سرہٗ سے بیعت کی درخواست کرتے) حضرت مفتی صاحب زید مجدہم سے بیعت ہونے کا ہی مشورہ دیتے۔ اور عوام اور تبلیغ سے تعلق رکھنے والے حضرات کو خصوصاً حضرت مولانا انعام الحسن صاحب دامت برکاتہم امیرِ تبلیغ مرکز نظام الدین دہلی سے بیعت ہونے کا مشورہ دیتے۔ اور بہت سے اہلِ علم حضرات (جو حضرت شیخ قدس سرہٗ سے بیعت تھے) کی تربیت حضرت مفتی صاحب زید مجدہم کے حوالہ فرمادی، اور بہت سے حضرات جن کی تربیت حضرت مفتی صاحب زید مجدہم نے فرمائی، حضرت شیخ قدس سرہٗ نے ان کو اپنی طرف سے اجازت وخلافت سے نوازا اس طرح حضرت مفتی صاحب زید مجدہم کی تربیت کو اپنی ہی تربیت قرار دے کر کس کامل اعتماد اور اتحاد نسبت کو ظاہر فرمایا۔ اس طرح خود حضرت شیخ قدس سرہٗ کی حیات ہی میں حضرت شیخ قدس سرہٗ کے بہت سے متعلقین ومنتسبین بلکہ خلفاء ومجازین حضرت مفتی صاحب زید مجدہم کو حضرت شیخ قدس سرہٗ کا قائم مقام اور جانشین تصور کرتے بلکہ بعض اکابر خلفاء نے حضرت مفتی صاحب زید مجدہم کو حضرت شیخ قدس سرہٗ کی وفات کے بعد اپنا امیر بنا لینے کا فیصلہ حضرت شیخ قدس سرہٗ کی حیات ہی میں کرلیا۔ اس سلسلہ میں حضرت شیخ قدس سرہٗ کے دو عظیم اور جلیل القدر خلیفہ، خاص حضرت مولانا منور حسین صاحب شیخ الحدیث دار العلوم لطیفی کٹھیار بہار اور صاحب امداد الباری حضرت مولانا عبد الجبار صاحب شیخ الحدیث جامعہ قاسمیہ مدرسہ شاہی مرادآباد کا بیان خود انھیں کی زبانی سنئے:۔

حضرت مولانا منور حسین صاحب نور اللہ مرقدہٗ تحریر فرماتے ہیں:۔

”ایک مرتبہ حضرت مفتی صاحب اور مولانا عبد الجبار صاحب (حضرت شیخ قدس سرہٗ کی خدمت میں) تشریف فرما تھے۔ ناکارہ کی موجودگی میں بعض بزرگوں

کے خلفاء کے اختلاف کا تذکرہ آیا تو صحیح طور پر تو یاد نہیں البتہ اجمالاً یہ یاد ہے کہ فرمایا:-

"تم لوگ مل جل کر کام کرتے رہوگے اختلافات پیدا نہیں کروگے"

چنانچہ اس مجلس سے اٹھنے کے بعد میں نے مولانا عبدالجبار صاحب سے کہا میں نے تو مفتی صاحب کو اپنا بڑا بھائی اور امیر تسلیم کرلیا ہے۔ انشاء اللہ ان کی رائے کے خلاف نہیں کروں گا۔ مولانا عبدالجبار صاحب نے بھی غالباً فرمادیا کہ میں نے بھی انھیں امیر تسلیم کرلیا انشاء اللہ خلاف نہیں کروں گا۔[1]

حضرت شیخ قدس سرہ کی وفات کے بعد حضرت مفتی صاحب زید مجدہم کی طرف وہ رجوع عام ہوا جس کی نظیر مشکل سے ملتی ہے۔ عوام سے زیادہ خواص، علماء اہلِ ذوق اور اہلِ دل، اہلِ نظر حضرات کا رجوع ہوا۔ حضرت شیخ قدس سرہ کے متعلقین و منتسبین نے بھی بعض نے اپنے ذوق و وجدان اور بعض نے باشارۂ منامی وغیرہ حضرت مفتی صاحب زید مجدہم کی طرف رجوع فرمایا۔ حضرت مفتی صاحب زید مجدہم نے بھی اپنے شیخ کی روحانی اولاد کے ساتھ وہ پدرانہ محبت و شفقت کا معاملہ فرمایا، ان کے سروں پر ہاتھ رکھا، آنسو پونچھے، سینہ سے لگایا اور ہر طرح دستگیری و رہنمائی فرمائی اور ان کی ضرورتِ دینی و دنیوی تربیت باطنی، تزکیۂ اخلاق غرضکہ ہر امکانی خدمت کے لئے اپنے آپ کو مکمل وقف فرمادیا۔

اللہ تعالیٰ نے آپ کے سلسلہ میں وہ وسعت و برکت عطا فرمائی کہ ہندوستان کے کونہ کونہ میں آپ کے متعلقین و منتسبین موجود ہیں جو دینی خدمات میں لگے ہوئے ہیں اور ہندوستان کے علاوہ پاکستان، بنگلہ دیش، عرب، جنوبی افریقہ، امریکہ، برطانیہ غرض ہر ہر ملک میں آپ کا فیض پہونچا اور ہر جگہ آپ کے تلامیذ و مسترشدین

---

[1] حضرت شیخ الحدیث اور ان کے خلفاءِ کرام جلد دوم ص ۸۸

کا جال پھیلا ہوا ہے۔ جنوبی افریقہ میں بھی آپ کے خلفاء ومجازین اور تلامیذ ومسترشدین کی بڑی تعداد موجود ہے جو اپنی اپنی جگہ خدماتِ دینیہ اور اصلاحِ قوم کا فریضہ انجام دینے میں مصروف ہیں۔

خدماتِ جلیلہ

۱۳۵۰ھ میں فراغت کے بعد سے اب ۱۴۱۱ھ کو ساٹھ سال پورے ہو کر اکسٹھواں سال چل رہا ہے۔ یہ پوری ساٹھ سالہ مدت (جس میں چودھویں صدی کا پورا نصف اخیر پچاس سال) اور پندرھویں صدی کے شروع کے دس سال پورے ہو کر گیارھواں سال چل رہا ہے) خدمتِ دین، اصلاحِ قوم، احیاءِ سُنّت، رَدِّ بدعات اور اس کے لیے رجال کار کی تیاری (مردم سازی) میں صَرف ہوئی اور ہو رہی ہے۔

فتویٰ نویسی حضرت اقدس زید مجدہم کی مبارک زندگی کا اہم موضوع رہا ہے فتویٰ نویسی کے ذریعہ حضرت اقدس زید مجدہم نے قوم کی وہ خدمت انجام دی ہے جس کی اس دَور میں نظیر ملنا مشکل ہے اور ماضی میں بھی ایسی شخصیتیں خال خال نظر آتی ہیں۔ فتاویٰ کے ذریعہ حضرت والا زید مجدہم نے اُمّت میں پھیلے ہوئے اور پیدا ہونے والے زیغ وضلال کو دفع فرمایا اور لمبی مدت تک کے لئے اُمّت کی اس زیغ وضلال اور فتنوں سے حفاظت کا سامان فراہم کر دیا۔ قرآن پاک کے الفاظ ومعانی اور اس کے احکام ومسائل سے متعلق شکوک وشبہات اور اشکالات واعتراضات کے مفصّل مدلّل جوابات ارقام فرمائے۔ منکرینِ حدیث کے اعتراضات کا پردہ چاک کیا اور مشکل احادیث کے معانی کی توضیح وتشریح فرمائی۔ عقائد پر اہلِ ضلال کے ڈالے ہوئے غبار کو دور کر کے اور افراط وتفریط سے بچا کر اس کی حد میں نکھاریں۔ خدا ورسول، قرآن وحدیث اور اولیاءِ کرام ہر ایک کے مقام ومرتبہ کو بالکل واضح وروشن کیا۔ سلوک واحسان کی ضرورت واہمیت

کو بیان فرمایا کہ منکرین سلوک و احسان کو انکار کی گنجائش نہ رہے۔ اور جاہل صوفیوں اور بدعتیوں کے ایجاد کردہ ان اعمال و اشغال کا رد فرمایا جن کا اس مبارک فن سے کوئی تعلق نہیں اور ان کو تصوف و طریقت ظاہر کیا جاتا ہے اور اس کا ثبوت سینہ بسینہ بتایا جاتا ہے اور اہلِ شریعت کا مضحکہ اڑایا جاتا ہے۔ مبتدعین کی سیکڑوں ایجاد بندہ بدعات اور رسوم و رواج (جن کی شریعت میں کوئی اصل نہیں اور ان کو دین میں داخل بلکہ اصل دین اعتقاد کیا جاتا ہے) کی اس طرح تردید فرمائی کہ ایوانِ بدعت میں کھلبلی مچ گئی بلکہ بدعات کا جنازہ نکل گیا۔ اور صاف ستھرا دین نکھر کر سامنے آ گیا۔

جماعتِ اسلامی نے سر اٹھایا اور اسلام کے نام پر ایک نیا اسلام پیش کیا اور پوری اُمت کو اصل دین سے جاہل و ناواقف قرار دیا۔ حضراتِ انبیاء علیہم السّلام پر تنقیدیں کرکے ان کے وقار کو مجروح کیا۔ اولیاء و مشائخ پر تخریبی تنقیدیں کیں۔ اہلِ سُنّت والجماعت کے خلاف بہت سی اصطلاحات دین کی تشریح کی۔ حضرت والا زید مجدہم نے اس فتنہ کے زیغ وضلال کو واشگاف فرمایا۔ غیر مقلدین، شیعیت، مرزائیت، عیسائیت اور اس قسم کے کتنے باطل فرقوں کی تردید اور ان کے فتنہ کی سرکوبی فرمائی اور بڑی مدت تک کے لیے ان سے حفاظت کا سامان فراہم کردیا۔

تبلیغی جماعت پر ہونے والے اعتراضات کے جوابات دیے۔ اور عبادات و معاملات مہد سے لے کر لحد تک زندگی میں پیش آنے والے تمام امور سے متعلق احکام و مسائل کا بہت بڑا ذخیرہ جمع فرمادیا۔

درس و تدریس بالخصوص درسِ حدیث کے ذریعہ ہزاروں علماء، فتویٰ نویسی کی مشق و تمرین کے ذریعہ سیکڑوں مفتی تیار فرمائے۔ وعظ و تذکیر کے ذریعہ لاکھوں انسانوں کو فیضیاب و سیراب فرمایا۔ بیعت و ارشاد کے ذریعہ کتنے خدا ناآشنا انسانوں کو خدا آشنا اور عارف بنایا۔ تزکیۂ اخلاق و تربیت باطن فرما کر کتنوں کو رشد و ہدایت

کا علمبردار بنایا، کتنی مرتبہ باطل فرقوں کو مناظروں میں شکست دے کران کی کمر توڑ دی، کتنے مدارس کی سرپرستی فرما کران کو پروان چڑھایا اور لائق تلمیذ کی تربیت فرماکر مدارس کو استحکام بخشا اور کتنے نئے مدارس و مساجد کا اجراء فرمایا اور ضعف و امراض کے باوجود طویل طویل اسفار فرماکر نہ یہ کہ ہند و پاک کے کونے کونے میں بلکہ عالم کے کونے کونے میں حق و صداقت کا پیغام پہونچایا۔

اسفار جنوبی افریقہ

قطب الاقطاب شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب مہاجر مدنی (نور اللہ مرقدہ) کو پورے عالم میں دین پھیلنے کا بہت فکر تھا اور اس کے لئے عجیب بے چینی اور بے کلی رہتی تھی۔ چاہتے تھے جگہ جگہ مدارس اور ذکر کے حلقے قائم ہوں اور اسی فکر و دُھن میں رات دن رہتے تھے۔ اخیر عمر میں شدت امراض اور کثرت ضعف کے باوجود انگلستان اور جنوبی افریقہ تک کے سفر فرمائے۔ جنوبی افریقہ کے سفر اور وہاں قیام رمضان کا حال اوپر گذر چکا سفر انگلستان اور اس کے فوائد کا ذکر حضرت مولانا محمد یوسف صاحب متالا مہتمم دار العلوم العربیہ الاسلامیہ (انگلینڈ) خلیفہ و مجاز حضرت شیخ الحدیث نور اللہ مرقدہ اس طرح فرماتے ہیں:۔

"روزانہ دو تین ہزار کا مجمع ہوتا اور جمعہ ہفتہ اتوار کو یہ بڑھ کر سات آٹھ ہزار تک پہونچ جاتا، بالخصوص جس دن ایک مجلس میں ۵۴ نکاح ہوئے اس دن آٹھ دس ہزار کا مجمع تھا۔ اور جس دن روانگی تھی دار العلوم کی عمارت کے علاوہ ہر راستے اور دروازے پر مہمان سوئے ہوئے تھے اس دن سب سے زیادہ مجمع تھا۔" [1]

---

[1] حضرت شیخ الحدیث اور ان کے خلفائے کرام ص ۳۰۹

Scanned by CamScanner

طرزِ مجلس

مغرب کی نماز کے بعد سے عشاء تک جو خاموش مجلس ہوتی اس میں ایک ہزار مرتبہ درود شریف کی حضرت کی طرف سے ہدایت تھی خاموش فضا میں محبین چپکے چپکے دل کو دل سے ملا کر کسب فیض کرتے. مگر آنکھوں سے آنسو بہنے پر راز فاش ہو جاتے ؎

دل را بدل رہے است   کراماً کاتبیں راہم خبر نیست

مجلس کے ختم پر حفظِ قرآن شروع کرنے والوں کی بسم اللہ اور اس کے بعد دعا ہوتی

۱۴۰۱ھ میں انگلستان کے دوسرے سفر میں دار العلوم کے طلبہ کی ختم بخاری کے حال میں تحریر فرماتے ہیں:۔

"(اللہ اکبر) اسی حال میں روتے ہوئے پورا جسم ہل رہا تھا، آنسو جاری تھے. آپ (حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ) خیمہ میں تشریف لے گئے، تاحدِ نظر اسٹیج کے چاروں طرف انسان ہی انسان نظر آتے تھے. تنگی کی وجہ سے چاروں طرف سے خیموں کی قناتیں اٹھا دی گئی تھیں اور جھاڑیوں کے اندر تک عشاق پھیلے ہوئے تھے اور ستر کار کی اس قدر کثرت کے باوجود مجلس کے ادب و وقار کا یہ عالم تھا کہ اگر سوئی گرتی تو اس کی آواز بھی سنائی دیتی ہے[1]

"چاروں طرف تقریباً دس ہزار کا مجمع نہایت مؤدب بیٹھا ہے. انکے بیچ میں سیڑھیوں والا اسٹیج ہے، اس پر آپ کے سامنے چند شاگرد زانوئے تلمذ تہہ کئے بیٹھے ہیں، اسٹیج پر بھی حضرت کی بیٹھک کو اس قدر اونچا کیا گیا کہ چاروں طرف سے عشاق چہرۂ انور کی آسانی سے زیارت کر سکیں"[2]

---

[1] حضرت شیخ الحدیثؒ اور ان کے خلفائے کرام ص ۳۱۷ [2] ایضاً

حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کا جو فیض دور دراز ممالک میں پھیلا اس کی توسیع اور اس کے استحکام و بقاء کی سعادت اللہ رب العزت نے جانشین قطب الاقطاب حضرت اقدس مفتی صاحب زید مجدہم کے حصہ میں رکھی تھی۔ اس لیے ہند و پاک کے علاوہ انگلینڈ، جنوبی افریقہ اور امریکہ دور دراز ممالک کے شدت ضعف اور کثرت امراض کے باوجود اسفار فرماتے ہیں، جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ اللہ پاک نے حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کے سلسلہ اور فیوض و برکات کی توسیع اور اسکے استحکام و بقاء کے لئے حضرت اقدس مفتی صاحب زید مجدہم کو بطور خاص منتخب فرمایا ہے۔ اور آپ اس کے لیے گویا منجانب اللہ مامور ہیں۔ حضرت والا زید مجدہم کے اسفار کے ذریعہ کتنے دینی فوائد و روحانی ثمرات مرتب ہو رہے ہیں۔ اسکی تصویر کشی کوئی آسان نہیں۔

سرپرستی مدارس

مدارس و مکاتب کی سرپرستی، اساتذہ و طلبہ کی روحانی تربیت ان میں اصلاح نفس اور ذکر و شغل کا ذوق اور خدمت دین کا جذبہ پیدا کرنا، علماء و مفتیان کرام کے اشکالات کا حل، مختلف موضوعات سے متعلق مشکل سوالات کے جوابات، مدرسہ اور خانگی امور میں مفید مشورے، غرضیکہ ارباب مدارس اور دیگر اصحاب فضل و کمال سب ہی حضرت والا زید مجدہم کی ذات گرامی سے حسب مقدور فیضیاب و سیراب ہوتے ہیں اور ان میں خوشی کی لہر دوڑ جاتی ہے۔ بخاری شریف یا کسی دیگر اہم کتاب کا ختم یا افتتاح کا اجلاس عام بھی رکھا جاتا ہے جس میں علماء، فضلاء، طلباء کے علاوہ عوام الناس بھی ہزاروں کی تعداد میں بہت ذوق و شوق کے ساتھ شریک ہوتے ہیں عجیب روحانی منظر ہوتا ہے۔ بہت سے باذوق و اہل دل حضرات محسوس کرتے ہیں کہ گویا دل میں کوئی چیز انڈیلی جا رہی ہے۔ کسی کو محسوس ہوا کہ پورے جسم میں

Scanned by CamScanner

بجلی کے کرنٹ کی طرح کوئی چیز پھیل گئی ، مجمع کی محویت بھی دیدنی ہوتی ہے نہ کہ شنیدنی ، وعظ کے ختم پر مصافحہ کے لئے ہزاروں کا مجمع اس طرح پروانہ وار لپکتے ہیں کہ بمشکل قابو کیا جاتا ہے ، خصوصی مجالس بھی مدارس میں رکھی جاتی ہیں جن میں اساتذہ وطلبا اور بعض خواص بھی استفادہ کرتے اور اپنی علمی تشنگی دور کرتے ہیں ۔

سرپرستی مراکز تبلیغ

تبلیغی کام کرنے والوں کی بھی پوری سرپرستی فرماتے ہیں ۔ ہفتہ واری اجتماع جوہانسبرگ جس میں کئی ہزار کا مجمع ہوتا ہے حضرت زید مجدہم کا ہی بیان رکھا جاتا ہے ۔ شہر شہر ، بستی بستی میں تشریف لے جاکر تبلیغ کی اہمیت وضرورت اس کے فوائد و ثمرات ارشاد فرماتے ہیں جس سے کام کرنے والوں کو بڑی تقویت ہوتی ہے ، تبلیغی جماعت سے متعلق لوگوں کی بدگمانیاں دور ہوتی ہیں ۔ اصولِ تبلیغ اور آدابِ تبلیغ بھی بیان کئے جاتے ہیں ، کام کرنے والوں میں پیدا ہونے والی خرابیوں کی اصلاح اور ان سے تحفظ کا طریقہ بھی بیان کیا جاتا ہے ۔

بڑا اجتماع بھی رکھا جاتا ہے جس میں افریقہ کے مختلف ممالک کے باشندے شرکت کرتے ہیں اور مجمع پچیس تیس ہزار کی تعداد کو پہونچ جاتا ہے ، اس میں حضرت زید مجدہم ہی کی پوری صدارت ہوتی ہے ۔ حضرت ہی سے ضروری امور میں مشورہ ہوتا ہے ۔ حضرت زید مجدہم ہی کے بیان اور دعا پر اجتماع ختم ہوتا ہے ۔ مصافحہ کے لئے سخت انتظامات کرنا پڑتے ہیں ۔ کبھی مرکز نظام الدین دہلی سے حضرت جی حضرت مولانا انعام الحسن صاحب زید مجدہم حضرت مولانا محمد عمر صاحب پالنپوری زید مجدہم اور ان کے رفقاء بھی شرکت فرماتے ہیں ۔ عام طور پر حضرت مفتی صاحب زید مجدہم کی اجتماع میں شرکت کو حضرات نظام الدین کافی سمجھتے ہیں ۔ اور جنوبی افریقہ کے احباب کے اصرار کے باوجود شرکت سے عذر فرما دیتے ہیں

اس کی بڑی وجہ یہی ہوتی ہے کہ حضرت مفتی صاحب زید مجدہم کی شرکت کو کافی سمجھتے ہیں۔ اس طرح افریقہ کے بہت سے ممالک کے باشندے اپنے اندر اس کام کی خاص لگن اور نیا جذبہ لے کر اپنے گھروں کو لوٹتے ہیں اور کام کی رفتار کو تیز تر کردیتے ہیں اور کام میں نئی روح نئی تازگی پیدا ہوجاتی ہے۔ عمومی مجلس میں بھی شریک ہونے والوں کو بھی اس کام میں حصہ لینے کی ترغیب دی جاتی ہے جس کی وجہ سے اربابِ مدارس، عوام و خواص، تجّار و ملازمین سب اس محنت میں لگے ہوئے ہیں اور کام تیزی سے آگے بڑھ رہا ہے۔ اور مسلمانوں کے علاوہ وہاں کی دوسری اقوام میں بھی تدبیر و حکمت سے دعوت و تبلیغ کا کام ہو رہا ہے اور وہ اسلام قبول کر رہے ہیں اور آئندہ بہت توقعات ہیں انشاء اللہ۔

وہ تجّار اور رؤسا جن کی ہر ادنیٰ خدمت کے لئے مستقل ملازم موجود ہیں مگر دین کی خاطر دعوت و تبلیغ کے لئے اپنا بستر اپنا سامان اٹھائے ہوئے بستی بستی، گھر گھر چکر لگا رہے ہیں۔ بہت سے پیدل، بہت سے سوار، بہت سے ایک چلّہ دو چلّہ کے لئے، بہت سے ایک سال کے لئے، بہت سے اندرونِ ملک بہت سے بیرونِ ملک کے لئے نکل رہے ہیں۔ اور بہت سے حضرات مشورہ کے لئے ہر سال نظام الدین دہلی حاضر ہوتے ہیں۔ اس طرح دعوت و تبلیغ کی ایک عام فضا بنتی جا رہی ہے۔ فالحمد للہ علیٰ ذٰلک۔

خانقاہی نظام

یوں تو حضرت والا زید مجدہم جس شہر اور جس بستی اور جس جگہ بھی تشریف لے جاتے ہیں: حضرت کے تشریف لے جانے سے اس وقت وہ جگہ خانقاہ بن جاتی ہے۔ خُدّام و تلامیذ اور اس علاقہ کے اہلِ ارادت پروانہ وار جمع ہوجاتے ہیں اور بیعت و تلقین، ذکر و مراقبہ، اوراد و وظائف، تزکیۂ اخلاق و تربیتِ باطن کا سلسلہ شروع

Scanned by CamScanner

ہو جاتا ہے۔ اس کے علاوہ حضرت والا زید مجدہم کی قیام گاہ (مکان محترم مولانا محمد ابراہیم صاحب پانڈور دامت برکاتہم) مستقل خانقاہ بن جاتی ہے اور خانقاہی معمولات جاری ہو جاتے ہیں۔ فجر سے قبل تہجد حسب توفیق اذان کے بعد نماز فجر تک سب تسبیحات یا مراقبہ میں مشغول رہتے ہیں اور اس وقت حضرت زید مجدہم بطور خاص مجمع کی طرف متوجہ رہتے ہیں۔ نماز فجر کے بعد ذکر جہری اس کے بعد اشراق پھر ناشتہ اس کے بعد مجلس ہوتی ہے کہ مہمان حضرات آتے رہتے ہیں ملاقات بھی کرتے رہتے ہیں۔ جس کو کچھ دریافت کرنا ہوتا ہے دریافت کرتا ہے حضرت والا جوابات ارشاد فرماتے رہتے ہیں۔ کسی کا سوال عبادات کے مسائل سے متعلق ہوتا ہے کسی کا عقائد کے بارے میں، کوئی سلوک و معرفت سے متعلق معلوم کرتا ہے تو کوئی کسی بدعت کے بارے میں تشفی چاہتا ہے۔ غرضیکہ مختلف قسم کے سوالات ہوتے ہیں اسی کے مطابق جوابات۔ اسی درمیان میں کوئی دعا کرانے والا ہوتا ہے تو کوئی دَم کرانے والا، کوئی تعویذ کا خواہشمند۔ بعض حضرات اسی درمیان میں مختلف کتابوں کا سبق بھی پڑھتے رہتے ہیں، اسی میں خطوط کے جواب بھی لکھوائے جاتے ہیں۔ ۳/۴ گھنٹے یہ مجلس ہوتی ہے۔ پھر آدھا، پون گھنٹہ آرام ہوتا ہے۔ کبھی ۱۵/۲۰ منٹ ہی آرام کا وقت ہوتا ہے کبھی بالکل بھی آرام کا وقت نہیں ملتا کہ ظہر کی اذان ہو جاتی ہے۔ نماز کے بعد مہمانوں کو ساتھ کھانے میں شرکت فرماتے ہیں۔ کھانے کے بعد مہمان حضرات تو حسب خواہش جتنی دیر چاہتے ہیں آرام فرماتے ہیں۔ باقی حضرت زید مجدہم آدھ پون گھنٹہ کے بعد ہی اٹھ بیٹھتے۔ اور کتب بینی اور کسی اہم استفتاء کے جواب تحریر فرمانے میں مشغول ہو جاتے ہیں اور پھر نماز عصر سے قبل ہی کچھ وقفہ پہلے باہر تشریف لاکر نئے آنے والے مہمانوں سے ملاقات فرماتے اور ان کی خیریت و مزاج پرسی فرماتے ہیں۔ نماز عصر کے بعد

Scanned by CamScanner

پھر مجلس مغرب تک رہتی ہے۔ اس مجلس میں چائے، ٹھنڈا حسبِ ذوق مہمانوں کو پیش کیا جاتا ہے۔ مغرب بعد بھی مجلس ہوتی ہے اور کھانے سے عشاء سے قبل ہی فراغت ہو جاتی ہے۔ بعد عشاء مشکوٰۃ شریف کا درس ہوتا ہے جو بہت عجیب وغریب ہوتا ہے۔ سیدھے سادے الفاظ میں حدیث کی تشریح بیان فرماتے ہیں مگر اس میں ایسی تاثیر ہوتی ہے جو بیان سے باہر ہے۔ از دل خیزد بر دل ریزد کا پورا مصداق ہوتا ہے۔ کوئی عامی بھی متأثر ہوئے بغیر نہیں رہتا، اربابِ ذوق و وجدان محسوس کرتے ہیں گویا علوم و معارف کو قلب کے ذریعہ قلوب میں بھرا بلکہ انڈیلا جا رہا ہے۔ اساتذۂ دار العلوم زکریا اور دار العلوم آزادول و دیگر اساتذۂ مدارس اور اہلِ علم حضرات اہتمام سے اس درس میں شرکت فرماتے ہیں اور مجلس خانہ پورا کھچا کھچ بھر جاتا ہے۔ درس کے بعد سادہ چائے (چائے سلیمانی) کا دَور چلتا ہے۔ چائے کے دَوران لطائف وظرائف بھی ہوتے رہتے ہیں۔ تقریباً دو گھنٹے یہ مجلس رہتی ہے کبھی کمی زیادتی بھی ہو جاتی ہے۔ مجلس کے اختتام پر حضرت زید مجدہم سے مصافحہ معانقہ کرنے کے بعد واپس ہوتے ہیں۔ بہت سوں کا حال واپسی پر اس شعر کا مصداق ہوتا ہے ؎

جان سے جانا ہے تری بزم سے جانا جاناں
جیتے جاتے ہیں مگر مُردہ بنے جاتے ہیں

جمعرات کو عشاء بعد درس دینے سے قبل آیتِ کریمہ کا ختم اور اس کے بعد دعا ہوتی ہے۔ درسِ مشکوٰۃ کے ختم پر کوئی اور کتاب قصد السبیل زاد الطالبین وغیرہ بھی ہوتی ہے۔ حضرت دامت زید مجدہم کے منشاء کے مطابق مدارس میں بھی ذکرِ جہری آیتِ کریمہ کا ختم اس کے بعد دُعا کا سلسلہ جاری ہو رہا ہے اور مدارس میں خانقاہی رنگ آتا جا رہا ہے۔

Scanned by CamScanner

بعض اہلِ ارادت اپنی اپنی قیام گاہوں پر بھی اجتماعی ذکر کا سلسلہ قائم کیے ہوئے ہیں۔

ترویجِ سُنّت اور رَدِّ بدعت

حضرت زید مجدہم کے اسفار کے ذریعہ اتباعِ سُنّت کا ذوق و شوق پیدا ہو رہا ہے۔ مواعظ و مجالس میں اتباعِ سُنّت پر ہی اصل زور دیا جاتا ہے جس کی وجہ سے کتنے لوگوں نے اپنے چہروں پر ڈاڑھیاں رکھ لیں۔ کتنوں نے اپنا لباس مسنون و شرعی اختیار کر لیا۔ کتنے لوگوں نے گھریلو زندگی کا نقشہ تبدیل کر کے سُنّت کے مطابق بنالیا۔ کتنے نکاح (جن میں کیا کیا خرافات ہوا کرتی تھیں) بالکل سادہ اکابر کے طرز اور سُنّت کے مطابق ہونے لگے۔ غرض بہت سی مُردہ سنتیں زندہ ہو رہی ہیں جس کے بارے میں ارشاد ہے مَنْ اَحْیٰی سنتی عند فساد امتی فلہ اجر مائۃ شہید (الحدیث) کہ فسادِ اُمّت کے وقت (کہ لوگ سنتوں کو مُردہ بنا چکے ہوں) کسی ایک سنت کے زندہ کرنے والے کو سو شہیدوں کے برابر اجر ملتا ہے۔

اور جب سنتیں زندہ ہوں گی لامحالہ بدعات ختم ہوں گی۔ چنانچہ کتنے اہلِ بدعت نے بدعت سے توبہ کی اور حلقۂ ارادت میں داخل ہو کر جذبۂ اتباعِ سُنّت سے سرشار ہو گئے۔ اور کتنے مزاروں پر اور اکابر اولیاء کے نام پر ہونے والی بدعات و خرافات موقوف ہو گئیں۔ ہندوستان میں بدعت کا زور ٹوٹنے کے بعد اہلِ بدعت نے جنوبی افریقہ کو اپنا مرکز بنانا چاہا تھا۔ اور پاکستانی اہلِ بدعت نے پورا زور بھی صرف کیا، بار بار جنوبی افریقہ کے اسفار کیے اور بدعات رائج کرنے کی کوشش کی۔ مگر اکابرِ علماءِ دیوبند بالخصوص حضرت والا زید مجدہم کے اسفار کے ذریعہ ان کا سب اثر ختم ہوتا رہا۔ جَاءَ الحَقُّ وَزَهَقَ البَاطِل اِنَّ البَاطِلَ

کَانَ زَھُوْقاً۔

بعض مساجد جو اہلِ بدعت کی خاص تھیں ان میں بھی حضرت زید مجدہم کے بیانات ہوئے جن میں اتباعِ سُنّت، حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم کی محبّت کی حقیقت اور اس کے حقوق و ذمہ داری کو بیان کیا گیا کتنے لوگوں نے توبہ کی۔ اور بیان کیا کہ ہم کو اب تک اندھیرے میں رکھا گیا۔ ایک مسجد میں بیان تجویز ہوا۔ بیان سے قبل محترم مولانا فقیہ محمود خطیب صاحب مدت فیوضہم نے عرض کیا کہ حضرت یہ اہلِ بدعت کی مسجد ہے۔ حضرت والا زید مجدہم نے بیان میں اتباعِ سُنّت اور اس کی حقیقت حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبّت اور اس کی ذمّہ داری کو اس انداز میں بیان فرمایا کہ اس کو سمجھنے کے بعد بدعت خود بخود ختم ہو جائے مگر بدعت کا نام نہیں آیا۔ لوگ بہت خوش ہوئے اور جن کے نصیب میں توبہ تھی انھوں نے توبہ کی۔ بیان کے ختم پر مولانا موصوف سے حضرت زید مجدہم نے کان میں فرمایا بدعت کا نام تو نہیں آیا۔ عرض کیا نہیں۔ فرمایا کوئی بدعت باقی تو نہیں رہی۔ عرض کیا نہیں (یعنی اگر غور کریں تو تمام بدعات کا رد ہو گیا اور اس طریقہ پر کہ بدعت کا نام تک نہیں آیا جس سے ان کو چڑھ ہوتی ہے) گویا بتا دیا کہ اہلِ بدعت میں کس طرح کام کرنا چاہیے۔

ایک مسجد میں بیان تجویز تھا حضرت والا زید مجدہم مع خدّام تشریف لے گئے۔ دہاں جا کر معلوم ہوا کہ اسی مسجد میں بعد عشاء مولانا محمد شفیع صاحب اکاروی پاکستانی (جو اہلِ بدعت کے مقتدا سمجھے جاتے ہیں) کا بیان ہو گا، اعلان لگا ہوا ہے۔ حضرت زید مجدہم نے فرمایا کیا مضائقہ ہے، ہم مغرب بعد فارغ ہو جائیں گے۔ چنانچہ مغرب بعد عشاء تک حضرت کا بیان ہوا، بہت ذوق و شوق سے لوگوں نے سُنا۔ عشاء وہیں ادا کی۔ نماز بعد دیکھا کہ مولانا اکاروی صاحب اور ان کے رُفقاء و خُدّام آگئے۔ خُدّام کیمرے وغیرہ بھی لئے ہوئے ہیں۔ نماز باجماعت میں

شرکت نہیں کر سکے۔ حضرت زید مجدہم مع خدّام در فقاء نماز بعد قیام گاہ پر تشریف لے آئے اور اپنے کسی خادم سے ارشاد فرمایا کہ تقریر ٹیپ کر لینا ہم بھی تو دیکھیں کیا کہتے ہیں۔ ممکن ہے کوئی علمی بات بیان کریں ہم بھی اس پر غور کریں۔ چنانچہ حسب الحکم تقریر ٹیپ کی گئی۔ حضرت زید مجدہم نے اپنی قیام گاہ پر اس کو سُنا کہ شاید کوئی علمی بات ہو۔ اس میں خطبہ کے بعد مولانا اکاروی صاحب نے فرمایا۔

یہ دیوبندی ہم سے مطالبہ کرتے ہیں کہ گیارہویں شریف کا ثبوت کہاں سے ہے۔ سنو قرآن شریف میں ہے اَلَآ اِنَّ اولیاءَ اللّٰہ لا خوفٌ علیھم وَلا ھُمْ یحزنون۔ دیکھو یہ گیارہویں پارہ کی گیارہویں سورت کی گیارہویں رکوع کی آیت ہے اس میں گیارہ حروف ہیں۔ اس سے گیارہویں شریف ثابت ہو گئی۔ (حالانکہ رکوع بارہواں ہے)

اور قرآن شریف میں نماز کا حکم فرمایا تو فرمادیا " اقیموا الصّلٰوۃ "، زکوٰۃ کا حکم فرمایا تو " آتوا الزکوٰۃ " فرمادیا۔ روزہ کے لئے فمن شھد منکم الشہر فلیصمہ۔ اور حج کے لئے وللّٰہ علی الناس حج البیت من استطاع الیہ سبیلاً، کہیں تنبیہ اور تاکید کا لفظ نہیں۔ گیارہویں شریف کے لئے فرمایا اَلَآ اِنَّ اولیاءَ اللّٰہ لاخوف علیہم و لاھُم یحزنون۔ اَلَا تنبیہ کے لئے آتا ہے اس کو لائے۔ اِنَّ تاکید کے لئے آتا ہے اس کو لائے۔ چونکہ خدا جانتا تھا کہ دیوبندی اس کا انکار کریں گے۔

اس سے پہلے سال کی تقریر ایک صاحب کی ٹیپ سے حضرت زید مجدہم نے اس خیال سے کہ شاید کوئی علمی بات ہو سُنی۔ اس میں انھوں نے علمِ غیب کے ثبوت کے لئے فرمایا کہ ابو جہل نے ہاتھ میں کنکریاں لے کر مٹھی بند کر کے حضرت نبیِ اکرم صلی اللہ علیہ و سلّم سے دریافت کیا بتاؤ میری مٹھی میں کیا ہے۔ چونکہ اس کو یقین تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلّم کو غیب کا علم ہے تب ہی تو دریافت کیا۔ اس کو کافر ہوتے ہوئے یقین تھا

مگر ان (دیو بندیوں) کو کلمہ پڑھ کر بھی یقین نہیں آیا۔

غرضکہ حضرت زید مجدہم کے اسفار کی وجہ سے خوب اشاعت سُنّت ہوئی، بدعات ختم ہوئیں۔ اہلِ بدعت جو جنوبی افریقہ کو مرکز بنانا چاہتے تھے بحمد اللہ ان کو سخت ناکامی ہوئی۔ ایک دفعہ الجمیعۃ ٹرانسوال میں فون آیا کہ آٹھ سوالات ہیں اگر آپ حضرات ان کے جوابات دیدیں تو ہر سوال کے جواب کے بدلے دس ہزار رینڈ انعام دیں گے۔ انھوں نے جواب دیا بہت بہتر ہے۔ یہاں دیو بند سے حضرت مفتی محمود حسن صاحب دامت برکاتہم تشریف لائے ہوئے ہیں آپ کے ہر سوال کا جواب دیا جائیگا۔ اسی ہزار رینڈ لے کر فوراً تشریف لے آئیں۔ ہر سوال کا جواب دیتے رہیئے اور دس ہزار رینڈ دیتے جائیے۔ حضرت مفتی صاحب زید مجدہم کا نام نامی سُنتے ہی فوراً فون رکھ دیا اور کوئی جواب نہیں دیا۔ صاحبِ خانہ سے پوچھا تو جوابدیا کہ فون رکھ کر پاکستان چلے گئے۔

اہتمام اعتکاف

قطبُ الاقطاب شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب مہاجر مدنی نور اللہ مرقدہ، نے ۱۴۰۱ھ کا رمضان اسٹینگر جنوبی افریقہ کی جامع مسجد میں گذارا۔ پورے ماہ کا اعتکاف فرمایا۔ حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ، کے مخصوص خدّام و خلفاء بھی ہمراہ تھے۔ اس کی تفصیل اوپر گذر چکی۔ حضرت اقدس مفتی صاحب زید مجدہم بھی حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ، کے ساتھ تھے۔ اور بیان حضرت مفتی صاحب زید مجدہم ہی کا ہوتا تھا۔ حضرت مولانا عبد الحلیم صاحب دامت برکاتہم کا بھی بیان ہوتا تھا۔

اس کے بعد حضرت اقدس مفتی صاحب زید مجدہم نے دو رمضان ۱۴۰۵ھ ۱۴۰۶ھ میں جنوبی افریقہ میں گذارے۔ ایک لینیشیا میں دوسرا نیوٹاؤن جوہانسبرگ میں، کئی سو آدمیوں نے اعتکاف کیا اور صرف شب گذاری یا ملاقات کے لئے آنے

Scanned by CamScanner

والوں کی تعداد زیادہ ہوتی جو بعض دفعہ ہزار کے قریب تک پہونچ جاتی. اور اعتکاف کرنے والوں میں عالم بھی ہوتے وکیل اور ڈاکٹر بھی ہوتے بالکل جاہل اور ناواقف بھی ہوتے حسب ظرف و حوصلہ فیضیاب و سیراب ہوتے. بہت سے انگریز بھی شریک ہوتے. زبان نہ جاننے کی وجہ سے گو کچھ گفتگو نہ سمجھتے مگر دل میں وہ سکون محسوس کرتے جو ان کو زندگی میں پہلی بار میسر آیا جس سے مذہب اسلام کی حقانیت دل میں بیٹھ جاتی اور حضرت زید مجدہم کے دست حق پرست پر کلمہ پڑھ کر حلقہ بگوش اسلام ہوئے۔

ایک عیسائی نے حضرت سے ملاقات کی حضرت زید مجدہم نے اس کو ہدایت کی دعا دی. اس نے کسی سے اس کا ترجمہ دریافت کیا. اتنا خوش ہوا کہتا تھا کہ مجھ کو ایسی دعا دی ہے کہ زندگی بھر اس کا شکریہ ادا نہیں کرسکتا.

اعتکاف سے قبل جب لوگوں کو معلوم ہوا کہ یہاں حضرت مفتی صاحب زید مجدہم اعتکاف فرمائیں گے اور حضرت کے ساتھ بڑا مجمع ہوگا اور لوگوں کو اتنی خوشی ہوئی جو بیان سے باہر ہے. ایک صاحب نے تمام مجمع کے لئے کھانا پکانے جانے اور کھانے کے برتن لاکر دیدیئے۔ جو تمام مجمع کے لئے کافی ہوں. کچھ لوگوں نے دیگر سامان از خود لاکر جمع کردیا. کچھ لوگوں نے مہمانوں کی خدمت کے لئے اپنے آپ کو فارغ کرلیا. بڑے بڑے روٴسار، وکلار خدمت میں لگے ہوئے ہیں. کوئی کھانا کھلا رہا ہے تو کوئی برتن دھو رہا ہے کوئی اور خدمت میں لگا ہوا ہے اور ہر ایک اس خدمت میں خوش اور مگن ہے گویا بہت بڑی دولت اس کو میسر آگئی ہے.

اعتکاف کے زمانہ کے معمولات تقریباً وہی رہے جو قطب الاقطاب حضرت شیخ نور اللہ مرقدہٗ کے اعتکاف کے بیان میں مذکور ہوئے. غرض بہت بڑی مخلوق نے جو ان روحانی مناظر سے بالکل محروم و ناآشنا تھی فیض حاصل کیا اور کتنوں کو

Scanned by CamScanner

اتباعِ سنت، اخلاص، للّٰہیت کا سبق ملا۔ اور کتنے دوست معرفتِ خداوندی سے مالا مال ہوئے۔ جہاں کبھی ایک قرآن سے زائد کسی مسجد میں ختم نہیں ہوتا تھا پہلی مرتبہ دو قرآن شریف ختم ہوئے۔ اس کے بعد سے برابر سلسلہ چل گیا۔ اب کئی کئی جگہ ایک ایک بستی میں قرآن شریف ختم ہوتے ہیں۔ پہلے ایک ختم بھی دو حافظ مل کر کرتے تھے۔ اب بحمداللہ ایک حافظ ایک سے زائد ختم کی کوشش کرتا ہے۔ اب بحمداللہ لوگوں میں اعتکافِ رمضان کا ذوق وشوق بھی پیدا ہو رہا ہے کہ مساجد میں اعتکاف کا ماہِ مبارک میں سلسلہ قائم ہوا اور جب حضرت زید مجدہم کا قیام رمضان میں دیوبند ہوتا ہے تو بہت سے حضرات وہاں سے سفر کر کے دیوبند رمضان گذارنے حضرت زید مجدہم کی خدمت میں طویل سفر کر کے حاضر ہوتے ہیں۔

اسفار و مواعظ

حضرت اقدس زید مجدہم جنوبی افریقہ میں مواعظ کے ذریعہ بھی بڑی خدمات انجام دیتے ہیں اور لوگوں کو بہت فائدہ ہوتا ہے۔ اس کے لئے دور نزدیک شہروں بستیوں کے اسفار بھی فرماتے ہیں۔ ایک ایک دن میں متعدد بستیوں میں بھی سفر ہوتا ہے اور ہر جگہ وعظ وارشاد کا سلسلہ ہوتا ہے طویل بھی مختصر بھی الفاظ سیدھے سادھے مگر تاثیر بہت زیادہ کہ وعظ میں شریک ہونے والوں کو دُنیا سے بے رغبتی اور آخرت کی طلب پیدا ہوتی ہے۔ اپنی برائیاں اور عیوب سامنے آ کر اصلاح کی طرف توجہ ہو جاتی ہے۔ ہر ایک سمجھتا ہے کہ میرا ہی حال بیان کیا جا رہا ہے۔ نفس و شیطان کے مکائد اور ان سے بچنے کی تدابیر بھی بیان کی جاتی ہیں۔ وعظ کیا ایک روحانی حکیم حاذق کا مطب ہوتا ہے کہ امراض اور ان کے اسباب کی تشخیص بھی ہو رہی ہے نسخہ بھی تجویز کیا جا رہا ہے پرہیز بھی بتایا جا رہا ہے۔ اور یہ سب انتہائی محبت

Scanned by CamScanner

بے پناہ شفقت کے ساتھ ہوتا ہے۔ گویا قلب داعی میں سیکڑوں ہزاروں والدین کی محبت سمٹ آئی ہے جو ہر کسی کی بدحالی پر بے چین اور دردمند بنائے ہوئے ہے۔ اور اس کے اصلاح حال کے بغیر کسی کروٹ چین نہیں لینے دیتی اور ہزاروں امتی کی صلاح و فلاح ہی ان کے درد کا درماں اور سرمایۂ تسلی ہے۔

دعوت و تبلیغ، وعظ و ارشاد کے لئے سیکڑوں ہزاروں میل لمبے دشوار ترین راستے کا سفر فرماتے ہیں۔ بعض مرتبہ سیکڑوں میل کا دشوار ترین سفر فرمایا اور صرف وہاں کھانے میں شرکت فرمائی، ملاقاتیں ہوئیں کوئی نماز کسی وقت کی ادا فرمائی واپسی ہوگئی باقاعدہ وعظ کی نوبت نہیں آئی۔ معلوم ہوا ان دور افتادہ مسلمانوں کی تقویت اور ان کی دلجوئی مقصود تھی جس سے وہ حضرات اپنے اپنے دلوں میں بڑی روحانی تازگی محسوس کرتے ہیں جو ان کے لئے ایمان پختگی اور ثبات قدمی کا ذریعہ ہوتا ہے۔ اسی لئے تو ایک ایک دن میں بیس بیس تیس تیس کبھی کچھ کم زائد مکانوں پر ان کی خواہش پر تشریف لے جانے کی نوبت آجاتی ہے۔ ایسے ہی ایک موقع پر اکابر صوفیاء کا یہ مقولہ نقل فرمایا "جب تک دن میں دو سو دعوت میں شرکت نہ کرے شیخ نہیں بنتا۔ ہر جگہ کمسن بچوں کو حضرت زید مجدہم کے سامنے لایا جاتا حضرت زید مجدہم گود میں لے کر اللہ اللہ زبان سے فرماتے ہیں اور دل سے دل میں اس کو بٹھاتے اور جماتے ہیں ہر جگہ کتنے بچوں کی بسم اللہ اور کتنوں کا ختم قرآن شریف کراتے ہیں۔

دینی بیداری

ان تمامتر مساعی کی وجہ سے الحمدللہ جنوبی افریقہ میں بڑی تیزی سے دینی بیداری آتی جارہی ہے۔ بڑے بڑے رؤسا اپنے بچوں کو علم دین سکھارہے ہیں۔

Scanned by CamScanner

بڑے جماعتوں میں نکل رہے ہیں۔ جو پیسہ سیر و سیاحت پر صرف ہوتا تھا، وہ اب حج و عمرہ پر صرف کرنے کا مزاج بنتا جارہا ہے۔ اور کثرت سے لوگ حج و عمرہ کر رہے ہیں۔ کتنے حضرات حرمین شریفین میں رمضان گذارنے جاتے ہیں۔ بچوں میں بھی یہ مزاج آتا جارہا ہے۔ محترم مولانا محمد موسیٰ صاحب زید مجدہم حراری کے بچے نے حفظ کیا اس سے انعام کے لیے پوچھا کیا انعام چاہیے۔ اس نے برجستہ کہا مدینہ کا رمضان چنانچہ مدینہ منورہ میں رمضان میں ان کا قیام کرایا۔

بچوں کے نام حضرات انبیاء علیہم السلام کے ناموں پر اور بچیوں کے نام ازواجِ مطہرات و بناتِ طاہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن کے مبارک ناموں پر رکھنے کا عام مزاج بنتا جارہا ہے۔

بچوں کی تعلیم و تربیت کا اہتمام شروع ہو رہا ہے۔ اسی جذبہ کے تحت ہر ایک کی عموماً خواہش ہوتی ہے کہ اپنے بچوں کے نام اپنے اکابر سے تجویز کرائیں۔ حضرت اقدس مفتی صاحب زید مجدہم افریقہ ہوتے ہیں تو نومولود بچوں کے نام حضرت زید مجدہم سے تجویز کراتے ہیں وہاں قیام نہ ہو تو خط کے ذریعہ نام تجویز کراتے ہیں۔ حضرت زید مجدہم کے سفر کے دوران اپنے چھوٹے بچوں کو حضرت زید مجدہم کی خدمت میں لاتے ہیں۔ حضرت زید مجدہم ——————

ان کے سروں پر دست شفقت پھیرتے۔ گود میں لے کر اللہ اللہ کا زبان و قلب سے اس کے قلب میں گویا بیج بوتے اور دعا فرماتے ہیں۔ کچھ پیسے بھی ہر بچہ کو دیتے ہیں اور بچہ کو ہدایت فرماتے ہیں کہ دائیں ہاتھ سے لے۔ ہر بچہ کی خاص ادا دیکھی کہ پیسے لے کر فوراً جزاک اللہ کہتا ہے۔ اگر کوئی بھول جائے تو حضرت زید مجدہم یا ان کے گھر والے اس کو یاد دلاتے ہیں جزاک اللہ۔ ان کمسن بچوں کی یہ ادا بہت پسند آئی۔

جہاں بے حیائی اور بے پردگی عیسائیوں کے غلبہ اور تسلط کی وجہ سے پورے

معاشرہ پر محیط ہو چکی تھی الحمد للہ اب اہل علم اور دیندار گھرانوں میں پردہ کا رواج ہوتا جارہا ہے بے پردگی بے حیائی ختم ہوتی جارہی ہے جس سے بے پردگی سے پیدا ہونے والے مفاسد و معاصی کا انسداد بھی ظاہر ہے۔

عیش و دولت کے نشہ میں مست و چور لوگوں میں حلال وحرام کا خیال پیدا ہورہا ہے۔ فکرِ آخرت دامن گیر ہوتی جارہی ہے۔ بعض بڑے تاجر اپنے دفاتر میں بھی تلاوت و تسبیحات کا اہتمام کرتے نظر آتے ہیں۔

یہ سب حضرت اقدس زید مجدہم اور دیگر حضرات اکابر کی مساعی کا نتیجہ ہے ؎

شورش عندلیب نے روح چمن میں پھونک دی
ورنہ یہاں کی کلی کلی مست تھی خواب ناز میں

اب آئندہ اوراق میں جنوبی افریقہ کے بعض مدارس و مکاتب کا مختصراً ذکر کیا جاتا ہے جو ہمارے حضرات اکابر یا حضرت اقدس مفتی صاحب زید مجدہم کی مساعی سے قائم ہوئے ہیں۔

جن میں اکثر کی سرپرستی حضرت اقدس مفتی صاحب زید مجدہم ہی فرماتے ہیں اور مفید مشوروں سے نوازتے ہیں مگر یہ سرپرستی رسمی طور پر نہیں

Scanned by CamScanner

جنوبی افریقہ میں مدارس اور خانقاہیں

دیگر اکابر مشائخ کی مساعی اور توجہات بالخصوص حضرت اقدس مفتی صاحب زید مجدہم کے جنوبی افریقہ میں اسفار کی بنا پر عمومی طور پر مسلمانوں میں دینی بیداری آرہی ہے جا بجا مدارس، مکاتب، مساجد کا سنگِ بنیاد رکھا جارہا ہے اور قدیم مدارس ومکاتب رو بہ ترقی ہیں۔ مساجد نمازیوں کی کثرت سے آباد تر ہو رہی ہیں۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ بعض مدارس کا ذکر کر دیا جائے۔

المعہد الاسلامی بواترفال

میاں فارم جوہانسبرگ

جنوبی افریقہ کا یہ قدیم مدرسہ ہے جس کو ۱۹۴۰ء میں مولانا محمد بن موسیٰ بن اسماعیل میاں سملکی نے قائم کیا تھا۔ مولانا موصوف کے والد صاحب موسیٰ ابن اسماعیل سملک صوبہ گجرات، ہند کے رہنے والے تھے۔ کاروباری سلسلہ میں جنوبی افریقہ پہونچے اور وہیں مستقل قیام فرمایا۔ مولانا محمد بن موسیٰؒ کی ولادت جنوبی افریقہ ہی کی ہے وہیں سے ہندوستان آکر دارالعلوم دیوبند میں علوم کی تکمیل کی۔ حضرت علامہ انورشاہ کشمیریؒ محدث دارالعلوم دیوبند سے بھی شرفِ تلمذ حاصل ہے۔

اس وقت المعہد الاسلامی کے ذمہ دار حضرت مولانا ابراہیم صاحب اور ان کے برادر مولانا مفتی احمد میاں صاحب زید مجدہم ہیں۔ مولانا مفتی احمد میاں کی دارالعلوم دیوبند ہی سے ۱۳۸۵ھ مطابق ۱۹۶۵ء سے فراغت ہوئی۔ اور حضرت

اقدس مفتی صاحب دامت برکاتہم سے فتویٰ نویسی کی مشق کی اور فتاویٰ سے متعلق کتابیں پڑھیں۔ حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب قدس سرہٗ سے بیعت ہوئے۔ اور پھر حضرت شیخ قدس سرہٗ کی طرف سے مجاز وخلیفہ ہوئے۔

مولانا مفتی احمد میاں صاحب زید مجدہم کے بڑے بھائی مولانا محمد ابراہیم صاحب زید مجدہم ۱۹۵۹ء یا ۱۹۶۰ء میں دارالعلوم دیوبند سے فارغ ہوئے۔ حضرت شیخ قدس سرہٗ سے بیعت ہیں اور معمولات کے پابند، ذاکر شاغل ہیں۔

حافظ عبدالرحمٰن صاحب زید مجدہم المعہد الاسلامی کے قدیم استاذ ہیں۔ مولانا مفتی احمد میاں صاحب کے ماموں ہوتے ہیں۔ بہت نیک صالح متبعِ سنّت بزرگ ہیں اور بہت حُفّاظ اِن کے ذریعہ سے ہوئے۔

بیرونی طلباء کے اخراجات کی کفالت المعہد الاسلامی کی طرف سے کی جاتی ہے۔ اور اساتذہ کی تعداد گیارہ ۱۱ ہے۔

حفظ، ناظرہ دیگر علوم عصری کے ساتھ ساتھ مشکوٰۃ شریف تک کا انتظام ہے مگر مسلسل نہیں۔ کسی سال ہو گیا کسی سال نہیں۔

المعہد الاسلامی کی طرف سے دینی مفید کتابوں کی اشاعت کا انتظام بھی کیا جاتا ہے۔ اسی طرح حبشی علاقوں اور ملک ملاوی میں قیامِ مساجد واجراءِ مکاتب کا کام بھی انجام دیا جا رہا ہے۔ المعہد الاسلامی کے تمام اساتذہ جمعیۃ العلماء کے ساتھ اس کی سعی فرماتے ہیں۔ اب تک تیرہ مساجد تعمیر کی جا چکیں۔ مسجد کے ساتھ مکتب بھی قائم کیا جاتا ہے۔ اسی طرح جمعیۃ العلماء کے ساتھ مل کر ان مکاتب کی نگرانی وامتحان نیز قربانی کا انتظام کیا جاتا ہے ان اہلِ خیر حضرات کی طرف سے جو وہاں قربانی کرانا چاہتے ہیں۔

المعہد الاسلامی میں دارالافتاء بھی قائم ہے اور ضروری فتاویٰ صادر کیے جاتے ہیں

Scanned by CamScanner

جمعیۃ العلماء کا دفتر المعہد الاسلامی کی عمارت میں ہی ہے۔ اور قدیم ہونے کی بنا پر دوسرے مدارس کے بہت سے اساتذہ و منتظمین وغیرہ المعہد الاسلامی کے ہی فیض یافتہ ہیں۔

دار العلوم نیو کاسل ناٹال جنوبی افریقہ

۱۹۷۲ء میں قائم ہوا۔ مولانا محمد قاسم صاحب سیما فاضل دار العلوم دیوبند اسکے مہتمم اور بانی ہیں۔ ایک گرجا مشنری اسکول خرید کر اس میں مدرسہ قائم کیا۔ عمارت کو جوں کا توں رہنے دیا کوئی تغیر نہیں کیا۔ البتہ تعمیر کے ناکافی ہو جانے کے باعث جدید عمارت تیار کی جارہی ہے۔ مسجد کی نئی عمارت کی بنیاد حضرت مفتی صاحب زید مجدہم کے دستِ مبارک سے رکھی گئی ہے۔ حفظ، ناظرہ اور عربی تا دورہ حدیث تعلیم کا انتظام ہے۔ عربی میں تعلیم ہوتی ہے جس کی وجہ سے طلبہ عربی زبان سے پورے طور پر واقف اور اس کے ماہر ہو جاتے ہیں۔

مولانا مفتی عبدالوہاب صاحب زید مجدہم فاضل دار العلوم دیوبند سابق استاذ و مفتی مدرسہ شاہی مراد آباد بھی وہیں مدرس ہیں[1]۔ موصوف حضرت مفتی صاحب زید مجدہم کے شاگرد ہیں۔ دیگر اساتذہ میں بعض پاکستانی مدارس سے فاضل ہیں۔ حضرت مفتی صاحب زید مجدہم کے سفرِ افریقہ کے موقع پر بخاری شریف اور دیگر اہم کتابوں کا افتتاح یا اختتام حسبِ موقع حضرت زید مجدہم ہی کے ذریعہ کرایا جاتا ہے اور ضروری امور میں مشورہ بھی کیا جاتا ہے۔

طلبہ کی بڑی تعداد ہے۔ ان کے قیام و طعام اور دیگر ضروریات کی کفالت منجانب مدرسہ کی جاتی ہے۔

---

[1] افسوس کہ موصوف اسی سال ۱۴۰۳ھ کیپ ٹاؤن کے اجتماع سے واپسی پر کار کے تصادم اور ٹکراؤ کے حادثہ میں شہید ہو گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

Scanned by CamScanner

مدرسہ عربیہ اسلامیہ آزاد ول

ابتداءً جرمسٹن میں درجہ حفظ اور عربی کے ایک دو طالب علم سے شروع کیا تھا پھر جگہ کی تنگی کی وجہ سے آزاد ول میں منتقل ہوئے۔

۱۴۰۳ھ میں مدرسہ کا سنگِ بنیاد رکھا گیا۔ پہلے سال طلباء کی تعداد درجہ حفظ میں بارہ ۱۲ اور درجہ عربی میں آٹھ تھی۔ اور دو استاذ رہے۔

دوسرے سال طلبہ کی تعداد پچاس ۵۰ اور تیسرے سال اسی ۸۰ ہو گئی۔ اور پھر سال بہ سال اسی طرح ترقی اور مقبولیت حاصل ہوتی گئی۔

۱۴۰۸ھ میں دورۂ حدیث شریف شروع ہوا جس کا افتتاح فقیہ الامت حضرت اقدس مفتی صاحب دامت برکاتہم سے کرایا گیا۔ اس کے بعد سے ہر سال الحمدللہ دورۂ حدیث شریف ہوتا ہے۔ اور حضرت اقدس مفتی صاحب دامت برکاتہم کے تشریف لے جانے پر عموماً کتبِ حدیث کا آغاز یا اختتام حضرت والا دامت برکاتہم کے ذریعہ ہی کیا جاتا ہے۔

اس وقت دو سو پچاس طلبہ مختلف درجات میں اور آٹھ طلبہ دورۂ حدیث شریف میں زیرِ تعلیم ہیں۔ اٹھارہ لائق و ذی استعداد اساتذہ طلبہ کرام کی تعلیم و تربیت میں مصروف رہتے ہیں۔ تبلیغی جماعت میں طلبہ کے نکلنے کا بھی خاص نظم رہتا ہے جس سے ان کی تعلیم پر بھی اثر نہ پڑے۔

اساتذہ میں حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحب اعظمی ہیں جو بخاری شریف کا درس دیتے ہیں جو جامعہ اسلامیہ تعلیم الدین ڈابھیل میں استاذِ حدیث رہے ہیں خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں جن کو جبلِ علم کہنا بھی مناسب ہے۔

اسی طرح مولانا مفتی سعید احمد صاحب استاذِ حدیث، ہیں، مسلم شریف

Scanned by CamScanner

جیسی اہم کتاب کا درس دیتے ہیں۔ موصوف ڈابھیل کے فاضل اور حضرت اقدس مفتی صاحب زید مجدہم کے فتوی نویسی میں شاگرد رشید اور تربیت وفیض یافتہ ہیں اور حضرت والا دامت برکاتہم کی طرف سے اجازت بیعت بھی حاصل ہے۔

مدرسہ کے بانی و مہتمم مولانا عبدالحمید صاحب ہیں جو حضرت والا دامت برکاتہم ہی کے شاگرد رشید ہیں۔ ابتدائی تعلیم حضرت مولانا مفتی ابراہیم صاحب سنجالوی سے حاصل کی اور ۱۳۹۰ھ میں دارالعلوم دیوبند سے فراغت حاصل کی۔

بخاری شریف جلد اول حضرت مولانا فخرالدین صاحب مرادآبادی قدس سرہٗ شیخ الحدیث دارالعلوم دیوبند سے اور جلد ثانی حضرت والا دامت برکاتہم سے پڑھنے کا شرف حاصل کیا۔ سبق کے علاوہ بھی ہر روز حضرت والا دامت برکاتہم کی مجالس میں شرکت فرماتے اور شب میں درس بخاری شریف کے بعد خصوصاً خدمت کی سعادت حاصل فرماتے۔

حضرت مولانا فخرالدین صاحب قدس سرہ کی خدمت میں بھی حاضری دیتے اور سبق شروع ہوتے وقت چائے بناکر پیش کرنے کی خدمت بھی انجام دیتے۔ موصوف نے سنایا کہ ایک دفعہ گرم چائے پوری پیالی حضرت قدس سرہٗ کے بدن پر گر گئی مگر حضرت قدس سرہٗ نے ایک حرف بھی نہ فرمایا نہ چہرۂ مبارک سے ہی ناگواری و ناراضگی کا اظہار فرمایا۔

۱۴۱۰ھ میں بھی حضرت اقدس دامت برکاتہم کی جنوبی افریقہ کے سفر کے موقع پر حضرت والا دامت برکاتہم سے ہی بخاری شریف، مسلم شریف، جزری، شاطبیہ وغیرہ کتابیں ختم کرائی گئیں اور ختم کے بعد حضرت زید مجدہم نے ہی دعا کرائی اختتام کتب پر مجلس رہی اور طلبہ واساتذہ سے متعلق مفید باتیں حضرت والا دامت برکاتہم ارشاد فرماتے رہے۔ خصوصاً علم دین کی اہمیت اور فضیلت

اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی حدیثِ پاک کے سلسلہ میں قربانیاں اور ائمہ مجتہدین رحمہم اللہ تعالیٰ کی مساعی احادیث کے معانی واحکام کے استنباط کے سلسلہ میں اسی طرح محدثینِ عظام کی غیر معمولی قربانیاں احادیث کی حفاظت واشاعت کے سلسلہ میں نیز محدثین کے طبقات، فقہاء کے طبقات، مفسرین کے طبقات، ہر طبقہ کی قربانیاں اور مساعی ارشاد فرمائیں۔

مدرسہ میں کتابیں چھاپنے کی اپنی مشین بھی ہے جس کے ذریعہ ضروری کتابوں کی طباعت واشاعت کا کام بھی کیا جاتا ہے۔ اور دوسرے ممالک ہند و پاک سے کتابیں حاصل کرنے میں جو دشواریاں ہوتی تھیں بڑی حد تک ختم ہو گئیں۔ اسی طرح جو کتابیں اردو میں ہیں ان کا انگریزی میں (جو وہاں کی عام فہم زبان ہے) ترجمہ کر کے شائع کیا جاتا ہے۔

مدرسہ دار العلوم زکریا

۱۹۸۴ء میں قائم کیا گیا۔ اولاً ایک مکان میں قاری عبد الحمید صاحب مدظلہ نے تعلیم کا آغاز فرمایا۔ طلبہ کی تعداد زیادہ بڑھی تو دوسرے مکان میں منتقل کیا اور زیادہ تعداد بڑھی تو مدرسہ کی عمارت کی تعمیر مستقلاً علیحدہ سے کی گئی۔

دار العلوم زکریا کے بانی مولانا مفتی شبیر احمد سلوجی صاحب مدظلہ وغیرہ ہیں: نیوٹاؤن کراچی سے فراغت حاصل کی، حضرت مفتی صاحب زید مجدہم سے بیعت ہوئے اور اصلاحِ باطن کا سلسلہ شروع کیا اور حضرت مفتی صاحب زید مجدہم کی طرف سے اجازتِ بیعت حاصل ہوئی۔ اعلیٰ اخلاق اور بہت سی عمدہ صفات کے حامل ہیں۔ رات دن مدرسہ کی ترقی اور بہتری و بہبودی کے لئے کوشاں رہتے ہیں۔ طلبہ کی تربیت اور درستگی اخلاق کا

بہت خیال رکھا جاتا ہے۔ بعض خانقاہی معمولات بھی جاری رہتے ہیں جس سے مدرسہ خانقاہ معلوم ہوتا ہے۔

اس وقت جلالین، مشکوٰۃ شریف تک کی تعلیم کا نظم ہے، اور دورہ حدیث کے لئے ہندوستان دارالعلوم دیوبند، کراچی، ڈابھیل وغیرہ بھیجے ہیں درجات حفظ و ناظرہ اور درجات عربی میں ۱۳ اساتذہ مصروف تعلیم ہیں۔ مزید ۵ استاذ نصف یوم تعلیم دیتے ہیں۔ ۱۲ اساتذہ انگریزی کی تعلیم دینے کے لئے ہیں ۲۰ دیگر ملازمین ہیں۔ ۲۵۰ طلباء کی تعداد ہے جن کے قیام و طعام اور دیگر ضروریات کی کفالت مدرسہ کی طرف سے کی جاتی ہے۔

اساتذہ میں مولانا مفتی رضاء الحق صاحب مت فیوضہم بھی ہیں جو اعلیٰ علمی صلاحیت واستعداد اور قابلیت کے حامل ہیں۔ نیوٹاؤن کراچی سے فارغ ہیں اور حضرت مفتی صاحب زید مجدہم سے بیعت و سلوک کا تعلق ہے۔ ذاکر و شاغل اور اوراد و معمولات کے پابند ہیں۔ دیگر اساتذہ میں بھی اکثر حضرت مفتی صاحب زید مجدہم سے بیعت و سلوک کا تعلق رکھتے ہیں اور بعض دیگر مشائخ سے۔

حضرت مفتی صاحب زید مجدہم کے جنوبی افریقہ میں قیام کے دوران اکثر اساتذہ حضرت والا زید مجدہم کی خدمت میں حاضری دیتے رہتے ہیں اور حضرت والا زید مجدہم سے اہم کتابوں کا افتتاح یا اختتام (جیسا موقع ہوتا ہے) کراتے ہیں اور حضرت والا زید مجدہم کے مواعظ و نصائح اور ہدایات سے اساتذہ و طلبہ فیضیاب ہوتے ہیں۔

۱۴۱۰ھ میں دارالعلوم زکریا میں حضرت والا زید مجدہم کے تشریف لے جانے کے موقع پر مفتی رضاء الحق صاحب مت فیوضہم نے حضرت والا زید مجدہم

کے ساتھ اپنی عقیدت و محبت کا اظہار ایک نظم (ساقی نامہ) میں کیا ہے جس کو ہدیۂ قارئین کیا جاتا ہے:-

ساقی نامہ

ساقی کا کیا کہنا دیوانہ بناتا ہے
پھر ہوش نہیں رہتا مستانہ بناتا ہے

یہ فیضِ خلیلی ہے یہ بادِ بہاری ہے
مخمور نگاہوں کا یہ بادہ خماری ہے

ہر ظرفِ سفالی کو پیمانہ بناتا ہے
ساقی کا کیا کہنا دیوانہ بناتا ہے

ہر علم میں جولانی ہر سانس میں رحمت ہے
اس پھول کی خوشبو میں پوشیدہ لطافت ہے

شفقت سے ستمگر کو جانانہ بناتا ہے
ساقی کا کیا کہنا دیوانہ بناتا ہے

بیمارِ محبت کو دل بھر کے پلاتے ہیں
فرقت کے مریضوں کو سینے سے ملاتے ہیں

اغیار کو اُلفت کا پروانہ بناتا ہے
ساقی کا کیا کہنا دیوانہ بناتا ہے

گنگوہ کا فیضان ہے یہ شیخ کی نسبت ہے
یہ ابر ہے محمودی بارانِ محبت ہے

Scanned by CamScanner

دنیا کی محبت سے بیگانہ بناتا ہے
ساقی کا کیا کہنا دیوانہ بناتا ہے
ہر وقت ضیا پاشی، خلوت میں مسیحائی
ہر لمحہ عطر بیزی جلوت میں بھی تنہائی
عرفاں کے گلستاں میں میخانہ بناتا ہے
ساقی کا کیا کہنا دیوانہ بناتا ہے
مرشد ہے یہاں کامل حب علم پہ ہے عامل
صیاد ذرا دیکھو ہر مرغ یہاں بسمل
یہ نظم رضا ان کا نذرانہ بناتا ہے
ساقی کا کیا کہنا دیوانہ بناتا ہے

۱۴۰۸ھ میں حضرت والا زید مجدہم کے دارالعلوم زکریا میں تشریف لے جانے کے موقع پر یہی مولانا مفتی رضاء الحق صاحب عمت فیوضہم حضرت والا زید مجدہم کی مجلس سے متأثر ہو کر اشعار کے ذریعہ اس طرح اپنے اظہار خیال پر مجبور ہو جاتے ہیں اور یوں نغمہ سنج ہوتے ہیں:۔

بیاد محفل مفتی اعظم ہند حضرت مولانا مفتی محمود حسن صاحب گنگوہی دامت برکاتہم

دلوں پر تم فقیروں کی حکومت دیکھنے آؤ
فقیہ بے بدل کا تاج عظمت دیکھنے آؤ
بہت پیاری ہے یارو مفتی محمود کی مجلس
اگر کچھ ذوق دل میں ہے حلاوت دیکھنے آؤ

Scanned by CamScanner

پریشاں حال کو ملتی ہے تسکیں ان کی محفل میں
کہ کامل شیخ سے رکھتے ہیں نسبت دیکھنے آؤ
یہ غنچوں کی چٹک، گل کی مہک، عنبر صفت محفل
بہار آخرت، ذوقِ عبادت دیکھنے آؤ
یہ ضبط و حافظہ دا بی ہے یہ کسبی نہیں ہرگز
کرامت گر نہ دیکھی ہو کرامت دیکھنے آؤ
شریعت جسم پر نافذ، طریقت قلب پر فائز
شریعت ساتھ ہو ایسی طریقت دیکھنے آؤ
عجب پُر نور روحانی غذا ہے ان کے جلووں میں
مسرت اور سعادت دل کی راحت دیکھنے آؤ
اسی محفل سے صوفی کا مشامِ جاں معطر ہے
رموزِ عشقِ احمد، سرِ وحدت دیکھنے آؤ
سُنی ہو گی قیامت کی پریشانی خطیبوں سے
ذرا ایوانِ بدعت میں قیامت دیکھنے آؤ
ان ہی کے ذہنِ عالی میں مسائل رقص کرتے ہیں
شعر پر شعر کہتے ہیں یہ قدرت دیکھنے آؤ
یہ استحضار، یہ حاضر جوابی نکتہ سنجی ہیں
کہ عقلِ ابنِ سینا محوِ حیرت دیکھنے آؤ
ان ہی کا فیض ہے جاری، ان ہی کی ہر ادا پیاری
ان ہی کا علم ہے بھاری یہ ہیبت دیکھنے آؤ
مسائل اور عبارات اکابر ان کو ہیں از بر
میرے پیارو! فقاہت میں نزاکت دیکھنے آؤ

بلند ہے مرتبہ ان کا تو اضع کا یہ عالم ہے
کہ مجھ احقر پہ فرماتے ہیں شفقت دیکھنا اور
بزرگوں سے محبت ہر وقت دل میں مہکتی ہے
رضا کو چھوڑ دو اُس کی محبت دیکھنے اور
یہ دونوں قطعے بھی موصوف نے ہی کہے ہیں :۔

قطعہ

آپ کے تشریف لانے سے عمل زندہ ہوا
ساؤتھ افریقہ میں سنّت کی محبت آگئی
مفتیٔ اعظم آپ کی آمد مبارک بار بار
آپ کی آمد سے ہر جانب سعادت آگئی

قطعہ

محمودِ قوم، مفتیٔ اعظم خوش آمدی
اے فخرِ ہند، علمِ مجسّم خوش آمدی
ما کردہ ایم دیدہ و دل فرشِ راہِ تو
ایں مدرسہ بدیدِ تو خرّم خوش آمدی

دار العلوم زکریا میں حضرت موصوف مدظلہ، کی تشریف آوری کے موقعہ پر یہ نظم کہی گئی۔ رضاء الحق عفا اللہ عنہ، مردانی مدرس دار العلوم زکریا ساؤتھ افریقہ
یکم رجب المرجب ۱۴۰۸ھ
بروز جمعہ

مدرسہ جامع العلوم نیوٹاؤن جوہانسبرگ

اس مدرسہ کو المعہد الاسلامی نے قائم کیا تھا۔ اب اس کے رُوحِ رواں اور اس کو چلانے سنبھالنے والے مولانا مفتی محمد سلیمان صاحب پانڈور اور مولانا احمد درویش زید مجدہم ہیں۔ دونوں اس اتحاد و یگانگت سے رہتے ہیں کہ گویا دو قالب یک جان کا مصداق ہیں۔ تعلیم حاصل کرنے کے زمانہ میں بھی اکثر دونوں ساتھ رہے اور اب تبلیغ و تدریس اور اصلاح و افادہ کے وقت بھی حق تعالیٰ شانہٗ نے دونوں کو ایک ساتھ رہنے کا موقع عنایت فرمایا۔ یہ حُسنِ اتفاق ہے جو کم نصیب ہوتا ہے۔

تعدادِ اساتذہ:۔ گیارہ اساتذہ جو سب ہی عالم و حافظ ہیں، مصروفِ تعلیم ہیں۔ ان میں اکثر حضرت اقدس مفتی صاحب زید مجدہم سے بیعت کا تعلق رکھتے ہیں۔

طلبہ اور طالبات کی تعداد تقریباً پانچ سَو ۵۰۰ ہے جو سب مقامی ہیں۔

تعلیم:۔ حفظ، ناظرہ اور دینیات کی تعلیم ہے۔

مولانا احمد ابراہیم احمد درویش صاحب زید مجدہم نے مدینہ منورہ زادہا اللّٰہ شرفاً وکرامۃً میں قاری قادر جان بخاری صاحبؒ سے حفظ کیا اور اس موقع پر چار سال مدینہ منورہ قیام رہا۔ پھر افریقہ میں ہی اس کو مزید یاد کیا۔ پھر سورت صوفی باغ میں ایک سال پھر تراج میں مولانا علی میاں کے پاس دو سال تعلیم حاصل کی پھر مکان افریقہ چلے گئے۔ اور المعہد الاسلامی میں چار سال مختلف کتابیں پڑھیں۔ اس کے بعد دارالعلوم دیوبند میں چار سال

Scanned by CamScanner

رہ کر تکمیل کی اور ۱۹۶۸ء میں دارالعلوم سے فراغت ہوئی۔ دارالعلوم میں بخاری شریف جلد ثانی حضرت زید مجدہم سے پڑھی۔ اور دیوبند کے ان چار سالہ قیام میں حضرت مفتی صاحب زید مجدہم کی خدمت کی سعادت حاصل کی اور حضرت زید مجدہم کے حسب منشاء حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ سے بیعت ہوئے۔ اور حضرت مفتی صاحب زید مجدہم کی ہمرکابی میں جمعرات کو سہارنپور حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ کی خدمت میں حاضر ہوتے رہے۔ اور ماہ مبارک تمام حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ کی خدمت میں گذارنے کا معمول تھا۔ دور مضان المبارک مدینہ منورہ میں بھی حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ کی خدمت میں گذارنے کی سعادت میسّر آئی۔ اور تقریباً چھ ماہ مدینہ طیبہ میں قیام رہا اور وہاں کی سعادت و برکات سے خوب مستفیض و مستفید ہوئے۔ حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ نے اجازت بیعت بھی مرحمت فرمائی۔

فراغت کے بعد سے جامع العلوم نیوٹاؤن کے اہتمام اور تدریس کی خدمت انجام دے رہے ہیں۔

اور حضرت شیخ قدس سرہ کی حیات تک یہ معمول رہا کہ ایک رمضان مولانا احمد درویش صاحب مدظلہ حضرت شیخ قدس سرہ کی خدمت میں گذاریں اور مفتی سلیمان صاحب مدظلہ مدرسہ کی ذمہ داریوں کو سنبھالیں اور پھر آئندہ رمضان مفتی سلیمان صاحب مدظلہ حضرت شیخ قدس سرہ کی خدمت میں گذاریں اور مولانا احمد صاحب مدظلہ مدرسہ کی ذمہ داریوں کو پورا فرمادیں۔

حضرت شیخ قدس سرہ کی وفات کے بعد اصلاحی تعلق پورے طور پر حضرت مفتی صاحب زید مجدہم سے ہی ہے جو حضرت شیخ قدس سرہ کی حیات سے ہی حضرت شیخ قدس سرہ کے حکم وارشاد سے قائم ہے۔ اور صرف اصلاحی تعلق

Scanned by CamScanner

ہی نہیں اپنے گھریلو معاملات بھی حضرت مفتی صاحب زید مجدہم کے مشورہ سے ہی انجام دیتے ہیں۔

مولانا موصوف کے دادا مولانا احمد درویش بڑے خدارسیدہ بزرگ تھے ان کی دنیا سے بے رغبتی ہی کی بنا پر درویش کا لقب ان کو دیا گیا تھا جو ان کی حالت کی بنا پر خود بخود عوام کی زبانوں پر مشہور ہو گیا، ان کی اولاد کو اسی مناسبت سے درویش کہا جاتا ہے اور اسی سے امتیاز ہوتا ہے۔

مولانا احمد درویش صاحب قدس سرہٗ کی بہت سی کرامات اور خرق عادات چیزیں بھی مشہور ہیں۔ موصوف مدرسہ امینیہ سے فارغ تھے اور مدرسہ تعلیم الدین جامعہ اسلامیہ ڈابھیل کے بانیوں میں تھے۔

موصوف کی اولاد میں اللہ تعالیٰ نے بہت برکت عطا فرمائی بکثرت حفاظ و علماء پیدا ہوئے۔ موصوف کے چار بیٹے تھے۔ محمد[۱]، ابراہیم[۲]، اسماعیل[۳]، یوسف[۴]۔ اور تین صاحبزادیاں۔ فاطمہ[۱]، خدیجہ[۲]، آمنہ[۳]

محمد کے پانچ بیٹے ہوئے۔ سلیمان[۱]، رشید احمد[۲]، عبد الصمد[۳]، عبد اللہ[۴]، اسماعیل[۵] اور تین بیٹیاں۔ ان میں عبد اللہ، اسماعیل دونوں حافظ عالم ہیں، جامعہ اسلامیہ تعلیم الدین ڈابھیل سے فارغ ہیں۔ مولانا عبد اللہ صاحب تجارت کرتے ہیں اور مولانا اسماعیل ایک مدرسہ میں پڑھاتے ہیں۔ عبد الصمد صرف حافظ ہیں مدرسہ میں پڑھاتے ہیں۔ سلیمان کا ایک بیٹا حافظ ہے اور جامعہ اسلامیہ تعلیم الدین ڈابھیل میں مولویت کی تکمیل کر رہا ہے۔

ابراھیم کے پانچ صاحبزادے۔ احمد[۱]، عبد الرحمٰن[۲]، محمد[۳]، یوسف[۴]، عبد اللہ[۵] اور تین صاحبزادیاں۔

احمد۔ یہ وہی مولانا احمد درویش صاحب مدظلہٗ ہیں جن کا تفصیلی تذکرہ

Scanned by CamScanner

اوپر گذر چکا۔

محمد حافظ ہیں مدرسہ میں پڑھاتے ہیں۔

یوسف عالم ہیں دیوبند سے فارغ ہیں۔ اوّلاً حضرت مولانا صدیق احمد صاحب دامت برکاتہم کے مدرسہ میں ہتورا ضلع باندہ تین سال رہے پھر دیوبند تین سال رہے۔ حضرت مفتی صاحب زید مجدہم کی خدمت کی سعادت بھی میسر رہی، اور اکتساب فیض کا موقع ملا، حضرت مفتی صاحب زید مجدہم سے ہی بیعت ہیں ذاکر شاغل ہیں۔ اور مدرسہ جامع العلوم نیوٹاؤن جوہانسبرگ ہی میں پڑھاتے ہیں۔ رمضان گذارنے دیوبند حضرت مفتی صاحب زید مجدہم کی خدمت میں حسب موقع حاضر ہوتے ہیں۔

عبداللہ حافظ، عالم ہیں جامعہ اسلامیہ تعلیم الدین ڈابھیل سے فارغ ہیں حضرت مفتی صاحب زید مجدہم سے بیعت ہیں ذاکر شاغل ہیں اور روشنی میں مدرسہ میں پڑھاتے ہیں۔

یوسف:۔ مولانا احمد درویش صاحب قدس سرہ کے صاحبزادہ ہیں۔ ان کے دو صاحبزادے اور ایک صاحبزادی ہے۔ صاحبزادوں میں احمد حافظ عالم ہیں جامعہ اسلامیہ ڈابھیل سے فارغ ہیں اور حضرت مفتی صاحب زید مجدہم سے بیعت ہیں۔ ذاکر شاغل ہیں۔ دوسرے صاحبزادے محمد حافظ ہیں ڈابھیل میں مولویت کی تکمیل کر رہے ہیں۔

مولانا احمد ابراہیم احمد درویش صاحب کے دو صاحبزادے ہیں ان میں ایک حافظ ہو چکے ہیں اب آئندہ مولویت کی تکمیل کریں گے انشاء اللہ۔ دوسرے صاحبزادے حفظ کر رہے ہیں۔

مولانا احمد درویش صاحب قدس سرہ کی ایک صاحبزادی خدیجہ رجواب

Scanned by CamScanner

مرحوم ہو چکی ہیں۔ اللہ پاک ان کی مغفرت فرمائے اور جنت الفردوس میں درجات عالیہ نصیب فرمائے) مفتی سلیمان صاحب مدظلہ، اور مولانا محمد ابراہیم صاحب مدظلہ وغیرہم کی والدہ محترمہ ہیں جن کے بطن سے حفاظ علماء اور مشائخ طریقت پیدا ہوئے ان کا آگے تذکرہ کیا جائے گا۔

مولانا مفتی محمد سلیمان صاحب زید مجدہم

والدہ:۔ مولانا احمد درویش قدس سرہ، کی صاحبزادی تھیں خدیجہ نام تھا۔ بہت ہی نیک سیرت اور خدا رسیدہ ولیہ صفت خاتون تھیں ہر روز تین پارے پڑھنے کا معمول تھا جو کبھی ناغہ نہیں ہوتا تھا۔ اگر مشاغل کی کثرت سے کبھی رہ جاتا تو سونے سے قبل ضرور پورا کر لیتیں، پورا کئے بغیر ہرگز نہ سوتیں۔ تلاوت کے علاوہ تسبیحات میں ہمہ وقت مشغول رہتیں۔ گھریلو کام کاج کرتے وقت بھی زبان ذکر میں مشغول رہتی اور دست بکار و دل بیار کا مصداق ہوتا۔ غرباء پروری مزاج میں بہت تھی، پوشیدہ طور پر کتنی ضرورتمند عورتوں کی امداد فرماتی رہتیں، بلا ضرورت بات کرنا ناگوار گذرتا۔ رمضان المبارک میں مجاہدہ بڑھ جاتا اور مکمل یکسوئی کے ساتھ تلاوت میں مشغول رہتیں، کسی سے بات کرنا بہت ناگوار گذرتا۔ ایک قرآن کریم یومیہ ختم فرماتیں اس کے علاوہ تسبیحات میں مشغول رہتیں۔

سنہ ۱۴۰۱ھ میں انتقال فرمایا۔ اِنَّا للّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔

انتقال سے قبل دس منٹ تقریباً کلمہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا ورد رہا۔ مفتی سلیمان صاحب مدظلہ، یٰسٓ شریف پڑھتے ہوئے سَلَامٌ قَوْلًا مِّنْ رَّبٍّ رَّحِیْمٍ پر پہونچے ادھر ان کی زبان پر الا اللہ تھا کہ سانس بند ہو گیا۔ اور روح پرواز ہو گئی۔ پیر کی شب گیارہ بج کر دس منٹ ہوئے تھے۔ پیر کی صبح

کو حضرت اقدس مفتی صاحب زید مجدہم اور مولانا محمد ابراہیم صاحب مدظلہ، بمبئی سے افریقہ کے لیے سوار ہونے والے تھے. اور سفر کا زیادہ تقاضہ والدہ صاحبہ کی علالت ہی کی بنا پر تھا مگر اللہ پاک کو کچھ اور ہی منظور تھا۔ بمبئی میں افریقہ کے لیے سوار ہونے کے لیے ایرپورٹ پہونچنے کی تیاریاں ہو رہی تھیں، سامان درست کیا جارہا تھا کہ افریقہ سے فون کے ذریعہ والدہ صاحبہ مرحومہ کے انتقال پُر ملال کی خبر پہونچی۔

جمعہ کے روز دریافت فرمایا. کے دن باقی ہیں. حاضرین سمجھے کہ حضرت اقدس زید مجدہم اور مولانا محمد ابراہیم صاحب مدظلہ، کے تشریف لانے کو دریافت فرمارہی ہیں کہ کے دن باقی ہیں. حاضرین نے جواب دیا تین روز. فرمایا نہیں دو دن. گویا اپنے دو دن کی طرف اشارہ کیا کہ دو دن باقی ہیں. اس کے دو روز بعد اتوار کا دن گذر کر پیر کی شب میں وصال فرمایا. اور حضرت اقدس مفتی صاحب زید مجدہم اور مولانا محمد ابراہیم صاحب مدظلہ، کئی روز بعد وطن پہونچے کہ زمباوی میں قیام کرنا ہوا. ایسے موقع کیلئے ہی کسی نے کہا ہے ؎

بجنازہ گر نیائی بمزار خواہی آمد

دنیا میں ایسی خوش نصیب عورتیں کم گذری ہونگیں کہ جس کے بطن سے ایسے علماء مشائخ پیدا ہوئے ہوں. مرحومہ کے سات صاحبزادے ہوئے جو بحمد اللہ سب حیات ہیں جن میں چار عالم ہیں اور پانچ صاحب نسبت مشائخ! مولانا[1] محمد یوسف، بھائی محمود[2] صاحب، بھائی[3] احمد صاحب، بھائی محمد[4] یعقوب صاحب، مولانا مفتی[5] سلیمان صاحب، مولانا محمد[6] موسیٰ صاحب، مولانا[7] محمد ابراہیم صاحب۔

والدِ محترم

مفتی محمد سلیمان صاحب مدظلہ کے والد محترم الحاج محمد اسماعیل صاحب مرحوم تھے، نیک صالح، ولی صفت، متبعِ سنت بزرگ تھے۔ موصوف اوّلاً حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی قدس سرہ سے بذریعہ خط بیعت ہوئے۔ اور حضرت حکیم الامت رح کے ارشاد فرمودہ ذکر و شغل اور معمولات پر پابندی سے عمل کرتے رہے۔ حضرت تھانوی قدس سرہ کے وصال کے بعد حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی قدس سرہ سے بذریعہ خط رجوع فرمایا اور بذریعہ خط ہی ان سے ہدایات حاصل کرتے اور ان پر عمل پیرا ہوتے۔

حضرت مدنی قدس سرہ کے وصال کے بعد شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب قدس سرہ سے رجوع کیا اور حضرت شیخ قدس سرہ کے وصال کے بعد حضرت مفتی صاحب زید مجدہم سے رجوع فرمایا اور حضرت زید مجدہم کی طرف سے خلیفہ و مجاز ہوئے۔ حضرت مفتی صاحب زید مجدہم نے جب اجازت مرحمت فرمائی، گریہ بہت غالب ہوا، ہچکیاں بندھ گئیں کہ میں کہاں اس کا اہل ہوں۔

متعدد حج کئے، اور ہر حج کے موقع پر کوئی خاص بشارت یا ہدایت حضرت نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ہوئی۔ ایک حج کے موقع پر تہجد کی پابندی کی ہدایت ہوئی، جس کے بعد کبھی تہجد ناغہ نہیں ہوا۔ ایک دفعہ ہر روز ایک ہزار مرتبہ درود شریف پڑھنے کا، جس پر تاحیات عمل پیرا رہے۔ ایک دفعہ ہمیشہ باوضو رہنے کا کہ اس کے بعد سے ہمیشہ باوضو رہتے تھے۔ قرآن شریف کی تلاوت بکثرت کرتے اور باوجودیکہ عالم نہیں تھے مگر تلاوت کرتے ہوئے بکثرت روتے۔ بستی میں تنہا ان کا گھر مسلمان تھا اس لیے گھر پر ہی نماز ادا کرتے خود اذان

دیتے، اقامت کہتے اور گھر کے بچوں کو ساتھ لے کر باجماعت نماز ادا کرتے کہ خود ہی امامت فرماتے۔

ان کے صاحبزادے مولانا محمد یوسف صاحب مدظلہٗ جب دیوبند سے فارغ ہو کر تشریف لائے تو امامت ترک فرما دی اور مولانا سے امامت کراتے کہ ان کا علم زیادہ ہے. یہ زیادہ امامت کے لائق ہیں۔

بچوں کو نماز کے لئے لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ، الصّلوٰۃ خیر من النوم کہہ کر اٹھاتے۔

صلوٰۃ التسبیح کا یومیہ معمول تھا، علماء سے بہت محبّت کرتے تھے ان کو ہدیہ بھیجتے گھر بلا کر دعوت کرتے اور بہت خوش ہوتے۔ مولانا محمد یوسف صاحب بنوری قدس سرہٗ افریقہ تشریف لے گئے، ان کو اپنے گھر پر تشریف لانے کی دعوت دی مگر ان کے وقت میں گنجائش نہ تھی اس لئے کوشش کے باوجود میزبانوں نے گنجائش نہ ہونے کا عذر کر دیا۔ والد صاحب قدس سرہٗ نے بڑے دربار میں درخواست پیش فرما دی اللہ تعالیٰ سے خوب دعا مانگی فوراً قبول ہوئی۔ مولانا یوسف صاحب بنوری نور اللہ مرقدہٗ نے خود سے اطلاع کرائی کہ جمعہ فلاں جگہ پڑھوں گا اس کے بعد کھانا آپ کے یہاں کھاؤں گا۔

تمنّا تھی کہ انتقال کے وقت سب بیٹے موجود ہوں اللہ تعالیٰ نے یہ تمنا بھی پوری فرمائی کہ سب بیٹے موجود ہو گئے اور سب نے خوب خدمت کی اور تقریباً دو سال مرض فالج میں مبتلا رہ کر ۱۸ر دسمبر ۱۹۸۶ء کو بروز جمعرات انتقال فرمایا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن: حضرت اقدس مفتی صاحب زید مجدہم بھی انتقال کے وقت تشریف فرما تھے کہ حضرت زید مجدہم کے وہاں کے قیام کے دوران ہی انتقال ہوا. عشاء کی نماز باجماعت پڑھی. عشاء بعد حضرت اقدس مفتی صاحب زید مجدہم

مشکوٰۃ شریف کا درس دیتے تھے اس میں شرکت کی اور صبح صادق سے قبل انتقال ہو گیا۔ کوئی نماز قضا نہیں ہوئی۔ انتقال سے تین ماہ قبل اپنی اہلیہ محترمہ سے فرمایا تھا کہ میں تین مہینہ کا مہمان ہوں، چنانچہ تین ماہ بعد انتقال ہو گیا۔

حضرت اقدس مفتی صاحب زید مجدہم پر ان کے انتقال کے صدمہ کا غیر معمولی اثر ہوا۔ انتقال کے بعد دفن سے قبل تقریباً چار ہزار مرتبہ قل ھو اللہ احد پڑھ کر حضرت نے ایصالِ ثواب فرمایا اور نمازِ جنازہ حضرت زید مجدہم نے ہی پڑھائی۔ غسل میں بھی شرکت فرمانا چاہتے تھے مگر صدمہ کی شدت کی بنا پر تحمل نہ فرما سکے۔[1]

صاحبزادگان میں ایک مولانا مفتی محمد سلیمان صاحب زید مجدہم ہیں۔ اپنی بستی میں ہی حافظ صالح صاحب عرف ستو صاحب سے حفظ کیا جو گھر ہی پر آکر پڑھاتے تھے، کیونکہ قریب میں کوئی مکتب نہ تھا۔ والد صاحب نے حافظ صاحب کو مقرر فرمایا کہ گھر پر ہی آکر پڑھا دیا کریں۔ پھر میاں فارم پر مزید یاد کیا اور پھر وہیں ہدایہ، مشکوٰۃ شریف تک تعلیم حاصل کی۔ بعدہٗ دار العلوم دیوبند میں ہدایہ ہی میں داخلہ لیا۔

---

[1] ان کو بھی حضرت اقدس مفتی صاحب زید مجدہم سے عشق کے درجہ میں تعلق تھا۔ حضرت اقدس مفتی صاحب زید مجدہم کے اسفارِ افریقہ میں ان کی محبت کو بہت دخل تھا۔ جب زیادہ عرصہ گذر جاتا بہت الحاح وزاری کے ساتھ حق تعالیٰ شانہٗ سے حضرت مفتی صاحب زید مجدہم کے سفرِ افریقہ کی دعا شروع فرما دیتے صلوٰۃ الحاجۃ پڑھ کر دعا مانگتے کبھی تلاوت کے بعد کبھی درود شریف کثیر تعداد میں پڑھ کر دعا فرماتے، دل کی گہرائی سے نکلی ہوئی دعا کیسے رائیگاں جاتی۔ دیگر حضرات کی طرف سے سفر کی درخواستیں ہوتی ہی تھیں، حضرت زید مجدہم کے قلبِ مبارک میں منجانب اللہ سفر کیلئے انشراح بلکہ اسکا تقاضا وداعیہ پیدا ہو جاتا اور سفر ہو جاتا اور ہزاروں بندگانِ خدا جو ہندوستان نہیں آسکتے تھے سیراب وفیضیاب ہوتے۔

Scanned by CamScanner

تعلیم کے ساتھ ساتھ حضرت مفتی صاحب زید مجدہم کے خادم خصوصی رہے اور خود ان کے والد صاحب مرحوم کے تعلق کی بناء پر مزید حضرت مفتی صاحب زید مجدہم کے منظور نظر قرار پائے۔ فتویٰ نویسی کی مشق حضرت زید مجدہم سے ہی کی اور حضرت زید مجدہم کے حکم سے ہی شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب قدس سرہٗ سے بیعت ہوئے اور ہر جمعرات کو حضرت مفتی صاحب زید مجدہم کے ہمراہ سہارنپور حضرت شیخ قدس سرہٗ کی خدمت میں حاضر ہوتے اور جمعہ کو مغرب بعد واپسی ہوتی۔ ۱۳۸۸ھ مطابق ۱۹۶۸ء میں دارالعلوم سے فراغت ہوئی۔ فراغت کے بعد حضرت مفتی صاحب زید مجدہم کے حکم سے ہی سہارن پور حضرت شیخ الحدیث قدس سرہٗ کی خدمت میں قیام فرمایا اور چند روز بعد ہی خدام خصوصی میں شامل ہوگئے، اور حضرت مفتی صاحب زید مجدہم کے تعلق نیز ان کی خداداد صلاحیتوں کی بناء پر حضرت شیخ قدس سرہٗ کی نظر التفات بہت بڑھ گئی، جس کی بناء پر حج میں بھی حضرت شیخ قدس سرہٗ کی ہمرکابی میں جانے کی سعادت میسر آئی۔ اور حج سے فراغت پر مدینہ منورہ ہی میں حضرت شیخ قدس سرہٗ کی خدمت میں دیر تک قیام کیا اور ۱۳۹۰ھ مطابق ۱۹۷۰ء میں مسجد نبوی میں روضۂ اقدس علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ و السّلام کے متصل اقدام عالیہ میں اجازت بیعت مرحمت فرمائی ؎

ایں سعادت بزور بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

اس کے بعد اپنے وطن جوہانسبرگ نیو ٹاؤن میں مدرسہ جامع العلوم میں تدریسی اور انتظامی خدمات انجام دیتے ہیں اور اپنے مکان ہی پر خانقاہی نظام قائم کئے ہوئے ہیں۔ ان کا مکان ہی حضرت اقدس مفتی صاحب زید مجدہم کی اصل قیام گاہ ہوتی ہے۔ اور حضرت اقدس مفتی صاحب زید مجدہم کا تو وہ گھر اپنا گھر ہے ہی دوسرے

Scanned by CamScanner

اکابر کی میزبانی اور ان کی ہر ممکن خدمت کا شرف بھی بطورِ خاص اس گھرانہ کو حاصل ہوتا ہے جو اس گھرانے کا امتیاز ہے۔ اللّٰہم زِدْ فزِدْ۔

مفتی سلیمان صاحب زید مجدہم کے ایک صاحبزادہ محمد بحمداللہ حافظ ہو چکے ہیں۔ اور اب مولویت کی تکمیل انشاء اللہ کریں گے، دیگر بچے چھوٹے ہیں۔

مولانا محمد یوسف صاحب زید مجدہم

۱۳۷۷ھ میں دارالعلوم دیوبند سے فراغت ہوئی۔ اولاً جامعہ اسلامیہ ڈابھیل میں ایک سال رہے پھر جامعہ حسینیہ راندیر چار سال پھر دیوبند سات سال رہ کر تکمیل کی۔ بخاری شریف حضرت مدنی قدس سرہٗ سے پڑھی اور حضرت مدنی قدس سرہٗ سے ہی بیعت کی اور حضرت مدنی قدس سرہٗ کی خدمت کی سعادت میسر رہی۔ اور دو سال رمضان المبارک بھی بانسکنڈی میں حضرت مدنی قدس سرہٗ کی خدمت میں گذارا۔ فراغت کے بعد حج میں گئے اور چار ماہ وہاں قیام رہا۔ اسکے بعد پھر واپس دیوبند حضرت مدنی قدس سرہٗ کی خدمت میں قیام کی نیت سے حاضر ہوئے۔ اور محرم، صفر، ربیع الاول، ربیع الثانی خدمت میں رہے اور جمادی الاولیٰ ۱۳۷۸ھ میں حضرت مدنی قدس سرہٗ کا وصال ہو گیا۔ اِنّا للہ واِنّا الیہ راجعون۔ وصال کے بعد بھی وہیں آستانہ شیخ پر دو ماہ قیام کے بعد وطن واپسی ہوئی۔ اب اپنے وطن ہی میں مدرسہ قوت الاسلام میں تدریسی خدمات انجام دے رہے ہیں۔ اور مہتمم بھی مدرسے کے حضرت مولانا ہی ہیں اس وقت نو مدرس مشغولِ تعلیم ہیں۔ حفظ اور دینیات کی تعلیم ہے۔ مدرسہ کی نئی تعمیر جاری ہے جو قریب بہ تکمیل ہے۔ اس کے بعد تعلیم آگے بڑھانے کا عزم ہے۔

حضرت مدنی قدس سرہٗ کے وصال کے بعد حضرت مولانا سید اسعد مدنی صاحب زید مجدہم کی طرف رجوع فرمایا ہے۔

بھائی محمود صاحب[۳]:۔ حضرت مولانا سید اسعد مدنی دامت برکاتہم سے بیعت ہیں اور مجاز بھی ہیں۔

دو بیٹے ہیں۔ مولانا محمد صاحب، مولانا اسماعیل صاحب۔ دونوں دارالعلوم دیوبند سے فاضل ہیں۔ ابتدائی تعلیم مولانا محمد یوسف صاحب زید مجدہم سے حاصل کی پھر مولانا قاری عبد الحمید صاحب سے حفظ کیا۔ پھر حضرت مولانا صدیق احمد صاحب دامت برکاتہم کے مدرسہ میں تھوڑا تعلیم حاصل کی پھر دارالعلوم دیوبند سے فراغت ہوئی۔

مولانا اسماعیل صاحب حضرت مفتی صاحب زید مجدہم سے بیعت ہیں ذاکر و شاغل اور معمولات کے پابند ہیں۔ اور مولانا اسماعیل صاحب کو حضرت زید مجدہم کی طرف سے اجازت بیعت بھی حاصل ہو گئی ہے۔ اور مولانا محمد حضرت مولانا صدیق صاحب زید مجدہم سے بیعت ہیں۔

بھائی احمد صاحب:۔ حضرت مولانا سید اسعد مدنی صاحب دامت برکاتہم سے بیعت ہیں۔ چار بیٹے ہیں جو تجارت میں مشغول ہیں۔ دو ایک بیوی سے دو ایک بیوی سے۔

بھائی[۵] **محمد یعقوب صاحب** مدظلہ:۔ حضرت مولانا سید اسعد مدنی صاحب دامت برکاتہم سے بیعت ہیں اور مجاز بھی ہیں۔

چھ[۱] صاحبزادے ہیں۔ صاحبزادی کوئی نہیں۔ ایک صاحبزادہ مولانا مسعود صاحب جو ڈابھیل سے فارغ ہوئے ہیں اور حضرت مفتی صاحب زید مجدہم سے بیعت ہیں اور حضرت زید مجدہم کی خدمت میں ہی اس وقت ذکر، شغل اور تزکیہ باطن کے لئے مقیم ہیں۔

۲۔ بھائی مودود صاحب حضرت مفتی صاحب زید مجدہم سے بیعت ہیں ذاکر

Scanned by CamScanner

شاغل ہیں۔

۳۔ بھائی مقصود صاحب، حضرت مفتی صاحب زید مجدہم سے بیعت ہیں اوراد و معمولات کے پابند، ذاکر، شاغل ہیں۔

۴۔ بھائی محمود صاحب، حفظ کر کے جامعہ اسلامیہ ڈابھیل میں زیر تعلیم ہیں حضرت مفتی صاحب زید مجدہم سے ہی بیعت ہیں۔ نیک صالح ہیں ماشاء اللہ۔

۵۔ محمد صاحب۔ یہ والدہ کے ساتھ رہتا ہے جس کو پریشان کن حالات کی بناء پر طلاق ہو گئی تھی۔

۶۔ اسعد۔ چھوٹا بچہ ہے جو ابتدائی تعلیم میں ہے۔ یہ دوسری بیوی سے ہے پہلی بیوی کو طلاق کے بعد دوسری بیوی سے شادی کی اس سے یہ بچہ ہے۔

مولانا محمد موسیٰ صاحب مدظلہٗ

ابتدائی تعلیم اپنے وطن میں حاصل کی پھر جامعہ اسلامیہ ڈابھیل میں داخلہ لیا۔ وہاں کسی بنا پر دل اُچاٹ ہوا اور دیوبند حضرت مفتی صاحب زید مجدہم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضرت مفتی صاحب زید مجدہم نے حضرت مولانا صدیق احمد صاحب باندوی زید مجدہم (جو ملاقات کے لئے تشریف لائے ہوئے تھے) کے ساتھ ہتھورا بھیج دیا۔ حضرت مولانا زید مجدہم نے انکار بھی کیا کہ افریقی طالب علم ہے ہمارے یہاں انتظام نہیں ہے یہ برداشت نہیں کر سکے گا۔ حضرت مفتی صاحب زید مجدہم نے حکماً ساتھ کر دیا کہ یہ میری امانت ہے جب وہاں کی تعلیم پوری ہو جائے میری امانت میرے حوالہ کر دینا۔ طبیعت خراب ہو جائے دوسری گاڑی سے واپس بٹھا دینا۔ وہ زمانہ ہتھورا کا ابتدائی تھا اور بہت ہی تنگدستی اور مدرسہ کے مطبخ میں آزمائش کا دور تھا۔ دو سال وہاں قیام رہا۔ دو سال میں شاید دو مرتبہ ہی گوشت پکنے کی نوبت آئی۔

Scanned by CamScanner

حضرت مولانا صدیق احمد صاحب دامت برکاتہم نے ان کے ساتھ بہت خصوصیت اور شفقت کا معاملہ فرمایا۔ دوسرے طلبہ کا ناشتہ مدرسہ کی طرف سے نہیں تھا۔ مولانا موسیٰ کے لئے ناشتہ کا انتظام کیا۔ مطبخ میں طباخ سے کہدیا اس کو ایک روٹی صبح کو دیدیا کریں اور دو مرچ نمک کی ڈلی۔ مولانا مرچ نمک کو پیس کر چٹنی بناتے اور روٹی پر لگا کر کھا لیتے۔ دو برس اسی طرح ضبط و تحمل سے پورے کئے۔

ہتورا میں طلبہ میں ملیریا وغیرہ کی بیماری چلی، ایک دو کو مولانا موسیٰ صاحب نے گولی دیدی ان کو شفا ہو گئی، شہرت ہو گئی طلبہ میں اور گاؤں میں افریقہ سے ڈاکٹر آیا ہوا ہے کسی کو کوئی بھی مرض ہوتا افریقی ڈاکٹر کے پاس حاضر ہوتے۔ مولانا نے صورت حال عارف باللہ حضرت مولانا صدیق احمد صاحب دامت برکاتہم سے عرض کی۔ فرمایا کیا حرج ہے دوا دیدیا کرو۔ مولانا نے تعمیل حکم میں جو دوا ذہن میں آتی دیدیتے وہ شفایاب ہو جاتے۔ بعض بیماریوں میں ڈاکٹروں سے مشورہ کر کے دوا دیتے، یہاں تک کہ انجکشن لگوانے آتے۔ مولانا نے نہ کبھی انجکشن لگایا تھا نہ سیکھا تھا۔ مگر حضرت مولانا دامت برکاتہم نے فرمایا لگا دیا کرو۔ انجکشن کا سامان خرید کر لائے اور لگانا شروع کیا۔ اللہ کی قدرت اکثر شفایاب ہوتے۔ زیادہ ہجوم ہوا تو گاؤں والوں سے پیسے لینے شروع کئے اور ان پیسوں کی دوائیاں لاتے اور طلبہ کو مفت دیتے۔ حضرت مولانا دامت برکاتہم مولانا پر بہت شفقت فرماتے اور مولانا کے اس غیر معمولی مجاہدہ سے بہت خوش رہے۔

اس کے بعد دیوبند دارالعلوم میں داخلہ لیا اور حضرت مفتی صاحب زید مجدہم کے خادم خاص رہے۔ بخاری شریف جلد ثانی حضرت زید مجدہم سے ہی پڑھی اور حضرت مفتی صاحب زید مجدہم سے بیعت ہوئے۔ حضرت زید مجدہم کی ہمرکابی میں جمعرات کو سہارنپور حضرت شیخ قدس سرہٗ کی خدمت میں حاضری دیتے۔

حضرت شیخ قدس سرہٗ نے اجازت بیعت مرحمت فرمائی۔ حضرت شیخ الحدیث نور اللہ مرقدہٗ نے ۱۴۰۱ھ میں رمضان المبارک جنوبی افریقہ میں گذارا۔ اسی رمضان میں مولانا موسیٰ صاحب، مولانا احمد درویش صاحب اور مفتی بشیر حسن صاحب کو اجازت مرحمت فرمائی۔ حضرت شیخ نور اللہ مرقدہٗ نے حضرت اقدس مفتی صاحب زید مجدہم سے فرمایا ان تینوں حضرات کا نام لے کر کر ان کو اجازت دیدو۔

اس وقت اپنے وطن کے قریب ایک مکتب میں بچوں کو پڑھاتے ہیں اور ذریعۂ معاش کے طور پر ایک پریس قائم کئے ہوئے ہیں۔ اور باقی رشد و ہدایت اور فیوض باطنی کے پھیلانے میں مشغول رہتے ہیں۔ مولانا دامت برکاتہم کے صاحبزادگان کم عمر ہیں ابتدائی تعلیم میں مشغول ہیں۔

مولانا ابراھیم صاحب مدظلہ

آپ بھائیوں میں سب سے چھوٹے ہیں۔ ابتدائی تعلیم وطن میں حاصل کی پھر ہتورا ضلع باندہ حضرت مولانا صدیق احمد صاحب باندوی دامت برکاتہم کے مدرسہ میں تعلیم حاصل کی، تکمیل علوم کے لئے دارالعلوم دیوبند میں داخلہ لیا۔ بخاری شریف جلد ثانی حضرت مفتی صاحب زید مجدہم سے پڑھی اور حضرت مفتی صاحب زید مجدہم کے خصوصی خادم ایسے بنے کہ اپنے سب پیشروؤں پر فوقیت و سبقت لے گئے۔ اور فراغت کے بعد مستقل اسی آستانۂ محمودی کے ہو کر رہ گئے اور اپنے آپ کو حضرت زید مجدہٗ کی خدمت میں ایسا لگایا کہ اپنے آپ کو بالکل کھپا دیا کہ خاندان اور عزیز و اقارب سب کو بھلا دیا۔ وطن اور گھر کی راحت اور عیش سب کچھ قربان کر ڈالا۔ تزکیۂ اخلاق اور تربیت باطن کا تعلق حضرت زید مجدہم سے ہی قائم کیا اور پھر حضرت شیخ قدس سرہٗ کی طرف سے ہی مجاز بیعت ہوئے۔ سوچا جا سکتا تھا کہ صاحب نسبت ہو گئے۔ جو عموماً خدمت شیخ کا مقصد ہوا کرتا ہے

Scanned by CamScanner

وہ حاصل ہو گیا۔ شاید اب مولانا وطن جا کر کوئی شغل اختیار کریں گے مگر دنیا نے دیکھا کہ یہ طالبِ صادق اس کے بعد بھی اس طرح خدمتِ شیخ اور اکتسابِ فیوض و برکات میں مشغول ہے، جیسے مدتوں برسوں کے فراق کے بعد کسی عاشقِ صادق کو درِ محبوب تک رسائی حاصل ہوئی ہو۔ اور وہ اس کی دید سے کسی طرح سیرابی نہ پاتا ہو، جتنا دیکھتا ہو اتنی ہی تشنگی اور بڑھتی ہو اور محبوب کے ادنیٰ اشارہ پر ہر آن قربان ہونے کو تیار رہتا ہو ؎

نکل جائے دم ترے قدموں کے نیچے　　یہی دل کی حسرت یہی آرزو ہے

لوگوں کا خیال تھا کہ شادی کے بعد شاید افریقہ سے نہ آ سکیں مگر ؎

یہ وہ نشہ نہیں جس کو ترشی اتار دے

یہاں تو نشہ ہی دوسرا سوار تھا۔ شادی خانہ آبادی موصوف کے مضبوط اور پختہ ارادہ میں کوئی جنبش نہ پیدا کر سکی۔ دیکھنے والوں نے دیکھا کہ اہلیہ محترمہ کو لیکر دیوبند میں حاضر ہو گئے۔ وفا شعار اہلیہ محترمہ کو بھی خدائے پاک دارین کی راحتیں نصیب فرمائے کہ افریقہ کی آزادی وہاں کی راحت اور ہر طرح اسبابِ عیش و تنعّم سے لبریز و مزیّن، وسیع، آرام دہ، جنّت نشاں مکانوں کو چھوڑ کر یہاں دور دراز پردیس کی تنگ و تاریک جیل نما کوٹھریوں میں اس صبر و شکر کیساتھ رہیں کہ کبھی زبان پر بھولے سے بھی حرفِ شکایت نہیں آیا۔

مولانا موصوف کے لئے اللہ تعالیٰ نے بڑی سعادتیں رکھی تھیں اسلئے عزم و ہمت بھی ایسا ہی عطا فرمایا۔ بقول کسے ؎

کہ عنقارا بلند است آشیانہ

فنا فی الشیخ: بزرگوں کے یہاں شاید اسی کو کہتے ہیں کہ اپنے مزاج کو شیخ کے مزاج میں اور اپنی طبیعت کو شیخ کی طبیعت میں فنا کر دے کہ نہ اپنا مزاج باقی رہے

Scanned by CamScanner

نہ طبیعت اور ؎

رشتہ در گردنم افگندہ دوست
می برد ہر جا کہ خاطر خواہ اوست

کا مصداق ہو جائے اور پکار اٹھے، خود ہی سوال کرے اور خود ہی جواب دے ؎

عاشقی چیست بگو بندۂ جاناں بودن
دل بدست دگرے دادن وحیراں بودن

اور یہ حال ہو جائے ؎

من تو شدم تو من شدی ❊ من تن شدم تو جاں شدی
تا کس نگوید بعد ازیں ❊ من دیگرم تو دیگری

اور اس پر بھی نہ کوئی فخر ہو نہ دعویٰ کمال بلکہ زبانِ حال سے کہتا ہو ؎

منت منہ کہ خدمت سلطاں ہمی کنی
منت شناس ازو کہ بخدمت بداشتت

مولانا محمد یحییٰ صاحب قدس سرہٗ کا جو حال حضرت گنگوہی قدس سرہٗ کی خدمت میں تھا شاید اس کو اس کی نظیر کہا جا سکے۔ حیاتِ خلیل میں تحریر فرماتے ہیں :-

"اس دورہ کے بعد مولانا یحییٰ صاحب گنگوہ ہی کے ہو کر رہ گئے اور نہ صرف پورے بارہ برس تک یعنی حضرت گنگوہیؒ کی وفات تک رہے بلکہ حضرت کی وفات کے بعد بھی ۱۳۲۸ھ تک اس بارگاہِ رشیدی کی چوکھٹ کو نہ چھوڑا۔ مولانا یحییٰ صاحب حضرت گنگوہی کے مزاج شناس بھی تھے اور عاشق زار بھی۔ خود حضرت گنگوہی کو ان سے ایسا قلبی لگاؤ اور تعلقِ خاطر تھا کہ دوسروں میں سے کسی سے نہ تھا۔ حضرت اکثر فرمایا کرتے تھے کہ مولوی یحییٰ تو میری آنکھیں ہیں۔ یہی وجہ

Scanned by CamScanner

تھی کہ مولانا محمد یحییٰ صاحب ایک لمحہ کیلئے حضرت کو نہ چھوڑتے تھے نہ حضرت گنگوہی ان کے بغیر رہ سکتے تھے اس تعلق و محبت کے کئی واقعات ہیں۔ ایک بار کسی کام کو مولانا لال مسجد تک گئے تو حضرت بے چین ہو گئے اور بار بار پکارا۔ آخر جب حاضر ہوئے تو فرمایا یہاں سے کہاں چلے گئے تھے۔ ایک مرتبہ کسی کام میں ذرا دیر لگ گئی تو حضرت نے کئی بار پکارا۔ پھر فرمایا خدا جانے کہاں بیٹھ رہے آخر جب آئے تو آپ نے یہ شعر پڑھا ؎

مت آیئو او وعدہ فراموش تو اب بھی جس طرح کٹا روز گذر جائے گی شب بھی

(حیاتِ خلیل ص۵۸۴)

مولانا عاشق الٰہی صاحب میرٹھی قدس سرہٗ تحریر فرماتے ہیں:۔

"آہ! مولوی محمد یحییٰ! میرے محسن اور مخلص دوست تھے جن کے کمالاتِ مخفیہ اور حالات سنیہ بیان کرنے کو مستقل تالیف کی ضرورت ہے۔ آخر کوئی چیز تھے کہ امام ربانی کو اولاد سے زیادہ پیارے ہوئے کہ حضرت ان کو بڑھاپے کی لاٹھی اور نابینا کی آنکھیں فرمایا کرتے تھے اور کسی ضرورت سے وہ چند منٹ کے لئے ادھر سے اُدھر ہو جاتے تو امام ربانی بے چین اور بے کل ہو جایا کرتے تھے بارہ برس اس لاڈ اور پیار میں گذرے کہ کوئی اس کی نظیر بیان نہیں کر سکتا"

حیاتِ خلیل ص۵۸۵ بحوالہ تذکرۃ الخلیل

حضرت زید مجدہم کی راحت رسانی اور مزاج شناسی مہمانوں کے ہجوم میں ہر ایک کا فکر اور ہر ایک کے مناسب اس کے ساتھ معاملہ ہر چھوٹے بڑے کا خیال سفر حضر میں حضرت زید مجدہ کے آرام و راحت کا فکر اور اس کا امکانی انتظام جس کی بنا پر حضرت مفتی صاحب زید مجدہم کے اسفار سے جہاں پوری دنیا مستفیض و مستفید ہو رہی ہے اور عوام و خواص فیضیاب ہو رہے ہیں اسکے اجر و ثواب

میں انشاء اللہ مولانا موصوف زید مجدہم برابر شریک ہیں۔ اللہ پاک موصوف کو دارین میں بہترین بدلہ عطا فرمائے اور اپنے بیش از بیش قرب خاص کی دولت سے مالا مال فرمائے، آمین!

یہ پورا گھرانہ اور خاندان ہی سب خدام اور متعلقین کی دعاؤں کا مستحق ہے۔ اور تمام اہل خانہ کی بڑی قربانی اور احسان عظیم ہے کہ موصوف کو فارغ کرکے حضرت زید مجدہم کی خدمت کے لئے وقف کر دیا۔

موصوف کی شادی ہو جانے پر حضرت اقدس مفتی صاحب زید مجدہم نے ان کے والد صاحبؒ سے فرمایا۔ مولوی ابراہیم اب یہیں (افریقہ) رہ کر کام کریں اور آپکی خدمت کریں۔ جواب دیا۔ میری خدمت کے لئے تو اور چھ ہیں یہ آپ کی خدمت ہی میں رہیں گے۔ فجزاهم الله عنا وعن سائر المسلمين خير الجزاء (آمین)

حضرت اقدس مفتی صاحب زید مجدہم کو بھی جو موصوف سے محبت اور تعلق خاطر ہے اس کو الفاظ سے تعبیر نہیں کیا جا سکتا۔ والدین کی شفقت و محبت سے تشبیہ دی جایا کرتی ہے مگر یہاں والدین کی شفقت و محبت بھی حضرت زید مجدہم کی اس شفقت و محبت کی برابری نہیں کر سکتی البتہ سیکڑوں بلکہ ہزاروں والدین کی شفقت و محبت کو اگر یکجا کیا جائے تو وہ شاید اس کے ہم پلہ ہو سکے۔ اللہ پاک ہی اپنے خزانہ غیب سے اس عظیم انسان اور مرد مجاہد کو اپنے شایان شان بدلہ نصیب فرمائے۔ آمین! ایں دعا از من واز جملہ جہاں آمین باد۔

مدرسہ لوڈیم ٹرانسوال

شہر لوڈیم ٹرانسوال میں بھی ایک مدرسہ قائم ہے اب اس کی جدید تعمیر بھی ہو رہی ہے۔ درسگاہوں کے ساتھ دار الاقامہ، کتب خانہ، مسجد، مطبخ وغیرہ سب چیزیں تعمیر کی جارہی ہیں۔ بعض چیزوں کی تعمیر مکمل ہو گئی، بعض کی باقی ہے۔ مولانا محمد عباس صاحب مدظلہ، جناح جو دار العلوم دیوبند کے فاضل ہیں۔ لوڈیم علاقہ کی جمعیۃ العلماء کے بھی صدر ہیں اور مدرسہ کے کارکنوں اور ذمہ داروں میں بھی ہیں۔ قومی، ملّی وقیع خدمات انجام دیتے ہیں۔ حضرت اقدس مفتی صاحب زید مجدہم سے عقید تمندانہ تعلق رکھتے ہیں اور اہم امور میں مشورے بھی فرماتے ہیں۔

مولانا مفتی عبد الخالق صاحب مدت فیوضہم بھی اسی بستی کے رہنے والے ہیں جو مدرسہ بھرُوچ صوبہ گجرات سے فاضل ہیں، نیک صالح جوان ہیں اور حضرت اقدس مفتی صاحب زید مجدہم کی طرف سے ان کو اجازتِ بیعت بھی حاصل ہے۔ مدرسہ میں تدریسی خدماتِ انجام دیتے ہیں۔

مدرسہ اسکورٹ ناٹال

شہرِ اسکورٹ میں بھی ایک مدرسہ ہے۔ درجہ حفظ، ناظرہ، دینیات، عربی اوّل درجات کی تعلیم کا نظم ہے۔

مولانا مفتی ابراہیم صالح جی صاحب مدظلہ، مدرسہ کے مہتمم ہیں۔ موصوف دار العلوم دیوبند سے فاضل ہیں، حضرت اقدس مفتی صاحب زید مجدہم سے بھی شرفِ تلمذ حاصل ہے۔ اور مدرسہ میں حضرت اقدس زید مجدہم سے مشورے بھی کرتے ہیں۔

Scanned by CamScanner

مدرسہ دعوۃ الحق

ادارہ دعوۃ الحق کے کارکن اور ذمہ دار صوفی شبیر احمد صاحب مدظلہٗ (چھوٹا موٹا) ڈیسائی ہیں جو دین کا درد اور فکر رکھنے والے ہیں۔ ضروری اور مفید کتابوں کی اشاعت اپنے ادارہ کی طرف سے کرتے ہیں اور مسلمانوں کی صلاح و فلاح کیلئے کوشاں رہتے ہیں۔ ادارہ دعوۃ الحق کے ذریعہ اجراءِ مکاتب اور انکی نگرانی کا فریضہ بھی انجام دیتے ہیں۔

اپنے مکان پر بھی ایک مدرسہ قائم کئے ہوئے ہیں کہ اپنا گھر ہی دارالاقامہ ہے اور اپنے گھر ہی میں طلبہ کا کھانا تیار کراتے ہیں۔

مدرسہ تعلیم الدّین دربن

شہر دربن کے قریب یہ مدرسہ ہے۔ مولانا مفتی ابراہیم صاحب مدظلہٗ صالحجی اس کے کارکن ہیں۔ مدرسہ کی جدید تعمیر ہورہی ہے جسمیں درسگاہیں، دارالاقامہ، کتب خانہ، مطبخ وغیرہ کی تعمیر ہورہی ہے۔ مفتی ابراہیم صاحب مدظلہٗ دارالعلوم دیوبند کے فاضل اور حضرت اقدس مفتی صاحب زید مجدہم کے شاگردِ رشید ہیں۔ بیعت تو حضرت مولانا انعام الحسن صاحب امیر تبلیغ نظام الدین دہلی سے ہوئے۔ اور حضرت مولانا انعام الحسن صاحب زید مجدہم کی اجازت سے اصلاحی تعلق حضرت اقدس مفتی صاحب زید مجدہم سے قائم کیا۔ نیز حضرت اقدس مولانا محمد مسیح اللہ صاحب زید مجدہم مہتمم مفتاح العلوم جلال آباد سے بھی گہرا اصلاحی تعلق ہے۔ حضرت اقدس مفتی صاحب زید مجدہم کی طرف سے اجازتِ بیعت بھی حاصل ہے۔

مدرسہ روشنی

شہر روشنی میں بھی ایک مدرسہ ہے جس میں مولانا مفتی شبیر احمد صاحب مدظلہ دیگر اساتذہ کے ساتھ پڑھاتے ہیں۔ موصوف دارالعلوم دیوبند کے فاضل اور حضرت اقدس مفتی صاحب زید مجدہم کے تلمیذِ رشید ہیں اور حضرت زید مجدہم کی طرف سے ان کو اجازتِ بیعت بھی حاصل ہے۔

جنوبی افریقہ کے چند مدارس و مکاتب کا بطور نمونہ ذکر کیا ان کے علاوہ متعدد مکاتب ہیں جو دینی خدمات انجام دے رہے ہیں لینیشیا کے اندر ہی تقریباً پچاس سے زائد مکاتب مسلم جماعت لینیشیا کے تحت چل رہے ہیں۔ مولانا محمد نانا بھائی صاحب ان سب مکاتب کی نگرانی فرماتے ہیں۔ جمعیۃ کی طرف سے بھی لینیشیا میں کئی مکتب قائم ہیں۔

جنوبی افریقہ کے علاوہ افریقہ کے دیگر ممالک میں بھی مدارس و مکاتب کا سلسلہ پھیلا ہوا ہے۔ بعض کا ذکر کیا جاتا ہے۔

معہد الرشید الاسلامی

یہ مدرسہ ملک زامبیا کے شہر چپاٹا میں قائم ہے جس کے مہتمم اور بانی حضرت مولانا عبدالرحیم صاحب متالا دامت برکاتہم ہیں۔ جامعہ حسینیہ راندیر گجرات سے فراغت ہے مشکوٰۃ شریف کے سال حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب نور اللہ مرقدہٗ کی خدمت میں سہارنپور حاضری ہوئی اور بیعت ہوئے اور ذکر شروع کر دیا۔ فراغت کے بعد سہارنپور حضرت شیخ الحدیث نور اللہ مرقدہٗ کی خدمت میں رمضان گذارنے کے لئے حاضری ہوئی۔ حسنِ اتفاق کہ حضرت شیخ قدس سرہٗ کے کاتبِ خطوط

مولانا یعقوب صاحب مدراسی کو اپنے گھر جانا پڑا اور ان کی جگہ موصوف کو کاتبِ خطوط تجویز کیا گیا۔ موصوف ڈاک لکھنے کی وجہ سے حضرت شیخ قدس سرہٗ کے منظورِ نظر بن گئے۔ اور دو سال تقریباً سہارنپور خدمتِ حضرت شیخ نور اللہ مرقدہٗ میں قیام رہا اور ڈاک کے ساتھ درس بخاری شریف میں بھی شرکت ہوتی رہی۔ شادی ہوئی تو حضرت شیخ قدس سرہٗ کے حکم سے اہلیہ کو بھی حضرت شیخ قدس سرہٗ کے ہی مکان میں لاکر رکھ لیا اس کے علاوہ بھی کئی کئی ماہ خدمت میں قیام کی سعادت میسر آئی۔ بذل المجہود شرح ابی داؤد اور لامع اور اوجز کو ٹائپ پر عمدہ چھپوانے کے سلسلہ میں مولانا موصوف بھی قاہرہ میں شریک رہے اور تقریباً ۱۴ ماہ پھر چھ ماہ پھر دو ماہ وہاں قیام کیا جس سے حضرت شیخ قدس سرہٗ بہت مسرور ہوئے اور بہت دعائیں دیں۔

غرضکہ حضرت شیخ قدس سرہٗ کی شفقتیں اور عنایتیں برابر بڑھتی ہی چلی گئیں، جس کی وجہ سے مولانا موصوف کا ارادہ آستانۂ شیخ کو زندگی بھر چھوڑنے کا نہیں تھا مگر حضرت شیخ نور اللہ مرقدہٗ نے حکم فرمایا کہ زامبیا میں جاکر مدرسہ شروع کریں۔ اور دس ہزار کی رقم بھی پانچ ہزار موصوف کے مدرسہ کے لئے اور پانچ ہزار مولانا محمد یوسف صاحب متالا دامت برکاتہم انگلینڈ کے مدرسہ دار العلوم کے لئے عنایت فرمائے۔ چنانچہ حضرت شیخ نور اللہ مرقدہٗ کے حکم سے ۲۷ ذی قعدہ ۱۳۹۹ھ مطابق ۱۹ اکتوبر ۱۹۷۹ء بروز جمعہ بعد نمازِ جمعہ بڑے مجمع کی موجودگی میں حضرت مولانا عبد الحفیظ صاحب مکی دامت برکاتہم خلیفہ و مجاز حضرت شیخ الحدیث نور اللہ مرقدہٗ نے بحکم حضرت شیخ نور اللہ مرقدہٗ مدرسہ کا سنگِ بنیاد رکھا اس طرح کہ ایک اینٹ اول حضرت شیخ نور اللہ مرقدہٗ کی طرف سے ایک اپنی طرف سے اور طویل دعا فرمائی۔ بعد میں کچھ قانونی مشکلات سامنے آئیں جن کی بنا پر معہد کی وہاں تعمیر نہیں کی جاسکی صرف دو کمرے تعمیر ہوسکے جس میں ایک مکتب کے طور پر معہد کے ایک

Scanned by CamScanner

طالب علم کو وہاں مدرس مقرر کردیا گیا اور معہد کے لئے دوسری جگہ کی تلاش رہی۔ جو الحمد للہ ایک پُر فضا لب سڑک پہاڑوں کے دامن میں کشادہ جگہ تقریباً ۱۲ ایکڑ زمین جس میں بہت سے درخت اور تعمیر شدہ مکانات تین چار پانی کی ٹنکیاں دو کنویں ہیں بہت سستے داموں صرف تیس ہزار کو رچہ میں مل گئی اور اس میں تعمیر شروع کردی گئی اور ۱۹ / شوال ۱۴۰۱ھ شب پنجشنبہ بعد نمازِ عشاء حضرت شیخ الحدیث نور اللہ مرقدہ نے جنوبی افریقہ کے سفر سے واپسی پر بسم اللہ کرائی جس کا سلسلہ تین روز تک جاری رہا۔ اطراف و جوانب کے بچے آتے رہے اور حضرت نور اللہ مرقدہ ان کی بسم اللہ شروع کراتے رہے۔ زکریا مسجد کا سنگِ بنیاد بھی رکھا جس کی تعمیر بحمد اللہ مکمل ہو چکی ہے۔ حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ نے پانچ روز معہد میں قیام فرمایا اور ہزارہا بندگانِ خدا سیراب و فیضیاب ہوئے۔ اب بحمد اللہ زامبیا کے ہر ہر شہر اور ہر ہر صوبہ کے اور دیگر قریبی ممالک کے مختلف زبانیں بولنے والے تقریباً ایک درجن زبانیں بولنے والے بچے بڑی تعداد میں معہد میں زیرِ تعلیم ہیں۔ بہت سے بچے حفظ کر رہے ہیں اور بہت سے ناظرہ ختم کر چکے ہیں اور بہت سے تجوید، اردو، عربی کی تعلیم میں مشغول ہیں۔

حضرت اقدس مفتی صاحب زید مجدہم جنوبی افریقہ کے سفر کے موقع پر عموماً معہد الرشید الاسلامی میں تشریف لے جاتے ہیں۔ معہد کے دار الطلبہ کا سنگِ بنیاد بھی حضرت اقدس زید مجدہم کے دستِ مبارک سے رکھا گیا۔ جس موقع پر حضرت اقدس زید مجدہم دار الطلبہ کا سنگِ بنیاد رکھنے کے لئے معہد میں تشریف لے گئے تھے وہاں ایک خاتون نے خواب دیکھا کہ ایک بڑے درخت کے نیچے حضرت نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہیں اور لوگ عمامے باندھے مصافحہ کر رہے ہیں۔ مصافحہ کرنے والوں میں مولانا عبد الرحیم صاحب متالا دامت برکاتہم بھی ہیں یہ بھی

درخت تھا جس کے قریب دارالطلبہ کی بنیاد رکھی گئی۔ مبشرات تو اور بھی بہت ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ معہد کی طرف اللہ پاک کی خصوصی رحمت متوجہ ہے۔

حضرت اقدس مفتی صاحب زید مجدہم کے معہد میں تشریف لے جانے سے عجیب بہار آجاتی ہے اور اساتذہ و طلبہ کے علاوہ بستی و علاقہ اور دور دراز سے خلق خدا پروانہ وار جمع ہو کر سیراب و فیضیاب ہوتی ہے غرضکہ بے شمار روحانی فوائد سے ہزارہا بندگانِ خدا حسبِ مقدور مالامال ہوتے ہیں۔

علمی و عملی روحانی فوائد کے علاوہ معہد کو مالی فائدہ بھی خوب ہوتا ہے، جو لوگ متوجہ نہیں تھے وہ معہد کی طرف متوجہ ہو جاتے ہیں۔ جو متوجہ تھے ان کی توجہ مزید بڑھ جاتی ہے جن لوگوں نے معہد میں رقم دینے کے وعدے کر رکھے تھے اور ادا نہیں کر پائے تھے وہ حضرت زید مجدہم کے مبارک ہاتھوں میں دینے کو سعادت و غنیمت جانتے ہیں اور ادا کر دیتے ہیں۔ جس کا حضرت مولانا عبدالرحیم صاحب مدظلہم حضرت اقدس زید مجدہم سے ذکر ان الفاظ میں کرتے ہیں:۔

"حضرت کے تشریف لانے سے مدرسہ کا قرض ادا ہو جاتا ہے"

اہلِ تعلق و اہلِ ارادت جو ہدایا حضرت اقدس زید مجدہم کی خدمت میں ہدایا پیش کرتے ہیں حضرت والا زید مجدہم وہ سب معہد میں جمع فرما دیتے ہیں۔

اس معہد سے مستقبل میں بہت کچھ توقعات وابستہ ہیں۔

مدرسہ اسلامیہ حراری زمباوے

ملک زمباوے میں شہر حراری میں ایک عظیم دینی درسگاہ ہے جس کے بانی و مہتمم حضرت مولانا محمد موسیٰ صاحب مدظلہم ہیں۔ موصوف مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور سے فارغ ہیں۔ حضرت شیخ قدس سرہٗ کے تلمیذ رشید اور مرید باصفا ہیں۔ حضرت شیخ

Scanned by CamScanner

نور اللہ مرقدہٗ کے وصال کے بعد اصلاحی تعلق حضرت اقدس مفتی صاحب زید مجدہم سے قائم کیا اور حضرت کی طرف سے خلیفہ و مجاز ہوئے۔

موصوف ابتداء میں حراری میں ایک دوسرا مدرسہ تھا اس میں تدریسی و انتظامی خدمات انجام دیتے رہے جو مکتب کی شکل میں تھا جس میں شہر حراری کے بچے تعلیم پاتے تھے۔ موصوف کو دیگر شہروں کا بھی فکر دامن گیر ہوا کہ ان میں کس طرح علم دین پھیلے اور لوگوں کی اصلاح ہو، ان کی زندگی اسلامی زندگی بنے۔ ضروری تھا کہ ایک عظیم درسگاہ ہو جس میں باقاعدہ دارالاقامہ، مطبخ وغیرہ کا پورا نظم ہو تاکہ دوسرے شہروں سے بچوں کو لاکر اس میں رکھیں اور ان کی تعلیم و تربیت کا بندوبست کیا جا سکے۔ موصوف نے کوششیں فرمائیں، دعائیں کیں، حضرت اقدس مفتی صاحب زید مجدہم سے دعا کرائیں ؎

ہمتِ مرداں مددِ خدا

مشہور ہے۔ اللہ پاک کا بہت بڑا فضل و کرم ہوا کہ شہر سے باہر لب سڑک ایک وسیع اراضی میسر آگئی اور مدرسہ کا سنگ بنیاد اس میں رکھ دیا گیا۔ اللہ پاک نے بیحد نصرت فرمائی، بہت جلد تعمیرات مکمل ہو گئیں جو بہت سلیقہ اور خوبصورتی سے کی گئی ہیں۔ ایک طرف دارالاقامہ ہے ایک طرف درسگاہیں درمیان میں مسجد اسی کے متصل مطبخ، کتب خانہ بھی ہے۔ درسگاہوں اور دارالاقامہ ہر ایک کے احاطہ کے درمیان کشادہ صحن ہے۔ مدرسہ کی تعمیر اور سڑک کے درمیان مدرسہ کی وسیع زمین ہے جس میں درخت لگے ہوئے ہیں جس کی وجہ سے وہ جگہ بہت پُر فضا اور پُر سکون ہو گئی ہے۔ طلبہ کی سہولیات کا پورا انتظام ہے۔ اطراف و اکناف اور دور نزدیک کے بڑی تعداد میں بچے تعلیم و تربیت حاصل کرتے ہیں۔ حفظ قرآن مع تجوید پر بہت زور دیا جاتا ہے۔ اردو دینیات، ابتدائی عربی کے ساتھ عصری تعلیم کا بھی بقدرِ ضرورت

Scanned by CamScanner

انتظام ہے۔

مدرسہ کی طرف سے اجرارِ مکاتب اور قیامِ مساجد کا سلسلہ بھی بحمد اللہ جاری ہے۔ جن شہروں میں مکتب و مسجد نہیں ان میں مسجد و مکتب قائم کرتے اور پھر ان کی نگرانی فرماتے ہیں۔ مولانا موصوف رات دن بلکہ ہمہ وقت اس میں مشغول اور فکرمند رہتے ہیں۔ لمبے لمبے اسفار اور دورے فرماتے ہیں اور اللہ پاک کی بڑی مخلوق کو فیضیاب و سیراب فرمارہے ہیں۔ مولانا موصوف کی خدمات کا سلسلہ دیگر ممالک تک پھیلا ہوا ہے، عرب ممالک کی بہت سی تنظیموں کے رُکن بھی ہیں۔

بہت سے حبشی اور عیسائی ان کی مساعی سے ان کے ہاتھ پر اسلام قبول کرچکے ہیں اور کرتے رہتے ہیں۔ ان کے قبولِ اسلام کے بعد ان کی تعلیم و تربیت کا بھی پورا انتظام کیا جاتا ہے، مولانا موصوف کا مکان بھی گویا مدرسہ و مکتب بنا ہوا ہے۔ اب یہ حبشی آرہا ہے اس کو قرآن پاک پڑھایا جارہا ہے۔ اب یہ آرہا ہے اس کو کلمہ یاد کرایا جارہا ہے، نماز کا وقت ہوگیا تو اپنی کار میں ایک دو حبشی نو مسلم ساتھ ہیں کسی کو نماز سکھائی جارہی ہے، کسی کو وضو کا طریقہ سمجھایا جارہا ہے، مسجد پہنچے سبق ختم ہوا، نماز سے فارغ ہوکر کار میں بیٹھتے ہی پھر تعلیم و تربیت کا سلسلہ شروع ہوگیا۔ اسی دُھن اور لگن میں ہمہ وقت ماشاء اللہ رہتے ہیں۔ مولانا موصوف کے صاحبزادگان بھی ماشاء اللہ بہت ہونہار اور مولانا کے نقشِ قدم پر ہیں اور مولانا موصوف کے ان دینی و قومی کاموں میں معین و مددگار ہیں۔

حضرت اقدس مفتی صاحب زید مجدہم جنوبی افریقہ کے سفر کے موقع پر حراری مدرسہ میں ضرور تشریف لے جاتے ہیں۔ شہر اور اس کے اطراف کے باشندے بڑی تعداد میں حضرت زید مجدہم سے بیعت و ارادت اور عقیدت کا تعلق رکھتے ہیں حضرت زید مجدہم کی تشریف آوری کا دن ان سب عقید تمندوں و ارادتمندوں کے لئے عید کا

دن ہوتا ہے۔ اطراف واکناف سے ہزاروں بندگانِ خدا جوشِ محبت کے ساتھ حضرت اقدس زید مجدہم کی مجالس وعظ میں حاضری دیتے اور اپنے اندر جوشِ عمل، عزمِ قوی، استقامت علی التوبہ کے نئے جذبے اور ایمان وعمل کی نئی تازگی کی دولت سے اپنے دل کے دامن کو بھر بھر کر واپس ہوتے ہیں۔

مدرسہ کی اکثر عمارتوں کا سنگِ بنیاد بھی حضرت اقدس زید مجدہم کے دستِ مبارک ہی کا رکھا ہوا ہے۔

ان مدارس ومکاتب سے بہت امیدیں وابستہ ہیں، کسی وقت یہی مدارس ان شاء اللہ افریقہ کی نشأۃ ثانیہ کا ذریعہ بنیں گے۔ جس عظیم مقصد کے لئے ان کی بنیاد رکھی گئی ہے کہ ان مدارس اور خانقاہوں اور تبلیغی جماعتوں کی برکت اور نقل وحرکت سے افریقہ پھر علم وعمل کا گہوارہ اور اشاعتِ اسلام کا ذریعہ بنے۔ وما ذٰلک علی اللہ بعزیز۔

مدرسہ معین الاسلام لینیشیا جوہانسبرگ

مولانا مفتی محمد اسماعیل صاحب دامت برکاتہم مدرسہ کے بانی اور مہتمم ہیں۔ جو دارالعلوم دیوبند کے فاضل اور حضرت اقدس مفتی محمود حسن صاحب زید مجدہم کے خلیفہ ومجاز ہیں۔ سنہ ۱۴۰۰ھ مطابق سنہ ۱۹ء میں اس مدرسہ کو قائم کیا گیا۔ اوّلاً ایک مکان میں کام شروع کیا پھر باقاعدہ تعمیر کی گئی جس میں درسگاہوں کے ساتھ دارالاقامہ بھی تعمیر کیا گیا اب وہ تعمیر بھی ناکافی ہوگئی اس وجہ سے دارالعلوم زکریا کے قریب ایک وسیع جگہ میں تعمیر کی گئی ہے جس میں درسگاہیں، دارالاقامہ، مطبخ، کتب خانہ سب چیزیں بہت خوبصورتی اور سلیقہ سے تعمیر

کی گئی ہیں۔ ۱۴۱۰ھ میں یہ تعمیر جدید مکمل ہوئی۔ پردہ کا مکمل انتظام ہے۔ ابتداء سے تکمیل دورۂ حدیث شریف تک تعلیم ہوتی ہے۔ اساتذہ ابھی تو مرد ہی ہیں جو دیندار متقی پرہیزگار علماء تجویز کئے گئے ہیں جو پردہ کے پیچھے بیٹھ کر پڑھاتے ہیں۔ پردہ کے دوسری جانب طالبات ہوتی ہیں، مائک کے ذریعہ ان تک آواز پہونچتی ہے۔ ایک مائک طالبات کی طرف کے حصہ میں ہوتا ہے۔ ان کو جو سوال کرنا ہوتا ہے یا عبارت پڑھتی ہیں اس کی آواز استاد تک مائک کے ذریعہ آتی ہے۔ کوشش ہورہی ہے کہ فارغ شدہ طالبات کا جو با استعداد ہوں معلمہ ہونے کی حیثیت سے تقرر کیا جائے۔

مدرسہ کا قیام اور اس کے بعد ضروری امور میں حضرت اقدس مفتی صاحب زید مجدہم سے ہی مشورہ کیا جاتا ہے۔ اہم کتابوں کا افتتاح اور اختتام بھی حضرت والا زید مجدہم کے وہاں کے سفر کے دوران حضرت زید مجدہم سے ہی کرایا جاتا ہے۔ ۱۴۱۰ھ میں بخاری شریف کا افتتاح حضرت زید مجدہم نے ہی فرمایا اس طرح کہ ایک طرف حضرت زید مجدہم اور رفقاء و خدام پردہ کی دوسری جانب طالبات! ایک طالبہ نے عبارت پڑھی نہایت عمدہ اور صاف و صحیح مائک کے ذریعہ آواز سنائی دیتی تھی۔ اس کے بعد حضرت زید مجدہم نے علم حدیث کی عظمت و اہمیت اور خصوصیات بیان فرمائیں۔ اس کے بعد مشکوٰۃ شریف شروع کی گئی۔ ایک بچی نے عبارت حدیث انما الاعمال بالنیات پڑھی، حضرت والا زید مجدہم نے حدیث پاک سے متعلق نہایت اہم مختصر بیان فرمایا۔ اس کے بعد طالبات کی طرف سے بیعت کی درخواست آئی۔ حضرت والا زید مجدہم نے ان کو بیعت فرمایا۔ تسبیحات ارشاد فرمائیں اور ان کی تربیت مولانا مفتی محمد اسماعیل صاحب مدت فیوضہم کے سپرد فرمائیں جو طالبات ۱۴۰۹ھ میں بیعت ہوچکی تھیں انھوں نے اپنے حالات پرچوں میں

Scanned by CamScanner

لکھ کر پیش کیے، کسی نے دعا کی درخواست لکھی۔ حضرت زید مجدہم نے ان کو پڑھ کر جوابات ارشاد فرمائے۔ مثلاً ایک طالبہ نے لکھا معمولات کی پابندی نہیں ہوتی اس کا علاج ارشاد فرمائیں جس سے پابندی ہونے لگے۔ جواب ارشاد فرمایا جس روز معمول پورا نہ ہو اس روز کھانا نہ کھائیں کہ جب تک معمول پورا نہ ہوگا کھانا نہ کھائیں گے اس طرح انشاء اللہ پابندی ہونے لگے گی۔

ایک بچی نے لکھا سبق میں نیند آتی ہے کیا کروں۔ ارشاد فرمایا۔ رات کو سویرا سوجایا کریں۔ دن میں جو خالی وقت ملے اس میں سوجایا کریں۔ نیند کا روکنا اس کا علاج نہیں، بلکہ نیند کا پورا کرلینا ہی اس کا علاج ہے۔

اسی طرح ہر ایک کے پرچہ کو پڑھ کر اس کا جواب ارشاد فرمایا۔

سفر سے ہندوستان واپسی پر بھی طالبات اپنے حالات خطوط کے ذریعہ لکھ کر ہدایات حاصل کرتی رہتی ہیں۔

ابھی قریب میں ایک طالبہ کا خط آیا تھا جس میں اس نے اپنے حالات تحریر کیے تھے اور اپنی روحانی بیماریاں لکھ کر ان کا علاج بھی طلب کیا تھا۔ ایک بیماری کبر کی لکھی تھی اور اس کا علاج (جس سے کبر ختم ہو اور تواضع وعاجزی پیدا ہو) طلب کیا تھا۔ اس کا جواب حضرت زید مجدہم نے املا کرایا۔

باسمہٖ سبحانہٗ تعالیٰ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

تم علم دین میں مشغول ہو اس سے بہت مسرت ہے۔ حق تعالیٰ اخلاص دے، شوق دے، محنت کی توفیق دے، خدمتِ دین کا موقع دے اور قبول فرمائے۔

کبر کی بیماری اُمُّ الامراض ہے۔ بہت سے اخلاقِ رذیلہ اسی سے پیدا ہوتے ہیں کچھ دیر تنہائی میں آنکھیں بند کرکے غور کریں کہ اپنے اندر کس قدر گندگیاں بھری ہوئی

ہیں جو روزانہ خارج بھی ہوتی ہے پھر پیدا ہوتی ہے اور سب کے باوجود حق تعالیٰ کا کتنا بڑا احسان ہے کہ اس نے علم دین پڑھنے کی توفیق دی۔ اپنے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث کا شوق دیا، سنتوں پر عمل کرنے کی توفیق دی۔ کتنی بڑی مخلوق ایسی ہے جو اس سب سے محروم ہے۔ غلط کاموں میں مشغول ہے۔ حق تعالیٰ کی اس نعمت کا شکر لازم ہے اس طرح کہ اپنے آپ کو سب سے حقیر اور کمتر سمجھنا چاہیے۔ نہیں معلوم دوسرے میں کتنے مخفی جوہر ہیں جو حق تعالیٰ کو پسند ہوں اور اپنے پاس وہ موجود نہیں۔

اور جس بات کی وجہ سے کبر ہو اس پر غور کرنا چاہیے کہ وہ حق تعالیٰ کی دی ہوئی چیز ہے وہ جب چاہیں واپس لے لیں پھر کبر کس بات کا ؂

تکبر عزازیل را خوار کرد
بزندان لعنت گرفتار کرد

دس منٹ تک اسی پر غور کریں روزانہ اس کا معمول بنا دیں پھر انشاء اللہ تعالیٰ دس منٹ کے بعد بھی اس کا اثر رہے گا بلکہ قائم ہو جائے گا۔ اللہ پاک نفع دے۔ حضرت مولانا مفتی اسماعیل صاحب کی خدمت میں سلام مسنون دعا کی درخواست یہ خط بھی ان کو دکھلا دیں۔ فقط املاہ العبد محمود گنگوہی عفی عنہ چھتہ مسجد دیوبند

۷ / ۱۱ / ۱۴۰۳ھ

اکثر طالبات ذکر اور اوراد کی پابند ہیں۔

مدرسہ تربیۃ البنات آزادول

یہ مدرسہ ۱۴۰۳ھ مطابق ۱۹۸۳ء میں قائم ہوا۔ مولانا محمد ہارون صاحب مہتمم ہیں مدرسہ کا چار سالہ نصاب ہے جو بچیوں کے لئے مناسب اور سہل تجویز کیا گیا ہے

جماعتِ اولیٰ: تسہیل التجوید، الفقہ المیسّر، عقائد، علم النحو، علم الصرف، القراءۃ الواضحہ، قصص النبیین، اردو، سیرۃ المصطفیٰ، مسنون دعائیں (حفظ) زاد الطالبین، اسوۂ رسول (صلی اللہ علیہ وسلم)

جماعتِ ثانیہ: تسہیل التجوید، فوائدِ مکیہ، ترجمۃ القرآن، ریاض الصالحین، ریاض البریعۃ، نور الایضاح، اصول الشاشی، کتاب النحو، علم الصرف، مفید الطالبین، شرح مائۃ عامل، زاد الطالبین، قصص النبیین، القراءۃ الواضحہ، بہشتی زیور، سیرۃ المصطفیٰ، اختلافِ اُمّت، حفظ سورۂ نور۔

جماعتِ ثالثہ: ترجمۃ القرآن، ریاض الصالحین، اصول الشاشی، عقیدۃ الطحاوی، معین الفرائض، ہدایۃ النحو، کتاب الصرف، قدوری، شافعی فقہ، قصص، بہشتی زیور، اختلافِ اُمّت، سیر، فتاوی رحیمیہ، سورۂ نور۔

جماعتِ رابعہ: تجوید، تفسیر جلالین، مشکوٰۃ المصابیح، ریاض الصالحین، شرح وقایہ، شمائل ترمذی، بہشتی زیور، فتاوی رحیمیہ، اختلافِ اُمّت، فقص، فقہ جدید، حفظ، سیرۃ المصطفیٰ، اصولِ حدیث۔

تعلیم پردہ کے ساتھ ہوتی ہے۔

مدرسہ کے اکثر اساتذہ حضرت اقدس زید مجدہم سے ہی وابستہ ہیں اور بحمد اللہ ذاکر و شاغل ہیں، امورِ مدرسہ میں حضرت والا زید مجدہم سے ہی مشورہ فرماتے ہیں۔ اور حضرت والا زید مجدہم سے بعض اہم کتابوں کا افتتاح و اختتام وہاں کے سفر کے دوران کراتے ہیں، اساتذہ بحمد اللہ دیندار اور نیک و صالح ہیں۔

مدرسہ میں دار الاقامہ کا بھی انتظام ہے جس میں طالبات کی بڑی تعداد رہتی ہے اور ان کی ضروریات کی کفالت کی جاتی ہے اور ان کی تعلیم و تربیت کا پورا خیال رکھا جاتا ہے۔

Scanned by CamScanner

دیگر مدارس البنات

بطور نمونہ دو مدرسوں کا ذکر کیا ورنہ لڑکوں کے مدارس کی طرح لڑکیوں کی تعلیم و تربیت کیلئے بھی کثرت سے مدارس و مکاتب کا سلسلہ شروع ہو رہا ہے۔ مولانا محمد یونس صاحب مدظلہم نے دربن شہر میں لڑکیوں کا مدرسہ قائم کر رکھا ہے مستقل دار الاقامہ تو نہیں البتہ ان کے اپنے مکان ہی پر لڑکیاں آتی ہیں اور شام کو اپنے اپنے مکانوں پر واپس چلی جاتی ہیں اور قرآن پاک مع تجوید و مسائل ضروریہ کے ساتھ کھانا پکانا، سینا پرونا اور دیگر گھریلو ضروریات کی تعلیم دی جاتی ہے۔ سب بچیاں پردہ کے ساتھ آتی جاتی ہیں اور اس طرح وہ پردہ کی پورے طور پر پابند ہو جاتی ہیں اور مذہب اسلام کے مطابق زندگی گذارنے کا جذبہ و داعیہ پیدا ہو جاتا ہے۔ اور بعض کو مذہبی تعلیم کی تکمیل کا شوق پیدا ہو جاتا ہے اور دیگر مدارس میں داخلہ لے کر تکمیل کر کے عالم بن جاتی ہیں۔ مولانا محمد یونس صاحب مدظلہ اس کے علاوہ جمعیۃ العلماء کے تحت بہت سی مذہبی قومی ملی خدمات بھی انجام دیتے ہیں۔

اسی طرح مولانا مفتی عبد الصمد ڈیسائی صاحب مدظلہ (جو مدرسہ تعلیم الدین جامعہ اسلامیہ ڈابھیل سے فاضل ہیں اور حضرت اقدس مفتی صاحب زید مجدہم سے ہی اصلاحی تعلق ہے) نے میرٹز برگ میں لڑکیوں کا مدرسہ قائم کیا ہے اور لڑکیوں کی تعلیم و تربیت کا پورا انتظام ہے

اسی طرح مولانا محمد صالح جی صاحب مدظلہ اسپنگو میں لڑکیوں کا مدرسہ چلا رہے ہیں اور تعلیم و تربیت کا اچھا انتظام ہے۔ مدرسہ کے علاوہ موصوف تبلیغی جماعت میں بھی سرگرمی کے ساتھ حصہ لیتے ہیں —— ان کے علاوہ بھی دیگر مکاتب نسواں قائم ہیں مگر ان سب کا احصاء مقصود نہیں صرف نمونہ دکھانا مقصود تھا۔

Scanned by CamScanner

جمعیۃ العلماء

جنوبی افریقہ میں جمعیۃ العلماء ایک خالص دینی مذہبی ادارہ ہے جس کا سیاست وغیرہ سے کوئی تعلق نہیں۔ ۱۹۲۳ء میں اس کو اس وقت کے علماء نے قائم کیا۔ جمعیۃ العلماء ٹرانسوال کا مرکزی دفتر المعہد الاسلامی :بوانزفال میں ہے اور اس کے موجودہ صدر مولانا محمد ابراہیم صاحب مدظلہم ہیں (مولانا مفتی احمد میاں صاحب زید مجدہم کے بھائی) مولانا محمد ابراہیم میاں صاحب دامت برکاتہم سے قبل ان کے والد محترم جمعیۃ العلماء ٹرانسوال کے صدر رہے ہیں اور ان سے قبل مولانا مفتی ابراہیم سنجالوی صاحبؒ بھی صدر رہے ہیں۔

مسلمانوں کے ملی مذہبی مسائل میں مسلمانوں کی صحیح رہنمائی جمعیۃ العلماء کے مقاصد میں سے ہے۔

"آخری رسول" فلم چلی تو جمعیۃ العلماء نے ہی حکومت سے احتجاج کیا اور حکومت نے اس پر پابندی عائد کی۔

اجرائے مکاتب بھی جمعیۃ العلماء کے مقاصد میں داخل ہے۔ جن بستیوں اور علاقوں میں مکاتب نہیں وہاں مکاتب قائم کئے جائیں اور انکی نگرانی کی جائے۔ چنانچہ جمعیۃ العلماء ٹرانسوال، ٹرانسوال میں ۷۵ مکاتب قائم کر چکی ہے۔ اور ان کی نگرانی کر رہی ہے اور ان میں اکثر مکاتب کے مصارف بھی جمعیۃ العلماء برداشت کرتی ہے۔

اسی طرح تعمیرِ مساجد بھی جمعیۃ العلماء کے مقاصد میں سے ہے۔ جن بستیوں کے مسلمان مسجد خود سے نہیں بنا سکتے وہاں جمعیۃ اپنے صرفہ سے مسجد بناتی ہے۔

Scanned by CamScanner

جو بستی والے صرفہ خود برداشت کرسکتے ہیں ان کو متوجہ کرتی ہے اور اپنی نگرانی میں مسجد تعمیر کراتی ہے۔ اس طرح متعدد مساجد جمعیۃ العلماء تعمیر کراچکی ہے۔

دارالافتاء:- دارالافتاء کا شعبہ بھی جمعیۃ العلماء کے تحت ہی قائم ہے جسمیں متعدد مفتیوں کی خدمات حاصل کی جاتی ہیں اور اہم مسائل میں مشورہ کے لئے مفتیوں کی مجلس منعقد کی جاتی ہے اور باہمی مشورہ سے ان کو طے کیا جاتا ہے۔

مسلمانوں کے مذہبی مسائل میں وہاں کی عیسائی حکومت جمعیۃ العلماء کے فتویٰ کے مطابق ہی فیصلہ کرتی ہے۔ مثلاً اگر کسی نے وصیت کی کہ میری میراث شرعی طریقہ پر تقسیم ہو یا ورثاء حکومت سے درخواست کریں کہ ہمارے مورث کا ترکہ شریعت اسلامی کے مطابق تقسیم کیا جائے تو حکومت جمعیۃ العلماء سے ہی اس کا فتویٰ طلب کر کے اس کے مطابق عمل کرتی ہے۔

مذبح کی نگرانی

جمعیۃ العلماء کی بڑی خدمت مذبح کی نگرانی بھی ہے۔

مذبح جوہانسبرگ سی۔ ٹی ڈیب جنوبی افریقہ

یہ مذبح عیسائی حکومت کیطرف سے ہے ۱۹۷۷ء میں اس کو نئے نقشہ کے مطابق بنوایا گیا جو اس وقت ۵۴ کروڑ رینڈ کی لاگت میں تیار ہوا۔

یہ تو صرف مذبح کا ذکر ہے۔ مذبح سے متعلق ہی ایک جگہ تیار کی گئی جس میں گوشت ہڈی کو علیحدہ کیا جاتا ہے جو گیارہ کروڑ رینڈ میں تیار ہوئی۔ اسی طرح ذبیحہ کے گردے اور پائے وغیرہ کے لئے ایک بڑی عمارت اور اس سے متعلق مشینیں لگائی گئیں جس کی اس وقت مرمت ہو رہی ہے۔ اس کی لاگت گیارہ کروڑ رینڈ ہے۔

Scanned by CamScanner

مذبح میں چھوٹے جانور دُنبے، بکرے وغیرہ ایک دن میں نو ہزار ذبح کئے جاسکتے ہیں (صرف ایک لائن کے اندر) اور بڑے جانور بھینس وغیرہ ایک دن میں بارہ سو ذبح کی جاسکتی ہیں۔

ذابحین ہر آدھ گھنٹہ بعد بدلتے رہتے ہیں اور کبھی حسب ضرورت اس سے پہلے بھی بدل جاتے ہیں۔ مذبح میں کُل ملازمین دو ہزار ہیں اور صرف دفاتر کی تعداد پچاس ہے۔

مذبح سے باہر اس سے متصل ایک بڑی کشادہ سایہ دار جگہ تیار کی گئی ہے جس میں ذبح سے قبل جانوروں کو رکھا جاتا ہے اور ہر جانور کے لئے چارہ، پانی کا پورا انتظام ہے جس میں بیک وقت چھوٹے جانور بیس ہزار ۲۰۰۰۰ اور بڑے جانور پانچ ہزار ۵۰۰۰ رہ سکتے ہیں۔ چھوٹے بڑے جانوروں کا حصہ الگ الگ ہے جو ان کے مناسب تیار کیا گیا ہے اور بڑے جانوروں کے لئے ہر ایک کے لئے علیحدہ علیحدہ لکڑیوں کے ذریعہ جگہ کردی گئی ہے تاکہ آپس میں لڑیں نہیں۔

فریزر کمرے ذبح کے بعد صاف کرکے ان کو رکھنے کے لئے فریزر کمرے تیار کئے گئے ہیں جن کی تعداد چالیس ہے۔ ایک فریزر میں بڑے جانور تین سو پچاس اور چھوٹے ایک ہزار رکھے جاسکتے ہیں۔

مذبح میں جمعیۃ العلماء کی نگرانی

۱۹۷۳ء میں جب یہ مذبح نئے نقشہ کے مطابق تیار ہوا، حکومت نے جمعیۃ العلماء سے معلوم کیا کہ ذبیحہ حلال ہونے کے لئے اسلامی شریعت کے مطابق کیا کیا چیزیں ضروری ہیں جس کو یہاں ملحوظ رکھا جائے۔ جمعیۃ نے معاہدہ کیا کہ ذبح کرنے والے مسلمان ہونگے جن کو جمعیۃ اپنی طرف سے طے کرے گی اور خود ہی مشاہرہ دیگی اور مذبح میں خنزیر

ذبح نہیں کیا جائے گا۔ حکومت نے اس کو منظور کیا۔ چنانچہ ذابحین جمعیۃ العلماء کی طرف سے مقرر شدہ ہی ذبح کرتے ہیں جن کی تعداد گیارہ ہے اور جمعیۃ ہی کی طرف سے دو نگراں سپروائزر مقرر ہیں جو مستقل نگرانی کرتے ہیں کہ ذابحین صحیح طریقہ پر ذبح کرتے ہیں یا نہیں۔ اور ذابحین کو ہدایت کرتے ہیں کہ ہر جانور کو ذبح کرتے وقت بسم اللہ ضرور پڑھیں اور اس کی نگرانی بھی کرتے ہیں۔

پھر چار آدمی فریزر میں ذبیحوں پر نشان اور نمبر لگاتے ہیں کہ یہ ذبیحہ حلال ہے۔

ذابحین میں یہودی بھی ہیں جو صرف پیر، منگل دو روز ذبح کرتے ہیں۔ منگل کو بڑے جانور بدھ کو چھوٹے جانور ذبح کرتے ہیں۔ یہود کے ذبیحہ کی تعداد چھوٹے جانور پانچ سو اور بڑے بھی اسی کے قریب۔ گویا ۹۵ رفیصد مسلمان ذبح کرتے ہیں اور ۵ رفیصد یہودی۔ یہود کے ذبح کے وقت بھی جمعیۃ کی نگرانی رہتی ہے اور ان کے ہر ذبیحہ پر جمعیۃ نشان لگاتی ہے جو مہر کی شکل میں ہوتا ہے کہ یہ یہود کا ذبح شدہ ہے، مسلمان اس کو نہ خریدیں۔ اور پھر مسلمان خریداروں کو جمعیۃ کی طرف سے اطلاع کی جاتی ہے اور ہر مسلم خریدار کو کاغذ دیدیا جاتا ہے جس میں تفصیل ہوتی ہے کہ فلاں نمبر سے فلاں نمبر تک مسلمانوں کا ذبیحہ ہے اور فلاں نمبر سے فلاں نمبر تک یہود کا ذبیحہ۔

اس وقت مذبح جوہانسبرگ سی، ٹی، ڈیپ میں جمعیۃ کی طرف سے نگراں مولانا احمد درویش صاحب مدظلہ، ہیں جو صرف صبح ۷ ربجے سے ۱۱ ربجے تک نگرانی فرماتے ہیں۔ اور جمعیۃ کی طرف سے ان کو ۷۰۰/ رینڈ حق الخدمت کے طور پر دیئے جاتے ہیں۔ اور محمود محمد جو لینیس میں رہتے ہیں وہ پورے دن نگرانی فرماتے ہیں ان کو ۱۵۰۰/ رینڈ دیئے جاتے ہیں۔

Scanned by CamScanner

ذبح کا طریقہ

ذبح کرنے سے قبل پستول کے ذریعہ لوہا اس کے سر پر مارا جاتا ہے کہ ہلکے نمبر کی گولی استعمال کی جاتی ہے جس سے اس کے اندر ایک لوہا ہوتا ہے وہ نکل کر جانور کے سر پر ایسی جگہ مارتے ہیں جس سے اس کا دماغ متأثر ہوتا ہے اور وہ فوراً بے ہوش اور بے حس ہو جاتا ہے اور مشین کے پھندے میں اس کا پچھلا پیر کر دیتے ہیں مشین اس کو اٹھا کر (کہ پیر اوپر سر نیچے کی جانب ہو جاتا ہے) چکر لگانا شروع کر دیتی ہے، ذبح کرنے والا تیار کھڑا رہتا ہے فوراً اس کے حلق پر چھری پھیر دیتا ہے، خون نکلتا ہے اور جانور مشین کے ذریعہ آگے بڑھتا رہتا ہے۔ آگے دوسرا کوئی رگ رہ گئی ہو اس کو کاٹتا ہے تیسرا اور صاف کرتا ہے۔ پھر آگے کھال نکلنا شروع ہوتی ہے۔ یکے بعد دیگرے کھال کا کچھ حصہ اتارتے رہتے ہیں پھر اندر کی چیزیں اوجھ وغیرہ الگ، گردے وغیرہ الگ نکال دیئے جاتے ہیں۔ پیر بھی یکے بعد دیگرے کاٹ دیئے جاتے ہیں، پانی سے صفائی بھی ہوتی رہتی ہے۔ پھر درمیان سے دو ٹکڑے ہو کر فریزر میں پہونچ جاتا ہے۔ یہ سب مشین سے ہوتا ہے۔

مذبح ایک معنیٰ کر دُنیا، برزخ، آخرتؔ کا بہترین نمونہ ہے۔ ایک طرف جانور سایہ دار جگہ میں جمع ہیں۔ گھاس، پانی سامنے رکھا ہے۔ پھر ایک ایک کو لائن میں لاتے ہیں ان کو کنٹرول کرنے کے لئے بجلی کا شارٹ بھی لگاتے ہیں۔ پھر ایک دروازہ کھلتا ہے اس میں ایک کو داخل کیا جاتا ہے پیچھے لائن لگی ہوئی ہے دروازہ بند ہو جاتا ہے باہر والوں کو کچھ معلوم نہیں اندر والے کے ساتھ کیا ہوا ہے۔ وہاں اندر ایک شخص پستول لئے تیار کھڑا رہتا ہے جو اس کے سر پر مخصوص مقام پر مارتا ہے جس کے لگتے ہی فوراً بے ہوش اور بے حس ہو کر نیچے

Scanned by CamScanner

گرا دیا جاتا ہے جہاں اوپر چین کا لگا ہوا پھندا اس کے پچھلے پیر میں لگا دیا جاتا ہے جس سے وہ پیر اوپر سر نیچے ہو کر لٹک جاتا ہے۔ اور ذبح ہو کر بعد کی کارروائی ہوتے ہوتے فیرزر کمرہ میں پہونچ جاتا ہے۔ اور پھر کہاں کہاں ملکوں میں پہونچ کر دوکانوں پر فروخت ہوتا ہے۔ یہ ذبح ہو کر آگے بڑھتا ہے اور پھر دروازہ کھلتا اور اس میں پھر ایک کو داخل کیا جاتا ہے اور پھر وہی سب معاملہ اس کے ساتھ بھی برتا جاتا ہے۔

دُنیا میں بھی یہی کچھ نقشہ پیش آتا ہے۔ انسان مختلف نعمتوں میں مشغول ہیں۔ ساتھ ساتھ آخرت کی طرف جانے والوں کی لائن بھی ہے جس میں یکے بعد دیگرے سب لگ رہے ہیں۔ ایک کے لئے دروازہ کھلتا ہے، ملکُ الموت روح قبض کرتے ہیں اور اسکو قبر میں دفن کردیتے ہیں۔ پچھلے لائن میں لگنے والوں کو کچھ نہیں معلوم اس کے ساتھ کیا سلوک ہوا۔ اس پر جو گذرتی ہے کوئی نہیں جانتا۔ ملکُ الموت کی کیفیت، سکراتِ موت، پھر قبر میں منکر نکیر کے سوالات اور وہاں پیش آنے والے دوسرے امور قبر کے دروازہ سے باہر لائن میں لگنے والوں کو کیا معلوم۔

بکریوں، مینڈھوں کو جائے ذبح تک لانے کے لئے (بوک) بڑے بکرے کو استعمال کیا جاتا ہے اور وہ کوئی مزدوروں کا کام انجام دیتا ہے۔ ایک ایک ریوڑ کو ایک جگہ لاکر رکھا جاتا ہے اور یہ بوک وہاں پہونچ کر باہر نکلتا ہے۔ سب ریوڑ اس کے پیچھے پیچھے چلتا ہے اور ان کے جائے ذبح کے قریب (جہاں سے دروازہ کھل کر ایک ایک اندر داخل کرکے ذبح کیا جائے گا) احاطہ میں لاکر چھوڑ دیتا ہے اور جب سب بکریاں اندر احاطہ میں آجاتی ہیں تو خاص انداز کے ساتھ باہر نکل کر دوسرے ریوڑ کو لانے کے لئے چلدیتا ہے۔ جتنی دیر میں یہ دوسرا ریوڑ لے کر آتا ہے پہلا ریوڑ ایک ایک کرکے ذبح ہو چکا ہوتا ہے۔

اِس (بوک) بکرے کو مالک کا فرمانبردار تو کہا جائے گا مگر اپنی قوم کا غدّاری

کیا جائے گا جس کے نتیجہ میں رجب وہ زیادہ بوڑھا ہو جاتا ہے) ایک دن وہ بھی ذبح کر دیا جاتا ہے۔ گمراہ کنندہ سرداران قوم اس کی مثال ہو سکتے ہیں۔

صرف ٹرانسوال میں تقریباً دس بڑے مذبح ہیں جن میں صرف ایک میں جمعیۃ کی نگرانی میں ذبح ہوتا ہے۔

مرغی مذبح متعدد ہیں ان میں بھی صرف ایک میں جمعیۃ کی نگرانی ہے۔

جمعیۃ ناٹال

جمعیۃ ناٹال کا دفتر دربن میں ہے جو ناٹال کا مشہور اور خوبصورت شہر ہے۔

جمعیۃ ناٹال کے صدر مولانا عمر جی ہیں جو دارالعلوم دیوبند کے قدیم فضلاء میں سے ہیں اور حضرت مولانا محمد مسیح اللہ صاحب زید مجدہم کے مجاز و خلیفہ ہیں۔ صاحب اخلاق اور باغ و بہار شخص ہیں۔ متواضع، منکسرالمزاج، عوام کے بہت کام آنے والے۔

اجرائے مکاتب:۔ جمعیۃ ناٹال نے بھی اپنی نگرانی میں بہت سارے مکاتب قائم کئے ہیں۔ تقریباً ایک سو بیس مکاتب اب تک قائم ہو چکے ہیں۔ سب کی نگرانی جمعیۃ ناٹال کرتی ہے اور اکثر مکاتب کے مصارف بھی جمعیۃ برداشت کرتی ہے۔

مذبح دربن کا مذبح سی. ٹی. ڈیب جوہانسبرگ کے مذبح سے بڑا ہے جس کا حال اوپر گذر چکا ہے۔ اسی سے اس کا بھی اندازہ ہو جائے گا۔

افریقہ کے تمام مذابح میں دربن ناٹال کا مذبح اوّل نمبر پر ہے۔ یہاں بھی

بحمداللہ ذبح وغیرہ جمعیۃ ناٹال کی نگرانی میں ہوتا ہے۔ ذابحین مسلمان ہیں جن کو جمعیۃ مقرر کرتی ہے خود ہی تنخواہ دیتی ہے اور ذابحین کی نگرانی کیلئے جمعیۃ کی طرف سے نگراں مقرر ہیں۔

مُرغی مذبح اسی طرح اسٹینڈرٹن میں مرغی مذبح ہے اس میں بھی ذابحین مسلم ہیں اور جمعیۃ کی طرف سے ان پر نگراں مقرر ہیں کہ ذبح ہونے سے خریدار تک پہونچنے تک مسلمانوں کی نگرانی رہتی ہے۔ یہاں تک کہ ذبیحۂ مسلم کے لیے پیکٹ بھی علیحدہ ہوتے ہیں۔ نگرانِ اعلیٰ مولانا مفتی بشیر احمد صاحب زید مجدہم ہیں۔ موصوف ہی کے دستخط ذبیحہ پر ہوتے ہیں۔

موصوف دارالعلوم دیوبند کے فاضل ہیں۔ اور بخاری شریف جلد ثانی فقیہ الامت حضرت مفتی صاحب دامت برکاتہم سے پڑھی ہے۔ فتویٰ نویسی کی مشق بھی حضرت مفتی صاحب زید مجدہم سے کی ہے۔ حضرت مفتی صاحب زید مجدہم کی خدمت کی سعادت بھی حاصل کی ہے۔ حضرت مفتی صاحب زید مجدہم سے بیعت کی درخواست کی تھی مگر حضرت والا دامت برکاتہم کے ایماء سے شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب مہاجر مدنی قدس سرہٗ سے بیعت ہوئے۔ حضرت مفتی صاحب زید مجدہم کا معمول اس وقت جمعرات کو سہارن پور حضرت شیخ الحدیث قدس سرہٗ کی خدمت میں تشریف لیجانے اور پھر جمعہ کو مغرب بعد واپسی کا تھا۔ مفتی بشیر احمد صاحب اپنے دارالعلوم میں قیام کے دوران حضرت مفتی صاحب زید مجدہم کے اس سفر میں اکثر ہمرکاب ہوتے۔ اس طرح حضرت مفتی صاحب زید مجدہم کی خدمت و نگرانی میں تزکیۂ باطن اور سلوک و معرفت کی منزلیں طے کیں اور پھر حضرت شیخ الحدیث قدس سرہٗ کی طرف سے مجاز ہوئے۔ حضرت شیخ الحدیث قدس سرہٗ

Scanned by CamScanner

کی وفات کے بعد اصلاح باطنی کا تعلق پورے طور پر حضرت مفتی صاحب زید مجدہم سے ہی قائم فرمایا جو برابر برقرار ہے۔

موصوف ہی جمعیۃ العلماء صوبہ ناٹال کے دارالافتاء کے صدر مفتی ہیں۔ اور اجرائے مکاتب میں اور ان کے قیام و بقا اور استحکام میں برابر ساعی و کوشاں رہتے ہیں۔

اب آئندہ اوراق میں فقیہ الامت حضرت اقدس مفتی صاحب زید مجدہم کی بعض مجالس (جو جنوبی افریقہ میں ہوتی تھیں) کو پیش کرتے ہیں جو بہت قیمتی علمی خزانہ ہے۔ ناظرین خود محسوس فرمائیں گے کیسی قیمتی علمی نادر چیزیں اس میں بیان کی گئی ہیں کہ ایک ایک چیز متعدد کتب کے سیکڑوں صفحات کی ورق گردانی کے بعد بھی بمشکل حاصل ہو۔ اللہ پاک ان کو بے حد مفید فرمائے۔

Scanned by CamScanner

مجلس

۱۱؍رجب المرجب ۱۴۱۰ھ

مولانا حکیم شاہ محمد اختر صاحب دامت برکاتہم مجاز حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب دامت برکاتہم تشریف لائے ہوئے تھے۔ حضرت اقدس مفتی صاحب دامت برکاتہم سے ملاقات کے لئے ناشتہ پر تشریف لائے۔ اس وقت کی مجلس کا کچھ نمونہ ——— !

حضرت مفتی صاحب نے ارشاد فرمایا: سُنا ہے کمر میں درد ہے۔
حکیم صاحب۔ جی ہاں۔ بیسن میں جُھک کر کئی مرتبہ وضو کرنا ہوا، کمر میں درد ہو گیا ڈاکٹر کو دکھایا تھا، ایک مرہم تجویز کیا۔ اس کو استعمال کیا ہے۔
ارشاد۔ اَلَمْ نَشْرَحْ الآیۃ پڑھ کر دم کر لیا ہوتا۔
حکیم صاحب۔ جی ہاں۔ اس میں وہ ہے انقض ظہرک۔
ارشاد۔ ووضعنا عنک وزرک الذی انقض ظہرک۔
حکیم صاحب۔ جی بہت خوب۔

ایک بچہ حضرت مفتی صاحب زید مجدہم کے سامنے مصافحہ کے لئے لایا گیا۔ حضرت زید مجدہم نے حکیم صاحب مدظلہ سے فرمایا۔ یہ مولانا مفتی سلیمان صاحب کا فرزندِ رابع ہے اس کا نام شُعیب ہے۔ شین سے، سو عیب نہیں۔

Scanned by CamScanner

حکیم صاحب: حضرت الم نشرح کتنی مرتبہ پڑھیں؟
ارشاد: آپ تو ایک مرتبہ پڑھ لیں کافی ہے۔ استحضار چاہیے۔ وہ آپ کو حاصل ہے۔
حکیم صاحب: الحمدللہ۔
حکیم صاحب: حضرت حجاز سے واپسی پر کراچی تشریف لائیں گے؟
ارشاد: کراچی جہاز تو تبدیل ہوگا۔ اگر حالات درست ہوں گے، گولی نہ چل رہی ہوگی تو اندر ہو آئیں گے۔ ورنہ تو اتنا شہادت کا شوق ہے نہیں کہ مسلمانوں کے ہاتھ سے مارے جائیں۔
حکیم صاحب: اچھا آپ کو بھی معلوم ہو گیا۔ کراچی میں گولی چل رہی ہے، کرفیو لگا ہوا ہے۔
ارشاد: خبر تو صادق ہے۔

دوستوں نے طے کیا جنگل چلیں گے شیر دیکھیں گے۔ میں نے کہا اگر شیر نے حملہ کر دیا تو کیا ہوگا۔ ایک صاحب نے کہا میں ساتھ ہوں گا حملہ نہیں کرے گا۔

ایک صاحب نے سُنایا کہ حضرت مولانا مسیح اللہ صاحب دامت برکاتہم جب افریقہ تشریف لے گئے۔ جنگل میں شیر دیکھنے بھی تشریف لے گئے۔ ایک شیر گاڑی پر چڑھ گیا دور تک چلتا رہا۔ پھر ایک مقام پر اُتر گیا۔

میں نے کہا، ہمارے یہاں اس کو بندر کہتے ہیں۔ یہ خاصیت اُچھلنا کودنا بندر کی خاصیت ہے۔ بعد میں معلوم ہوا کہ وہ بندر تھا۔
حکیم صاحب: لیکن شیر حملہ نہیں کرتا۔
ارشاد: گاڑی بند ہوتی ہے۔ شیر کھُلا ہوا رہتا ہے۔ جانور سمجھتے ہیں لوگ آتے رہتے ہیں دیکھنے کے لئے۔
حکیم صاحب: لیکن بندر شیر کیسے بن گیا اس سے تو راویوں کے مقام کا پتہ چلتا ہے۔
ارشاد: مقامات تو آپ خوب پہچانتے ہیں۔ ایک صاحب نے بیان کیا کہ فلاں بزرگ

ہمارے یہاں تشریف لائے۔ اندر مکان میں آرام فرمارہے تھے۔ میں باہر سے آیا تو دیکھا ایک بڑا سانپ بشکلِ اژدہا سر کے قریب کرسی پر پھن اُٹھائے ہوئے بیٹھا ہوا ہے۔ میں دیکھتا رہا۔ اتنے میں انھوں نے کروٹ بدلی۔ اس سانپ کی طرف دیکھا تو وہ غائب ہوگیا پھر نظر نہیں آیا۔ میں نے کہا ہوسکتا ہے ان کا کوئی شاگرد یا مُرید (جن) ہو جو ان کے بیدار ہونے کے انتظار میں ہو۔ وہ زیارت کے لئے حاضر ہوا ہو۔ مگر مکان مالک مجھ کو اتنے بہادر نظر نہیں آتے کہ سانپ کو دیکھتے رہیں اور گھبرائیں نہیں۔ شور نہ مچائیں اور اطمینان سے کھڑے رہیں۔

ارشاد: ہمارے ایک دوست ہیں ان کے ایک انگریز دوست ہیں جن کا جنگل ہے انکی خواہش ہوئی کہ ہندوستان سے کوئی بڑے آدمی آئیں تو ان کو شکار کرنے ہمارے جنگل میں لے جائیں۔ مجھ کو بھی جنگل میں شکار کے لئے لے گئے۔ وہ انگریز بھی ساتھ تھے۔ انھوں نے ہرن پر فیر کیا، نہیں لگا۔ پھر دوبارہ فیر کیا، نہیں لگا۔ اس کے ساتھ ایک چھوٹا بچہ تھا۔ بچہ نے کہا، آپنے دو فیر کئے کوئی نہیں لگا آپ کو گولی چلانی نہیں آتی۔ میری والدہ کے پاس آنا وہ بتائے گی کس طرح گولی چلایا کرتے ہیں۔

دسترخوان پر دو قسم کا شہد تھا صاف کیا ہوا اور چھتہ کے اندر موم سمیت۔

حضرت اقدس مفتی صاحب زید مجدہم نے ارشاد فرمایا:

موم اگر کھاجائیں کچھ حرج تو نہیں؟

حکیم صاحب: کوئی حرج نہیں، بلکہ اگر زیادہ مقدار میں نہ ہو تو مفید ہے۔

ارشاد: کم زیادہ ہونا تو اُمورِ اضافیہ میں سے ہے۔ زیادہ سے کیا مُراد ہے۔ دو تولہ یا تین تولہ یا کیا؟

حکیم صاحب: تین ماشہ تک کھا سکتے ہیں۔ ایک تولہ ہضم کرنا دشوار ہوگا۔ گرم زیادہ ہوتا

ہے۔ ایک حکیم صاحب تھے وہ ایک دوا بناتے تھے اس کے اجزاء میں ایک موم ہوتا تھا دسترخوان پر پپیتا بھی تھا۔ افریقہ میں پپیتا چھوٹا ہوتا ہے مگر عموماً میٹھا اور لذیذ ہوتا ہے۔

حکیم صاحب: یہ کیا چیز ہے؟

مولانا ابراہیم صاحب: پپیتا۔

حکیم صاحب: یہاں اس کو کیا کہتے ہیں؟

مولانا ابراہیم صاحب: پوپو۔

حکیم صاحب: بنگلہ دیش میں پپیتے کو پے پے کہتے ہیں۔ یہاں کا لفظ زیادہ لذیذ معلوم ہوتا ہے۔

ارشاد: الفاظ مختلف ہیں چیز ایک ہے۔

شیخ (قدس سرہٗ) کے یہاں ایک طالب علم تھا۔ شیخ (قدس سرہٗ) کو اس کی ایک ادا بہت پسند تھی کہ بلا الارم اور بلا کسی کے اُٹھائے رات کو ڈھائی بجے تہجد کے لئے اُٹھ جاتا تھا۔ ایک مرتبہ اس کی کسی جگہ دعوت ہوئی۔ دعوت سے واپس آیا۔ شیخ (قدس سرہٗ) نے پوچھا۔ کھانے میں کیا تھا۔ اس نے کھانے کی سب تفصیلات بتائیں۔ شیخ (قدس سرہٗ) نے فرمایا کچھ اور کھا دے گا۔ اس نے کہا کیا ہے؟ شیخ (قدس سرہٗ) نے فرمایا چاول ہیں۔ اس نے کہا لاؤ کھا لوں۔ دو پلیٹ اس نے چاول اور کھا لئے۔ صبح تہجد کیلئے اٹھا۔ کل کو روزہ (نفلی) رکھنا تھا اسلئے سحری خوب سیر ہو کر کھائی۔ صبح نماز پڑھتے ہی پھر سو گیا۔ کھانے کی جگہ سویا ہوا تھا دو پہر کو کھانے کے وقت اس کو اُٹھایا۔ نہیں اٹھا۔ اس کو پیر پکڑ کر گھسیٹ کر ایک طرف کیا تب کھانے کی جگہ ہوئی۔ وہ نہیں اٹھا۔ دو پہر بعد اُٹھا۔ پیٹ پر ہاتھ پھیر کر کہا۔ او ہو بھوک میں خالی پیٹ نیند بھی تو نہیں آتی۔

Scanned by CamScanner

کھانا کھانے کے بعد کھانے کی پہچان کا ذکر تھا۔

اس پر ارشاد فرمایا: ایک پیر صاحب تھے اُن کے مُریدین تھے ان کے یہاں دستور تھا کہ مریدین شہر و دیہات میں نکل جاتے تھے اور کس کے یہاں کتنے مہمان ہیں آکر رپورٹ پیش کرتے پھر پیر صاحب ان کو تجویز کرتے۔ جس کے یہاں پچاس مہمان ہیں دس وہاں چلے جائیں۔ جہاں بیس مہمان ہیں پانچ وہاں چلے جائیں۔ اسی طرح ان کا یہ کام ہوتا۔ وہاں جانے کھانے کے وقت دسترخوان بچھواتے، ہاتھ دُھلاتے۔ مہمان سمجھتے یہ میزبان کے آدمی ہیں۔ میزبان سمجھتا مہمانوں کے ساتھ ہیں۔ مہمان فارغ ہوتے میزبان کہتا اب آپ تشریف رکھئے اور ان کو کھانا کھلاتے۔

یہ سلسلہ چلتا تھا خود سے کسی کو دعوت منظور کرنے کا حق نہیں تھا۔ ایک مُرید نیا آیا۔ اس کی کسی نے دعوت کی۔ اس نے سوچا کسی کو کیا علم ہوگا چپکے سے کھا کر آجاؤں گا۔ گیا کھا کر آیا۔ جب وہ داخل ہوا تو جس کا کمرہ سب سے قریب تھا اس نے سونگھ کر بتایا دعوت کی خوشبو آرہی ہے۔ ایک نے کہا پلاؤ بھی تھا۔ ایک نے سونگھا بتایا قورمہ بھی تھا۔ غرض ایک ایک چیز جو کھا کر آیا تھا بتا دی۔ اس کے بعد پیر صاحب کا نمبر آیا ہاتھوں کو سونگھا کہا۔ اچھا ایک روپیہ بھی دیا تھا۔ پیر صاحب نے وہ چیز سونگھی جو کسی نے نہیں سونگھی۔

حکیم صاحب: روپیہ کو کیسے سونگھ لیا؟

ارشاد: اپنا اپنا فن ہے۔

حکیم صاحب: میں نے بنگلہ دیش میں ایک دعوت میں کہا۔ سیب کھانے سے آسیب نہیں آتے۔ اور اس کی وجہ بیان کی کہ سیب مقویٔ قلب ہے اس سے دل قوی ہوتا ہے اور آسیب کا اثر کمزور قلب والوں پر ہوتا ہے۔ ایک صاحب نے کہا کہ دہی کھانے سے کُتّا پاس نہیں آتا۔ اور اس کی وجہ بیان کیا دہی سے نزلہ ہوتا ہے

Scanned by CamScanner

کھانسی ہوتی ہے، بلغم بنتا ہے، کمزوری آتی ہے، گھٹنوں میں درد ہوتا ہے۔ آدمی درد کی وجہ سے لاٹھی لے کر چلتا ہے۔ لاٹھی دیکھ کر کتا پاس نہیں آتا۔ دعوت میں حضرت مولانا ابرار الحق صاحب مدظلہ بھی تھے اس سے بہت ہنسے۔

ارشاد: میں نے اس کو اضافہ کے ساتھ سنا ہے۔ دہی کا مقولہ ہے جو مجھ کو ایک سال مسلسل کھائے اس میں تین کمال پیدا ہوتے ہیں۔ کتا اس کے پاس نہیں آتا، گھر میں چور نہیں آتا، جو دیکھتا ہے کہتا ہے بڑے ابا السلام علیکم۔

چونکہ نزلہ ہوتا ہے کمزوری ہوتی ہے، پیروں میں درد ہوتا ہے، لاٹھی لے کر چلتا ہے کتا پاس نہیں آتا۔ بلغم بنتا ہے، کھانستا رہتا ہے، رات کو نیند نہیں آتی۔ چور کھانستے ہوئے دیکھ کر سمجھتا ہے جاگ رہا ہے، نہیں آتا۔ بال سفید ہو جاتے ہیں اس لئے لوگ بڑے ابا کہنا شروع کر دیتے ہیں۔

ناشتہ سے فارغ ہوئے۔ ہاتھ دھلانے کے لئے پانی برتن لایا گیا۔ حضرت نے حکیم صاحب کی طرف اشارہ فرمایا کہ اولاً حکیم صاحب کے ہاتھ دھلائے جائیں۔ حکیم صاحب نے ہاتھ دھوئے۔ پانی کچھ زیادہ گرم تھا۔ حضرت کے جب ہاتھ دھلانے لگے، حکیم صاحب نے فرمایا پانی گرم ہے پہلے دیکھ لیں تحمل ہو سکے گا یا نہیں؟

ارشاد: میں نے موم کھایا ہے (ناشتہ میں موم کا ذکر آیا تھا حکیم صاحب نے موم کی تعریف فرمائی تھی)

سہارنپور حضرت مولانا ابرار الحق صاحب تشریف لائے تھے۔ ایک افریقی طالب علم ہاتھ دھلانے لگا۔ پانی گرم تھا۔ مولانا نے کہا اس کے منہ پہ مارو پانی۔ تب اس کو پتہ چلے گا گرم ہے یا نہیں۔

حکیم صاحب: حضرت ایک شعر یاد آیا جس کو ہاضم ناشتہ کہنا چاہیئے۔ ؎

آزر کے صنم آج کل کچھ بول رہے ہیں ؎ کیا بوجھ پڑا ان پہ جو منہ کھول رہے ہیں

Scanned by CamScanner

ارشاد: ۱۹۴۷ء میں ایک مشاعرہ ہوا جس میں بڑے بڑے وکیل اور بیرسٹر شریک تھے۔ ایک شاعر تھا جس کا تخلص تھا احمق پھپھوندوی ضلع اٹاوہ میں ہے اس نے ایک شعر پڑھا ؎

جیورکشا کرنے والو سود کھانا چھوڑ دو
یہ وہ سالن ہے کہ جس میں آدمی کا خون ہے

ارشاد: مولانا جامی کے پاس ایک صاحب آئے۔ مولانا جامی رحمہ نے اس سے پوچھا کچھ معمہ جانتے ہو۔ اس نے کہا جی جانتا ہوں۔ فرمایا اپنا نام بتاؤ معمہ میں وہ کھڑا ہوا پھر رکوع کیا پھر داڑھی پر ہاتھ رکھ کر جھاڑ دیا۔ مولانا جامی رحمہ نے فرمایا ادریس نام ہے۔

حکیم صاحب: یہ ادریس کس طرح ہوا؟

ارشاد: کھڑا ہوا اس سے اشارہ الف کی طرف، رکوع کیا اس سے اشارہ دال کی طرف۔ ڈاڑھی پر ہاتھ رکھا۔ ڈاڑھی کو ریش کہتے ہیں۔ اس کو جھاڑا۔ ریش کی شین کے نقطے جھاڑ دیے۔ ریس رہ گیا۔ الف دال شروع میں ملا دیا ادریس بن گیا۔

ایک صاحب حاضر تھے ان کا نام تھا ادریس ان کی طرف اشارہ کرکے مزاحاً فرمایا۔ ادریس کا قافیہ پورا پورا ایک ہی ہے (ابلیس)

حکیم صاحب: احمق شاعر کے اور کچھ اشعار ہیں۔

ارشاد: جی ہاں! اشعار احمق ؎

اِدھر عاشق سے اس کی سی، اُدھر دشمن سے اُس کی سی
غضب ہے ان بتان بوزنہ سیرت کی پالیسی
جو ٹھکرا دے ادا سے وہ بُت شوخ فرانسیسی!
دکھا دے عاشقِ مُردہ کو اعجازِ قُمِ عیسی

کجا مکتب کجا کالج، کجا ملّا کجا مسٹر
الف ب ت پرانی ہوگئی ہے اب تو اے بی سی
خوش الحانی پھر اس پر شین اور قاف ان کا
معاذ اللہ کہ قارورہ ہوا کارورہ اور ششی ہوئی سیسی
مشقت کیا کوئی سسرال میں کرتا نہیں احمق
برائی کیا ہے تم نے جیل میں چکی اگر پیسی

حکیم صاحب: اپنے ساتھی سے فرمایا ان اشعار کو لکھ لو۔ یہ احمق شاعر تو بہت عقلمند معلوم ہوتا ہے۔

حکیم صاحب: حضرت ہمارے یہاں پاکستان میں ایک شادی تھی، رات کو دو بجے فارغ ہوئے۔ اسی وقت شامیانے اُکھاڑ رہے تھے اسکو دیکھ کر ایک شعر موزوں ہوگیا۔

حُسن رخصت ہوا گلے مل کے ✤ شامیانے اُکھڑ گئے دل کے

ارشاد: جب گلے مل کے وہ پلٹے تو یہ محسوس ہوا۔
جیسے کھینچے لئے جاتا ہے کلیجہ کوئی

حکیم صاحب: بہت خوب بہت خوب۔ حضرت میں نے اس میں تھوڑی سی ترمیم کی ہے

جب گلے مل کے وہ پلٹے تو یہ محسوس ہوا جیسے ڈالے ہے کلیجہ میں کلیجہ کوئی

ارشاد: یہ تو بالکل اس کا عکس اور قلب ہے۔ آپ وصل سے سرشار ہیں وہ فراق کا مارا ہوا۔ فراق کی حالت کو شعراء نے مختلف انداز میں بیان کیا ہے۔

ایک شاعر کہتے ہیں

میں نے جو مڑ کے دیکھا اُمید مر چکی تھی
بڑی چمک رہی تھی گاڑی گذر چکی تھی

Scanned by CamScanner

حسرت موہانی کہتے ہیں:۔ ؎

جسم ہوتا ہے جُدا جان سے گویا حسرت
آسمان ان سے چھڑاتا ہے جُدا ہوتے ہیں

محبوب کو جان قرار دیا اور خود اس سے جُدا ہو کر جارہے ہیں اس لئے یہ کہا۔
جان جسم سے جُدا ہوا کرتی ہے لیکن حسرت صاحب نے اُلٹا کر دیا کہ جسم جان سے
جُدا ہو رہا ہے گویا جان ساتھ جارہی ہے صرف جسم جُدا ہو رہا ہے۔

حکیم صاحب: مولانا محمد احمد صاحب پرتاپ گڈھی دامت برکاتہم کا شعر ہے ؎

ترا آنا مرے احساس میں جان مسرت ہے
مگر جانا ستم ہے، غم ہے، حسرت ہے، قیامت ہے

مولانا دامت برکاتہم ہی کا ایک دوسرا شعر ہے ؎

ظالم یہ تیرے مُنہ سے کیا نکل گیا
جانے کا نام سُن کے مرا دل دہل گیا

ارشاد: آپ کیا پہلو سے اُٹھے دَم ہی رُخصت ہو گیا
آہ پیغامِ اَجل لفظِ اجازت ہو گیا

حکیم صاحب: واہ واہ حضرت یہ کس کا شعر ہے؟

ارشاد: حضرت مولانا اسعد اللہ صاحبؒ کا

حکیم صاحب: اس شعر کی قیمت تو اور بڑھ گئی۔ ایک تو شعر عمدہ پھر پیر صاحب حضرت
مولانا ابرار الحق صاحب کے اُستاذ کا شعر، (اپنے خادم سے کہا) اس کو لکھ لو۔

ارشاد: ایک اور شعر ہے ؎

عشقِ بُتاں میں اسعد کرتے ہو فکرِ راحت
دوزخ میں ڈھونڈتے ہو جنّت کی خوابگاہیں

ایک اور شعر ؎

یہ دستارِ فضیلت اور بُتوں کی بندگی اسعد
ڈرو حق سے نہ بیچو جَو اگر گندم نما تم ہو
مکّار کے لئے مثل مشہور ہے گندم نما جَو فروش۔

مولانا اسعد اللہ صاحب (قدس سرہٗ) کی نعت کا ایک شعر ہے ؎

ہم ایسے لاپتہ ہیں جس کا دُنیا میں پتہ تم ہو
ہمارا بے خبر ہونا خبر ہے مُبتدا تم ہو

مولانا محمد ابراہیم صاحب: حضرت وہ بڑے شین کا واقعہ کس طرح ہے کہ کیا بڑی شین کو راستہ میں چھوڑ آئے۔

ارشاد: کسی نے دوکاندار سے آکر کہا۔ مُنشی گنیس پرساد نے سربت سہنوت کی سیسی منگائی ہے۔ اس نے کہا۔ اللہ کے بندے شین کہیں راستہ میں بھول آیا۔ کہا جی ہاں شلام بھی کہا تھا۔

حکیم صاحب: کچھ دن ایک ذاکر ذکر سے غافل تھا۔ پھر اس نے ذکر شروع کیا۔ اس پر میں نے ایک شعر کہا ہے ؎

مدت کے بعد تیری یادوں کا سلسلہ
ایک جسم ناتواں کو توانائی دے گیا

ارشاد: مظفرنگر کے ایک صاحب جو حضرت حاجی امداد اللہ صاحبؒ قدس سرہٗ کے یہاں مثنوی کے درس میں شریک ہوئے ہیں وہ بتاتے تھے کہ حضرت حاجی صاحبؒ کا جسم جُھک گیا تھا مگر جب درس شروع فرماتے تن کر سیدھے بیٹھ جاتے۔ جب درس ختم ہو جاتا پھر جسم اسی طرح جُھک جاتا۔

حکیم صاحب: یہ ہے جسمِ ناتواں کو توانائی دے گیا۔

ارشاد: جی ہاں.

حکیم صاحب: حسنِ فانی سے لوگ عشق کرتے ہیں اس پر میں نے کہا ہے ؎

کسی خاکی پہ مت کر خاک اپنی زندگانی کو

جوانی کر فنا اس پر دیا جس نے جوانی کو

ایک شاعر نے کہا ہے ؎

ہتھوڑے دل پہ ہیں مغز دماغ میں کھونٹے

بتاؤ عشقِ مجازی کے کیا مزے لوٹے

حکیم صاحب: ہر دس سال میں انسان کا جغرافیہ بدل جاتا ہے اس کو میں نے کہا ہے کہ اگر ان کے بچپن کو: بچپن سے پہلے سوچو تو دل نہیں دوگے بلکہ نفرت کروگے ؎

ادھر جغرافیہ بدلا ادھر تاریخ بھی بدلی

نہ ان کی مسٹری باقی نہ میری ہسٹری باقی

ارشاد نورِ مطلق کا ہے پرتو سب مجازی حسن پر

ورنہ کب ہے پیکرِ خاکی میں حسن تابدار

حکیم صاحب: یہ آپ کا شعر ہے.

ارشاد: جی حضرت

حکیم صاحب: یہ جواب شعر سے بھی لذیذ ہے.

حکیم صاحب: میں نے اس عشقِ مجازی کے بارے میں کہا ہے ؎

میر مارے گئے ڈسٹمپر سے ورنہ مٹی کی حقیقت کیا تھی

ایک اور شعر ہے بہت لذیذ ہے اور لطیف ہے. قبرستان میں انسان دفن ہوتا ہے مٹی بن جاتا ہے اس پر کہا گیا ہے ؎

مسمار بل ہوئی ہے جو ہے مرے پڑے ہیں
طوفان عشق بازی ساحل پہ آپڑے ہیں

ارشاد: ہر دس سال پر جو جغرافیہ بدلتا ہے آپ کون سے جغرافیہ پر ہیں؟
حکیم صاحب: حضرت میں چھٹے جغرافیہ پر ہوں۔
ارشاد: ساٹھا پاٹھا۔

ارشاد: ایک صاحب نے مجھ سے پوچھا کیا عمر ہے؟ میں نے کہا ابھی ۲۴، ۳۴،
حکیم صاحب: ۴۰، ۴۰، ۸۰ - ۲، ۳، ۵، پچاسی برس۔
ارشاد: ایک جگہ ایک صاحب نے عمر پوچھی میں نے بتادی اس نے کہا داڑھی سے تو آپ کی عمر زیادہ معلوم ہوتی ہے۔ میں نے کہا صحیح ہے میری عمر داڑھی سے زیادہ ہے۔
حکیم صاحب: حضرت پیدائش کونسے سنہ میں ہے؟
ارشاد: ۱۰، ۱۱ رجمادی الثانیہ سنہ ۱۳۲۵ھ۔ حضرت قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتیؒ کی وفات سے پورے سو سال بعد ان کی وفات سنہ ۱۲۲۵ھ ہے۔
ارشاد: حضرت تھانوی قدس سرہٗ کی ولادت سنہ ۱۲۸۰ وفات سنہ ۱۳۶۲ھ کُل عمر بیاسی ۸۲ سال
″ مدنی ″ ″ سنہ ۱۲۹۶ھ ″ سنہ ۱۳۷۷ھ ″ اکیاسی ۸۱ سال
″ علامہ انور شاہ ″ ″ سنہ ۱۲۹۲ھ ″ سنہ ۱۳۵۲ ″ ساٹھ سال
″ شیخ الہند ″ ″ سنہ ۱۲۶۸ھ ″ سنہ ۱۳۳۹ھ
″ مولانا خلیل احمد صاحبؒ ″ ″ سنہ ۱۲۶۹ھ ″ سنہ ۱۳۴۶ھ

حکیم صاحب: حضرت مولانا عبدالغنی صاحب قدس سرہٗ نے آپ کو رد مودودیت کے لئے بلایا تھا اور آپ نے عشاء کے بعد سے لے کر فجر تک تقریر فرمائی۔ اور کتابوں کا ڈھیر سامنے تھا اور ہر چیز کتاب سے کھول کر دکھاتے تھے۔ حضرت مولانا عبدالغنی صاحب قدس سرہٗ بہت خوش ہوئے اور خوش ہو کر فرماتے تھے کہ آج ان کا جنازہ نکل گیا۔

Scanned by CamScanner

میں بھی اس جلسہ میں شریک تھا۔

ارشاد: میں بھی شریک تھا میں آپ کی تائید کرتا ہوں۔

حکیم صاحب: مودودیوں سے جناب کا مناظرہ ہوا تھا۔

ارشاد: نہیں۔ یہ ہوائی کسی دشمن نے اڑائی ہوگی۔

حکیم صاحب: یہ تو موزوں مصرعہ ہے اس کا دوسرا مصرعہ کیا ہے۔

ارشاد: کون کہتا ہے کہ ہم تم میں جدائی ہوگی
یہ ہوائی کسی دشمن نے اڑائی ہوگی

مناظـــرہ نہیں مکالمہ ہوا تھا۔

حکیم صاحب: عورت کی سربراہی سے متعلق۔ یہ اس سال کی بات ہے جب مس فاطمہ جناح الیکشن میں اٹھ رہی تھیں اور مودودی صاحب پُر زوران کی حمایت کررہے تھے یہ بحث تھی کہ عورت کو سربراہ بنانا کیسا ہے؟

حکیم صاحب: ایک شخص نے کہا تھا میرا تعلق جماعتِ اسلامی سے ہے۔ آپ نے فرمایا تھا میرا تعلق اسلامی جماعت سے ہے۔ اس نے پوچھا اس میں کیا فرق ہے؟ آپ نے فرمایا تھا آپ لوگوں پر جماعت غالب ہے اسلام تابع۔ ہم پر اسلام غالب ہے جماعت تابع ہے۔ وہ ایسا خاموش ہوا کہ گویا مبہوت ہوگیا۔

حکیم صاحب: میں بنگلہ دیش گیا۔ وہاں ایک صاحب نے اعتراض کیا کہ شیطان تو ہر جگہ حاضر و ناظر ہے ہر جگہ سے وسوسہ ڈالتا ہے حضرت نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم ہر جگہ حاضر و ناظر کیوں نہیں ہو سکتے؟ میں نے وہاں حضرت کی سُنی ہوئی وہ مثال سُنائی کہ چھچھوندر ذراسی نالی میں گھس جاتی ہے کیا تیرا باپ گھس سکتا ہے۔ کیا چھچھوندر تیرے باپ سے افضل ہوگئی وہ خاموش ہنستا چلا گیا ؎

وہ بے جواب عدو کو بھی ہنسا دے

(اپنے ساتھی کو بلانے کے لیے)
حکیم صاحب: مولانا حسین کہاں ہیں
ارشاد: مولانا حسین کو تلاش کرنا ہے وہ تو کربلا میں ملیں گے۔
ایک صاحب: حضرت مناظرہ میں کسی نے آپ سے پوچھا تھا سُور میں اور تم میں کیا فرق ہے؟
ارشاد: جی ہاں ایک مناظرہ میں کہا تم میں اور سور میں کیا فرق ہے۔ میں نے ہاتھ سے ناپ کر کہا پندرہ سولہ ہاتھ کا فرق ہے کچھ کم زیادہ بھی ہو سکتا ہے۔ اس نے کہا تم پر شیطان غالب ہے۔ میں نے کہا ہم پر تو شیطان غالب آ نہیں سکتا قرآن پاک میں ہے اِنَّ عِبَادِیْ لَیْسَ لَکَ عَلَیْہِمْ سُلْطَان۔ ہاں جو کسی دوسرے کا بندہ ہو اس پر غالب آ سکتا ہے۔ جیسے اعلیٰ حضرت اپنے آپ کو عبدِ مصطفیٰ کہتے ہیں عبداللہ نہیں لکھتے۔ ان پر شیطان ضرور غالب آتا ہے۔

اس نے کہا۔ شیطان کی آپ سے ساز باز ہے۔

میں نے کہا ہماری تو ساز باز ہے نہیں۔ ہاں شیطان سے مقابلہ رہتا ہے آج بھی ہے۔ ساز باز اور دوستانہ اعلیٰ حضرت سے ہے (جو فرماتے ہیں کھانا کھاتا ہوں بسم اللہ پڑھتا ہوں پانی پیتا ہوں بسم اللہ پڑھتا ہوں۔ مگر حُقّہ پیتا ہوں تو قصداً بسم اللہ نہیں پڑھتا شیطان اگر شریک ہوگا تو ہمارا کیا بگاڑے گا۔ خود ہی دھو یں میں اسی کو اذیت پہنچے گی۔ کسی سے لڑائی ہوتی ہے حقہ پانی بند کر دیتے ہیں۔ شیطان کا دنیا بھر میں حقہ پانی بند ہے مگر اعلیٰ حضرت کے یہاں کھُلا ہوا ہے۔ آپ ہی بتائیں آخر اتنا گہرا دوستانہ تعلق کیوں ہے اور کتنا لطف آتا ہوگا۔ اِدھر ایک کش اعلیٰ حضرت لگاتے ہوں گے ایک کش شیطان لگاتا ہوگا۔ آپ بتایئے آخر اتنا تعلق کیوں ہے۔ اور پھر شیطان کو تو دھو یں سے تکلیف ہوتی ہے مگر اعلیٰ حضرت کو نہیں۔

اس نے کہا۔ آپ بندر ہیں۔

میں نے کہا۔ ہم کو آپ نے بندر کہا جو اعلیٰ حضرت کی نصِ قطعی کے خلاف ہے۔

Scanned by CamScanner

اعلیٰ حضرت کی عبارت میں اس کی تشریح دیکھئے۔ فرماتے ہیں: "ایک جگہ میں مجلس میلاد پڑھ رہا تھا فلانی چھت پر وہاں ایک بندر بھی تھا وہ بھی مؤدب بیٹھا رہا پھر جب ختم پر قیام کیا تو اس نے بھی قیام کیا، پھر وہ چلا گیا۔ بات یہ ہے کہ وہ بندر تھا وہابی نہیں تھا۔

معلوم ہوا کہ وہابی بندر نہیں ہوسکتا۔ وہابی اور بندر میں تباین کی نسبت ہے۔ اور اعلیٰ حضرت پر یہ بدعت کی پھٹکار ہے کہ اعلیٰ حضرت کے علوم سلب ہوگئے۔ دلیل بھی ملی تو بندر سے، نہ کتابُ اللہ نہ سُنّتِ رسول اللہ سے، بندر سے دلیل ملی، بدعت کی پھٹکار ہی ایسی ہے۔

تو اعلیٰ حضرت کی عبارت کی رُو سے وہابی اور بندر میں تباین کی نسبت ہے اب آپ بتائیں رضا خانی اور بندر میں کونسی نسبت ہے تساوی ہے یا عموم خصوص مطلق یا عموم خصوص من وجہ۔

بندر کی خاصیت اُچھلنا کودنا، اذیت پہونچانا۔ رضا خانیوں کا حال بھی یہی ہے بندر کی ساری صفات رضا خانیوں میں ہیں۔ احسن تقویم میں اللہ نے پیدا فرمایا پھر وہ ثُمَّ رَدَدْنٰهُ اَسْفَلَ سَافِلِيْنَ کا نمونہ بنتے ہیں تو حق تعالیٰ نے بھی فرمادیا کُوْنُوْا قِرَدَةً خَاسِئِيْنَ۔ اس پر انھوں نے بہت گالیاں دیں۔

میں نے کہا ؎ دُشنام یار طبع حزیں پہ گراں نہیں
اے ہمنفس نزاکت آواز دیکھنا!

اس نے اس پر اور گالیاں دیں۔ میں نے کہا ؎

لگے منہ بھی چڑانے دیتے دیتے گالیاں صاحب
زباں بگڑی سو بگڑی تھی خبر لیجئے دہن بگڑا

اس نے کہا۔ آپ نے علمی وقار کو بالکل ختم کردیا۔

Scanned by CamScanner

میں نے کہا وقار اچھی چیز ہے مگر ہر جگہ کا وقار یکساں نہیں۔ ایک جگہ کا وقار یہ بھی ہے کہ گوٹہ لگا عمامہ باندھ کر سر جھکا کر بیٹھ جایئے لیکن اگر اس کو نماز میں اختیار کیا تو نماز نہیں ہوگی، وہاں تو رکوع سجدہ سب کچھ کرنا ہے اور کوئی چیز وقار کے خلاف نہیں۔ نماز پڑھتے ہیں قیام بھی کرتے ہیں، رکوع بھی کرتے ہیں، سجدہ بھی کرتے ہیں۔ جہاد میں اُچھلنا بھی پڑتا ہے بھاگنا کودنا بھی پڑتا ہے۔ وہاں اس وقار سے بیٹھے رہنے سے کام نہیں چلتا۔ اور ہر جگہ وقار ہی کی ضرورت ہے تو بتایئے شبِ زفاف میں آپ کے والدِ محترم وقار سے بیٹھے رہے تھے یا کچھ دست درازی بھی کی تھی۔ اگر دست درازی کی اور والدہ نے کہا بس وقار سے بیٹھے رہو تو مہربانی کرکے بتایئے آپ کا وجود کیسے ہوا اس پر اس نے خوب گالیاں دیں میں نے کہا آپ بے فکر رہیں ہم آپ کو گالیاں نہیں دیں گے۔ جیسے آپ نے ہمارے اکابر کو گالیاں دی ہیں۔ لہٰذا ہم نہیں کہیں گے کہ اعلیٰ حضرت حرامی تھے، اعلیٰ حضرت سُوّر تھے۔ ہم نہیں کہیں گے کیونکہ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم گالیاں نہیں دیتے تھے ہم تو سُنّت پر عمل کرتے ہیں ہاں مشرکین گالیاں دیتے تھے سو ان کی ذُرّیت آج بھی گالیاں دیتی ہے ہم آپ کو گالیاں نہیں دیں گے بے فکر رہیں۔ کیونکہ گالیاں دینا فاسق کی نشانی ہے۔ حدیث شریف میں ہے اِذَا خَاصَمَ فَجَرَ۔ ہم صاحبِ ایمان ہیں جو لوگ فاسق ہیں وہ آج بھی گالیاں دیتے ہیں آپ بے فکر رہیں، ہم آپ کو گالیاں نہیں دیں گے۔ پہلے زمیندار جوتے سے چمار کی پٹائی کیا کرتا تھا چمار گالیاں دیتا تھا۔ ہمارے پاس علمی دلائل کا جوتا موجود ہے جس چمار کے سر پر پڑے گا وہ گالیاں دے گا۔ گالیاں وہ دیتا ہے جس کے پاس شریفانہ زبان نہ ہو۔ ہمارے پاس الحمدللہ شریفانہ زبان ہے۔

اس نے کہا۔ آپ پکّے کافر ہیں۔

میں نے کہا آپ کے دامن میں کفر کے سوا اور ہے کیا جو تقسیم کریں گے۔ حضرت

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایمان کی دولت تقسیم کرنے کے لئے تشریف لائے۔ ایک لاکھ چوبیس ہزار آدمی آپ کے ذریعہ ایمان لائے۔ اعلیٰ حضرت کفر تقسیم کرنے کے لئے تشریف لائے۔ ذرا گن کر بتائیے ایک لاکھ چوبیس ہزار پورے ہوئے یا کچھ کسر باقی ہے۔

ایک شخص نے حضرت شیخ الہند رح کے اس شعر پر اعتراض کیا ؎

مُردوں کو زندہ کیا زندوں کو مرنے نہ دیا
اس مسیحائی کو دیکھیں ذری ابن مریم

یہ ذری کیا چیز ہے یہ ذرا کا مؤنث ہے؟

میں نے کہا کتنے الفاظ ایسے ہیں جو ی کے ساتھ لکھے جاتے ہیں مگر الف کے ساتھ پڑھے جاتے ہیں جیسے مصطفیٰ مجتبیٰ لیلیٰ اور بعض الفاظ میں پہلے الف کو ی کے ساتھ لکھا جاتا تھا ی لکھی جاتی تھی۔ ________________ اب

ان کا املا بدل گیا الف کے ساتھ لکھے جاتے ہیں۔ جیسے جدا، ذرا، ان سب کے آخر میں ی ہوتی تھی مگر الف کے ساتھ پڑھا جاتا تھا اب یہ الف کے ساتھ لکھے جاتے ہیں۔ اور قرآن کریم میں کم سے کم سورہ واللیل کو ہی پڑھ لیجئے۔ اس میں ہر آیت کا خاتمہ الف پر ہے مگر وہ ی کی صورت میں لکھا ہوا ہے اور الف پڑھا جاتا ہے جیسے وَاللَّیل اذا یغشیٰ تا آخر۔

اور اگر ی ہمیشہ مؤنث ہی کے لئے ہوتی ہے تو بتائیے مُشتاق نظامی میں ی کیسی ہے۔ یہ نظامی نظام کی مؤنث ہے نظام کی بیوی ہے جو اس طرح بے پردہ پھرتی ہے۔

ایک صاحب نے کہا۔ مولانا ارشاد احمد صاحب کی آنکھوں پر جو چشمہ لگا ہوا ہے جس سے وہ دیکھتے ہیں اس میں دو شقیں ہیں۔ یا تو آگے پیچھے دونوں طرف سے مولانا کو نظر آتا ہے۔ پیچھے سے نظر آنا تو غلط اور باطل ہے۔ اور اگر صرف آگے

Scanned by CamScanner

سے نظر آتا ہے تو اس میں مولانا کی کیا تخصیص، ایسی آنکھیں تو سُوّر کے بھی ہوتی ہیں۔ ایسا کہنے میں مولانا کی شان میں گستاخی تو نہیں یا بے ادبی تو نہیں۔

مولانا کو غصہ آگیا۔ میں نے کہا میں جواب دوں گا۔ یہ ان کا اعتراض تھا حفظ الایمان کی عبارت پر۔ میں نے کہا مختصر المعانی میں لکھا ہے تشبیہ کی دو قسمیں ہیں ایک کامل ایک ناقص۔ کامل جیسے ایک جگہ میلاد ہو رہا تھا۔ ایک صاحب میلاد پڑھ رہے تھے۔ ایک ان میں سے حضرت آمنہ بنا۔ دردزہ کی آواز جس طرح بچہ پیدا ہونے کے وقت ہوتا ہے کی لیٹ گیا۔ یہ تو وہ جانے اس کے آگے پیچھے سے ولادت ہوئی یا نہیں، لیکن اس نے تشبیہ کا حق ادا کر دیا۔ اسی طرح ہمارے فاضل نے حضرت مولانا ارشاد صاحب کو سُوّر کے ساتھ تشبیہ دی اور فاضل نے تشبیہ کا حق ادا کر دیا کہ مُنہ بھی بالکل سُوّر کی طرح بنا لیا کہ اگر غلیظ بھی سامنے ہوتا تو اس کو بھی کھا لیتے۔ مگر حسّی غلیظ تو ہماری برکت سے ہے نہیں البتہ معنوی غلاظت ہر وقت مُنہ میں بھری رہتی ہے وہ اب بھی بھری ہوئی ہے۔

مولانا ارشد القادری صاحب نے مولانا ارشاد صاحب سے کہا۔ اگر آپ ارشاد ہیں تو میں ارشد ہوں۔ ارشد اسم تفضیل ہے۔ ———— مولانا نے جواب دیا ارشاد مصدر ہے۔ مصدر کو تو پہچانتے ہوں گے۔ مولانا ارشد القادری نے جواب دیا جی ہاں۔ المصدر مخنث لا یذکر ولا یؤنث۔ مولانا کو غصہ آگیا۔ میں نے کہا۔ ہو سکتا ہے کہ آپ کو اپنے مصدر کے متعلق یہی تحقیق ہو اور ہو سکتا ہے صحیح بھی ہو۔ لیکن ارشد کا مصدر ارشاد نہیں ہے البتہ اگر آپ کو اپنے مصدر کی تحقیق یہی ہے تو قابلِ مبارکباد ہیں وہ جیران صالحین جنھوں نے حق جوار ادا کیا جس سے ایسے ارشد نتائج ظہور پذیر ہوئے۔

ارشاد :۔ مناظرہ سے کیا ہوتا ہے۔ زبان گندی ہوتی ہے دل گندہ ہوتا ہے

چونکہ مقصود احقاقِ حق نہیں ہوتا۔ مقصود اپنی برتری ظاہر کرنا ہوتا ہے دوسرے پر۔

ارشاد: ؎

حُسنِ صورت بے خطا ہے حُسنِ سیرت بے قصور
آفت جاں حُسنِ احساس طبیعت ہو گیا
آپ بے شک بے خطا ہیں آپ بے شک بے قصور
میری قسمت مجھ کو آزار محبّت ہو گیا

حکیم صاحب: حضرت حیدرآباد میں جب کوئی شخص جاتا ہے تو کہتا ہے آتا ہوں یہ نہیں کہتا جاتا ہوں۔

ارشاد: یہ تفاؤلاً ہے کہ جاتا ہوں پھر آتا ہوں۔

حکیم صاحب نے (اجازت طلب کرنے کے لئے) فرمایا اچھا میں حاضر ہوتا ہوں۔

ارشاد: اہلاً وسہلاً۔ آپ حاضر ہیں یا ناظر بھی۔

حکیم صاحب: جانِ ما از وصلت صد جاں شود۔

ارشاد: مرقاۃ شرحِ مشکوٰۃ میں لکھا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلّم حاضر و ناظر ہیں۔

حکیم صاحب: اچھا مرقاۃ میں ایسا لکھا ہے۔

ارشاد: جی ہاں، مرقاۃ میں ہے مگر وہ میدانِ حشر سے متعلق ہے۔ جب اُمّت کے اعمال وزن کئے جائیں گے اس وقت حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم حاضر و ناظر رہیں گے۔

اسکے بعد حکیم صاحب نے مصافحہ فرمایا اور فرمایا اگر اجازت ہو تو معانقہ بھی کروں۔ حضرت نے فرمایا اجازت ہے مگر الٹنے پلٹنے کی نہیں۔ پھر دروازہ سے باہر تک حضرت رُخصت کرنے کے لیے تشریف لائے اور فرمایا آپکے رنگ اور آپکے ساتھی کے رنگ میں فرق ہے۔

حکیم صاحب: کیا فرق ہے؟

ارشاد: یہی آپ پر جیتمہ ہے ان پر نہیں، آپ پر جُبّہ ہے اُن پر نہیں۔

حکیم صاحب: اس میں کچھ راز ہے۔ ارشاد: اگر بتا دیا تو پھر راز کہاں رہا۔

ختم شد

مجلس ۲

۱۱؍ رجب المرجب ۱۴۱۰ھ بعد عصر

مولانا شبیر صاحب مہتمم دارالعلوم زکریا اور مولانا مفتی رضاء الحق صاحب اور دیگر اساتذہ دارالعلوم زکریا حاضر خدمت ہوئے اور دوسرے حضرات بھی تھے۔ حضرت والا کی جنوبی افریقہ سے واپسی پر رنج و افسوس کا اظہار کر رہے تھے۔ حضرت والا دامت برکاتہم نے ان حضرات کی تسلّی و دلجوئی کے لئے ارشاد فرمایا۔ ؎

آ پڑے تھے مثلِ شبنم سیرِ گلشن کر چلے
دیکھ مالی باغ اپنا ہم تو اپنے گھر چلے

مفتی رضاء الحق صاحب: لیکن ہم تو یہی کہیں گے ؎

گذارے تھے خوشی کے چند لمحے انھیں کی یاد میری زندگی ہے

مفتی رضاء الحق صاحب نے اپنے رنج و غم کا اظہار تو کیا ہی دیگر حاضرین کی طرف سے بھی گویا ترجمانی کی۔

ارشاد: ______________ شُعراء نے غم فراق کو مختلف انداز سے بیان کیا ہے۔ ایک شاعر کہتے ہیں ؎

میرے اس ظلمت کدہ کو جگمگاتے جائیے
ہو سکے تو میری خاطر مُسکراتے جائیے
یا مری تسکین کا ساماں بتاتے جائیے
یا پھر اپنی یاد سے غافل بناتے جائیے

Scanned by CamScanner

ارشاد: افریقہ ہی میں ایک صاحب نے شعر سُنایا شاندار ؂

تم مرے پاس ہوتے ہو گویا
جب کوئی دوسرا نہیں ہوتا

میں نے کہا شعر ناقص ہے نا تمام ہے۔ جب کوئی دوسرا نہیں ہوتا تو اس وقت محبوب کا خیال ہوتا ہے اور جب کوئی دوسرا موجود ہے تو محبوب کا خیال نہیں اور وہ بھی گویا حقیقۃً نہیں۔ اس نے پوچھا پھر کس طرح ہونا چاہیے؟ میں نے کہا ؂

آپ کی باتوں کا رہتا ہے مجھے ہر دم خیال
جب کوئی بولا صدا کانوں میں آئی آپ کی

(اس میں ہر دم محبوب کا خیال لگا ہوا ہے حتیٰ کہ کوئی بولتا ہے تو محبوب ہی کی آواز سمجھتا ہے) ایک شاعر کہتا ہے ؂

وہ نظریں پھیرتے ہیں اور میری روح کھنچتی ہے
بلا کا ربط ہے تارِ نظر کو رشتۂ جاں سے

مفتی رضاء الحق صاحب: شاعر نے ٹھنڈی اور گرم تار دونوں ملا دی۔

ارشاد: یہ تو موسمیات کے ماہر تجویز کریں گے کون ٹھنڈی کون گرم۔

مفتی رضاء الحق صاحب: حضرت ٹھنڈی اور گرم تار دونوں ملتی ہیں تو بجلی جلتی ہے تار نظر ٹھنڈی ہے اور رشتۂ جاں گرم ہے۔

ارشاد: ایک شاعر کہتا ہے ؂

انھیں آنسو سمجھ کر تو نہ مٹی میں ملا ظالم
پیامِ دردِ دل ہے اور آنکھوں کی زبانی ہے

ایک شاعر کہتا ہے ؂

کیا جانے کوئی اشکِ ندامت کی حقیقت
کونین خریدے ہیں اسی ایک گہر سے

Scanned by CamScanner

راصل گوہر ہے. ضرورتِ شعری کی وجہ سے "گہر" پڑھا جائے گا. کسی بندہ کو اپنے اعمال پر ندامت ہو اور ندامت کے ساتھ اللہ پاک کے سامنے آنسو بھی نکل جائے اللہ پاک کو اس بندہ پر پیار آتا ہے اس کے گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں. اور بندہ حق تعالیٰ شانہٗ کا مقبول و محبوب بن جاتا ہے اور حسبِ ارشاد مَنْ کَانَ لِلّٰہِ کَانَ اللّٰہُ لَہٗ گویا کونین اس کے ہو جاتے ہیں)

اسی نظم کا ایک شعر ہے ؎

اے مسلکِ دُنیا کے ہتی مایہ مسافر
منزل ہے بہت دور، تری راہگذر سے

(جو شخص دُنیا کے لئے دُنیا کی چیزوں کی محبت کا راستہ چل رہا ہے وہ انتہائی خسارہ میں ہے اس کی رہگذر سے حقیقی منزلیں بہت دُور ہیں)

یہ جوشِ محبت نہیں اے شمعِ شبستاں
پروانہ لرز اُٹھا ہے انجامِ سحر سے

مسلک میں مرے جرم ہے ساقی سے یہ کہنا
ایک جام چھلکتا ہوا مخمور نظر سے

(ناظرین اخیر مصرعہ کو اس طرح بھی پڑھ سکتے ہیں.)

ایک جام چھلکتا ہوا محمود نظر سے

(اس میں محمود مثل مخمور، نظر کی صفت بھی ہو سکتی ہے اور محمود کو منادیٰ بھی بنایا جا سکتا ہے)

کسی شاعر نے کہا ہے ؎

کاش کہ دل دو تو ہوتے عشق میں
ایک رہتا ایک کھوتے عشق میں

Scanned by CamScanner

دیکھے ہیں کیا کیا ڈھلکتے ہم نے اشک
بیٹھے موتی سے پروتے عشق میں

مفتی رضاء الحق صاحب: اس جگہ اگر ہار ہوتا تو زیادہ موزوں ہوتا۔
بیٹھے ہار سے پروتے عشق میں

ارشاد: مجھے ہار سے مناسبت نہیں۔ ایک شاعر نے کہا ہے ؎

آنکھ نے آنسو کی سرخی چھین لی ہائے سادہ رہ گیا عنوانِ قلب

آنسو دل کے اندر سے سرخ چلا تھا (یعنی خونِ دل) جب آنکھ تک پہونچا تو آنکھ نے اس کی سرخی چھین لی کہ خود آنکھ سرخ ہوگئی آنسو سادہ رہ گیا جو درحقیقت عنوانِ قلب ہے۔ ایک شاعر نے کہا ہے ؎

آپ گر آئے نہ تھے موت تو آتی لیکن
ہجر میں وہ بھی رہی آپ کا وعدہ ہوکر
اشک آنکھوں میں رہیں شوق سے گھران کا ہے
اس کا رونا ہے بہے جاتے ہیں دریا ہوکر

ڈاکٹر اقبال نے کہا ہے ؎

اقبال چشمِ تر کا مداوا تو کیجیے غماز ہیں یہ آپ کے حالِ خراب کی
کیفیتِ تجلیِ جاناں کہاں نصیب آنکھوں میں کٹ گئیں مری راتیں شباب کی

ارشاد: ایک شاعر کہتا ہے ؎

نامہ بر ان کی کیا خبر لاتا نامہ بر کی خبر نہیں آتی!

مفتی رضاء الحق صاحب: یہ قافیہ تو بہت مشکل ہے چونکہ خبر مونث ہے (خبر نہیں آتی)

ارشاد: حضرت والا نے برجستہ یہ اشعار سنائے ؎

وائے بر حال تو سہارن پور ان کی صورت نظر نہیں آتی

Scanned by CamScanner

آگے آتی تھی حالِ دل پہ ہنسی   اب کسی بات پر نہیں آتی
موت کا ایک دن مقرر ہے   نیند کیوں رات بھر نہیں آتی

اس کے بعد فرمایا۔ حضرت علامہ انور شاہ کشمیری قدس سرہٗ کے متعلق مشہور ہے کہ اتنے ہزار اشعار شوال سے شعبان تک درس میں کسی مناسبت سے سُنا دیتے تھے کسی لغت کی تحقیق کرنا ہو یا ورکسی مفہوم کو واضح کرنا ہو۔

پہلے شاعروں میں قافیہ کا بادشاہ ذوقؔ تھا۔ بادشاہ کا اُستاد تھا ذوقؔ کا شعر ہے ؎

ساقی تبط شراب ہے تجھ بن پڑی ہوئی
خم سے الگ ایاغ سے دور اور شکستہ پر
کیا ڈھونڈے دشت گم شدگی میں کوئی کہ ہے
عنقا مرے سراغ سے دور اور شکستہ پر

بادشاہ نے فرمائش کی کہ ایک غزل ایسی کہو جو فارسی بھی ہو اور اردو بھی ہو (کہ اس کو فارسی بھی کہہ سکیں اور اردو بھی) ذوقؔ نے اس طرح کی ایک نظم کہی تھی اس کا ایک شعر یاد ہے ؎

قیامت اے دلِ ناشاد کردی   بہارِ زندگی برباد کردی

ایک جگہ ایک صوفی صاحب کے یہاں جانا ہوا انھوں نے بہت اعزاز کیا اپنی مسند پر بٹھایا اس پر میں نے ایک شعر سُنایا ؎

ہم خاک نشینوں کو نہ مسند پر بٹھاؤ
یہ عشق کی توہین ہے اعزاز نہیں ہے

اس شعر نے ان کو ایسا چھیڑا، ان پر ایک حال طاری ہوگیا، بدن حرکت کرنے لگا، اور آنکھوں سے آنسو جاری ہوگئے (مغرب کا وقت ہوگیا اذان ہوئی نماز ہوئی)

ختم شد

Scanned by CamScanner

۱۱ر رجب المرجب ۱۴۱۰ھ بعد مغرب

عرض: کھانے کے لئے بیٹھے حضرت والا کے ہاتھ دھلائے گئے۔ اس وقت ایک شخص نے دریافت کیا۔ کھانے سے قبل صرف ہاتھ دھونا ثابت ہے یا کُلّی کرنا بھی؟

ارشاد: صرف ہاتھ دھونا مستحب ہے کُلّی کرنا مستحب نہیں۔ مجمع الانہر میں ہے۔

عرض: حدیث شریف میں ہے الوضوء قبل الطعام و بعد الطعام برکۃ للطعام یہاں وضو سے صرف ہاتھوں کا دھونا مراد ہے کلی کرنا نہیں؟

ارشاد: الوضوء قبل الطعام میں ہاتھوں کا دھونا ہی بیان کیا گیا ہے۔

عرض: سُنا ہے کھانے سے قبل ہاتھ دھونے میں بہتر فائدے ہیں ان میں ایک یہ ہے کہ قرض ادا ہو جاتا ہے خواہ کتنا ہی ہو۔

ارشاد: حضرت شیخ الحدیث (نوّر اللہ مرقدہ) کو نہ بتادیا حضرت پر بہت قرضہ تھا۔ ایک دفعہ حضرت مولانا محمد الیاس صاحب قدس سرہ نے حضرت مدنی قدس سرہٗ سے کہا۔ میاں زکریا کا قرض ادا کرادو اللہ سے کہہ کر، حضرت مدنی رحمہ نے فرمایا: "آپ پیر جی ہیں کوئی عمل بتادیجئے تسخیر کا کہ اللہ میاں تابعدار ہو جائیں"۔ میں نے کہا عمل تو بتا رکھا ہے اُدْعُوْنِیْ اَسْتَجِبْ لَکُمْ مجھ سے مانگو میں قبول کروں گا۔ مانگنے پر قبولیت کا وعدہ ہے۔

عرض: حضرت مولانا الشاہ محمد مسیح اللہ صاحب دامت برکاتہم کے مجاز بالصحبۃ

حافظ ڈاکٹر عبدالقادر صاحب مدظلہ نے رخصتی کی اجازت طلب کی، ان سے رخصتی کا معانقہ فرمایا اور معانقہ فرماتے ہوئے یہ شعر ارشاد فرمایا ؎

جاتے ہو خدا حافظ ہاں اتنی گذارش ہے
گر یاد ہم آجائیں ملنے کی دُعا کرنا

عرض: حج میں عورتیں جاتی ہیں اگر گھر میں رہتی ہیں غیبتیں کرتی ہیں اس لئے اگر حرم میں لے جائیں وہیں وہ بھی نماز پڑھیں، کیسا ہے؟

ارشاد: حرم میں جو نماز کی فضیلت ہے وہ مردوں کے لئے ہے عورتوں کے لئے نہیں۔ حدیث شریف میں ہے عورتوں کا گھر میں نماز پڑھنا میری اس مسجد میں نماز پڑھنے سے بہتر ہے۔ گھر کے اندر نماز پڑھنا گھر کے صحن میں نماز پڑھنے سے بہتر ہے۔ اور گھر کے اندر کوٹھڑی میں نماز پڑھنا گھر کے اندر نماز پڑھنے سے بہتر ہے۔ اور جو غیبت کی عادت ہے وہ حرم میں بھی رہے گی اور حرم میں غیبت کرنے کا گناہ غیر حرم میں غیبت کرنے کے گناہ سے بہت زیادہ سخت ہے۔

عرض: آج کل ایسی خبریں مل رہی ہیں کہ مرد حرم میں گیا اور عورت دوسرے مرد سے باتیں کرتی ہے بعض دفعہ غیر مرد سے تعلقات بڑھا لیتی ہے اس لئے بعض لوگ اسکی نگرانی کی وجہ سے حرم میں نماز پڑھنے نہیں جاتے گھر میں ہی پڑھتے ہیں۔ اگر عورت کو حرم میں ساتھ لے جاتے تو حرم کی نماز بھی مل جاتی اور ان سب چیزوں سے حفاظت ہو جاتی۔ ایسی صورت میں کیا کرنا چاہیئے؟

ارشاد: کچھ خرابیاں گھر میں رہنے میں ہیں کچھ خرابیاں حرم میں جانے میں ہیں جونسی ہلکی ہوں ان کو اختیار کرلے۔ مَنِ ابْتُلِيَ بِبَلِيَّتَيْنِ فَلْيَخْتَرْ أَهْوَنَهُمَا۔

عرض: ایک میرے دوست کے یہاں اولاد نہیں ہوتی، اس کیلئے کوئی عمل بتائیے

ارشاد: جب عورت حیض سے پاک ہو تین انڈے ابال لیں۔ ان کو چھیل کر

Scanned by CamScanner

ایک انڈے پر وَالسَّمَاءَ بَنَيْنٰهَا بِاَيْدٍ وَّاِنَّا لَمُوْسِعُوْنَ دوسرے پر وَالْاَرْضَ فَرَشْنٰهَا فَنِعْمَ الْمٰهِدُوْنَ تیسرے پر وَمِنْ كُلِّ شَیْءٍ خَلَقْنَا زَوْجَيْنِ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ لکھیں۔ اوّل کو مرد دوسرے کو عورت تیسرے کو مشترک طور پر دونوں مرد عورت کھائیں اس کے بعد ملاقات کریں۔

عرض: بارہویں صدی کے مشہور مشائخ کون ہیں؟

ارشاد: حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ، حضرت مرزا مظہر جان جاناں صاحبؒ، حضرت مولانا فخر الدین صاحب دہلوی رحؒ وغیرہم۔

عرض: بارہویں صدی کے مزید مشائخ کے حالات کے لئے کیا کتابیں دیکھی جائیں؟

ارشاد: ارواحِ ثلاثہ، حدائق الحنفیہ، الفوائد البہیہ، اتحاف النبلاء۔

عرض: تیرہویں چودہویں صدی کے مشہور مشائخ کون ہیں؟

ارشاد: حضرت مولانا احمد علی محدث سہارن پوریؒ، حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی رحؒ، حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحؒ اور ان کے اقران و تلامذہ حضرت شیخ الہند مولانا محمود الحسن صاحبؒ، حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوری رحؒ، حضرت مولانا عبدالرحیم صاحب رائے پوری رحؒ، حضرت مولانا عبدالقادر صاحب رائپوری، حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ، حضرت مولانا حسین احمد صاحب مدنی رحؒ، حضرت مولانا عبدالغنی صاحب پھولپوری رحؒ، حضرات مولانا عبدالشکور صاحب لکھنوی رحؒ وغیرہم۔

عرض: بریلوی لوگ پاکستان وغیرہ سے آتے ہیں تو ان کے ساتھ بڑا مجمع ہوتا ہے۔ وعظ میں بھی بہت لوگ ہوتے ہیں۔ اپنے حضرات کے ساتھ اتنا مجمع نہیں ہوتا وعظ میں بھی اتنا مجمع نہیں ہوتا۔

ارشاد: جب نبوت کا اعلان ہوا۔ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے توحید کی

دعوت پیش فرمائی۔ ادھر ابو جہل نے لوگوں کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف ورغلایا
تو لوگ ابو جہل کے ساتھ زیادہ تھے یا حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حضرت
موسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کو نبی بنا کر فرعون کے پاس بھیجا گیا تو لوگ حضرت
موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ زیادہ تھے یا فرعون کے ساتھ؟ حضرت نوح علیہ
السلام نے اپنی قوم کو توحید کی دعوت پیش کی تو قوم نے جواب دیا وَمَا نَرٰىكَ اتَّبَعَكَ
اِلَّا الَّذِيْنَ هُمْ اَرَاذِلُنَا بَادِيَ الرَّاْيِ۔

حدیث شریف میں ہے بَدَأَ الْاِسْلَامُ غَرِيْبًا وَسَيَعُوْدُ غَرِيْبًا فَطُوْبٰى
لِلْغُرَبَاءِ اسلام کی ابتداء ایسی حالت میں ہوئی کہ اسلام اجنبی و بے پہچان تھا لوگ
اس کو اچھوت سمجھتے تھے اور عنقریب پھر اسلام اجنبی بے پہچان پردیسی مسافر کی طرح
ہو جائے گا۔ پس مبارکباد اور خوشخبری ہے ان لوگوں کے لئے جو ایسی حالت میں اسلام
کو قبول کریں جس کی وجہ سے لوگ ان کو اجنبی مسافر بے پہچان کی طرح سمجھیں۔

اصل چیز اللہ جل شانہٗ کے نزدیک مقبولیت و محبوبیت ہے۔ اور اللہ پاک کے
نزدیک مقبولیت و محبوبیت کی نشانی یہ نہیں کہ عوام کی بھیڑ ان کے ساتھ ہو بلکہ یہ ہے کہ
صلحاء اس کی طرف متوجہ ہوں۔

شعبدہ بازیوں کے ذریعہ عوام کی بھیڑ اکٹھا کرنا آسان ہے۔ کھیل تماشوں میں
بھیڑ ہو ہی جاتی ہے۔ جب فاؤنٹن پین چلا عام طور پر لوگ واقف نہیں تھے۔ کسی
طرح ایک صوفی صاحب کے پاس پہونچ گیا۔ لوگوں میں شہرت ہوگئی کہ پیرجی کے
پاس کرامتی قلم ہے جو بلا روشنائی کے لکھتا ہے۔ اب یہ کرامتی قلم سب کی جیب
میں لگا ہوا ہے۔

عرض: مولانا بایزید صاحب مدظلہ نے عرض کیا قرآن شریف میں ہے فَهَلْ
عَسَيْتُمْ اِنْ تَوَلَّيْتُمْ اَنْ تُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ وَتُقَطِّعُوْٓا اَرْحَامَكُمْ الآیۃ

اس آیت کا کیا مطلب ہے؟

ارشاد: اس میں کونسا لفظ ایسا ہے جس کے معنی نہیں جانتے۔

عرض: مولانا عبدالحق (عمرجی) صاحب دامت برکاتہم نے سوال کیا، کوئی شخص مرجاتا ہے تو حکومت اس پر ڈیوٹی لگاتی ہے لوگ ایسا کرتے ہیں کہ اس ڈیوٹی کا بیمہ نکالتے ہیں یہ کیسا ہے؟

ارشاد: شاخوں کو کریدتے ہیں جڑ کو نہیں اکھاڑتے۔

عرض: یہ تو حکومت ہی ایسا کرتی ہے۔

ارشاد: وہی تو جڑ ہے۔ حضرت مدنی رح جب انگریز کی مخالفت فرمارہے تھے۔ فرمایا کرتے تھے، ظالم حکومت نہیں رکھنی۔

میں نے حضرت مدنی رح سے پوچھا، انگریز کی ریل میں بلاٹکٹ اپنی عزت کی حفاظت کے ساتھ سفر کرنا کیسا ہے؟ فرمایا جائز ہے بالکل جائز ہے اس کو جس طرح بھی نقصان پہونچایا جائے جائز ہے۔

عرض: حضرت شیخ الہند رح نے جو تحریک چلائی تھی کیا اس میں اپنے لوگوں نے ہی راز ظاہر کردیا تھا۔

ارشاد: یہ تو ظاہر ہے، راز کی بات نہیں۔

عرض: مولانا محمد یونس صاحب بگھرے والے تھے تقریر میں اشعار پڑھتے تھے ان کی تقریر بہت مقبول ہوتی تھی۔

ارشاد: جس زمانہ میں مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رح نے کتاب غایات النسب لکھی اس کے خلاف بہت ہنگامہ ہوا۔ دیوبند کے لوگوں نے بھی سخت ہنگامہ کیا۔ اس کو ختم کرنے کے لئے دارالعلوم کی طرف سے ایک جلسہ کیا گیا جسمیں مختلف علماء نے تقریریں کیں، لیکن ہنگامہ ختم نہیں ہوا۔ حضرت مدنی رح نے بھی تقریر کی۔ پھر اخیر میں مولانا

Scanned by CamScanner

محمد یونس صاحبؒ کی تقریر ہوئی۔ مولانا نے تقریر کی ابتداء اس طرح کی :-
"آپ حضرات نے بندر کا تماشا دیکھا ہوگا۔ بندریا روٹھ جاتی ہے بندر اس کو ڈگڈگی لیکر منانے جاتا ہے۔ اسی طرح ہم ڈگڈگی لیکر آپ حضرات کو منانے کیلئے آئے ہیں"۔
مولانا کی تقریر سے لوگ خوش ہوئے ہنگامہ ختم ہوگیا۔

عرض: یہ جو کہا جاتا ہے کہ عجم کے اندر کفارت کا اعتبار نہیں، عجم سے کون لوگ مراد ہیں؟
ارشاد: وہ لوگ مراد ہیں جو غیر عرب کے رہنے والے ہیں اور انھوں نے وہیں اسلام قبول کیا۔

عرض: ہمارے لئے کفو کا مسئلہ کیا ہے؟
ارشاد: شرح وقایہ میں لکھا ہے کہ اعجام نے اپنا نسب محفوظ نہیں رکھا اس لئے ان میں نسباً کفو کا اعتبار نہیں۔

عرض: حضرت! بہت سی لڑکیاں غیر کفو میں شادیاں کرلیتی ہیں اور پھر مزاج میں مناسبت نہیں ہوتی۔ کچھ مدت بعد ہی اختلافات شروع ہوجاتے ہیں اور بڑی بدمزگی ہوتی ہے اور بہت دفعہ طلاق کی نوبت آجاتی ہے۔
ارشاد: جی ہاں! حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی پھوپھی زاد بہن حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی شادی حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمادی تھی۔ حضرت زید رضی اللہ عنہ گو غلام نہیں تھے خالص عرب تھے لیکن غلامی کا دھبہ آچکا تھا جس کی وجہ سے دونوں میں موافقت نہیں ہوسکی اور طلاق کی نوبت آئی۔

عرض: مولانا عبدالحق صاحب مدظلہ ڈربنی (عرف عمرجی) نے عرض کیا پاکستان کے ایک اخبار میں مولانا ڈاکٹر سلمان صاحب (جو مولانا سید سلیمان صاحب ندویؒ کے صاحبزادہ ہیں) کا مضمون شائع ہوا ہے کہ ہم ہندوستان چھوڑ کر پاکستان آئے تھے۔ اس کی وجہ یہ نہیں تھی کہ ہم کو وہاں کوئی پریشانی تھی۔ یہاں سے زیادہ راحت

وہاں حاصل تھی، بلکہ ایک اسلامی ملک ہونے کی وجہ سے پاکستان آئے۔ مگر میں اپنے اسفار میں دیکھتا ہوں کہ دن بدن پاکستان تیزی سے بے دینی کی طرف جا رہا ہے۔

ارشاد: صدر ضیاء الحق صاحب مرحوم سے پہلے میرے ایک عزیز پاکستان اپنے عزیزوں سے ملاقات کے لئے گئے۔ عزیزوں کے یہاں جاکر ٹھہرے، رمضان کا مہینہ تھا ان کا روزہ تھا اور ان عزیزوں میں کسی کا روزہ نہیں تھا۔ شام کو روزہ افطار کیا۔ اگلے روز پھر روزہ رکھنا تھا۔ عزیزوں نے کہا جو کھانا ہے ابھی (رات میں ہی) کھالینا سحری کا انتظام یہاں نہیں ہو سکے گا۔ بس جلد ہی وہ وہاں سے واپس آ گئے۔

حکیم عبدالرشید محمود صاحب عرف حکیم ننو میاں پاکستان تشریف لے گئے مگر جلد واپس آ گئے۔ انھوں نے بتایا کہ بیٹھے باتیں کر رہے ہیں اذان ہو رہی ہے کسی کو کوئی احساس نہیں۔ اتنی نماز کبھی قضا نہیں ہوئی جتنی وہاں ہوئی۔ اس لئے جلدی سے بھاگ آیا۔

اور جب تازہ تازہ پاکستان بنا ہندوستان کے لوگ حج کرنے کے لئے جاتے عرب کے لوگ پوچھتے ہندوستانی۔ پاکستانی۔ اگر بتاتے ہندوستانی تو سلام کا جواب تک نہ دیتے۔ اتنی نفرت کرتے تھے۔

مولانا عبدالحق صاحب: جب پاکستان بنا علامہ انور صابری صاحب نے کہا تھا ؎

چاروں طرف میخانے ہونگے گردش میں پیمانے ہونگے
رندوں کی تلوار کے نیچے مذہب کے دیوانے ہونگے

واقعی یہی حال ہو رہا ہے۔

عرض: بے نظیر کے بیٹی پیدا ہوئی اس کا نام رکھا بخت آور۔

ارشاد: بخت آور، سخت آور ہے یا تخت آور۔

مفتی رضاء الحق صاحب: اسکی ماں قہر دادر ہے۔

Scanned by CamScanner

عرض: حضرت! کیا حضرت رائپوریؒ پاکستان بننے کے حامی تھے؟

ارشاد: حضرت مولانا عبدالقادر صاحب رائپوری قدس سرہٗ فرماتے تھے کہ حضرت مدنی رہنے ہاتھ پر سرسوں اُگا کر دکھادی یعنی دونوں کو اس طرح پلٹ دیا۔ ایک دفعہ جمعیۃ العلماء کی طرف سے بھی الیکشن میں نمائندے کھڑے کئے گئے۔ حضرت مدنی قدس سرہٗ نے حضرت رائپوری قدس سرہٗ کو لکھا کہ حمایت کریں۔ حضرت رائپوری قدس سرہٗ نے اپنے لوگوں کو حمایت کے لئے خطوط لکھوائے اور فرمایا "میرے پاس کوئی عمل نہیں ذریعۂ نجات سمجھ کر حمایت کردی"۔ حضرت رائپوری قدس سرہٗ کانگریس کے حامی تھے۔ فرمایا کرتے تھے "سمجھ میں تو آتی نہیں، پر حضرت مدنی سے مخالفت کرنا جنت سے ہاتھ دھونا ہے"۔

ایک شخص نے رائپور خانقاہ میں پاکستان بننے کے لئے دُعا کا اعلان کیا۔ حضرتؒ رائپوری قدس سرہٗ نے فرمایا۔ پاکستان بننے کے ہم مخالف نہیں باقی ہم حضرت مدنی کے ساتھ ہیں۔

ایک دفعہ حضرت مدنی قدس سرہٗ رائپور تشریف لانیوالے تھے وہاں اکثر لوگ لیگ کے حامی تھے۔ انھوں نے حضرت مدنی قدس سرہٗ کے ساتھ گستاخی کرنے کا ارادہ کیا حضرت مولانا عبدالقادر صاحب رائپوری قدس سرہ کو اس کا علم ہوگیا۔ تو نہر پر آکر بیٹھ گئے حضرت مدنی قدس سرہ کو ساتھ لے جانے کے لئے، تاکہ کوئی گستاخی نہ کرسکے۔

بڑے حضرت رائپوری (حضرتؒ مولانا عبدالرحیم صاحب) قدس سرہٗ کا جب انتقال ہوا حضرت سہارنپوری (مولانا خلیل احمد صاحب) قدس سرہٗ نے خواب دیکھا کہ سورج غروب ہوگیا اندھیرا چھاگیا۔ آنکھ کھُل گئی اور حضرت قدس سرہٗ پر اس خواب کا بہت اثر ہوا پھر نیند نہیں آئی۔ اہلیہ نے پوچھا کیا پریشانی ہے بتایا اس طرح خواب دیکھا ہے اس کا مطلب یہ بھی ہوسکتا ہے کہ شاید حضرت شیخ الہند کو قید میں کچھ پریشانی ہو۔ دوسرے یہ کہ حضرتؒ رائپوری کے وصال کا وقت قریب ہو۔ حضرتؒ رائپوری قدس سرہٗ سخت علیل بھی چل رہے تھے پھر

اسی کو ترجیح دی. علی الصباح رائپور حاضر ہوئے. حضرت رائپوری نے فرمایا. اپنا قدم میرے سینہ پر رکھدو. حضرت سہارنپوری قدس سرہ نے قدم تو نہیں اپنا ہاتھ سینہ پر رکھا. اسی حالت میں انتقال فرمایا.

حضرت سہارنپوری قدس سرہ نے حضرت مولانا عبدالقادر صاحب قدس سرہ سے پوچھا کہ حضرت شیخ الہند (قدس سرہ) کی تحریک کے سلسلہ میں حضرت کی کیا رائے تھی فرمایا مجھے حضرت نے کرایہ کے پیسے دیئے تھے اور فرمایا تھا سہارنپور جاؤ اور حضرت مولانا خلیل احمد صاحب (قدس سرہ) جب بیعت علی الجہاد کریں تو میری طرف سے بیعت علی الجہاد کرنا. لیجئے میں تو حاضر ہوں بیعت کر لیجئے. اور اپنے خاص لوگوں سے بڑے حضرت رائپوری نے فرمایا تھا کہ جب حضرت شیخ الہند جیل سے آجائیں تو اپنے آپ کو ان کے حوالے کر دینا.

عرض: بہت سے لوگ حضرت شیخ الہند (قدس سرہ) پر اعتراض کرتے ہیں کہ پیری مریدی چھوڑ کر تحریک میں لگ گئے.

ارشاد: پیری مریدی اصل ہے یا اشاعتِ دین. یہ تو اشاعتِ دین کا ایک طریقہ ہے نہ یہ کہ اصل مقصود یہی ہے ورنہ پھر بریلویوں پر ہی کیوں اعتراض کرتے ہیں. یہ کام تو وہ بھی خوب کرتے ہیں.

حضرت شیخ الہند (قدس سرہ) سے مدرسہ کے بارے میں پوچھا گیا. فرمایا اُستاذ (حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی قدس سرہ) نے فرمایا تھا "پچاس سال اس کی حفاظت کرنا"

منشاء یہ تھا کہ پچاس برس تک انھیں اُصولوں پر چلے گا.

ختم شد

مجلس ۴

۱۱ رجب المرجب ۱۴۱۰ھ بعد نماز عشاء

عرض :- مولانا عبد الحق صاحب (عرف عمر جی) ڈربنی دامت برکاتہم نے دریافت فرمایا۔ ہمارے یہاں افریقہ میں جو کاروباری نچلے درجے کے ہوتے ہیں ان میں یہ صورت پیش آتی ہے کہ والد کے انتقال پر مکان فروخت کرنا پڑتا ہے چونکہ سب میراث تقسیم کرنا چاہتے ہیں۔ اپنے پاس اتنی رقم نہیں ہوتی کہ کوئی ایک مکان کو رکھ کر اس کی بقیہ رقم بھائیوں کو اپنے پاس سے دیدے۔ مجبوراً مکان فروخت کرنا پڑتا ہے کوئی دوسرا شخص ہی اس کو خریدتا ہے اور قیمت بھی اصل قیمت سے کم ہی ملتی ہے۔ اور والد کا منشاء تھا کہ اولاد مکان میں رہے گی۔ اس سے بچنے کے لئے کیا یہ صورت کر سکتے ہیں کہ مکان کچھ بیٹوں کو فروخت کر دیا جائے اور یہ شرط کر لی جائے کہ تاحیات ہم اس میں رہیں گے اور اتنی اتنی رقم دوسرے بھائیوں کو ادا کرنا ہوگا۔

ارشاد : جائز نہیں، یہ شرط مفسدِ بیع ہے۔

عرض : پھر کیا صورت کی جائے کہ جائداد محفوظ رہے فروخت نہ ہو سکے ورثہ خود بھی اس میں تاحیات رہیں۔

ارشاد : وقف علی الاولاد کر دی جائے اس میں اپنے رہنے کی شرط بھی کر سکتے ہیں

عرض : اس میں یہ ہوتا ہے کہ جو دبنگ ہوتا ہے کچھ عرصہ بعد عموماً وہ مالک

Scanned by CamScanner

بن بیٹھتا ہے۔ دوسرے محروم ہو جاتے ہیں۔

ارشاد: وقف نامہ میں سب طے کر لیا جائے کہ صرف اولاد پر وقف ہے یا ان کی اولاد پر بھی، اور اگر بالفرض اولاد نہ رہے تو پھر مسجد کے لئے استعمال ہو یا پھر اس کو سرائے بنا دیا جائے یا غرباء کے استعمال میں آئے وغیرہ وغیرہ۔

عرض: اس سب کے باوجود متعلقہ کر لیتے ہیں لوگوں میں دینداری کہاں ہے جو ان سب شرطوں کی پابندی کریں۔ ہمارے یہاں تو یہ بھی ہوتا ہے کہ والد کے انتقال کے بعد بیٹے والدہ کو اپنے ساتھ رکھنے کے لئے تیار نہیں ہوتے۔ والدہ بیچاری ماری ماری پھرتی ہے۔

ارشاد: چاہے حقیقی والدہ ہی ہو۔

عرض: جی چاہے حقیقی والدہ ہی ہو۔ اس کے لئے کیا یہ صورت کر سکتے ہیں کہ بیوی کو پچیس تیس برس کے لئے مکان کرایہ پر دیدیا جائے اور عموماً عمر طبعی اتنی نہیں ہوتی۔ پھر مکان کا اولاد کو مالک بنا دیا جائے یا ان کو بیع کر دیا جائے تاکہ والدہ کو نہ نکال سکیں۔

ارشاد: کر سکتے ہیں۔

عرض: کیا بیوی کے لئے وصیت کر سکتے ہیں کہ اتنی جائداد بیوی کو دی جائے

ارشاد: بیوی کو اس کا حصہ وراثت ملے گا۔ یہ وصیت اس کے حق میں درست نہیں۔ لَا وَصِيَّةَ لِوَارِثٍ۔ الحدیث۔

عرض: کاروباری لوگ ایسا کرتے ہیں کہ اخیر وقت میں بیوی کے لئے اولاد کو کہتے ہیں کہ دو ہزار رینڈ ماہانہ اپنی والدہ کو دیا کرنا۔ دو ہزار رینڈ تو اس کے اخراجات کے لئے اس وقت تو کافی ہوتے ہیں مگر چند سال کے بعد یہ رقم اس کے اخراجات کے لئے ناکافی ہو جاتی ہے۔ اگر اس کے بجائے ایسا کریں کہ جائداد کا

Scanned by CamScanner

کوئی حصہ بیوی کو دیدیا جائے تو اس کی قیمت بڑھتی رہے گی جائداد کا کرایہ بھی بڑھتا رہے گا۔ بیوی کے اخراجات پورے ہوتے رہیں گے، مگر لوگ ایسا نہیں کرتے کیا لوگوں کو اس پر آمادہ کرسکتے ہیں؟

ارشاد: کرسکتے ہیں۔ یہ صورت صحیح ہے۔ مگر اس کی وجہ سے وہ اپنے حصۂ شرعی سے محروم نہیں ہوگی۔ اس کا حصۂ وراثت اس کو پھر بھی ملے گا۔

عرض: یہاں بعض لوگ قانونی پریشانی سے بچنے کے لیے، کہ زیادہ جائداد ہو تو حکومت ٹیکس زیادہ لیتی ہے اس سے بچنے کے لئے جائداد کا کوئی حصہ بیوی کے نام کردیتے ہیں۔ شوہر کے انتقال پر کیا وہ جائداد جو اس نے بیوی کے نام کردی تھی تقسیم ہوگی۔

ارشاد: اس پر گواہ بنالے کہ جو جائداد بیوی کے نام کی ہے وہ صرف قانونی پریشانی سے بچنے کے لئے ہے، مالک بنانا مقصود نہیں پھر تقسیم ہوگی۔

عرض: حضرت اقدس مفتی صاحب زید مجدہم استنجے وغیرہ سے فراغت فرماکر مجلس خانہ میں تشریف لائے۔ مجمع میں کچھ حضرات کھڑے ہوئے، کچھ حضرات بیٹھے رہے۔ بیٹھے رہنے والوں میں مولانا بایزید صاحب دامت برکاتہم بھی تھے۔ مولانا موصوف زید مجدہم نے عرض کیا۔ حضرت! ہم آپ کے لئے تعظیماً کھڑے نہیں ہوئے چونکہ حضرت مدنی رح کھڑے ہونے والوں سے ناراض ہوتے تھے۔

ارشاد: مجھے اس کا خیال بھی نہیں ہوتا کون کھڑا ہوا کون کھڑا نہیں ہوا البتہ جو کھڑا ہوتا ہے اس سے انقباض ضرور ہوتا ہے کہ یہ شخص کتنا بھولا ہے کہ میرے لئے کھڑا ہوتا ہے۔ حالانکہ میرے اوپر زمین سے آسمان تک گناہوں کا بوجھ ہے۔ غصہ تو نہیں آتا۔ حضرت مدنی رح تو ناراض بھی ہوتے تھے۔

عرض: حضرت مدنی قدس سرہٗ کیا پنکھا جھلنے سے بھی ناراض ہوتے تھے؟

Scanned by CamScanner

ارشاد: جی ہاں! پنکھا جھلنے سے بھی ناراض ہوتے تھے۔ سہارنپور شیخ (قدس سرہٗ) کے یہاں تشریف لے جاتے۔ شیخ (قدس سرہٗ) کسی طالب علم کو پنکھا جھلنے کھڑا کردیتے۔ فرماتے "کہیں ثابت ہے۔ میں نے ایک دفعہ روایت تلاش کی مل گئی۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ مسجدِ نبوی میں نمازیوں کو پنکھا جھلتے تھے اِدھر سے اُدھر، اُدھر سے اِدھر جھلتے پھرتے۔ میں نے شیخ قدس سرہٗ کو دکھادی۔ حضرت شیخ (قدس سرہٗ) نے اس کو چھپاکر رکھ لیا اور پھر جب تنہائی ہوئی فرمایا کہ اگر روایت دکھادی پھر تو صحیح ہے۔ شیخ (قدس سرہٗ) نے فرمایا۔ بخاری ومسلم کی روایت تو ہے نہیں باقی ایسی کتاب کی روایت ہے جس کو آپ کے مدرسہ دارالعلوم دیوبند کے مہتمم نے لکھا ہے اور دارالعلوم کے شیخ الادب والتفسیر نے حاشیہ لکھا ہے اور دارالعلوم میں داخلِ درس ہے۔

اس کے بعد سے پنکھا جھلنے سے حضرت مدنی قدس سرہٗ ناراض نہیں ہوتے تھے۔

عرض: حضرت زید مجدہم کا مجلس خانہ (محترم مولانا محمد ابراہیم صاحب افریقی زید مجدہم کے مکان پر ایک کمرہ میں حضرت زید مجدہم کا قیام رہتا ہے۔ ایک بڑا کمرہ ہے اس میں مجلس بھی ہوتی ہے جماعت بھی ہوتی ہے) مہمانوں سے کھچا کھچ بھرا ہوا تھا۔ اس پر حضرت نے ارشاد فرمایا۔

ارشاد: سہارنپور میں ایک بزرگ میاں عبدالرحیم صاحب (قدس سرہٗ) تھے۔ ایک کوٹھری میں رہتے تھے۔ سارے مریدین بعض دفعہ کئی سو کی تعداد میں ہوتے سب اسی کوٹھری میں آجاتے۔ ایک قینچی پاس رہتی تھی کسی کا پائجامہ ٹخنوں سے نیچا دیکھتے اس کو کاٹ دیتے۔ کسی کی مونچھ بڑھی ہوئی ہوتی اس کو کاٹ دیتے کسی سے پوچھتے نہیں تھے کسی کو ناگواری بھی نہیں ہوتی تھی۔

ایک دفعہ رات کے وقت ایک جادو کی ہنڈیا اُڑی جارہی تھی۔ ان کی نظر پڑگئی۔ فرمایا اللہ کے بعض بندے ایسے ہیں کہ اگر اس کو اس طرح اشارہ کردیں

Scanned by CamScanner

تو وہ نیچے اُتر آئے اور بتائے مجھے فلاں نے بھیجا ہے فلاں کے پاس بھیجا ہے۔ اور اگر اشارہ کردوں کہ اللہ کے نام سے واپس ہو جا تو وہ واپس ہو جائے۔ چنانچہ حضرت (قدس سرہٗ) کے اشارہ کے ساتھ وہ نیچے اُتر آئی اور اس نے بتایا فلاں نے بھیجا فلاں کے پاس بھیجا اور اشارہ کرتے ہی واپس لوٹ گئی۔

حضرت مدنی قدس سرہٗ بھی جادو کے لئے تعویذ دیتے تھے مرغ کے خون سے لکھنے کا "جادو برسرِ جادوگر" کہ سرکی سیدھ میں اوپر ٹانگ دیا جائے۔

حضرت میاں عبدالرحیم صاحب قدس سرہٗ کو کشف بہت ہوتا تھا۔ کشف کے ذریعہ مریدین کے حالات دریافت فرمالیتے پھر ان کو خطوط لکھواتے۔ میرا چاند ایسا نہیں کیا کرتے، میرا چاند ایسا نہیں کیا کرتے۔

حضرت مولانا عبدالرحیم صاحب رائے پوری قدس سرہٗ اوّلاً انھیں سے مرید تھے ایک دفعہ حج کو جانے کا ارادہ کیا۔ کراچی پہنچ گئے۔ جہاز پر جانے کیلئے تیار تھے۔ ڈاکیہ خط لئے پھر رہا ہے دیکھا مولانا کا خط ہے اس میں لکھا تھا میرا چاند اس جہاز سے نہ جانا۔ چنانچہ ایسا ہی کیا۔ معلوم ہوا وہ جہاز طغیانی میں آیا اور اس میں سوار ہونے والوں کو حج نہیں مل سکا۔ بعد والا جہاز بعافیت پہونچا۔

میاں عبدالرحیم صاحب قدس سرہٗ کے انتقال پر فکر ہوئی کس سے رجوع کریں حالانکہ ان کی طرف سے اجازتِ بیعت بھی ہو گئی تھی۔ کلیر حاضر ہوئے رات کو سونے کے لئے لیٹے۔ صحن میں ہلکی سردی تھی ہلکی رضائی اوڑھ کر لیٹے جس پر ٹپ ٹپ کی آواز شروع ہوئی جیسے بوندیں گر رہی ہوں نیند نہیں آئی۔ باہر سے اندر چھت میں آگئے تب بھی برابر آواز آرہی ہے نیند نہیں آئی۔ کچھ دیر بعد پھر باہر آکر لیٹے پھر وہی ٹپ ٹپ کی آواز آئی تو مزار پر حاضر ہوئے۔ آواز آئی۔ عبدالرحیم خیال ہوا کوئی دوسرا اس نام کا ہو مگر پھر سمجھے کہ مجھ کو ہی پکار رہے ہیں۔

Scanned by CamScanner

اور آواز مزار کے اندر سے آرہی ہے۔ پھر آواز آئی ہمارے سلسلہ کا نور تو آج گنگوہ میں ہے۔

تو پھر گنگوہ حاضر ہوئے بیعت کی درخواست کی۔ حضرت گنگوہیؒ نے فرمایا آپ کو کیا ضرورت ہے آپ تو خود پیر ہیں۔ یہ واپس آئے اور سب مُریدین سے آکر فرمایا مجھے معاف کریں کسی اور سے بیعت ہو جائیں۔ پھر جاکر بیعت کی درخواست کی۔ حضرت نے بیعت فرمالیا۔ کسی نے پوچھا پہلے پیر اور دوسرے پیر میں کیا فرق پایا۔ فرمایا دوسرے پیر کے یہاں حُبِّ جاہ کا سر قلم پایا۔

مشائخ کا مقولہ ہے کہ صدّیقین کے قلب سے جو رذیلہ سب سے آخر میں نکلتا ہے وہ حُبِّ جاہ ہے۔

انبالہ میں ایک بزرگ تھے سائیں توکّل شاہ، کچھ جذب کا اثر تھا۔ ایک کُتّے کا بچّہ ہر وقت چھاتی سے لپٹائے رہتے تھے۔ مسجد میں رہتے تھے مگر اس بچہ کی نہ کبھی رال مسجد میں دیکھی گئی نہ پیشاب وغیرہ۔ ایک مولانا تھے ان کو تنبی والا کہتے تھے۔ تنبی پنجابی زبان میں پائجامہ کو کہتے ہیں۔ یہ پائجامہ پہنتے تھے اس لئے تنبی والا کہتے تھے۔ انھوں نے ایک روز اس بچّہ کو چھین کر پھینک دیا کہ کیا اس کو لئے پھرتے ہو۔ اس کے بعد وہ بچہ کبھی نظر نہیں آیا۔ کہاں گیا۔ واللہ اعلم۔ سُنا ہے کہ اپنے نفس کو اس کی شکل میں اس طرح رکھتے تھے۔ واللہ اعلم۔ مولانا نے ان کو باہر لاکر غسل دیا اور فرمایا اب تم پاک ہوئے۔

ان کو وجد آگیا۔ ہون میں پاک ہوگیا تنبی والا کہتا ہے۔ ہون میں پاک ہو گیا۔ ہوَن پنجابی زبان میں "اب" کو کہتے ہیں۔ ہون میں پاک ہوگیا یعنی اب میں پاک ہوگیا اُمّی تھے مگر حال یہ تھا مولانا فتویٰ لکھ رہے سمجھ میں نہیں آتا۔ سائیں توکّل شاہ اُدھر کو گذرے فرماتے۔ تنبی والے فلاں مسئلہ نہیں آتا۔ فتاویٰ عالمگیری کی

فلاں جلد میں لکھا ہے اس طرح ہے۔
سائیں توکل شاہ صاحب سے کسی نے حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی قدس سرہٗ کے فتویٰ کے بارے میں پوچھا کہ صحیح ہے یا نہیں، ناراض ہو گئے، چہرہ سرخ ہو گیا اور فرمایا۔ میاں رشید احمد کے فتویٰ کے بارے میں مجھ سے پوچھتے ہو، میں ان کو مجلس نبوی میں مسندِ افتاء پر دیکھتا ہوں۔

حضرت مولانا عبدالقادر صاحب رائپوری (قدس سرہٗ) نے مجھ سے بیان فرمایا شاہ امیر خان صاحب امیر الروایات والے جن سے حضرت تھانوی قدس سرہٗ نے روایات کو جمع کرایا جس کا نام امیر الروایات رکھا، وہ فرماتے تھے کہ حضرت گنگوہی (قدس سرہٗ) سے میں نے خود سنا۔ فرمایا۔ خواب میں حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجدِ نبوی میں منبر پر کھڑا کر کے مجھ سے سوالات کئے۔ میں نے سب کا جواب فقہِ حنفی کے مطابق دیا۔ اس کے بعد حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فتویٰ دینے کی اجازت مرحمت فرمائی۔
ممکن ہے یہی حالت سائیں توکّل شاہ کو مکشوف ہوئی ہو۔

عرض: حضرت! کیا مولوی عبدالسمیع صاحب بیدل نے دیوبند پڑھا تھا؟
ارشاد: نہیں۔ مکہ مکرمہ میں مولانا رحمت اللہ صاحب کیرانوی قدس سرہٗ سے پڑھا تھا۔

عرض: لیکن اس کے باوجود وہ دوسری لائن (بریلویت) کی طرف چلے گئے۔
ارشاد: مگر مولوی عبدالسمیع صاحب ہمارے اکابر کو برا نہیں کہتے تھے، بلکہ احترام کرتے تھے۔ انوارِ ساطعہ انھوں نے لکھی۔ اس کے رد میں براہینِ قاطعہ لکھی گئی مگر انوارِ ساطعہ میں کوئی سخت لفظ نہیں۔

ایک دفعہ کسی تقریب میں گنگوہ آئے تو حضرت گنگوہی قدس سرہٗ سے ملاقات

کے لئے بھی آئے۔ حضرت گنگوہیؒ نے بھی دعوت فرمائی کہ جی چاہتا ہے ایک وقت کا کھانا میرے یہاں قبول کرلیں۔ انھوں نے قبول کرلیا۔ اس کی اطلاع بذریعہ خط حضرت گنگوہی قدس سرہٗ نے حضرت نانوتوی قدس سرہٗ کو دی کہ مولوی عبدالسمیع آئے تھے۔ میں نے بھی دعوت کی کھانا کھایا مگر کسی اختلافی مسئلہ کا ذکر نہیں آیا۔ اگر وہ چھیڑتے تو کسر میں بھی نہ چھوڑتا۔

عرض: عوام کے لئے اہلِ حق کی پہچان کی آسان کیا صورت ہے؟

ارشاد: حدیث پاک میں ہے جب اللہ جلّ جلالہٗ وعمّ نوالہٗ کسی بندہ سے محبت فرماتے ہیں حضرت جبریل علیہ السّلام کو حکم فرماتے ہیں مجھے فلاں بندہ سے محبت ہے تم بھی اس سے محبت کرو حضرت جبرئیل علیہ السّلام بھی اس سے محبت فرمانے لگتے ہیں۔ پھر حکم ہوتا ہے یہی اعلان ساتویں آسمان پر کردو کہ فلاں بندہ سے اللہ جلّ جلالہٗ وعمّ نوالہٗ محبت فرماتے ہیں اور میں بھی اس سے محبت کرتا ہوں تم بھی محبت کرو۔ ساتویں آسمان والے اس سے محبت کرنے لگتے ہیں۔ پھر یہی اعلان چھٹے آسمان پر پھر پانچویں آسمان پر پھر چوتھے آسمان پر پھر تیسرے پر پھر دوسرے پر پھر پہلے آسمان پر ہوتا ہے۔ جب سب آسمان والے اس سے محبت کرنے لگتے ہیں پھر یہی اعلان دُنیا میں کیا جاتا ہے اور لوگوں کے دلوں میں اس کی محبت بٹھادی جاتی ہے۔ پس اہلِ حق کی پہچان یہی ہے کہ اکابر اہل اللہ اس کی طرف متوجہ ہوں جس کی طرف عوام متوجہ ہوں اکابر اہل اللہ متوجہ نہ ہوں وہ لائن سے ہٹا ہوا ہے

ایک دفعہ ایک شخص نے بحث کی کہ قائدِ اعظم کے ساتھ اتنا بڑا مجمع ہے حضرت مدنی کے ساتھ نہیں۔ اس کی کیا وجہ ہے؟

میں نے کہا۔ قائدِ اعظم پہلے لوگوں کے دلوں کو ٹٹولتے ہیں کس چیز کو قبول کریں گے کس کو نہیں، پھر کہتے ہیں۔

Scanned by CamScanner

حضرت مولانا مدنیؒ (قدس سرہٗ) یہ نہیں دیکھتے کہ کون قبول کرے گا کون نہیں دلائل عقلی کی روشنی میں جو چیز حق نظر آتی ہے اس کو لوگوں کے سامنے پیش فرماتے ہیں۔

عرض: سُنا ہے مولانا عزیر گل صاحبؒ کا انتقال ہو گیا۔

ارشاد: جی ہاں۔

عرض: سُنا ہے بہت عمر تھی۔

ارشاد: سو کے قریب تھی ایک سو دو ۱۰۲ - ایک سو تین ۱۰۳۔

عرض: انگریز سے بہت بغض تھا۔

ارشاد: ایک تقریر میں فرمایا انگریز مجھے ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے بندر۔

عرض: ان کی اہلیہ انگریز تھی۔

ارشاد: ایک اہلیہ انگریز تھی۔

عرض: دوسرے لوگ کہتے ہیں کہ ان کو جو انگریز سے دشمنی تھی اس کو کم کرنے کے لئے انگریز نے یہ چال چلی تھی۔

ارشاد: مولانا کی تقریر سُنکر مولانا کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا پھر انھیں سے شادی کی خواہش کی۔ مولانا نے کچھ شرطیں لگائیں۔ ہندوستانی کھانا کھانا ہوگا ہندوستانی کپڑا پہننا ہوگا، پردہ میں رہنا ہوگا وغیرہ اس نے سب شرطیں منظور کرلیں۔ تب نکاح فرمایا۔ بہت پابندِ شرع تھیں۔

عرض: ان کی اہلیہ نے اسلام پر ایک کتاب بھی لکھی ہے "صراطِ مستقیم"

ارشاد: جب اسلام قبول کیا اسکی خوبیاں نظر آئیں اس پر کتاب بھی لکھ دی۔

عرض: ایک شخص کا پیر بھی ہے اُستاذ بھی۔ پیر ایک چیز کا حکم کرتا ہے اُستاذ منع کرتا ہے۔ وہ شخص کیا کرے۔

ارشاد: تول لے کس میں وزن زیادہ ہے (علم، عمل، تقوی، صدق و اخلاص

Scanned by CamScanner

کس میں زیادہ ہے. اور پھر تو بنایا ہی اس کو جاتا ہے جو ان سب چیزوں میں فائق ہو)

عرض: ہمارے یہاں ایسا ہوتا ہے کہ مکان میں ٹی وی لگا ہوا ہے اور اسکے اوپر کسی لکڑی وغیرہ سے کتبہ پر لکھا ہوا لفظ اللہ یا محمد یا کلمہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ لگاتے ہیں یہ کیسا ہے. ٹی وی چلاتے ہیں اس میں فحش گانے بھی ہوتے ہیں. تصویریں بھی ہوتی ہیں.

ارشاد: گندی و ناپاک جگہ میں اللہ کا نام لینا یا کسی کاغذ انگوٹھی وغیرہ پر لکھا ہوا اس کو لے جانا بے ادبی ہے. جیسے بیت الخلاء میں. باقی ٹی وی کی کیا حیثیت ہے. اور اس خاص صورت کا کیا حکم ہے مجھے معلوم نہیں. دوسرے مقامی مفتیان سے دریافت کرلیں.

عرض: حضرت! آپ بھی تو مفتی ہیں بلکہ مفتیٔ اعظم ہیں آپ ہی ارشاد فرمادیں.

ارشاد: اچھا. اچھے وقت پر یاد دلایا آپ نے لکھنؤ کے ایک نواب زادہ تھے گھر میں سانپ نکل آیا. بیوی نے کہا سانپ. نواب زادہ نے بھی کہا سانپ. ارے سانپ. ذرا لانا کسی مردوے کو بلا کر. بیوی نے کہا حضور آپ بھی تو مرد ہیں. کہا خوب. اچھے وقت پر یاد دلایا. ذرا لانا میری چھڑی اٹھا کر رے مارینگے سانپ چھڑی کوئی اور اٹھا کر لا کر دیوے) اتنے میں وہ سانپ غائب ہوگیا.

تبلیغ میں جانا ہوا گشت کے لئے نکلے. ایک قصائی سے بات کرنی تھی اس کے پاس پہونچے. اس نے کہا ذرا ٹھہرو ابھی بات کرتا ہوں. یہ نواب زادہ ہیں. پاؤ بھر گوشت خریدا ہے کہہ رہے ہیں قلی منگا کردو. دیکھ رہا ہوں کوئی مل جائے تو گوشت ان کے گھر پہونچادے.

عرض: بعض بزرگوں سے جو سماع ثابت ہے اس سے کیا مراد ہے؟

ارشاد: حضرت شاہ عبدالقدوس صاحب گنگوہی قدس سرہٗ کے یہاں

اللہ ھو۔ اللہ ھو۔ اللہ ھو۔ اللہ ھو کا نغمہ ہوتا تھا۔ اسی پر حال طاری ہوجاتا تھا۔ ان کے بیٹے مولانا رکن الدین صاحب نے دیکھا سماع ہو رہا ہے انھوں نے مَنْ رَأیٰ منکم منکراً فلیغیرہ بیدہٖ پر عمل کیا۔ اس پر حضرت مولانا عبدالقدوس صاحبؒ نے یہ شعر پڑھا ؎

خشک تار و خشک چوب خشک پوست
از کجا می آید ایں آواز دوست

اس شعر کا پڑھنا تھا کہ اللہ ھو اللہ ھو کی آواز فضا میں گونج گئی۔ ہر چیز سے یہی آواز آتی تھی۔ شاہ عبدالقدوس صاحب قدس سرہٗ نے فرمایا۔ رکن الدین سے کہو اس کو بھی روک دے۔ مجلس ختم ہونے پر صاحبزادہ نے کہا۔ ابا منع ہے شریعت کا حکم ہے۔ اس پر فرمایا شریعت کا حکم سر آنکھوں پر۔ سماع موقوف نہیں سنیں گے۔ کچھ وقت گذرا بیٹے کو بلایا فرمایا ذرا کمر دباؤ۔ کمر دبانے بیٹھے۔ دیکھا کھال اس طرح پھٹی ہوئی ہے جس طرح درخت کی چھال ہوتی ہے۔ پوچھا یہ کیا ہوا۔ فرمایا۔ اندر کی (عشقِ الٰہی کی) گرمی سماع سے نکل جاتی تھی۔ اب وہ اس طرح نکل رہی ہے۔ مولانا رکن الدین صاحب نے عرض کیا۔ یہ تداوی بالمحرم کے قبیل سے ہے آپ کے لئے جائز ہے

حافظ ضامن صاحب قدس سرہٗ کے یہاں قمری پلی ہوئی تھی اس نے حق سرہٗ کی صدا لگائی اسی پر ان کو وجد آگیا اور بے ہوش ہو کر گر پڑے افاقہ ہوا۔ اپنی اس حالت کو چھپانے کے لئے فرمایا۔ بے جگہ پانی ڈال دیتے ہیں لوگ پھسل جاتے ہیں حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی قدس سرہٗ کو دروازہ کی آواز پر وجد آگیا۔

جلال الدین تھانیسریؒ سے ایک شخص مسئلہ پوچھنے آیا کرتا تھا وہ مرید تھا حضرت شیخ عبدالقدوس صاحب گنگوہی قدس سرہٗ کا۔ جلال الدین تھانیسریؒ کہتے تمہارے نجنیے پیر اچھے ہیں۔ یہ سن کر صبر کرتے خاموش ہوجاتے۔ لیکن جب

Scanned by CamScanner

کبھی دفعہ ایسا ہوا مرید سے نہ رہا گیا۔ شیخ عبدالقدوس صاحب قدس سرہٗ سے عرض کیا کہ وہ اس طرح کہتے ہیں۔ فرمایا اب کے کہیں تو کہہ دینا کہ وہ ناچنے بھی ہیں نچانے بھی ہیں۔ اس کے بعد پھر جانا ہوا۔ حسب عادت پوچھا تمہارے نچنیئے پیرا چھے ہیں۔ مرید نے کہہ دیا وہ ناچنے بھی ہیں نچانے بھی ہیں۔ یہ کہنا تھا کہ جلال الدین تھانیسریؒ پر رقص طاری ہوگیا اور اتنا غلبہ ہوا کہ اسی حالت میں گنگوہ حاضر ہوئے۔ بیعت کی درخواست کی۔ حضرت نے بیعت فرمالیا۔

ایک دفعہ انھوں نے اپنے حالات خط میں لکھ کر بھیجے۔ حضرت نے جواب میں تحریر فرمایا۔" اگرچہ دیر است آہو چنگ شیر است "

خود بھی جلال الدین تھانیسریؒ اتنی قوت کے تھے کہ ایک جگہ ایک سادھو زمین کے اندر غوطہ لگاتا تھا اور دور جاکر نکلا کرتا تھا اس طرح لوگوں کو گمراہ کرتا تھا۔ یہ وہاں پہونچے اور فرمایا غوطہ لگا مگر نکل نہیں سکتا۔ سادھو نے غوطہ لگایا انھوں نے وہیں اسی جگہ اپنا قدم رکھ دیا۔ نہیں نکل سکا۔ وہیں دھنس کر مرگیا۔

شاہ عبدالقدوس صاحب قدس سرہ ایک سادھو کے پاس تشریف لے گئے جو کہ زمین کے اندر رہتا تھا صرف ایک سوراخ تھا۔ اس کے اندر کو باہر آنا جاتا تھا۔ باہر اس کے چیلے تھے ان سے پوچھا تمہارا گرو کہاں رہتا ہے۔ انھوں نے بتایا اندر رہتا ہے اسی سوراخ سے آتا جاتا ہے۔ شاہ عبدالقدوس صاحب قدس سرہٗ بھی اسی سوراخ کے ذریعہ اندر پہونچے۔ دیکھا سادھو سمادھی لگائے ہوئے ہے یعنی مراقب ہے۔ اس نے پوچھا تو کون ہے، کیوں آیا، کیسے آیا؟ شاہ عبدالقدوس صاحب قدس سرہٗ نے جواب دیا۔ اللہ کا بندہ ہوں۔ جس طرح تو اندر آتا ہے میں بھی اسی طرح آیا ہوں۔ پوچھنا یہ ہے تو نے اپنے مراقبہ مجاہدہ میں کہاں تک کمال حاصل کیا۔ اس نے کہا میں اس سوراخ میں کو آتا جاتا ہوں۔ حضرت نے فرمایا یہ تو کوئی کمال نہیں چونکہ اس سوراخ میں کو تو میں بھی

Scanned by CamScanner

آ گیا، کوئی اور کمال ہو تو بتا۔ سادھو نے کہا میں پانی بن سکتا ہوں۔ فرمایا بن کے دکھا، وہ پانی بن گیا۔ حضرت شاہ صاحب قدس سرہٗ نے اس کے پانی سے ایک پھایہ بھگو کر رکھ لیا، پھر وہ انسان بن گیا۔ تب شاہ صاحب قدس سرہٗ نے فرمایا، یہ بھی کوئی کمال نہیں، پانی میں بھی بن سکتا ہوں۔ سادھو نے کہا پانی بن کے دکھائیے۔ فرمایا میں پانی بنتا ہوں، جب میں پانی بنوں تو اس پانی میں سے ایک پھایہ بھگو کر رکھ لینا میں نے یہ پھایہ تیرے پانی سے بھگو کر رکھا ہے۔ شاہ عبدالقدوس صاحب قدس سرہٗ پانی بنے۔ سادھو نے پھایہ بھگو کر رکھ لیا پھر جب وہ انسانی صورت میں آ گئے۔ دونوں پھایوں کو دیکھا۔ جو سادھو کے پانی کا پھایہ تھا، اسمیں بدبو، جو شاہ عبدالقدوس صاحبؒ قدس سرہٗ کے پانی کا پھایہ تھا اسمیں خوشبو۔ شاہ عبدالقدوس صاحبؒ نے فرمایا۔ دونوں میں فرق یہ ہے تیرا عمل مردود ہے جسکی نشانی یہ بدبو ہے اور میرا عمل اللہ پاک کے یہاں مقبول ہے۔ پانی کی خوشبو اس کی دلیل ہے اور یہ ایمان کی وجہ سے ہے۔ ایمان کی وجہ سے میرا عمل مقبول ہے اور تجھ میں ایمان نہ ہونے کی وجہ سے تیرا عمل مردود ہے۔

عرض: شاہ ابوالمعالی صاحبؒ کون بزرگ ہیں؟

ارشاد: شاہ ابوسعید گنگوہی قدس سرہٗ کے سلسلہ کے ہیں۔ خاندان میں جائدادیں بہت تھیں۔ دو بیٹے جائداد تقسیم کرنے کی یہ صورت اختیار کی گئی۔ ایک طرف تسبیح و مصلّٰی رکھ دیا۔ دوسری طرف جائداد جو چاہے جائداد لے لے جو چاہے تسبیح و مصلّٰی۔ بڑے بھائی نے جائدادیں لے لیں۔ چھوٹے بھائی نے تسبیح و مصلّٰی لے لیا۔ کچھ ہی وقت گذرا جائدادیں سب ختم ہو گئیں۔ اور چھوٹے بھائی کی اولاد میں سے حضرت مولانا خلیل احمد صاحب قدس سرہٗ جیسے مشائخ و اکابر پیدا ہوئے۔ فقط

ختم شد

مجلس ۵

عرض: مولانا بایزید صاحب دامت برکاتہم نے ایک شعر پڑھا ؎

جذبۂ بے اختیارِ شوق دیکھا چاہیے
سینۂ شمشیر سے باہر ہے دم شمشیر کا

ارشاد: یہ "شمشیر" ہے یا "شمشیر"

عرض: یہ تو نہیں معلوم، اصل کیا ہے؟

ارشاد: "شمشیر" اصل ہے، یہ مرکب ہے شم بمعنی ناخن اور شیر سے، اس کے معنیٰ ہوئے شیر کے ناخن کے مثل، مگر مشہور یائے معروف کے ساتھ ہے "شمشیر" استعمال دونوں طرح ہوتا ہے جیسے اُمّید اور اُمید دونوں طرح استعمال ہوتا ہے۔ جیسے شاعر نے کہا ہے ؎

الٰہی غنچۂ اُمّید بکشا گلے از روضۂ جاوید بنما

دہلی میں ایک صاحب اخبار نکالتے تھے۔ ایک دفعہ ملاقات ہوئی۔ انھوں نے بتایا میں اخبار نکالنا چاہتا ہوں جس کا نام جاوید ہے۔ میں نے سنایا ؎

کیا کہوں ناکامیٔ جاوید اُلفت کیا کہوں
زندگی تو زندگی مرنا بھی آفت ہو گیا

یہ ان کو بہت ناگوار گذرا۔ اور اس کو فالِ بد سمجھتے ہوئے کہا۔ آپ کو یہی شعر پڑھنا تھا۔ اتفاق کہ شائع ہوتے ہی قانونی زد میں آکر بند ہوگیا۔

اور "اُمید" جیسے شاعر نے کہا ہے ؎

Scanned by CamScanner

نوشتہ بماند سیاہ بر سفید نویسندہ را نیست فردا اُمید
چو یعقوبم ار دیدہ گردد سفید نہ بُرّم ز دیدار یوسف اُمید

عرض : مولانا بایزید صاحب مدظلہ؂

اب تو کہتے ہیں کہ مر جائیں گے
مر کے بھی چین نہ آیا تو کدھر جائیں گے

ارشاد : کریما، بوستاں اور سکندر نامہ سب کی بحر متقارب ہے۔ فعولُن فعولُن فعولُن فعولُن ۔ یوسف زلیخا، مثنوی کی بحر وہی ہے جو حضرت نانوتوی علیہ الرحمہ کے شجرہ کی ہے۔ اس کا وزن ہے مفاعلُن، مفاعلن، فعولُن۔ پہلا شعر ہے؂

الٰہی غنچۂ اُمید بکشا گلے از روضۂ جاوید بنما
بخنداں از گل ایں غنچہ باغم وزیں گُل عطر پرور کُن دماغم
دریں محنت سرائے بے مواسا بہ نعمتہائے خویشم کُن

مولانا بایزید صاحب مدظلہ؛ : حضرت نانوتوی رح کے شجرہ میں ہے؂

جہاں را دعوتِ اسلام کردی
نمی دانم چرا محروم ماندم رہینِ ایں چنیں مقسوم ماندم

ارشاد : اس شعر کا کیا مطلب ہے۔ کیا اسلام سے محروم تھے؟

مولانا بایزید صاحب زید مجدہم : معلوم نہیں۔

عرض : حضرت! ارشاد فرمادیں کیا مطلب ہے۔ کیا یہ اسی قبیل سے ہے کہ بعض دفعہ ایسی حالت ہوتی ہے کہ اپنے منافق ہونے کا خیال ہوتا ہے۔ جیسے حدیث شریف میں ہے نَافَقَ حَنظلۃ۔ حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ نے اپنے بارے میں فرمایا تھا

ارشاد : اکابر کے اسلام کو دیکھتے ہوئے اپنا اسلام کالعدم معلوم ہوتا ہے۔ یہ ایسا ہی ہے جیسے کسی نے کہا ہے؂

Scanned by CamScanner

یکے قطرہ باراں ز ابرے چکید خجل شد چو پہنائے دریا بدید
کہ جائیکہ دریاست من کیستم گر او ہست حقا کہ من نیستم

کسی شاعر نے کہا ہے ؎

چہ تدبیر مسلمانان کہ من خود را نمی دانم
نہ ترسا و یہودیم نہ گبرم نے مسلمانم

مولانا جامی رح فرماتے ہیں ؎

ز مہجوری بر آمد جان عالم ترحم یا نبی اللہ ترحم
نہ آخر رحمۃ للعالمینی ز محروماں چرا غافل نشینی

(اخیر مصرعہ بعض اکابر نے اس طرح پڑھا ہے ز محروماں چرا فارغ نشینی ۱۲)

عرض: کیا زمزم کھڑے ہو کر پینا مستحب ہے؟

ارشاد: کھڑے ہو کر پینے کی اجازت ہے۔ زمزم اور وضو کا بچا ہوا پانی اس کے علاوہ بیٹھ کر ہی پینا چاہیے۔ حدیث میں ہے اگر کھڑے ہو کر پانی پیا تو قے کر دے۔ مگر زمزم اور وضو کا بچا ہوا پانی کھڑے ہو کر پینا ثابت ہے اس لیے اس کو جواز اور اباحت پر محمول کیا جائے گا۔

عرض: یہ حدیث کہ اگر کھڑے ہو کر پانی پیا قے کر دے کہاں ہے؟

ارشاد: خصائل نبوی میں بحوالہ مسلم اس کو نقل کیا ہے مگر شراح نے اس کو طب پر محمول کیا ہے تعبد پر نہیں۔ چونکہ حدیث شریف میں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کا یہ عمل بھی نقل کیا ہے۔ کُنَّا نَاکُلُ وَنَمْشِی وَنَشْرَبُ وَنَحْنُ قِیَامٌ۔ ہم چلتے ہوئے کھا پی لیا کرتے تھے اور کھڑے ہوئے ہی پی لیتے تھے۔ باقی ان کا کھانا ہی کیا ہوتا تھا۔ عموماً کھجور ہوتا تھا۔ اس کو کھا لیتے تھے اس کے لئے بیٹھنا ضروری نہیں۔ جیسے ہمارے یہاں پان کھاتے ہیں اس کے لئے بیٹھنا ضروری نہیں۔

عرض : ایک شخص نے آکر اطلاع دی کہ مولانا حکیم اختر صاحب مدظلہ تشریف لائیں گے۔ اس وقت ان کو تکان ہو گیا۔ ایک صاحب نے کہا کیوں تھک گئے، کیا کام کیا ؟

ارشاد : قرنبیک سے عرق کشید کیا ہوگا۔

مولانا بایزید صاحب مدظلہ : قرنبیک کیا چیز ہے ؟

ارشاد : اطباء اس کے ذریعہ عرق کشید کرتے ہیں۔

ارشاد : جہانگیر کا تذکرہ تھا۔ اس پر ارشاد فرمایا۔ الافاضات الیومیہ میں حضرت تھانوی نور اللہ مرقدہ نے لکھا ہے :۔

"نور جہاں نے ایک دھوبی کو قتل کر دیا اس کی بیوی نے جہانگیر سے آکر کہا۔ جہانگیر نے کہا۔ اس نے تجھ کو بیوہ کر دیا تیرے شوہر کو قتل کر کے۔ تو مجھے قتل کر کے نور جہاں کو بیوہ کر دے۔"

مولانا بایزید صاحب مدظلہ : یہ تو شریعت کے خلاف ہے۔ شریعت میں تو یہ ہے کہ قاتل کو قتل کیا جائے۔

ارشاد : شفاء غیظ کے لئے ایسا کیا ہوگا۔

مولانا بایزید صاحب مدظلہ : یہ تو انصاف ہے۔

ارشاد : ہرگز نہیں۔ لَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰی۔

مولانا بایزید صاحب مدظلہ : مرد تو بیوی کا بوجھ اٹھاتا ہی ہے۔

ارشاد : مرد نہیں اٹھاتا بیوی اٹھاتی ہے۔

ارشاد : خاں صاحبان کا تذکرہ تھا اس پر سنایا۔

ضلع فرخ آباد میں ایک بستی قائم گنج ہے وہاں ایک خاں صاحب کی بیوی کا انتقال ہو گیا۔ اس کے جوان بچے تھے۔ اس نے ایک نوجوان لڑکی سے شادی کی۔ اس نے ایک روز شکایت کی کہ تمہارے بچے مجھے اماں نہیں کہتے۔ خاں صاحب نے

Scanned by CamScanner

کہا. میں ان سے اماں کہلاکے رہوں گا. ان کی ہستی کیا ہے. یہ تم کو اماں کہیں گے، ان کا باپ تم کو اماں کہے گا.

ایک پٹھانی حج میں گئی. مدینہ منورہ حاضر ہوئی، کہنے لگی قربان ہو جاؤں نبی جی پہ. ساری ہی خوبیاں تھیں. بس ایک کمی رہ گئی. ذات کے کر. ور تھے پٹھان نہیں تھے.

ایک خان حجامت بنوا رہا تھا. حجام نے ناخن ذرا کچا لے لیا. خان نے آئی کی. حجام نے کہا خان ہو کر آئی کرتا ہے. خان نے کہا ذرا صحیح صحیح بناؤ. جب فارغ ہو گئے. خان نے اپنی انگلی اور حجام کی انگلی دونوں کو ایک جگہ کر کے استرہ لے کر دونوں کو کاٹ دیا. کہ جب کسی سے مقابلہ ہوتا ہے تو پھر اس طرح ہوتا ہے. اور وہ بات اور تھا جو ہم نے آئی کر دیا تھا.

حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی قدس سرہٗ ایک سفر میں ٹرین کے ذریعہ تشریف لے جا رہے تھے. بریلی سے گذرے. بریلی اسٹیشن پر ایک صاحب تلاش کرتے ہوئے حاضر ہوئے ملاقات کی اور اپنا تعارف کرایا کہ میں مولانا احمد رضا خاں صاحب کا بھائی ہوں، جس نے آپ حضرات کی تکفیر کی ہے. میں تکفیر میں اس سے متفق نہیں، میں اس کی ان چیزوں سے خوش نہیں؛ میری اس سے نہیں بنتی. مگر میں قصوروار اس کو نہیں سمجھتا. آپ حضرات کو قصوروار سمجھتا ہوں. آپ حضرات نے اس کو پڑھایا کیوں. پڑھنا، فتوے دینا خاں صاحب کا کام تھوڑا ہی ہے. خاں صاحب کا کام تو یہ ہے کہ کندھے پر بندوق رکھی، جہاد میں بھیجدیا. آپ لوگوں نے اس کو پڑھایا ہے. اب بھگتئے اپنے پڑھائے ہوئے کو.

دو شخصوں میں پٹھان کے ولی ہونے کے سلسلہ میں گفتگو تھی. ایک اقرار کرتا تھا ایک انکار. جو اقرار کرتا تھا اس نے کہا ایک بزرگ فلاں پہاڑ پر رہتے ہیں اور پٹھان ہیں. دوسرے نے کہا چلو ملاقات کریں گے. گئے ملاقات کی، کہا کہ

حضرت آپ یہاں تنہا رہتے ہیں۔ جنگل میں شیر، بھیڑیئے، موذی جانور رہتے ہیں۔ آپ کو ڈر نہیں لگتا۔ پیر صاحب نے جواب دیا "میں اللہ سے تو ڈرتا ہی نہیں ان سے ڈروں گا"، جو شخص پٹھان کی بزرگی کا منکر تھا اس نے اپنے ساتھی سے کہا کہ دیکھ لی پٹھان کی بزرگی۔

ایک خانصاحب نے اپنے لڑکے کے لیے ایک اُستاد کو تعلیم کے لیے مقرر کیا۔ ایک روز اُستاد نے لڑکے کے چپت مار دیا۔ لڑکا گیا اور بندوق اُٹھا کر لایا اُستاذ بھاگا۔ لڑکے کے باپ کے پاس پہونچا کہ تمہارا لڑکا ہم کو مارتا ہے۔ خانصاحب نے کہا او مُلّا ٹھہرو ٹھہرو۔ مُلّا تو اور بھی مل جائے گا۔ ہمارے لڑکے کا پہلا وار ہے خالی نہ جائے۔

دار العلوم میں ایک افغانی طالب علم بتاتا تھا کہ ہمارے یہاں نشانہ کا اب بھی یہ حال ہے کہ ہاتھ کی ہتھیلی پر انڈا رکھ کر انڈے پر نشانہ لگاتے ہیں اور ہاتھ محفوظ رہتا ہے۔

پہلے سرحدی پٹھان ہینگ بیچا کرتے تھے۔ ایک خان ہینگ کی پوٹلی لیے ہوئے ریل میں سوار ہوا۔ کپڑوں میں سے بھی ہینگ کی بُو آ رہی ہے۔ ریل میں ایک انگریز کے پاس جا کر بیٹھا۔ انگریز نے کہا۔ یہاں کیوں آیا، یہاں کس نے بھیجا۔ خان نے جواب دیا۔ او بابا ہمارا ٹکٹ لایا۔ خان دوسری طرف متوجہ ہوا۔ انگریز نے پوٹلی اُٹھا کر باہر پھینک دی۔ خان نے دیکھا پوٹلی نہیں۔ خان سمجھ گیا۔ انگریز کوئی افسر تھا۔ ضروری کاغذات کا بستہ ساتھ تھا۔ انگریز نے دوسری طرف دیکھا۔ خان نے بستہ اُٹھا کر باہر پھینک دیا۔ انگریز نے کہا ہمارا بستہ کہاں گیا۔ خان نے کہا۔ تمہارا بستہ ہماری پوٹلی لینے گیا۔ انگریز نے سمجھ لیا گاڑی رُکوائی، بستہ اُٹھوایا۔ خان نے کہا۔ ذرا ہماری پوٹلی بھی اُٹھا دو۔ خان نے کہا۔

Scanned by CamScanner

ہماری پوٹلی لینے گیا۔

ایک خان سفر کر رہے ہیں ایک اسٹیشن پر اترے رات ہوگئی۔ پیسے پاس اب کہاں جائیں۔ خطرہ کوئی پیسے چھین لے، چوری کرلے۔ کہیں جان پہچان نہیں۔ اسٹیشن پر ٹکٹ طلب کیا گیا، نہیں دیا ٹکٹ ہمارے پاس نہیں۔ خان کو پکڑ لیا۔ اور ایک کمرہ میں بلا ٹکٹ سفر کرنے کے جرم میں بند کردیا۔ رات کو پہرہ بھی دیا چلا نہ جائے۔ صبح ہوئی۔ خان نے کہا اب تو کھولو۔ کہا ٹکٹ نہیں تمہارے پاس کہا۔ ہے ہمارے پاس ٹکٹ۔ لو یہ ہے ٹکٹ۔ کہا رات کیوں نہیں دیا۔ کہا ہمارے پاس رقم تھی ہم کہاں جاتا۔ کوئی چوری کرلیتا۔ اس لئے ہم رات بھر تو یام لوگوں نے پہرہ دیا۔ اب ہم جائے گا اپنا کام کرے گا۔

دارالعلوم دیوبند میں ایک استاذ تھے مولانا رسول خاں صاحب، ایک دفعہ مہمان ہو کر کسی جگہ تشریف لے گئے۔ وہاں کسی نے پوچھا آپ کا نام کیا ہے۔ فرمایا مجھ کو رسول خاں کہتے ہیں۔ مولانا نے فرمایا آپ کا کیا نام ہے۔ اس نے کہا مجھے اللہ خاں کہتے ہیں۔

مولانا رسول خاں صاحب معقولات میں بڑے حاوی تھے، اصول فقہ کے بڑے ماہر تھے۔ ایک طالب علم کو شلجم لانے کے لئے بازار بھیجا۔ وہ شلجم لایا پتے بڑے بڑے اور شلجم چھوٹے چھوٹے۔ فرمایا۔ بز اخفش ما بالذات النفس لایا اور بالعرض ازید۔

ایک جلسہ میں ان کو مطبخ میں کھانے کا نگراں بنا دیا۔ موڑھا بچھا کر بیٹھ گئے کسی نے پوچھا حضرت یہاں کیسے بیٹھے ہیں۔ فرمایا مدرسہ والوں نے استاذ کا استعمال غیر ما وضع لہ میں کرنا شروع کردیا۔

کسی نے خچر کے بارے میں پوچھا کس کو کہتے ہیں۔ فرمایا حماری کا مذکر جب فرس کی مؤنث سے حماریت کرتا ہے اس سے جو بز اخفش پیدا ہوتا ہے اس کو خچر کہتے ہیں۔

Scanned by CamScanner

مکان کے دروازے میں چٹخنی لگوانے کے لئے بڑھئی کو بلایا اس سے فرمایا اس میں مابہ التمانع لگا دو۔ وہ بیچارہ پریشان مابہ التمانع کیا چیز ہے اس کو بتایا کہ چٹخنی کو فرما رہے ہیں۔

میں نے ان سے مسلم شریف پڑھی۔ مسلم شریف کو اس طرح شروع فرمایا۔ اس کتاب کی ایک جنس ہے ایک نوع۔ جنس کے اعتبار سے حدیث کی کتاب ہے نوع کے اعتبار سے صحیح ہے۔ ایک صنف ہے۔ صنف کے اعتبار سے جامع ہے۔ یہاں سے ابتدا کی۔ میں نے کہا ٹھیک رہے گا انشاء اللہ۔

امتحان کے موقع پر طحاوی شریف کے امتحان کا پرچہ بنایا۔ پرچہ میں اختلاف ماہیت کی بات پوچھی۔ طلبہ حیران۔ ایک دوسرے سے پوچھ رہے ہیں۔ حضرت مدنی (قدس سرہٗ) امتحان گاہ میں تشریف لائے۔ طلبہ کو دیکھا بات کر رہے ہیں۔ فرمایا۔ آپ نگرانی نہیں کرتے۔ جواب دیا۔ حضرت پرچہ نگرانی کر رہا ہے۔

بیضاوی شریف کا پرچہ بنایا۔ جانچنے کے لئے مولانا اعزاز علی صاحب کو دیا۔ مولانا اعزاز علی صاحبؒ نے ہی پڑھائی تھی وہی ناظم امتحان تھے۔ پرچہ دیکھ کر مولانا اعزاز علی صاحبؒ نے کہا۔ میں تو اس کو سمجھا نہیں، شاید طلبہ اپنی قابلیت سے لکھ دیں۔ اس میں تو منطق ہے۔ مولانا رسول خاں صاحبؒ نے فرمایا۔ بز اخفش بیضاوی میں کیا پڑھا ہے۔ بیضاوی میں تو ساری ہی منطق ہے۔ مولانا رسول خاں صاحبؒ مولانا اعزاز علی صاحبؒ کے استاذ تھے۔

عرض: کیا مولانا رسول خاں صاحب حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی قدس سرہٗ کے خلیفہ تھے؟

ارشاد: جی ہاں۔

ارشاد: مولانا محمد منظور صاحب نعمانی اپنے زمانۂ طالب علمی کا قصہ بیان

Scanned by CamScanner

کرتے تھے کہ ایک دفعہ والد صاحب دار العلوم آئے۔ والد صاحب پکے بریلوی تھے اساتذہ سے ملاقات کرائی۔ فلاں اُستاذ نے فرمایا بھائی مولانا رسول خان صاحب سے بھی ملاقات کرائی۔ ان کو ان سے ضرور ملانا۔

عرض: حضرت! آپ نے ایک دفعہ فرمایا تھا کہ دیوبندی بریلوی سب کا سلسلۂ حدیث شاہ محمد اسحاق صاحب محدث دہلوی رحؒ سے ملتا ہے وہ کس طرح ہے۔ اکابرِ دیوبند کا سلسلہ تو معلوم ہے۔

ارشاد: اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خاں صاحب کے والد مولانا نقی علی خاں صاحب ان کے والد مولانا یعقوب خاں صاحب ان کے استاذ شاہ محمد اسحاق صاحب رحؒ۔

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب قدس سرہٗ نے ایک دفعہ ہر طبقہ کے بڑے اساتذہ کو خطوط لکھ کر ان کی سندیں دریافت کیں۔ کسی طبقہ میں کوئی شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی قدس سرہٗ سے بچ کر نہیں نکلا۔ گو اجازت دوسرے حضرات سے بھی حاصل کی ہو۔

مفتی عمیم الاحسان صاحب کلکتہ میں رہتے تھے پھر بنگلہ دیش چلے گئے۔ مکہ مکرمہ میں شیخ رحؒ کے پاس آئے جُبّہ پہنے ہوئے۔ حضرت شیخ (قدس سرہٗ) نے ان سے ان کا سلسلہ پوچھا۔ انھوں نے بتایا ہم سب ایک ہیں۔ حضرت گنگوہی قدس سرہٗ پر سب مل جاتے ہیں۔ مسلسل بالاولیت کی سند لینے آیا ہوں۔ بریلوی تو نہیں بدعتی تھے۔ میلاد پڑھتے تھے۔ ان کی ایک کتاب ہے قواعد الفقہ جو الاشباہ وغیرہ سے ماخوذ ہے۔ ایک کتاب ہے فقہ السنن والآثار۔ مختصر مستدلاتِ حنفیہ کو جمع کیا ہے۔ ہر حدیث کا مع صفحہ حوالہ دیا ہے۔ قاری محمد طیب صاحب قدس سرہٗ نے فرمایا یہ کتاب داخلِ درس ہونا چاہیئے۔

علامہ ابراہیم صاحب قدس سرہٗ سُناتے تھے کہ ایک اُستاذ تھے غیر مقلد،

Scanned by CamScanner

حنفیہ کا رَد بڑے زور شور سے کرتے تھے۔ ایک دفعہ تنہائی میں ان کے پاس جانا ہوا دیکھا فتاویٰ لکھ رہے ہیں اور عالمگیری، ہدایہ سامنے کھلی رکھی ہے۔ میں نے کہا یہ کیا ان کا تو آپ رَد کرتے ہیں۔ فرمایا جزئیہ کہاں سے لائیں، جزئیہ تو انھیں سے لیں گے۔ جزئیہ لیا ہدایہ سے، حوالہ دیا تخریج زیلعی کا۔

مولانا ثناء اللہ صاحب امرتسری علامہ انور شاہ صاحب قدس سرہٗ کے شاگرد تھے۔ امرتسر میں حضرت شاہ صاحب کو مدعو کیا مناظرہ کے لئے۔ مولانا امرتسری امرتسر چھوڑ کر چلے گئے۔ بعد میں جب شاہ صاحب واپس تشریف لے آئے، واپس آئے۔ اور کہا میرے اُستاذ سے مجھے لڑاؤ۔ میری مجال ہے اُن سے مقابلہ کروں۔

میرا ایک فتویٰ ان کو ملا اس کو انھوں نے اپنے اخبار میں شائع کیا اور یہ بھی لکھا، ہمیں کوئی مسئلہ ایسا نہیں ملا جس کی دلیل نہ ہو اور ہدایہ وغیرہ میں مسائل مع دلائل ہیں۔ یہ انھوں نے اعتراف کیا۔

ایک غیر مقلد حضرت نانوتوی قدس سرہٗ کے پاس آئے کہ کچھ اعتراض کرنا ہے۔ فرمایا۔ قال ابو حنیفہ پر اشکال ہو مجھ سے کہدو میں جواب دیدوں گا۔ اور اگر عالمگیری وغیرہ کی جزئیات پر اشکال ہو گنگوہ چلے جاؤ۔ ان کا مطالعہ انھوں نے کر رکھا ہے وہ جواب دیں گے۔

مفتی رضاء الحق صاحب مدظلہٗ: جو مسئلہ کتاب و سُنّت سے مستنبط نہیں صرف عقل پر مبنی ہے۔ وہ بھی پختہ نہیں اس میں کیا کسی دوسرے مسلک پر عمل کر سکتے ہیں جبکہ وہ عقل کے زیادہ قریب معلوم ہو۔

ارشاد: اگر اتنی صلاحیت ہے تو کر سکتے ہیں۔

دوسرے ائمہ اور فقہِ حنفیہ میں یہ فرق ہے کہ دوسرے ائمہ کے یہاں براہِ راست احادیث ہیں ان سے استدلال کرتے چلے جاتے ہیں۔ فقہِ ابی حنیفہ

Scanned by CamScanner

میں صرف مسائل ہیں دلائل مذکور نہیں۔ دلائل متأخرین نے لکھے ہیں۔ ہو سکتا ہے وہ مسئلہ اسی دلیل پر مبنی ہو۔ ہو سکتا ہے کسی دوسری دلیل پر مبنی ہو۔

امام مالکؒ نے امام ابو حنیفہ رحمہ سے ملاقات کی۔ ان سے امام ابو حنیفہ رحمہ کے بارے میں پوچھا گیا۔ فرمایا ایسا شخص ہے اگر اس ستون کو کہے سونے کا ہے تو اس کے اثبات پر دلائل قائم کر دے گا اور تم اس کو رد نہیں کر سکو گے۔

مفتی رضاء الحق صاحب مدظلہ: کسی چیز سے متعلق کہا کہ مجبوری صبر کر لیتے ہیں۔

ارشاد: مجبوری کا نام صبر نہیں رکھنا چاہیے۔ صبر تو اپنے اختیار سے ہونا چاہیے۔

مفتی رضاء الحق صاحب: خیال ہوتا ہے انسان کے اختیار میں کچھ ہے بھی یا نہیں۔

ارشاد: یہ خیال بھی اختیار میں ہے یا نہیں۔

مفتی رضاء الحق صاحب: میں نہیں کہہ سکتا۔

ارشاد: یہ "میں نہیں کہہ سکتا" یہ بھی اختیار میں ہے یا نہیں ؎

درمیان قعر دریا تختہ بندم کردہ‌ای　　　باز می گوئی کہ دامن تر مکن ہشیار باش

عرض: نکاح ثانی اور اس سے پہلی بیوی سے اولاد کے ناخوش ہونے کا تذکرہ تھا۔ اس پر ارشاد فرمایا۔

ارشاد: حضرت شیخ الحدیث قدس سرہٗ کی اہلیہ کا انتقال ہو گیا۔ حضرت قدس سرہٗ کی ایک بیٹی نے کہا۔ آپا کا انتقال ہو گیا۔ ہو گیا سب کو ہی مرنا ہے اس کا زیادہ غم نہیں۔ مگر بھائی جی نے اگر دوسرا نکاح کر لیا تو کیا ہو گا۔ بھائی جی حضرت شیخ رحمہ کو کہتی تھی۔ حضرت شیخ قدس سرہٗ نے بلا کر بہت پیار سے پوچھا۔ اگر میں نے دوسرا نکاح کر لیا تجھ پر کیا بوجھ پڑے گا۔ اس نے کہا بھائی جی وہ ہم کو مارا کرے گی شیخ (قدس سرہٗ) نے فرمایا۔ وہ مارا کرے گی میں کہیں چلا جاؤں گا۔ تمہاری ماں تم کو مارتی تھی تو میں اس پر خفا ہوتا تھا تم کو بچانے کے لئے۔ اس نے کہا وہ

Scanned by CamScanner

مارا کرے گی۔ اس نے کہا وہ چھپ کر مارا کریگی۔ حضرت شیخ رح نے فرمایا تمہاری آپا بھی تو مارتی تھی۔ اس نے کہا آپا تو آہستہ مارتی تھی وہ زور سے مارا کریگی۔ اولاد کا ایسا ذہن ہوتا ہے۔

عرض: مسلمان کسی ایک پلیٹ فارم پر نہیں، مختلف جماعتوں میں بکھرے ہوئے ہیں۔ اس لئے کوئی وزن نہیں۔

ارشاد: ایک دفعہ ایک سفر میں ایک ہندو کہنے لگا۔ ہم نے مسلمانوں کے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالے کہ مختلف جماعتوں میں منتشر کر دیا۔ میں نے کہا آپ ابھی گود سے اٹھ کر آرہے ہیں۔ آپ تو ایک نظر ڈالدیں تو ہمارے ٹکڑے ہو جائیں مگر یہ خیال رہے کہ دیکھو یہ ہاتھ کی انگلیاں سب مختلف ہیں مگر جب لقمہ بنانے کا وقت آتا ہے تو پانچوں انگلیاں اس طرح مل جاتی ہیں اور لقمہ کو اٹھا کر منہ میں رکھ لیتی ہیں۔

عرض: مولانا بایزید صاحب مدظلہ نے ذکر کیا کہ حجاج بن یوسف نے حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کو خانہ کعبہ پر بمباری کر کے شہید کیا۔ اس پر ارشاد فرمایا:۔

ارشاد: حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ خانہ کعبہ میں تھے بارش ہوئی۔ دروازہ تک پانی آگیا۔ حضرت عبداللہ بن زبیر رض باہر نکلے پانی میں تیر کر خانہ کعبہ کا طواف کیا۔ غوطہ لگا کر حجر اسود کا استیلام کرتے تھے۔ حجاج بن یوسف نے جبل ابو قبیس پر منجنیق نصب کی وہاں سے خانہ کعبہ پر گولی چلاتا تھا۔ حضرت عبداللہ بن زبیر رض کی والدہ مقام ابراہیم پر نماز پڑھ رہی تھیں۔ حضرت عبداللہ بن زبیر رض خانہ کعبہ کے اندر نماز پڑھ رہے تھے۔ سلام پھیر کر والدہ کو سلام کرتے اور کہتے میں خیریت سے ہوں۔

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ قبا میں پیدا ہوئے تھے۔ مہاجرین میں سب سے پہلے یہی پیدا ہوئے۔ ان کی ولادت سے مہاجرین بہت خوش ہوئے۔ چونکہ یہود کہتے تھے کہ مہاجرین کے اولاد نہیں ہوگی۔ ہم نے ان کو باندھ دیا ہے۔ فقط۔

ختم شد

Scanned by CamScanner

مجلس ۶

عرض: حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی اور حضرت حاجی امداد اللہ صاحب قدس سرہما کے درمیان بعض مسائل میں اختلاف ہے. حضرت حاجی صاحب قیام میلاد وغیرہ کے قائل تھے. حضرت گنگوہی رح شدید مخالف. حالانکہ حضرت حاجی صاحب رح پیر ہیں اور حضرت گنگوہی رح مرید.

ارشاد: حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی قدس سرہ حضرت حاجی امداد اللہ صاحب قدس سرہ کو عالم گر فرمایا کرتے تھے اور حضرت گنگوہی قدس سرہ حضرت حاجی صاحب قدس سرہ کو فتوی پر دستخط کرنے سے منع فرماتے کہ ہم کو دشواری ہو جاتی ہے اور فرماتے مسائل تو ان کو ہم بتاتے ہیں.

اصل اختلاف حضرت امام ابو حنیفہ رح و امام شافعی رح میں ہے کہ اگر کسی مندوب میں کچھ غلط چیزیں بھی مل جائیں تو امام ابو حنیفہ رح کے نزدیک اس کا ندب ھی ختم ہو جاتا ہے وہ چیز مندوب نہیں رہتی. امام شافعی رح کے نزدیک مندوب رہتی ہے. البتہ ان غلطیوں کی اصلاح کی جائے گی. حضرت حاجی صاحب رح حضرت امام شافعی رح کا مسلک اختیار کرتے تھے اور حضرت گنگوہی رح حضرت امام ابو حنیفہ رح کا مسلک اختیار کرتے تھے.

عرض: مولانا محمد صاحب کندھے پر ایک بچی (حمید سلمہا) کو بٹھائے ہوئے تھے اسکو دیکھ کر فرمایا.

ارشاد: بچی کو کندھے پر بٹھانا بھی سنت ہے. حضرت امامہ رضی اللہ عنہا

حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے کندھے پر نماز میں سوار ہو جاتی تھیں۔
مولانا محمد صاحب نے بچی کو نیچے اُتار کر پیچھے سے آگے کو دھکا دیا تاکہ وہ حضرت
زید مجدہم کے پاس چلی جائے۔ بچی تھوڑا آگے بڑھی پھر پیچھے ہٹ گئی۔ اس پر
ارشاد فرمایا:
شیخ کی توجہ کا بھی یہی حال ہے۔ شیخ سالک کو توجہ دے۔ سالک تھوڑا آگے
بڑھ جاتا ہے۔ توجہ کا اثر ختم ہو جائے پھر پیچھے ہٹ جاتا ہے۔ حضرت رائپوری
قدس سرہٗ فرمایا کرتے تھے۔ توجہ کا حال ایسا ہے جیسے گدھے پر بوجھ لدا ہوا ہو اس
کے ڈنڈا مار کے دھکا دیدیا جائے۔ اس کے اثر سے وہ گدھا ذرا آگے بڑھ جائے۔
توجہ سے منزل طے نہیں ہوئی امداد ہو جاتی ہے۔
ارشاد: سہارنپور سے ۵ / ۶ میل کے فاصلہ پر ایک بستی ہے شیخپورہ وہاں
حضرت سہارنپوری مولانا خلیل احمد صاحب قدس سرہٗ اور حضرت تھانوی مولانا
اشرف علی صاحب قدس سرہٗ کی دعوت تھی۔ دونوں تشریف لے گئے۔ رات میں
ٹھہرے اگلے روز بارش ہو گئی۔ گاؤں والوں نے ٹھہرانا چاہا مگر اس روز سہارنپور
میں دعوت تھی اس لئے نہیں رُکے۔ چھتری لگا کر بارش ہی میں واپس ہوئے۔
اسٹیشن سے ریل میں سوار ہو کر سہارنپور آئے۔ وہاں گھوڑا سواری
کرایہ کر کے اس کے مکان پر پہونچے۔ مکان والے نے کہا۔ چونکہ بارش ہو رہی تھی
خیال تھا شاید آپ تشریف نہ لا سکیں۔ اس لئے میں نے دعوت کا انتظام نہیں کیا۔
حضرت تھانوی قدس سرہٗ فرماتے ہیں اس وقت میرا غصہ اور حضرت سہارنپوری رح
کا تحمل دیکھنے کے قابل تھا۔ اس نے کہا آج تو انتظام نہیں کر سکا۔ کل کی دعوت ہے
حضرت سہارنپوری رح نے اس کو بھی منظور کر لیا۔ بہت اچھا۔ حضرت سہارنپوری رح
نے فرمایا کہ ظالم نے یہ بھی تو نہ کہا آج شام کی۔ یہ کہا کل کی۔ گھر پہونچے چونکہ گھر

اطلاع تھی فلاں جگہ دعوت ہے اس لئے وہاں بھی کچھ انتظام نہیں۔ عین وقت پر آٹا وغیرہ بازار سے منگوا کر روٹی پکوائی۔ اگلے روز وہ داعی بلانے آئے۔ حضرت سہارنپوریؒ نے مسکرا کر حضرت تھانویؒ سے فرمایا وہ داعی آگئے ہیں چلو۔ حضرت تھانوی رحمہ نے حضرت سہارنپوری رحمہ سے دعوت میں شرکت سے عذر کیا کہ مجھ کو صبح سویرے بھوک نہیں لگتی۔ کھانے کے وقت تک انتظار کروں تو مجھ کو گاڑی نہیں ملے گی۔ مجھ کو آج جانا ضروری ہے۔ حضرت سہارنپوریؒ بڑے مزاج شناس تھے۔ فرمایا اتنے بجے گاڑی بھی مل جائے گی۔ حضرت تھانوی رحمہ نے عرض کیا حضرت کھانے کی خواہش بھی نہیں۔ فرمایا کیا حرج ہے دعوت کا حاصل حاضری ہے داعی کا دل خوش ہو جاتا ہے۔ وہاں پہونچکر اگر رغبت ہوئی کوئی نوالہ کھالینا ورنہ وہیں سے اسٹیشن چلے جانا۔ حضرت تھانویؒ فرماتے ہیں اب میرے پاس کیا عذر تھا!

داعی کے مکان پر گیا مگر کھایا کچھ نہیں۔ غصہ میں بھرا ہوا بیٹھا رہا۔ حضرت سہارنپوریؒ سے رخصت ہو کر چلا اور باہر جاکر داعی کو بلا کر خوب ڈانٹا کہ بزرگوں کے تحمل سے تمہارا دماغ خراب ہو گیا۔

دہلی میں ایک وقت میں تین بزرگ تھے۔ حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ، مرزا مظہر جان جاناں رحمہ، مولانا فخر الدین صاحبؒ۔ ایک شخص نے تینوں کی آزمائش کرنا چاہی کہ کس کا مقام بلند ہے۔ تینوں کی دعوت کی۔ ہر ایک سے علیحدہ علیحدہ آدھ گھنٹہ کے فرق سے وقت طے کیا۔ فلاں وقت پر تشریف لائیں اور طے کر لیا بلا بلائے تشریف لائیں سب نے منظور کر لیا۔ اپنے اپنے وقت پر ہر ایک تشریف لائے ہر ایک کو علیحدہ علیحدہ کوٹھری میں بٹھایا۔ کسی کو دوسرے کی خبر نہیں اور کوٹھری میں بٹھا کر غائب ہو گیا۔ دیر ہو گئی اس کے بعد آیا منہ بنائے ہوئے کہ حضرت کیا عرض کروں گھر میں طبیعت خراب ہو گئی ہے کھانا تیار نہیں ہو سکا اور یہ دو پیسے قبول فرمالیں مولانا فخر الدین

صاحبؒ نے اپنا رومال پھیلا دیا اور بشاشت سے ان دو پیسوں کو لیا اور فرمایا کیا مضائقہ ہے حرج مرج انسان کے ساتھ لگا ہوا ہے۔ حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ نے خاموشی کے ساتھ پیسے لے لیے۔ اور کچھ نہیں فرمایا۔ حضرت مرزا مظہر جان جاناںؒ نے بھی لے لیے۔ باقی ذرا ترشی کے ساتھ فرمایا۔ آئندہ تکلیف نہ دینا۔

اس شخص نے ہر ایک کو نمبر دیئے کہ حضرت مولانا فخر الدین صاحبؒ کا مقام تینوں میں بلند ہے کہ رومال پھیلا کر پیسے قبول فرمائے اور ساتھ ساتھ تسلی بھی دی کہ کیا مضائقہ ہے حرج مرج انسان کے ساتھ لگا ہوا ہے۔

حضرت گنگوہی قدس سرہٗ کے سامنے اس واقعہ کا ذکر آیا تو فرمایا حضرت مرزا مظہر جان جاناں رحؒ زیادہ قابلِ داد ہیں کہ اس نزاکت مزاج کے باوجود صرف اتنا ہی ارشاد فرمایا۔

ایک بزرگ کی خدمت میں ہدیہ آیا کسی نے کہا الھدایا مشترکۃ۔ ان بزرگ نے وہ سب ان کے گھر بھیجدیا اور فرمایا ہم کو شرک پسند نہیں۔

حضرت امام ابو یوسف رحؒ کی خدمت میں خلیفہ نے ہدیہ بھیجا۔ کسی نے کہا الھدایا مشترکۃ۔ حضرت امام ابو یوسفؒ نے فرمایا یہ حکم کھانے کی چیز کا ہے۔ نقدیا دوسرے سامان کا یہ حکم نہیں اور ان کو کچھ نہیں دیا۔

بزرگ کی شان کے لائق وہی تھا جو انھوں نے کیا۔ امام ابو یوسف رحؒ فقیہ تھے ان کے لائق شان یہی تھا کہ حدیث کا محمل بتائیں۔

حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب قدس سرہٗ کے پاس مولانا منوّر صاحبؒ بیٹھے ہوئے تھے۔ کوئی ہدیہ آیا۔ مولانا منوّر صاحبؒ نے کہا الھدایا مشترکۃ حضرت شیخ رحؒ نے فرمایا، الحدیث موضوع۔ یہ فرما کر کام میں لگ گئے۔

سیاسی کشمکش کا دور تھا۔ حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب نور اللہ مرقدہٗ

کے یہاں حضرت رائپوری قدس سرہٗ، حضرت مولانا حبیب الرحمٰن صاحب لدھیانوی قدس سرہٗ تشریف لائے ہوئے تھے۔ بہٹ کے ایک رئیس آئے۔ حضرت شیخ رحؒ، حضرت رائپوریؒ نے کھڑے ہو کر ملاقات کی۔ مولانا حبیب الرحمٰن صاحبؒ نہیں اٹھے اُنھوں نے بھی مولانا کی طرف رُخ نہیں کیا۔ بات چیت کرکے چلے گئے۔ مولانا حبیب الرحمٰن صاحبؒ نے کہا میں نے اچھا نہیں کیا۔ آپ حضرات اُٹھے تھے مجھے بھی اُٹھ جانا چاہیئے تھا۔ لیکن بیہقی کی حدیث ہے، جو شخص کسی غنی شخص کے لئے تواضع اختیار کرتا ہے اس کا ایک ثُلُث دین ختم ہو جاتا ہے۔

حضرت شیخ الحدیث صاحبؒ نے فرمایا۔ حدیث شریف میں ہے اِذَا جَائکم کریم قوم فاکرموہ۔ حضرت مولانا حبیب الرحمٰن صاحبؒ نے فرمایا یہ تو دونوں حدیثوں میں تعارض ہو گیا آپس میں ایک دوسرے سے اس کے حل کے لئے کہا۔

حضرت رائپوری قدس سرہٗ نے حضرت شیخ قدس سرہٗ سے فرمایا آپ فرمائیں۔ حضرت شیخ رحؒ نے کہا میں عرض کرتا ہوں باقی آپ کھُل کر اس پر تبصرہ فرمائیں۔ یہ نہیں کہ حضرت ٹھیک ہے۔ حضرت ٹھیک ہے۔ حضرت رائپوری رحؒ نے فرمایا: اگر ٹھیک ہوگا تو ٹھیک کو تو غلط کہنے سے رہا اس کو تو یہی کہوں گا حضرت ٹھیک ہے حضرت ٹھیک ہے۔ یہ تو کہنے سے رہا حضرت غلط ہے حضرت غلط ہے۔

حضرت شیخ رحؒ نے فرمایا۔ ایک دوسری حدیث میں ہے مَنْ تَضَعْضَعَ لغنی لغناہ ذھب ثلثا دینہ۔ اکرام کا تعلق ظاہر سے ہے۔ دل تو صرف اللہ کے سامنے جُھکنے کے لئے پیدا ہوا ہے۔ تواضع کا تعلق دل سے ہے۔ اس لئے دونوں میں کوئی تعارض نہیں۔ حضرت رائپوری قدس سرہٗ بہت خوش ہوئے۔

حضرت شیخ رحؒ نے فرمایا جب دو روایتوں میں تعارض سامنے آتا ہے پھر اس کا جواب ذہن میں آتا ہے جس سے تعارض ختم ہو جاتا ہے ایسی مسرت ہوتی ہے کہ اس

Scanned by CamScanner

کو کسی چیز سے تشبیہ نہیں دی جا سکتی۔

حضرت گنگوہی مولانا رشید احمد صاحب قدس سرہٗ کے یہاں بخاری شریف کا درس ہو رہا ہے حدیث آئی لا تفضلونی علیٰ یونس بن متی (مجھ کو یونس بن متی پر بھی فضیلت مت دو) طلبہ اس وقت ذہین ہوتے تھے۔ ایک طالب علم نے اعتراض کیا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تمام انبیاء علیہم السلام سے افضل ہیں۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی فضیلت قطعی ہے۔ پھر اس کا کیا مطلب لا تفضلونی علیٰ یونس بن متی۔ حضرت گنگوہی رحمہ نے فرمایا۔ یہی تو افضلیت کی دلیل ہے۔ قطعی طور پر افضل ہونے کے باوجود فرما رہے ہیں لا تفضلونی علیٰ یونس بن متی۔ مگر طلبہ کی سمجھ میں نہیں آیا۔ حضرت گنگوہی رحمہ نے فرمایا۔ بتاؤ میں تم سے افضل ہوں یا نہیں سب نے کہا بیشک آپ افضل ہیں۔ حضرت تھانوی رحمہ نے فرمایا ہے کہ مولانا نے دوسری قوت سے کام لیا۔ فرمایا بتاؤ مجھ کو سچا سمجھتے ہو یا جھوٹا۔ سب نے کہا سچا۔ فرمایا اگر کسی بات کو قسم کھا کر کہوں اس میں تو جھوٹا نہیں سمجھو گے۔ سب نے کہا ہرگز نہیں۔ فرمایا۔ میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ تم میں سے ہر ایک کو اپنے سے ہزار درجہ افضل سمجھتا ہوں۔ اور اس انداز سے فرمایا کہ سب کی چیخیں نکل گئیں اور سب کو گویا ذبح کر کے اندر چلے گئے۔ حضرت تھانوی علیہ الرحمہ نے اس کو نقل فرمایا ہے کہ مولانا اگلے روز جب سبق پڑھانے تشریف لائے۔ فرمایا کیوں بھائی کل والی حدیث کا مطلب سمجھ میں آگیا۔ طلبا نے کہا خوب سمجھ میں آگیا۔

کسی نبی کی توہین جائز نہیں۔ اسی طرح کسی نبی کی ایسی تعظیم جس سے کسی نبی کی توہین ہوتی ہو جائز نہیں۔ حضرت یونس علیہ السلام کے ساتھ کچھ قصے پیش آئے ہیں۔ اس لیے فرمایا لا تفضلونی علیٰ یونس بن متی۔

ابن جوزی سے پوچھا گیا اللہ تعالیٰ کہاں ہے۔ کہا ہر جگہ اس کی دلیل کیا ہے

Scanned by CamScanner

کہا لا تفضلونی علیٰ یونس بن متیٰ۔ جو قرب حضرت نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو عرش پر حاصل ہوا، وہی قرب حضرت یونس علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ساتوں سمندر کے نیچے حاصل ہوا مچھلی کے پیٹ میں۔ اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ ہر جگہ ہے
(اکابر کے عطر لگانے کے معمول کا تذکرہ تھا اس پر فرمایا :-)
حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب نور اللہ مرقدہٗ اتنا عطر لگاتے کہ کپڑوں پر عطر کے دھبے محسوس ہوتے۔ حضرت مدنی قدس سرہٗ بھی عطر بہت استعمال فرماتے مگر کپڑوں پر دھبے محسوس نہیں ہوتے تھے مولانا محمد یوسف صاحب (امیر تبلیغ قدس سرہٗ) شیشی ہی الٹ لیا کرتے۔
حضرت شیخ قدس سرہٗ کا ایک سوئٹر تھا چودہ برس اس کو استعمال فرمایا۔ پھر کسی کو ہدیہ دیدیا۔ کرتا اتار کر تصنیف فرمایا کرتے گرمی کی وجہ سے۔
ایک دفعہ حضرت مدنی قدس سرہٗ سہارنپور تشریف فرما تھے رات کو وہاں قیام کیا۔ شیخ رح کو تہجد کے وقت جگایا۔ شیخ رح پھر سو گئے۔ حضرت مدنی رح نے پانی کا لوٹا لے کر اوپر ڈال دیا۔

اس کا تذکرہ تھا کہ پہلے حضرات کو جب گھڑیاں نہیں تھیں اوقات کا کس طرح علم ہوتا تھا اس پر ارشاد فرمایا :-
ارشاد : حضرت مولانا عبداللطیف صاحب قدس سرہٗ ناظم مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور اپنے والد صاحب رح کے متعلق فرماتے تھے کہ بلّی کی آنکھ دیکھ کر بتادیا کرتے تھے کہ اس وقت اتنے بجے ہیں۔ بلّی کی آنکھ ٹھیک بارہ بجے گول ہو جاتی اور پھر آہستہ آہستہ بیضوی صورت اختیار کرتی۔ دیکھ کر اندازہ لگالیا کرتے تھے کہ اس وقت یہ وقت ہوا۔
اندلس کی جامع مسجد جامع بنی امیہ میں بارہ آئینے لگے ہوئے تھے ہر آئینہ میں

Scanned by CamScanner

دو قسم کا رنگ تھا باہر اور اندر اور ایک ایک گھنٹہ گذرتا جاتا۔ اندر کا رنگ باہر اور باہر کا اندر آتا رہتا تھا۔ اس سے علم ہوتا کہ اب اتنے بجے ہیں۔ جب بارہ بج جاتے پھر دوسرے بارہ گھنٹے بھی حال ہوتا پھر اسی طرح سلسلہ چلتا رہتا۔

پُرانے آدمی آسمان پر ستارے دیکھ کر بتا دیا کرتے کہ کیا بجا ہے اور وہ تقریباً صحیح ہوتا۔ انھیں اندازہ تھا کہ یہ ستارہ کس وقت نکلتا ہے۔ یہ کس وقت اور کب غروب ہوتا ہے ان کی رفتار کا بھی اندازہ تھا۔

ایک صاحب کے یہاں گھوڑی پلی ہوئی تھی، پوری رات بیٹھی رہتی۔ صبح صادق پر کھڑی ہو جاتی۔ اس سے پتہ لگا لیتے کہ صبح صادق ہو گئی۔ اگر تہجد کے وقت آنکھ لگ جاتی تو اپنے پیر دیوار پر زور سے مارتی جس سے آنکھ کھل جاتی۔ سوار ہوتے تو جھک کر نیچے ہو جاتی۔ کہیں سفر میں جانا ہوتا تو اسٹیشن تک گھوڑی پر سوار ہو کر جاتے۔ اسٹیشن پر گھوڑی چھوڑ جاتے گھوڑی واپس گھر آجاتی۔ جتنے دن بعد جس وقت واپسی ہوتی بتا جاتے۔ گھوڑی کو اسٹیشن بھیجدیا جاتا چلی جاتی۔ ریل سے اُترتے سوار ہو کر گھر جاتے۔

ایک شخص کے یہاں بھینس پلی ہوئی تھی اور ایک کُتّا۔ بھینس کو پانی پینے کے لئے تالاب میں جانے کے لئے چھوڑ دیتے۔ کُتّا ساتھ جاتا۔ جب تک بھینس تالاب میں رہتی کُتّا باہر بیٹھا رہتا۔ جب نکل کر چلتی پھر ساتھ ساتھ آتا۔ اگر کسی اور جانب جانا چاہتی تو ادھر سے روک کر لاتا۔

عرض: وزیرِ اعظم پاکستان بے نظیر بھٹو کے یہاں دفتر میں بچہ پیدا ہوا ہے۔

ارشاد: حکیم ابن حزام، حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما خانہ کعبہ میں پیدا ہوئے ہیں۔ اگر دفتر میں بچہ پیدا ہو گیا تو کیا تعجب کی بات ہے۔

عرض: ایک صاحب نے فسادات ہند کا ذکر کیا۔

Scanned by CamScanner

ارشاد: فرمایا ؎ شامتِ اعمالِ ما ایں صورت نادر گرفت

جب نسبندی کا زور چل رہا تھا بہت تشدد کیا جا رہا تھا۔ حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب نور اللہ مرقدہٗ اندرا گاندھی کے پاس تشریف لے گئے اور فرمایا نسبندی کی ضرورت نہیں۔ جو فسادات ہوتے ہیں بس انھیں کو منظم کر دیا جائے۔

مولانا یزید صاحب زید مجدہم فرمایا شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی رحمہ اللہ نے تفسیرِ عزیزی میں انجیر کی بہت تعریف کی ہے اور اس کو جنتی پھل بتایا ہے۔ ارشاد: تفسیرِ عزیزی میں یہ بھی ہے کہ سب درختوں پر پھول پہلے آتا ہے جو خود اس کی زیبائش کے لئے ہوتا ہے اس کے بعد پھل آتا ہے جو دوسروں کیلئے ہوتا ہے۔ گویا ہر پھل میں اپنی زیبائش مقدم ہے۔ مگر انجیر پر پھل پہلے آتا ہے پھول بعد میں۔ تفسیرِ عزیزی ہی میں لکھا ہے کہ آدم علیہ السلام کے بدن سے جب جنتی لباس اُتارا گیا۔ درختوں کے پاس جاتے کہ اس کے پتوں سے ستر چھپائیں۔ جس درخت کے پاس جاتے وہ درخت پیچھے کو ہٹ جاتا مگر انجیر نے اپنے پتے دیئے۔ یہ اس کا ایثار ہے۔ یہ بھی لکھا ہے کہ انجیر انسان کے مُنہ کی ساخت کے برابر ہوتا ہے۔ پورا اُٹھا کر آسانی سے کھا لیا جاتا ہے۔

(حضرت کے سامنے انجیر پیش کیا گیا جو کافی بڑا تھا اور افریقہ میں بعض جگہ ہوتا ہے۔ اس پر ارشاد فرمایا)

ارشاد: حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ نے شاید افریقہ کے انجیر اور کابل کے آدمی نہیں دیکھے ہوں گے۔ افریقہ کا انجیر بہت بڑا ہوتا ہے ایک دفعہ مُنہ میں نہیں آ سکتا۔

ارشاد: حضرت آدم علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام جب جنت سے دُنیا میں تشریف لائے ان کے بدن پر وہ پتے تھے، یہاں کی ہوا لگنے سے پتے سوکھ گئے مُرجھا گئے، بدن سے گر گئے۔ ان کو ہرن نے کھایا جس سے مشک پیدا ہوا جو مُردہ

کے لئے حلال ہے۔ حضرت حوّا علیہا السّلام کے بدن سے جو پتے گرے ان کو ریشم کے کیڑے نے کھایا اس سے ریشم بنا جو عورتوں کے لئے حلال ہوا۔

مولانا بایزید صاحب دامت برکاتہم: امرود کے بیج قابض ہوتے ہیں۔

ارشاد: مگر اس کا چھلکا قبض کشا ہوتا ہے اس سے اس کی اصلاح ہوجاتی ہے۔

مولانا بایزید صاحب: مگر لوگ تو اس کا چھلکا اُتار کر کھاتے ہیں۔

ارشاد: جو چھلکا اُتار کر کھاتے ہیں وہ اس میں مسالہ لگا کر کھاتے ہیں اس سے اس کی اصلاح ہوجاتی ہے۔

مولانا بایزید صاحب: حضرت رائے پوری رح اس کو چاٹ بنا کر کھاتے تھے۔

ارشاد: بلکہ پکا کر۔ انگیٹھی پر رکھتے اس میں کھدّا آجاتا اس کو کھاتے اس سے اس کی رطوبت ختم ہوجاتی ہے۔

مولانا بایزید صاحب: حضرت سلیمان علیہ السلام کی سلطنت مشرق و مغرب میں تھی مگر سلطنت بلقیس کی ان کو خبر نہیں ہوئی۔ ہُدہُد کو ہوگئی۔

ارشاد: یہ بریلویوں کو بتائیے کہ ایسے جلیل القدر نبی اور بادشاہ کو علم نہیں ہوا اور ایک ہُدہُد کو اس کا علم ہوگیا۔ معلوم ہوا جو علوم نبوت سے متعلق نہیں وہ کسی دوسری مخلوق کو اگر حاصل ہوجائیں تو یہ فضیلت کی چیز نہیں۔ چھوٹی سی چیونٹی کو وہ حاسہ عطا ہوا جو انسانوں کو نہیں۔ ہُدہُد زمین کے اندر پانی کا پتہ لگا لیتا ہے کس جگہ ہے انسان نہیں لگا سکتا۔ ہُدہُد کیچوے کا پتہ لگا لیتا ہے کئی کئی بالشت نیچے زمین میں سے نکال لیتا ہے۔

مولانا بایزید صاحب: فتبسّم ضاحکاً من قولہا سے چیونٹی کی آواز سُن کر حضرت سلیمان علیہ السّلام ہنسے۔ چیونٹی کی آواز جس کو سُنا جاسکے کہاں ہوتی ہے۔ پھر اس کی آواز کس طرح سُنی۔

ارشاد: بطور معجزہ اس کی آواز کو سنا۔

مولانا بایزید صاحب: آج کل انسان کے خیالات کو پڑھ لیتے ہیں۔ اور یہ باقاعدہ ایک فن ہے۔

ارشاد: کچھ ہندو لوگ ایک لڑکی کو لئے پھر رہے تھے وہ لڑکی قرآن پڑھتی تھی۔ اور کہتے تھے دیکھو اس سے آواگون ثابت ہوتا ہے۔ لڑکی پہلے جنم میں مسلمان تھی۔ قرآن پڑھا تھا تب ہی تو اس کو یاد ہے۔ مجھے معلوم ہوا میں ان کے پاس پہونچا۔ میں نے ان سے کہا۔ ستیارتھ پرکاش میں لکھا ہے کہ جب آدمی دوسرے جنم میں آتا ہے پہلے جنم کی بات اس کو یاد نہیں رہتی۔ معلوم ہوا تمہارا مذہب جھوٹا ہے کہ اس بچی کو پہلے جنم کی بات یاد ہے۔ اس لئے تم اپنے مذہب سے توبہ کرلو۔

دوسری چیز اس میں لکھی ہے کہ اگر کسی کا مذہب حق ہو تو دوسرے جنم میں اس کو اسی پہلی جون میں بھیجا جاتا ہے۔ معلوم ہوا مذہب اسلام حق ہے کہ یہ بچی پہلے مسلمان تھی قرآن بھی اس کو یاد تھا اور دوسرے جنم میں اس کو انسان کی جون ہی میں بھیجا۔ معلوم ہوا کہ مذہب اسلام حق ہے۔ اس لئے تم سب مذہب اسلام اختیار کرلو۔ وہ اس لڑکی کو لے کر ایسے بھاگے کہ پھر کہیں پتہ نہیں لگا۔

مولانا بایزید صاحب: کافر لوگ بعض بڑے عقلمند ہوتے ہیں پھر بھی اسلام ان کی سمجھ میں نہیں آتا۔

ارشاد: ایک طبقہ قادیانی کو نبی مان رہا ہے۔ ہادیٔ مطلق اللہ تعالیٰ ہے۔ نہ عقل سے ہدایت ہوتی ہے نہ کسی اور چیز سے۔ قرآن پاک میں ہے اِنَّكَ لَا تَهْدِىْ مَنْ اَحْبَبْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِىْ مَنْ يَّشَآءُ ؕ

مولانا بایزید صاحب: یہ آیت ابو طالب کے بارے میں حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تسلی کے لئے نازل ہوئی مگر اس کے سیاق سے اہل کتاب کی تعریف ہوتی ہے

کہ گویا قریش اسلام قبول نہیں کرتے اور اہلِ کتاب کر لیتے ہیں۔

ارشاد: جس کے مقدر میں ہدایت ہوتی ہے وہ قبول کر لیتا ہے۔

مولانا بایزید صاحب: جب کوئی آیت کافروں کے بارے میں ہوتی ہے، صاحب جلالین کہدیتے ہیں "کُفّارِ قریش"، کیا صرف کفارِ قریش کے لئے وہ نازل ہوئی۔

ارشاد: قرآنِ پاک حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا۔ اس کے مخاطبینِ اوّلین کُفّارِ قریش تھے۔ گو حکم عام ہے، جیسے کُنْتُمْ خَیْرَ اُمَّۃٍ کے مخاطبینِ اوّلین صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین ہیں۔ گو بعد والے مومنین بھی اس میں شامل ہیں۔ اُخْرِجَتْ لِلنَّاس۔ ناس کا مصداق کون۔ اس میں سب آگئے۔

مولانا بایزید صاحب: حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بادشاہوں کے نام والانامے بھیجے۔ قریب والوں کو کیا دور دراز ملکوں کے بادشاہوں کے نام بھی بھیجے؟ جیسے ہندوستان، امریکہ۔ حالانکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت عام تھی۔

ارشاد: قُلْ یٰاَیُّھَا النَّاسُ اِنِّی رَسُوْلُ اللّٰہِ اِلَیْکُمْ جَمِیْعًا۔ وَمَا اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا کَافَّۃً لِّلنَّاسِ۔ ان آیات سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کا عام ہونا ثابت ہے اتنا کافی ہے بعثت کے عموم کے ثبوت کے لئے۔

باقی اس وقت دو سلطنتیں بڑی اور سربرآوردہ تھیں۔ قیصر کی حکومت اور کسریٰ کی حکومت۔ دوسری سلطنتیں انھیں کے ماتحت تھیں۔ ان کو خطاب سب کو خطاب ہے۔ ان کے تحت سب آگئے۔ اور ہندوستان میں بھی سرماتک نامی راجہ تھا۔ اس کے نام والانامہ کا تذکرہ ہے۔ اُسْدُ الغابہ میں تفصیل درج ہے۔

مولانا بایزید صاحب: عربوں کی تجارت بھی ہندوستان سے تھی۔

ارشاد: جی ہاں خوب تھی۔ عرب میں ہندوستانی تلواریں بھی مشہور تھیں۔

مولانا بایزید صاحب: نوّے کی دہائی شروع ہو رہی ہے اس میں انقلابات

Scanned by CamScanner

آنے کی توقع ہے۔

ارشاد: اخیر دہائی ایسی ہی ہوتی ہے۔ ۱۲۹۱ھ میں حضرت مولانا عبدالقادر صاحب رائپوری قدس سرہ کی ولادت ہوئی۔ ۱۲۹۲ھ میں حضرت علامہ انور شاہ کشمیری قدس سرہ کی ولادت ہوئی۔ اور ۱۲۹۶ھ میں مولانا سید حسین احمد صاحب مدنی قدس سرہ کی ولادت ہوئی۔

مولانا بایزید صاحب: علامہ انور شاہ صاحب قدس سرہ فرمایا کرتے تھے کہ امام مہدی پیدا ہو چکے ہیں۔ ان کا ایک شعر بھی تھا کچھ اس طرح تھا ؎

ضرورت ہے زمانہ کو پھر اسی مہدی کی

ارشاد: بیس برس کی بات ہے۔ مدینہ منورہ میں قاری عباس صاحب بخاری قدس سرہ کے یہاں شام کے مصر کے لوگ ٹھہرے ہوئے۔ ان کے قافلہ کا نام عسکر مہدی تھا۔ حضرت امام مہدی کے لشکر کی تیاریاں کر رہے تھے۔ قاری صاحبؒ نے بھی اپنا نام اس میں لکھوایا تھا۔ سب امام مہدی کے منتظر تھے۔

حج میں ایک صاحب جا رہے تھے۔ ایک بزرگ نے ان سے فرمایا۔ دیکھنا امام مہدی کا ظہور تو نہیں ہوا۔ ان کے ظہور کا وقت بالکل قریب ہے۔

رائپور میں مولانا واجد علی صاحب تھے۔ صاحب کشف تھے۔ حضرت رائپوری قدس سرہ کشف سے متعلق چیزیں ان کو سنوایا کرتے تھے۔

خواجہ محمد معصوم صاحب قدس سرہ کے مکاتیب میں ایک مکتوب کشف و خواب سے متعلق ان کو سنوایا جس میں ہے۔

مکرما! چیز تو وہ ہے جو بیداری میں ملے نہ کہ خواب میں۔ خواب میں اگر کسی کے سر پہ تاج رکھدیا جائے تو بادشاہ نہیں بن جاتا۔

ایک دفعہ میں رمضان میں رائپور رہا۔ مولانا واجد علی صاحب نے مجھ سے فرمایا

Scanned by CamScanner

شب قدر کون سی رات ہوئی۔ میں نے کہا ۲۱ ر ۲۳ ر ۲۵ ر ۲۷ ر ۲۹ ر میں سے کوئی سی شب تھی۔ فرمانے لگے یہ نہیں پوچھتا۔ یہ بتائیے اب کے رمضان میں کونسی رات شب قدر ہوئی۔ میں نے کہا یہ تو میری لائن کی بات نہیں آپکی لائن کی بات ہے۔ آپ بتائیے۔ پھر انھوں نے بتایا ستائیسویں شب، شب قدر تھی۔

ایک دفعہ انھوں نے فرمایا کہ امام مہدی پیدا ہو چکے ہیں ابھی اتنے سے ہیں۔ (ایک ہاتھ کے برابر) یہ مجھے میکائیل علیہ السلام نے بتایا۔

ایک دفعہ انھوں نے مجھ سے فرمایا۔ اسم اعظم کیا ہے۔ میں نے کہا اضطرار کی حالت میں جو اللہ کا نام زبان سے نکلے وہی اسم اعظم ہے۔ فرمایا ہاں ٹھیک ہے مگر اللہ اسم اعظم ہے مجھے میکائیل علیہ السلام نے بتایا۔

ارشاد: ۱۳۸۲ھ میں حضرت رائے پوری قدس سرہٗ کا وصال ہوا۔

مکہ مکرمہ میں ایک مکان کی تعمیر ہو رہی تھی۔ شہرت ہوئی اس سے ایک سانپ نکلا۔ اس کے انسان جیسا چہرہ تھا، داڑھی تھی بات کرتا تھا پھر غائب ہوگیا، ہندوستان میں اس کی شہرت ہوئی۔ باقی مکہ مکرمہ میں اس کی تحقیق کی کچھ پتہ نہیں لگا۔

مولانا یزید صاحب مدظلہٗ: ایک سال شہرت ہوئی قرآن پاک میں سے بال نکلتا ہے۔ حضرت رائپوری قدس سرہٗ کے گھر میں بھی ایسا ہوا۔ قرآن پاک کھولا اس میں سے بال نکلا۔ حضرت رائپوری قدس سرہٗ سے اس کا ذکر کیا۔ حضرت رائپوری قدس سرہٗ نے فرمایا میں نہیں جانتا کیا چیز ہے۔ مشہور تھا کہ پاکستان میں ایک بزرگ تھے۔ تہجد میں آنکھ کھلنے کے لیے انھوں نے اپنی داڑھی کو باندھ دیا تھا وہ بال گر گئے وہ نکل رہے ہیں۔

ارشاد: ایک بال مالٹا سے آیا کرتا تھا۔ حضرت شیخ الہند قدس سرہٗ کی ڈاک آتی تھی اس میں بال ہوتا تھا۔ اگر بال نہیں ہے تو معلوم ہو جاتا کہ ڈاک سنسر ہوئی ہے۔

Scanned by CamScanner

مولانا بایزید صاحب مدظلہ: حضرت کیا ہندوستان میں اسلامی حکومت ممکن ہے؟
ارشاد: پہلے ہو چکی یا نہیں۔
مولانا بایزید صاحب مدظلہ: جی ہو چکی۔
ارشاد: اگر امکان نہ ہوتا تو کیوں ہوتی۔ البتہ یہ آپ تجویز کریں کہ وہ اسلامی حکومت تھی یا مسلم حکومت۔ شاہی دربار میں ایک عالم صاحب تھے۔ مجلس سرد میں ان سے سرپیٹ کا کام لیا جاتا تھا۔ ایک ادھر سے ان کے مار رہا ہے ایک ادھر سے ایک صاحب غیر ملکی مہمان ہوئے، انھوں نے یہ حالت دیکھی تو فرمایا۔ آپ نے چند پیسوں کی خاطر علم کو اتنا ذلیل کر رکھا ہے بڑے افسوس کی بات ہے۔
ان عالم صاحب نے جواب دیا۔ سب صحیح ہے مگر اتنی بات ہے جب مقدمات فیصل ہوتے ہیں پہلے مجھ کو دکھلایا جاتا ہے اس کے بعد فیصلہ کیا جاتا ہے۔ فیصلہ شریعت کے مطابق ہو جاتا ہے۔ اگر میں چلا جاؤں یہ صورت بھی ختم ہو جائے۔ اس لیے یہ ذلت برداشت کرتا ہوں۔

مولانا بایزید صاحب مدظلہ: حضرت! وہ بھی تو واقعہ ہے کہ ایک یہودی کو بادشاہ نے حاکم مقرر کیا۔ فقیر نے اس کو قتل کر دیا۔ بادشاہ نے فقیر کو گرفتار کرنے کے لیے حکم دیا مگر کسی کی ہمت نہیں ہوئی۔ ہاتھوں میں بیڑیاں ڈالتے کھل جاتیں۔ ایک دوسرے بزرگ تھے۔ بادشاہ نے ان سے کہلایا۔ ان بزرگ نے آکر فقیر سے کہا اور ان کو لے کر قید میں چلے گئے۔ اور اس طرح فقیر کو قید کر لیا۔ مگر جب نماز کا وقت ہوتا تھا بیڑیاں کھل جاتیں۔ نماز ادا کرتے پھر بیڑیاں پہن لیتے۔
ارشاد: یہ تو پرانا قصہ ہے۔ میرے ایک عزیز رشتہ کے ماموں ہوتے ہیں۔ حیدرآباد میں رہتے تھے۔ ان کے عزیز امریکہ میں ہیں وہ بھی امریکہ چلے گئے وہ بتاتے تھے کہ میں مدینہ منورہ (زادہا اللہ شرفاً وکرامۃً) حاضر ہوا سلام پڑھا

Scanned by CamScanner

اس کے بعد مسجد نبوی میں بیٹھا ہوا تلاوت کر رہا تھا۔ کسی نے کندھا پکڑ کر ہلا یا۔ ایک کُرتا ٹخنوں تک نیچا پہنے ہوئے تھے۔ فرمایا۔ تم سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مُصافحہ فرمایا اور تم سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم خوش ہو گئے۔ میں نے کہا مجھے تو نہیں معلوم۔ فرمایا، ہاں ان کا (حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا) مصافحہ ایسا ہی ہوتا ہے۔ میں نے پُوچھا آپ کا کیا نام ہے۔ بتایا تاج الدین، حیدرآباد محبوب نگر میں رہتا ہوں۔ میں حیدرآباد محبوب نگر واپس آیا، ان کو تلاش کیا۔ معلوم ہوا ایک فقیر ہے تاج بابا جو دیر سے قید میں ہے۔ میں ملاقات کے لئے قید میں گیا۔ دروازہ پر عملہ کے کچھ لوگ کھڑے ہیں۔ انھوں نے ملاقات کی اور بتایا ہم کو تاج بابا نے بھیجا ہے کہ ہمارے مہمان آرہے ہیں ان کا استقبال کرو۔ قید خانہ میں ان سے ملاقات ہوئی۔ میں نے کہا آپ کو تو مدینہ منوّرہ میں دیکھا تھا اور یہاں معلوم ہوا کہ آپ دیر سے قید میں ہیں۔ فرمایا یہ لوگ بے وقوف ہیں۔ کیا لوہے کی سلاخیں مجھے آنے جانے سے روک سکتی ہیں۔

Scanned by CamScanner

مجلس ۲
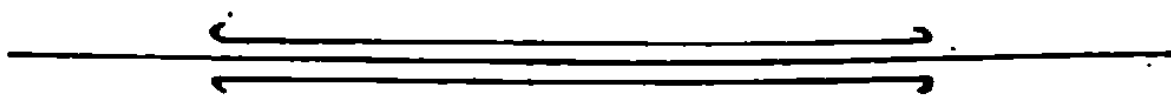
تحریک حضرت شیخ الہند قدس سرہٗ کا ذکر تھا۔ اسی سلسلہ میں ارشاد فرمایا کہ کس طرح رازداری سے کام لیا جاتا تھا اور انگریز نے ان اکابر میں اختلاف پیدا کرنے کی کتنی کوششیں کی مگر ان حضرات اکابر نے کس طرح نور بصیرت و نور فراست سے انگریز کی ہزار کوششوں کے باوجود اپنے آپ کو اختلافات سے بچایا۔

ارشاد: سہارنپور ایک پھول تیار ہوتا تھا اور وہ فروخت ہوتا تھا۔ فروخت ہوتا ہوا سرحد پہونچتا اس میں ہدایات ہوتی تھیں اس کو اس طرح تیار کیا جاتا کہ اس کی پنکھڑیوں میں کچھ اشارات ہوتے تھے۔ درمیانی لوگ اس کو کچھ نہیں سمجھ سکتے تھے۔ بس وہ خریدتے اور دوسروں کے ہاتھ فروخت کر دیتے۔ اسی طرح فروخت ہوتا ہوا سرحد پہونچتا۔ جن کے لئے ہدایات ہوتیں وہ ان کو سمجھ جاتے۔

ارشاد: حضرت شیخ الہند قدس سرہٗ کو گرفتار کیا گیا۔ جیل میں ان کے سامنے ایک فتویٰ پیش کیا گیا کہ ہندوستان کے علماء نے ترکوں کے کفر کا فتویٰ دیدیا۔ مولانا خلیل احمد صاحب قدس سرہٗ نے بھی دستخط کر دیئے دیکھئے۔ تحریر دکھائی۔ اس پر مولانا خلیل احمد صاحب قدس سرہٗ کے دستخط بھی ہیں۔ حضرت شیخ الہند قدس سرہٗ نے اس کو رکھ دیا اور فرمایا کہ تم غلط کہتے ہو۔ انھوں نے فتویٰ نہیں دیا۔ اور اگر بالفرض فتویٰ دیا ہے تو غلط ہے۔ ہم ان کے مقلد نہیں، امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے مقلد ہیں۔ ہمارے نزدیک ترک کافر نہیں۔ اسی طرح مولانا خلیل احمد صاحب قدس سرہٗ کو گرفتار کیا گیا۔ ان کے سامنے بھی فتویٰ پیش کیا گیا کہ مولانا محمود الحسن صاحب قدس سرہٗ

نے ترک کے کافر ہونے کا فتویٰ دیدیا ہے۔ ان کے دستخط موجود ہیں۔ انھوں نے بھی بعینہٖ یہی جواب دیا کہ انھوں نے فتویٰ نہیں دیا، ہم نے غلط لکھا ہے تو اور اگر فتویٰ دیا ہے غلط دیا ہے۔ ہم ان کے مقلد نہیں امام ابو حنیفہ کے مقلد ہیں۔ ہمارے نزدیک ترک کافر نہیں۔

مولانا خلیل احمد صاحب قدس سرہٗ کو گرفتار کرکے نینی تال بھیجا۔ داروغہ وحید احمد بن منشی لطیف احمد سوختہ فروش ساکن گنگوہ نے بیان کیا وہ سی آئی ڈی میں ملازم تھے میرے پاس حکومت انگریز کا حکم آیا کہ فلاں اسٹیشن پر فلاں گاڑی کے ڈبہ پر پہونچو۔ میں گیا تو مجھ کو کوئی خاص چیز محسوس نہیں ہوئی لیکن بعض مستورات وہاں تھیں انھوں نے مجھے دیکھ کر کہا کہ یہ تو بھائی لطیف کا وحید لگتے ہے۔ اتنے میں ایک صاحب بیت الخلاء سے نکلے اور انھوں نے مجھے دیکھ کر کہا ارے بھائی وحید اچھا ہے۔ یہ کہہ کر مجھے سینہ سے لگا لیا۔ وحید کہتے ہیں اس وقت مجھے معلوم ہوا کہ یہ مستورات حضرت کی ہیں اور وہ صاحب جو بیت الخلاء سے نکلے تھے وہ حاجی مقبول تھے۔ تب سب بات میری سمجھ میں آئی کہ حضرت گرفتار کر لئے گئے اور نینی تال بھیجدیئے گئے۔ میں نے فوراً کمبل نینی تال حضرت کے لئے بھجوا دیئے کہ وہاں سخت سردی ہے پریشان نہ ہوں۔ اور جلد از جلد نینی تال جا کر حضرت سے ملاقات کی۔ حضرت نے مجھے فوراً پہچان لیا۔ میں نے عرض کیا کہ حضرت میری ایک بات بغیر دلیل کے مان لیں وہ یہ کہ اپنا عربی داں ہونا ظاہر نہ ہونے دیں۔ جو سوالات عربی میں کئے جائیں ہرگز ان کے جوابات نہ دیں۔ مقدمہ کی بنیاد بس یہی ہے کہ آپ عربی داں نہیں ہیں۔ اس کے بعد آپ کی پیشی ہوئی۔ انگریز جج نے بہت سوالات کئے جو وہ اردو میں کرتا حضرت اس کے جوابات دیدیتے اور جو عربی میں پوچھتا اس کے جواب میں حضرت خاموش ہو جاتے۔ بار بار پوچھا پھر بھی حضرت خاموش رہے۔ اس نے ڈانٹ کر پوچھا پھر بھی خاموش رہے۔ پھر اس نے اردو میں

گورنمنٹ کا منشاء یہی ہے کہ وہ سفارش کریں۔ آپ زیادہ بات نہ کریں۔ حضرت نے فرمایا کہ مولانا حبیبُ الرحمٰن صاحب کی کیا خصوصیت ہے۔ میں نواب حیدرآباد کو تار دیتا ہوں وہ ابھی میری سفارش کے لئے یہیں آتے ہیں۔ نواب بھاولپور کو تار دیتا ہوں نواب بھوپال کو تار دیتا ہوں سب ابھی آجائیں گے۔ کیا گورنمنٹ کے نزدیک مولانا حبیبُ الرحمٰن صاحب کی حیثیت ان سے زیادہ وقیع اور بلند مرتبہ ہے۔ جج نے کہا آپ بحث نہ کریں۔ بات اسی طرح ہونی چاہیئے۔ اس پر حضرت نے اپنے ایک عزیز کو (جو وہاں موجود تھے) پرچہ لکھ کر دیو بند بھیجا۔ وہاں سے مولانا حبیبُ الرحمٰن صاحب آگئے انھوں نے سفارش کی حضرت بری کر دیئے گئے۔ اور سہارنپور تشریف لے آئے۔ رہائی کے وقت حضرت سے وعدہ لیا گیا کہ عدالت کی یہ بحث کسی دوسرے کو نہ بتلائی جائے۔ جامعہ مظاہر علوم میں پہونچ کر حضرت سے ایک مجلس میں دریافت کیا گیا مولانا حبیبُ الرحمٰن صاحب نے حضرت کی کوئی شکایت کی تھی جس پر جناب کی گرفتاری عمل میں آئی اور پھر ان کی سفارش پر آپ کو چھوڑ دیا گیا۔ حضرت نے فرمایا جی یہ بات نہیں۔ بلکہ گورنمنٹ مجھ کو مولانا حبیبُ الرحمٰن صاحب کے زیرِ احسان رکھنا چاہتی ہے۔ اور یہ چاہتی ہے کہ دارالعلوم و مظاہر علوم میں باہمی اعتماد قائم نہ رہے بے اعتمادی پیدا ہو جائے۔ اس وجہ سے یہ سب کچھ کیا گیا۔ اگلے روز مولانا حافظ محمد احمد صاحب صدر مہتمم دارالعلوم دیوبند ملاقات کے لئے سہارن پور حضرت کے پاس آئے اور بند کمرے میں دیر تک ملاقات کی۔ اس ملاقات سے اگلے روز سہارن پور کے کلکٹر نے حضرت کو طلب کیا اور کہا کہ نینی تال میں آپ سے وعدہ لیا گیا تھا کہ انگریز جج کے سامنے آپ نے جو بیان دیا ہے وہ کسی کو نہیں بتلائیں گے۔ لیکن آپ نے سہارن پور پہونچتے ہی وعدہ خلافی اور عہد شکنی کی کہ سب باتیں حافظ احمد صاحب کو بتلادیں۔ حضرت نے فرمایا میں تو اس عہد کا مطلب یہ سمجھا تھا کہ اخبار میں شائع کرنے سے منع کیا جا رہا ہے۔ جیسا کہ آج کل دستور ہے کہ

پبلک کے مطالبہ پر اخبار میں بیان جاری کر دیا جاتا ہے۔ مجھے یہ معلوم نہیں تھا کہ اپنے مخلص دوستوں سے بھی کہنے کی اجازت نہیں۔ کلکٹر نے کہا دیکھ لیا آپ نے اپنے مخلص دوستوں کو۔ کہ کل کواڑ بند کر کے رازداری کے ساتھ تنہائی میں گفتگو ہوئی اور وہ آج یہاں ہمارے پاس موجود ہے۔ حضرت نے فرمایا ہاں یہ کوئی نئی بات نہیں مجھے پہلے سے معلوم ہے۔ اس گفتگو کے بعد حضرت واپس مظاہر علوم میں تشریف لے آئے۔ بعد میں خدام نے عرض کیا کہ کیا واقعی حافظ احمد صاحب نے کلکٹر سے یہ ساری باتیں پہونچائیں؟ حضرت نے فرمایا کہ حافظ احمد تو کلکٹر سے ملے بھی نہیں۔ یہ تو ادنیٰ قیافہ کی بات ہے کہ تنہائی میں یہی بات ہوئی ہوگی۔ حکومت کا مقصد ہے کہ ہمارے درمیان آپس کا اعتماد ختم ہو جائے اور ہم ایک دوسرے کو مشتبہ نظروں سے دیکھنے لگیں۔

حضرت کے متعلق انگریز کے پاس سی۔ آئی۔ ڈی کی رپورٹ یہ تھی کہ حضرت نے تمام عرب میں جا کر عربی میں تقریریں کیں۔ اور انگریز کی مخالفت پر عرب عوام اور ترکوں کو آمادہ کیا۔ نینی تال کے اس مقدمہ پر انگریز ججوں نے یہ فیصلہ دیا کہ ملزم کے متعلق یہ رپورٹ صحیح نہیں ہے۔ کیونکہ یہ عربی کے دو جملے بولنے پر بلکہ سمجھنے پر بھی قادر نہیں۔ لہٰذا اس کے متعلق یہ رائے قائم کرنا کہ اس نے عربی میں تقریریں کیں صحیح نہیں ہے۔

ارشاد: اگر مقصود واحد ہو اور وہ ہے رضاء حق تعالیٰ شانہ، تو پھر سو اختلاف کے باوجود یگانگت رہتی ہے۔ اور اگر مقصود واحد نہ ہو تو پھر ظاہری اتحاد کے باوجود بھی اختلاف رہتا ہے۔ اس وقت ان حضرات کا مقصد واحد تھا اس لئے انگریز کی ہزار تدبیروں کے باوجود اتحاد رہا۔ اور آج مقصد ہی ایک نہیں۔ اس لئے ظاہری اتحاد کے باوجود اختلاف ہے۔

ارشاد: حضرت شیخ الحدیث صاحب (قدس سرہ) ایک شخص کو ڈانٹ رہے تھے

اس وقت لوگوں کو افسوس ہوا کہ پاکستان کے بننے سے ہم تو سمجھے تھے اسلامی حکومت قائم ہوگی۔

جہاں وہ مکشوف ہوا تھا پہلی مکشوف ہوا ہوگا کیا حال بنے گا۔

ارشاد: جہاد شاملی میں کیا ہوا۔ اس وقت تو کافر سامنے نہیں تھے شاہجہاں کے وقت کیا ہوا۔ لوگوں کو بادشاہ کے خلاف فتویٰ دینا پڑا۔ حالانکہ شاہجہاں بہت متدین شخص تھا۔ شاہی حرم سے ہندو عورتوں کو نکالا اور بہت سی ناجائز رسومات کو ختم کیا۔ مگر دارشکوہ سے تعلق تھا اس کو اپنا ولیعہد بنانا چاہتا تھا اور اس کا حال اکبر سے بہتر نہیں تھا۔ اس کو سلطنت ملتی تو کیا حال ہوتا۔ اس لیے علماء نے شاہجہاں کے خلاف بغاوت کا فتویٰ دیا کہ اس وقت اسلام کی حفاظت کی یہی صورت تھی۔ اسی طرح انگریز کے تسلط سے ہندوستان آزاد کرانے کی صورت یہی تھی کہ ہندو، مسلم سب مل کر کوشش کریں۔

عرض: مسلم لیگی حضرات کہتے ہیں کہ ہندو کی شرکت اسی وقت درست ہے جب مسلم کو بالادستی حاصل ہو ورنہ درست نہیں۔

ارشاد: راستہ میں بڑا سانپ ہے راستہ روک رکھا ہے سب لوگوں کو پریشانی ہے۔ سانپ ہندو مسلم دونوں کا دشمن ہے۔ اور سانپ اتنا خطرناک ہے کہ تنہا نہ ہندو مار سکتا ہے نہ مسلمان۔ ایک ہندو آگے بڑھتا ہے اور مسلمان سے کہتا ہے آپ بھی آجائیے دونوں مل کر حملہ کریں۔ آپ کہتے ہیں میں تو اس وقت آؤں گا جب مجھ کو بالادستی حاصل ہو۔

حضرت نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم مکہ مکرمہ سے ہجرت فرما کر مدینہ منورہ تشریف لے گئے۔ وہاں یہود و نصاریٰ اور انصار مدینہ جتنی اقوام آباد تھیں سب کو جمع فرما کر معاہدہ کیا کہ اگر مکہ کے لوگ مدینہ پر حملہ کریں تو سب مقابلہ کریں گے۔ کیا وہاں معاہدہ

میں مسلمانوں کو بالادستی حاصل ہونے کی شرط کی گئی تھی۔

غزوۂ بدر کا ارادہ فرمایا۔ انصار کو بلا کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ میرا عہد یہ تھا کہ اگر کفار حملہ کریں تو مقابلہ کریں گے۔ ہم خود باہر جا کر حملہ کریں اس وقت ساتھ دینے کا معاہدہ نہیں تھا۔ اب میرا ارادہ یہ ہے کہ وہیں جا کر مقابلہ کروں کیا رائے ہے۔ انصار نے کہا جس طرح حکم فرمائیں ہم ہر طرح تیار ہیں۔

ارشاد: انگریز کی حکومت تھی نہ وہ ہندو تھا نہ مسلمان اور ہندو اکثریت میں تھے مگر اس کے باوجود انگریز کے دور میں گویا مسلمانوں نے ہندوؤں پر حکومت کی۔ آزادی کے بعد انھوں نے دیکھا کہ غلامی کے زمانہ میں جب انھوں نے ہم پر حکومت کی آزادی کے بعد بھی یہی حاوی وغالب رہیں گے۔ اس لئے کوشش کی اور مسلمانوں ہی میں ایک جماعت کو کھڑا کر دیا کہ وہ تقسیم کا مطالبہ کریں۔ نعرہ یہ تھا۔ ساڑھے چار کروڑ مسلمانوں کی لاش پر پاکستان کی بنیاد رکھی جائے گی۔ تم تیار ہو۔ کہا۔ ہاں ہم تیار ہیں۔ ملک تقسیم ہو گیا مگر کتنا خون خرابہ ہوا کتنے مسلمان شہید ہوئے کتنے مسلمان اُجاڑے گئے۔ کتنے گھر سے بے گھر ہوئے اور تقسیم بھی اس طرح ہوئی کہ پاکستان کے دو ٹکڑے کر دیئے گئے۔ مشرقی پاکستان، مغربی پاکستان۔ کوئی ایک پر حملہ کرے دوسرا مدد نہیں کر سکتا۔ ادھر ہندوستان کے مسلمان بے سہارا رہ گئے جو سیاسی سوجھ بوجھ رکھنے والے اور سیاسی لیاقت رکھتے تھے پاکستان چلے گئے۔

ایک ہندو لاجپت رائے کہا کرتا تھا کہ مسلمان کیسا ہی ہو مگر بچہ بچہ کی زبان سے یہ نکلتا ہے اور بڑی لے سے پڑھا کرتا تھا۔ کیا ؎

مرے مولیٰ بلا لو مدینہ مجھے غمِ ہجر تو دے گا نہ جینے مجھے

ابوالکلام آزاد نے کہا مشرقی پاکستان پچیس سال سے آگے نہیں بڑھے گا۔ چنانچہ ٹھیک، پچیس ۲۵ سال میں مشرقی پاکستان ختم ہو کر بنگلہ دیش بن گیا۔

Scanned by CamScanner

عرض: حضرت! پاکستان کو اسلامی حکومت قائم کرنے کے لئے ٹریننگ لینی چاہیئے۔
ارشاد: اسلامی حکومت کے لیے ٹریننگ کی ضرورت ہے مگر کیا خود پاکستان کے پاس بھی اسلام ہے جو ٹریننگ کریں گے۔

حضرت تھانوی قدس سرہٗ سے ایک صاحب نے شکایت کی کہ لڑکا اسلامی اسکول میں پڑھتا ہے بددین ہو گیا عقیدے خراب ہو گئے۔ فرمایا۔ ہندو اسکول میں داخل کردو۔ چنانچہ ہندو اسکول میں داخل کر دیا وہاں ہندو اسلام پر اعتراضات کرتے یہ جواب دیتا ہندوؤں سے خوب مقابلہ رہا۔ پکا مسلمان بن گیا۔

مغالطہ اتنا دیا جاتا ہے۔ حضرت تھانوی قدس سرہٗ کا سیاسی مسلک چھپا ہوا ہے اس میں سوال ہے کہ غیر مسلموں نے ایک جماعت بنائی حکومت سے حقوق طلب کرنے کے لئے کیا مسلمانوں کو ان کے ساتھ شرکت درست ہے۔ حالانکہ سوال ہی غلط ہے۔ کانگریس ہندوؤں کی جماعت ہے، یہ نہیں سب کی مشترکہ جماعت ہے (جب سوال ہی غلط ہے تو جواب اسی کے مطابق ہوگا۔ اس کا حال ظاہر ہے)

حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریا صاحب قدس سرہٗ تھانہ بھون گئے۔ وہاں حضرت تھانوی قدس سرہٗ کے پاس اخبار رکھا ہوا دیکھا (حالانکہ خانقاہ میں اخبار بینی پر بڑی پابندی تھی) پوچھا! حضرت کیا آپ بھی اخبار دیکھتے ہیں۔ فرمایا ہاں۔ اس میں کانگریس پر لے دے ہوتی ہے۔ دیکھ کر جی خوش ہو جاتا ہے۔

ایک سیاسی لیڈر کا واقعہ معلوم ہوا کہ غسل کی حاجت ہو گئی سیاسی سرگرمیوں میں غسل کا موقع نہیں ملا۔ پانچوں نمازیں بلا غسل پڑھتے۔

ایک شخص بنگلہ دیش میں ملا۔ سخت پریشان تھا کہتا تھا پاکستان بنا سخت غلطی ہوئی پاکستان نہ بنتا اچھا تھا۔ ایک بڑا بھائی پاکستان میں ہے تو یہاں بھی ہندوستان منتقل ہو سکتا ہے نہ میں وہاں منتقل ہو سکتا ہوں۔ ہندوستان کی جائداد بھی سب

برباد ہو گئیں۔

پاکستان بنا مگر حال یہ تھا کہ لاتعن پور میں ختم نبوت پر تقریر کرنا جرم قرار دیا گیا۔ پاکستان بنا اس وقت ایک خواہش قادیانیوں کو ڈپٹی کلکٹر کے عہدے دیئے گئے۔ آج بھی پاکستان میں شیعوں کو عہدے دیئے جارہے ہیں ان کو سفیر بنا کر دوسرے ممالک بھیجا جارہا ہے۔

عرض: ایک صاحب نے سنگل، بدھ کا کچھ تذکرہ کیا اس پر فرمایا:

ارشاد: سنگل کے ربوۃ کا ندھی کے گولی لگی۔ بدھ کے رزوۃ اندرا گاندھی کے۔

عرض: ایک شخص نے خواب دیکھا کہ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے صحبت کر رہا ہے اور حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پشت مبارک سیاہ ہے۔

ارشاد: تعبیر ارشاد فرمائی کہ یہ شخص احادیث کو بزور ظاہر و باطن کر اپنے مخالف معنی کے ثبوت میں پیش کرتا ہے۔

عرض: ایک شخص نے خواب بیان کیا کہ اپنی بیٹی سے صحبت کر رہا ہے۔

ارشاد: کس نے خواب دیکھا ہے؟

عرض: فلاں شخص نے۔

ارشاد: انشاء اللہ اس باپ سے بیٹی کو ظاہری باطنی نفع ہوگا کہ اس بچی کا نکاح اور رخصتی دونوں مسرور ہو جائیں گے۔

ختم شد

دعوت ہے میں چاول ہی کھلاؤں گا۔ میرے یہاں کے چاول کا پرہیز نہیں۔ اگلے روز گئے تو صاحبزادہ نے نبض دیکھی۔ اور حضرت کا مرض اور اس کے اسباب فرفر بیان کرتے چلے گئے۔ حکیم صاحب نے ایک سفوف دیا کہ یہ پتھری کو پیس کر سرمہ بنا کر نکال دے گا۔ ہو سکتا ہے کہ کوئی ریزہ بڑا ہو جس کی وجہ سے پیشاب کی نالی میں خراش پیدا ہو کر خون نمودار ہو تو اس کے لئے ایک پڑیا دی کہ اسی روز اس کو استعمال کر لیں۔ اور حضرت آئندہ اس سلسلہ میں مجھ سے کبھی ملاقات نہیں کریں گے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ سفوف استعمال کیا۔ ایک روز پیشاب میں خون کا اثر محسوس ہوا وہ پڑیا کھالی پھر شکایت نہیں ہوئی۔

ایک گاؤں کا شخص آیا اس کی نبض پر ہاتھ رکھا۔ فرمایا بوڑھے تیری جوانی بڑے مزے میں گذری۔ کئی ایک عورتوں سے تعلقات رہے اور اب کے سے ہیں۔ اور کہاں کہاں پھنسیاں نکلیں وہ بھی ہنستا رہا اور اقرار کرکے بتاتا رہا۔

حکیم سعید (صاحب) ان کا نام تھا۔ ان کے بیٹے حکیم مسعود صاحب نے حضرت مولانا وصی اللہ صاحب قدس سرہٗ کا علاج کیا تھا۔

حکیم صاحب کے مزاج میں ظرافت بہت تھی بہت ہنستے تھے۔

حکیم مسعود کے چھوٹے بھائی تھے اسعد جب وہ چھوٹے تھے کہ پائجامہ نہیں پہنتے تھے کسی نے ان کی شرمگاہ کو پوچھا یہ کیا۔ کہا دنیا کی جڑ۔ جب اور بڑے ہو گئے پھر کسی نے پوچھا۔ کہا کار توس۔

حکیم اختر صاحب زید مجدہم: ایک حکیم صاحب مولانا شاہ عبدالغنی صاحب پھولپوری کے بھی معالج تھے۔ حضرت مولانا جب بھی تشریف لاتے حکیم صاحب دعوت فرماتے حضرت اگر انکار فرماتے حکیم صاحب کہتے راز فاش کر دوں گا۔ حضرت دعوت منظور فرما لیتے میں نے حکیم صاحب سے پوچھا کہ ایسا کیا راز ہے جس کی وجہ سے حضرت فوراً دعوت منظور

Scanned by CamScanner

فرما لیتے ہیں۔ حکیم صاحب نے کہا کہ حضرت نے اظہار سے انکار فرمایا ہے اور میں نے بھی وعدہ کیا ہے کہ راز ظاہر نہیں کروں گا۔ حضرت کا جب انتقال ہو گیا ایک روز میں حکیم صاحب کے پاس گیا اور کہا کہ اب تو راز راز نہیں رہا۔ اب بتا دیجئے۔ حکیم صاحب نے بتایا کہ ایک دفعہ رات کے وقت میں ملاقات کے لئے حاضر ہوا تو حضرت کو اس حال میں پایا کہ جسم کے ٹکڑے ٹکڑے ہو رہے ہیں اور ہر ٹکڑے سے ذکر کی آواز آرہی ہے۔ میں پہونچا ذرا آہٹ ہوئی تو تمام ٹکڑے آپس میں مل گئے اور حضرت اٹھ بیٹھے اور فرمایا کسی سے اس کو ظاہر نہ کرنا۔

ارشاد: زندگی میں راز نہ بتانے اور زندگی کے بعد بتا دینے کا بھی ماخذ ہے۔ مرض الوفات میں حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حاضر ہوئیں۔ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو قریب بلا کر کچھ فرمایا جس سے ان کے چہرہ پر رنج کا اثر ظاہر ہوا اور رونے لگیں۔ پھر کچھ فرمایا تو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا ہنسنے لگیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے پوچھا کیا بات تھی جو پہلے روئیں پھر ہنسیں۔ بتانے سے انکار کر دیا کہ راز ہے۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد پھر پوچھا کہ اب تو راز نہیں رہا۔ اب بتا دو۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے بتایا کہ پہلی دفعہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی وفات کی خبر دی کہ اس مرض میں وفات ہو جائے گی۔ اس لئے میں روئی۔ پھر خبر دی کہ سب گھر والوں میں تو سب سے پہلے میرے پاس آئے گی۔ اس سے میں خوش ہو کر ہنسنے لگی۔

ارشاد: مولانا محمد احمد صاحب پرتاب گڈھی کا مزاج کیسا ہے؟

حکیم صاحب: کمزور ہیں علماء آجاتے ہیں تو زندہ ہو جاتے ہیں۔

ارشاد: "زندہ ہو جاتے ہیں" کے بجائے اگر "تازہ دم ہو جاتے ہیں" بولتے تو زیادہ موزوں تھا۔

Scanned by CamScanner

حکیم صاحب: ابھی حضرت! ایک بار دہ دو ہزار ہے حضرت کے سامنے بیٹھ کر سوچ سوچ کر بولتا ہوں پھر بھی کوئی نہ کوئی بات ایسی ہو جاتی ہے۔

ارشاد: اکثر عید پر جانا ہوتا۔ جب تک رہا شعر شاعری ہوتی رہی۔ اس سے پہلے جانا ہوا تو مولانا نے کچھ اشعار سنائے تھے۔ ان اشعار پر میں نے بھی کچھ اشعار کہے۔ اس وقت سنانا تو بے ادبی سمجھا۔ اس وقت جب تیار ہوا تو وہ اشعار سنائے۔ مولانا بہت خوش ہوئے۔ پورا جسم حرکت کرنے لگا۔ ان اشعار کو لکھوایا بھی۔ واپس ہوا تو باہر گاڑی پر بھی آگئے۔

حکیم صاحب مدظلہ: حضرت ہم بھی سن لیں وہ اشعار کیا ہیں اور اپنے سامعین سے فرمایا قلم لے کر ان اشعار کو لکھ لو۔

حکیم صاحب زید مجدہم: حضرت! آپ کا کوئی تخلص ہے؟

ارشاد: نہیں، میں شاعر نہیں۔ میری طبیعت بھی موزوں نہیں۔ عروض کے اوزان ذہن میں رکھے بغیر کوئی شعر صحیح نہیں پڑھ سکتا۔ جب میں فارسی پڑھتا تھا میرے استاد مولانا عبدالرحمن صاحب قدس سرہ کیمل پوری نے فرمایا: مولوی محمود! تم کو شعر پڑھنا نہیں آتا۔ اس وقت عروض کے دو تین رسالے خود لے کر دیکھے اور کوشش کی کہ جتنی بحریں ہیں سب میں کوئی نہ کوئی شعر کہہ لوں، چاہے بامعنی ہو یا بے معنی۔ یہ میری شاعری کی حقیقت ہے۔

حکیم صاحب مدظلہ:

ملنا ہے تو اب مل جا محشر کا نہ رکھ وعدہ
محشر میں اے پیارے سب ہوں گے تماشائی

ارشاد:

اے خوش لب جنت اے نرگس نورستہ
کہہ دو کہیں دیکھے ہوں گر ہم سے جگر خستہ

محبوں کی چھان گرد کی فرمایا وہ کی بہار مردی
سنتے ہیں مگر دل سے دیکھا نہیں دار ستہ
اے دست کرم اٹھ کے تو اس کو جھکا دے ممکن
بے شمار امید آوارگی میں مارے ہیں
اک عمر ہوئی چھوٹا حضرت سے غزل گوئی
بر نا لے موزوں ہے فرمایا برجستہ
حکیم صاحب مدظلہ: خانقاہ کے معنی نہیں آتے تھے، غیاث اللغات میں دیکھا اس میں لکھا ہے: جائے درویشاں۔
ارشاد: یہ اصل لفظ "خانگاہ" خان کی جگہ، معرب کر کے "خانقاہ" بنا دیا۔
ارشاد: حضرت تھانوی قدس سرہ کے یہاں ایک صاحب نے عرض کیا، حضرت! گاڑی (گھوڑا گاڑی) حاضر ہے۔ حضرت نے فرمایا، گاڑھا بھی حاضر ہے (گاڑھا ایک قوم ہوتی ہے)۔
حکیم صاحب مدظلہ: مولانا ابرار الحق صاحب مدظلہ تشریف فرما تھے۔ دستر خوان پر کھچڑی آئی۔ ایک جگہ سے کھچڑا بھی آگیا۔ مولانا نے فرمایا: یہ پہلا اتفاق ہے کہ کھچڑا کھچڑی دونوں اتفاق سے جمع ہو گئے۔
ارشاد: کیا دونوں میں نا اتفاقی رہتی ہے جو اتفاقیہ جمع ہو گئے۔
حکیم صاحب مدظلہ: بہت خوب یہ تو اور زیادہ پُر لطف ہو گیا۔
ارشاد: ایک دفعہ بریلویوں کی طرف سے ایک مضمون شائع ہوا تھا کہ سب دیوبندی ارواح جمع ہوئیں کہ جب سے دار العلوم قائم ہوا سب نیاز فاتحہ ختم کر دی۔ چلو حضرت پیران پیر کے پاس، سب ارواح جمع ہو کر حضرت پیران پیر کے پاس پہنچیں اور جا کر شکایت کی کہ جب سے دار العلوم قائم ہوا سب نیاز، فاتحہ، تیجہ، چہلم ختم کر دی۔

حضرت پیرانِ پیر بہت خفا ہوئے اور فرمایا رجسٹر لاؤ. ان کا کھانا بند کرتا ہوں.
رجسٹر اٹھایا دیکھا کہ پیرانِ پیر کی گیارہویں بھی بند کر رکھی ہے. فرمایا. اچھا ہماری گیارہویں
بھی بند کر رکھی ہے چلو حضرت حسین علیہ السلام کے پاس. سب وہاں پہونچے وہاں جاکر
شکایت کی. انھوں نے فرمایا اچھا ایسا ہے لاؤ رجسٹر. دیکھا تو حضرت حسین رضی اللہ
عنہٗ کا کھچڑا بھی بند کر رکھا ہے. حضرت حسین رضی اللہ عنہ یہ دیکھ کر کہ ہمارا کھچڑا بند کر رکھا
ہے بہت خفا ہوئے اور فرمایا چلو نانا جان کے پاس وہاں جاکر شکایت کریں گے.
وہاں پہونچے جاکر شکایت کی وہاں بھی رجسٹر منگایا دیکھا تو عید میلاد النبی بھی بند کر رکھی
ہے. حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا. انھوں نے ہماری عید میلاد النبی بھی بند
کر رکھی ہے. چلو اللہ تعالیٰ کے پاس وہاں جاکر شکایت کریں گے. سب مجمع وہاں پہونچا
جاکر شکایت کی جب سے دار العلوم قائم ہوا سب نیاز، فاتحہ، تیجہ، چہلم، گیارہویں،
کھچڑا بند کردی. پیرانِ پیر کی گیارہویں حضرت حسین رضی اللہ عنہٗ کا کھچڑا اور عید
میلاد النبی سب بند کردی. اللہ تعالیٰ بہت خفا ہوا اور فرمایا اچھا ان لوگوں نے ایسا کر
رکھا ہے لاؤ رجسٹر ابھی ان کا کھانا بند کرتا ہوں. رجسٹر لائے اس میں دیکھا تو امکانِ
کذب کا مسئلہ ہے کہ یہ لوگ امکانِ کذب کے قائل ہیں کہ ان کو اللہ تعالیٰ پر بھی طمینان
نہیں. فرمایا چھوڑو ان کو ان کا کوئی علاج نہیں، کہیں ٹھکانہ نہیں.

(گویا خدا بھی ان سب چیزوں سے بے خبر ہے استغفر اللہ)

حکیم اختر صاحب مدظلہٗ: یہ لوگ اعتراض کرتے ہیں کہ دیوبندی حضرت نبی اکرم
صلی اللہ علیہ وسلّم کو ہر جگہ حاضر و ناظر نہیں مانتے، حالانکہ شیطان ہر جگہ حاضر و ناظر ہے.
حضرت نے ایک مرتبہ ایک مثال دی تھی کہ چھچھوندر ایک چھوٹی سی نالی میں گھس
جاتی ہے یہاں تمہارا باپ تو داخل نہیں ہوتا. اعلیٰ حضرت احمد رضا خاں تو اس میں
نہیں گھس سکتے. تو کیا تمہارے باپ اور اعلیٰ حضرت احمد رضا خاں صاحب چھچھوندر افضل

Scanned by CamScanner

ہوگئی۔ معلوم ہوا کہ ہر جگہ حاضر ہونا کوئی فضیلت و کمال کی چیز نہیں۔ میں اس مثال کو بنگلہ دیش کے سفر میں وعظ میں بیان کرتا تھا لوگ بہت پسند کرتے تھے۔ اور ایک بچے رضاخانی کو سنایا۔ خاموش ہنستا ہوا چلا گیا۔

ارشاد: قرآن پاک میں حضرت سلیمان علیہ السلام کے قصہ میں ہے فقال احطت بما لا تحط بہ۔ ہُدہُد نے حاضر ہو کر کہا مجھے اس چیز کا علم ہے جس کا آپ کو علم نہیں۔ سلطنت بلقیس کا علم حضرت سلیمان علیہ السلام کو نہیں تھا۔ حالانکہ ایسی عظیم سلطنت تھی اور ایسے جلیل القدر پیغمبر تھے۔ ہُدہُد کے خبر دینے پر بھی اطمینان نہیں ہوا بلکہ فرمایا سننظر اصدقت ام کنت من الکاذبین۔ ہم ابھی غور کرتے ہیں تو نے سچی خبر دی یا تو جھوٹوں میں سے ہے۔ اور آزمائش کے لئے خط لکھ کر دیا کہ اس کو بلقیس کے پاس لے کر جاؤ اور وہ کیا جواب دیتی ہے لے کر آؤ۔

معلوم ہوا کہ علوم نبوت کے علاوہ بقیہ ہر ہر چیز کا نبی کو علم ہونا ضروری نہیں اور نہ علوم نبوت کے علاوہ کسی چیز کا علم کمال و فضیلت کی چیز ہے جس سے غیر نبی کی نبی پر فضیلت لازم آوے۔

ارشاد: ایک جگہ ایک چوہا مرا ہوا پڑا تھا اور ایک کوّا اس میں چونچیں مار رہا تھا۔ ایک بریلوی اس کے پاس سے گذرا میں بھی ساتھ تھا۔ بریلوی نے کہا دیکھو یہ ہے دیوبندی کوّا جس کو دیوبندی حلال کہتے ہیں۔ میں نے کہا یہ ہے بریلوی چوہا۔ دیوبندی کوّے نے اس کی کیا گت بنا رکھی ہے۔

مولانا حکیم اختر صاحب مدظلہ: حضرت سے ایک دفعہ سوال کیا گیا تھا فاطمہ جناح کے بارے میں وہ صدر بن سکتی ہے یا نہیں۔ آپ نے فرمایا تھا صدر کی اہلیہ بن سکتی ہے وہ کس طرح تھا۔

ارشاد: پاکستان میں الیکشن کا موقع تھا۔ صدر ایوب بھی الیکشن میں اُٹھے

Scanned by CamScanner

ہوئے تھے۔ الیکشن میں مس فاطمہ جناح بھی اُٹھی تھیں۔ مجھ سے ایک صاحب نے صدر ایوب کے بارے میں پوچھا کہ کیا وہ آپ کے نزدیک صدارت کے اہل ہیں۔ میں نے کہا مجھے نہیں معلوم۔ ان کی زندگی آزاد ہے یا وہ پابند شرع ہیں۔ اگر آزاد ہے اور آج ہی توبہ کرلیں تو اہل بن سکتے ہیں۔ اور فاطمہ جناح ستّر برس بھی توبہ کرے تب بھی صدارت کی اہل نہیں بن سکتی۔ البتہ اہلیہ بن سکتی ہے۔

مولانا حکیم محمد اختر صاحب مدظلہ: بلقیس کیا جنّیہ تھی؟

ارشاد: جنّیہ کے بطن سے تھی باپ انسان تھا۔

مولانا حکیم صاحب مدظلہ: مرکّب تھی۔

ارشاد: عطرِ مجموعہ تھی۔

حکیم صاحب: آج کل لوگ سمجھدار بچوں کو انگریزی میں داخل کرتے ہیں اور جو زیادہ سمجھدار نہیں ہوتے ان کو عربی مدرسہ میں مولوی بنانے کے لئے داخل کرتے ہیں۔

ارشاد: نہٹور میں ایک ڈاکٹر تھا اس کا ایک لڑکا پیدائشی طور پر بدّھو تھا۔ ڈاکٹر نے کہا اس کو عربی مدرسہ میں داخل کردو، انگریزی کے قابل نہیں۔ میں نے کہا ڈاکٹر کو بریلی پاگل خانہ میں داخل کردو۔

حکیم صاحب: بریلوی ہم لوگوں کو وہابی کہتے ہیں اور اس کی نسبت عبدالوہاب نجدی کی طرف ہے جو بہت متشدّد تھا۔ کیا ہم اپنے آپ کو کسی مجبوری میں وہابی کہہ سکتے ہیں۔

ارشاد: حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی قدس سرہٗ سے سوال کیا گیا وہابی کس کو کہتے ہیں۔ ارشاد فرمایا، ہمارے ان اطراف میں آج کل نیک اور متبعِ سُنّت کو وہابی کہتے ہیں۔

ارشاد: ایک بریلوی کا شعر ہے ؎

نکیرین آئے مرقد میں جو پوچھیں گے تو کس کا ہے ادب سے سر جھکا کر لوں گا نام احمد رضا خاں کا

اس پر بریلوی کہتے ہیں کہ ہم پر تو کفر کا فتویٰ لگاتے ہیں۔ اور بالکل اسی کے مثل شیخ الہندؒ کا شعر ہے ان پر کفر کا فتویٰ نہیں لگاتے ؎

جو اٹھوں گا مرقد سے مرے لب پر رشید و قاسم ہوگا

قبر میں اعلیٰ حضرت احمد رضا خاں صاحب کا نام لے تو کافر ہے اور شیخ الہندؒ رشید و قاسم کا نام لیں تو کافر نہیں۔

عرض: اس کا کیا جواب ہے؟

ارشاد: قبر میں نکیرین آکر تین سوال کریں گے۔ مَن ربّک تیرا رب کون ہے ما دینک تیرا دین کیا ہے۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں سوال ہوگا (یعنی تیرا رسول کون ہے) تو کس کے جواب میں احمد رضا خاں کا نام لے گا۔ تیرا رب کون ہے اس کے جواب میں۔ یا تیرا رسول کون ہے اس کے جواب میں۔ یا تیرا دین کیا ہے اس کے جواب میں۔ کس کے جواب میں اسلام کا اقرار اور کفر سے بچاؤ ہے۔

اور حضرت شیخ الہندؒ کے شعر میں کسی کے سوال کے جواب کا ذکر نہیں۔ محض اظہارِ محبت اور ان سے اُمیدِ شفاعت ہے اور بزرگانِ دین، حُفّاظ، علماء، اولیاء، شہداء کا شفاعت کرنا ثابت ہے۔ تو صرف محبت اور اُمیدِ شفاعت کے اظہار میں کیا حرج ہے۔

عرض: ایک صاحب قرآن شریف پڑھتے ہیں بہت اٹکتے ہیں۔

ارشاد: ان کو دُہرا ثواب ملتا ہے۔ حدیث شریف میں ہے۔

عرض: قرآن شریف پڑھتے ہیں تو اٹکتے ہیں اور دوسری باتیں کرتے ہیں تب نہیں اٹکتے

ارشاد: بعض جگہ اس کا عکس ہے۔ سہارن پور میں ایک قاری صاحب تھے، جامع مسجد کے امام تھے بات کرنے اٹکتے کہ بات کرنا مشکل ہوتا۔ قرآن شریف صاف پڑھتے۔ تراویح میں خوب رواں سناتے۔ دونوں نمونے ہیں اللہ کی قدرت کے۔

سہارنپور میں رمضان میں اعتکاف ہوتا تھا۔ اعتکاف میں قرآن پاک سناتے ہوئے

Scanned by CamScanner

تراویح میں امام پر گریہ طاری ہوا۔ مقتدیوں پر بھی طاری ہوا مگر مجھ پر گریہ کا کچھ اثر نہیں ہوا۔ میں نے کہا اللہ کی قدرت ہے۔ مجھے گریہ بھی نہیں دیا۔ یہ بھی اس کی قدرت ہے۔ بلبل کو رونا دیا۔ گل کو ہنسنا دیا۔ کہیں دھوپ ہے کہیں بارش، کہیں رنج کہیں خوشی سب اس کی قدرت ہے۔

عرض: بریلوی لوگ اعتراض کرتے ہیں کہ حضرت گنگوہیؒ صحابہ کے منکر کو کافر نہیں کہتے۔ جیسا کہ فتاویٰ رشیدیہ میں ہے۔

ارشاد: عالمگیری دیکھیں اس میں دونوں قول ہیں۔ جس صحابی کا صحابی ہونا نص قطعی سے ثابت ہے جیسے حضرت ابوبکر صدیق رضؓ۔ قرآن شریف میں ہے اِذْ یَقُوْلُ لِصَاحِبِہٖ یہاں صاحب کا مصداق حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں۔ ان کا منکر تو کافر ہے۔ اور جن حضرات کا صحابی ہونا نص قطعی سے ثابت نہیں اس کے منکر میں تاویل کی جائے گی۔ تکفیر نہیں کی جائے گی۔

عرض: حضرت گنگوہی قدس سرہٗ نے عبدالوہاب نجدی کو لکھا ہے کہ اچھا آدمی ہے۔ اس پر بریلوی لوگ اعتراض کرتے ہیں کہ عبدالوہاب کی تعریف کرتے ہیں اس کو اچھا کہتے ہیں۔ اس لئے کہ اس کے متبع ہیں۔

ارشاد: جی ہاں! فتاویٰ رشیدیہ میں ہے۔ اس وقت تک نہ یہاں کوئی کتاب عبدالوہاب نجدی کی آئی تھی نہ عبدالوہاب نجدی کو دیکھنے والے کوئی آئے تھے جس سے تفصیل معلوم ہوتی۔ حضرت گنگوہی قدس سرہٗ کے سامنے بیان کیا گیا کہ عبدالوہاب نجدی احیاءِ سنت کرتے ہیں اور حسنِ ظن رکھنا ہی چاہیئے۔ اسی بناء پر حضرت گنگوہی قدس سرہٗ نے فرمایا۔ اس کے بعد حضرت حاجی امداد اللہ صاحب نوّر اللہ مرقدہٗ نے شامی بھیجی۔ اس میں عبدالوہاب نجدی کا ذکر ہے۔ اس کے بعد حضرت گنگوہی قدس سرہٗ نے سکوت فرمایا۔

مفتی سلیمان قاسم صاحب: حضرت! یہ مہند کون سی کتاب ہے؟

ارشاد: ماشاء اللہ اتنے برس دار العلوم دیوبند رہ کر آئے اور اب سوال کر رہے ہیں۔ مہند کیا چیز ہے۔

۱۳۲۳ھ میں احمد رضا خاں صاحب حجاز گئے اور ایک کتاب لکھ کر لے گئے کہ ہندوستان میں مسلمانوں کو گمراہ کیا جارہا ہے۔ غلام احمد قادیانی نے ایسا کیا۔ فلاں نے ایسا کیا۔ اسی ذیل میں علماء دیوبند کا ذکر کیا کہ ہندی مسلمانوں کو گمراہ کرتے ہیں۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین اور شان میں گستاخی کرتے ہیں اور ہندوستانی مسلمانوں کا ایمان تمہارے فتوی پر موقوف ہے۔ آپ حضرات فتوی دیدیں کہ یہ لوگ کافر ہیں۔ ان حضرات نے اس پر دستخط کر دیئے۔ حضرت مولانا سید حسین احمد صاحب مدنی قدس سرہٗ اس وقت وہاں موجود تھے۔ ان کو معلوم ہوا انھوں نے اٹھائیس سوال عربی میں لکھ کر ہندوستان حضرت مولانا خلیل احمد صاحب قدس سرہٗ کے پاس بھیجے۔ حضرت نے عربی میں جوابات لکھے اور مولانا عاشق الٰہی صاحب میرٹھی قدس سرہٗ ان کو لے کر حجاز گئے وہاں ان علماء سے ملاقات کی یہ تحریر دکھائی اور تفصیلی حالات سے ان کو آگاہ کیا۔ ان حضرات کو اپنے پہلے دستخطوں پر بہت ندامت ہوئی۔ سب نے افسوس کا اظہار کیا کہ ہم کو دھوکہ دیا گیا پہلے دستخطوں سے ان حضرات نے رجوع کیا اور اس تحریر پر دستخط کئے۔ پھر مصر گئے وہاں علامہ آلوسی کے پوتے سے ملے۔ ان کے دستخط کرائے پھر اس کو ہندوستان آکر شائع کیا۔ یہ ہے مہند۔ اس کتاب کا نام المہند علی المفند (معروف تصدیقات لدفع التلبیسات) پھر اس کا خالص ترجمہ عقائد علماء دیوبند کے نام سے شائع کیا گیا بغیر عربی عبارات کے۔

مفتی سلیمان قاسم صاحب: کمپنی ایک سوال شائع کرتی ہے کہ سب سے اچھا صابن کونسا فلاں چیز کونسی کمپنی کی عمدہ۔ لوگ اس کا جواب لکھ کر بھیجتے ہیں جس کا جواب سب سے زیادہ صحیح ہوتا ہے اس کو کمپنی انعام دیتی ہے وہ انعام لینا کیسا ہے؟

ارشاد: اس کے لئے کوئی ٹکٹ وغیرہ تو نہیں خریدنا پڑتا۔ کوئی فارم خرید کر تو

نہیں بھرنا پڑتا۔

مفتی سلیمان قاسم صاحب: نہیں۔

ارشاد: پھر یہ کمپنی کی طرف سے ہدیہ ہے جائز ہے۔

مفتی سلیمان قاسم صاحب: بعض سامان ایسے ہیں ان میں ایک پرچی ہوتی ہے، اس پر کوئی انعام لکھا ہوتا ہے اس پرچی کو کمپنی میں دکھا کر انعام لیتے ہیں یہ انعام لینا کیسا ہے؟

ارشاد: درست ہے۔ گاہک کو پکا کرنے کے لئے دے رہے ہیں۔

عرض: مجلس دیر سے ہو رہی تھی ایک صاحب نے عرض کیا حضرت آرام فرمالیں۔

ارشاد: آرام ہی ہے۔ آرام لیٹنے ہی کا نام نہیں (یعنی مہمان بیٹھے ہیں سوالات کر رہے ہیں ان کے جواب میں بھی آرام ہی ہے)

عرض: امیر تبلیغی جماعت حاجی پالیا صاحب نے عرض کیا۔ آپ کا نام ان کا کام۔ (یعنی خود آرام کرنا چاہتے ہیں دیر ہوگئی)

ارشاد: آپ اپنی رگوں کو خوب پہچانتے ہیں۔ یہ بھی مولانا محمد الیاس صاحب قدس سرہٗ کا مقولہ ہے۔ حضرت شیخ قدس سرہٗ مجھ کو ہدایت فرما رہے تھے۔ سہارن پور ضلع ہے۔ یہاں سے جو ڈاک جائے گنگوہ وغیرہ چھوٹے مقامات پر، اس میں تاخیر ہو جاتی ہے چونکہ وہاں کوئی پکڑ کرنے والا نہیں۔ اور چھوٹے مقامات سے جو ڈاک ضلع کے ڈاکخانہ میں آئے گی وہ پورے وقت پر آئے گی اس میں تاخیر نہیں ہوگی چونکہ وہاں پکڑ ہوتی ہے۔ اس پر حضرت مولانا محمد الیاس صاحب قدس سرہٗ نے فرمایا کہ اپنی رگوں کو خوب پہچانتے ہو۔

ختم شد

مجلس ۹

مفتی رضاء الحق صاحب: حضرت! امام حنفی ہے، مقتدی شافعی ہیں تو کیا امام ان کی رعایت میں دُعائے قنوت وتر میں رکوع کے بعد پڑھ سکتا ہے؟

ارشاد: کس کس چیز میں رعایت کروگے؟ کل کو رفع یدین بھی ان کی رعایت میں کریں گے۔ الحمد پڑھنے کا موقع بھی ان کو دیں گے (یعنی ان چیزوں میں رعایت نہیں کریں گے جن سے خود اپنے مذہب کی مخالفت لازم آئے)

مفتی رضاء الحق صاحب: الفقہ علیٰ مذاہب الاربعہ کتاب دیکھ کر کیا شافعیہ کو فتویٰ دے سکتے ہیں؟

ارشاد: انھیں سے پوچھنے کی ضرورت ہے کہ ان کے نزدیک معتبر ہے یا نہیں؟

مفتی رضاء الحق صاحب: شافعیہ کے یہاں فتاویٰ میں کیا کیا کتابیں معتبر ہیں؟

ارشاد: تحفۃ المحتاج معتبر ہے ابن حجر مکیؒ کی۔ فتاویٰ کبریٰ ہے۔ شرح مہذب ہے۔ فتاویٰ سبکی۔ تقی الدین سبکی کی اس میں فقہی مسائل بہت عمدہ حل کئے ہیں۔ ان کی مجتہدانہ شان ہے۔ ابن تیمیہؒ کے معاصر ہیں۔

ارشاد: زیلعی دو ہیں۔ ایک کا نام جمال الدین ہے جن کی نصب الرایہ ہے ایک کا نام عثمان ہے جن کی تبیین الحقائق ہے۔ دونوں حنفی ہیں۔

عرض: نقوش بنا نکالنا کیسا ہے؟

ارشاد: جاندار کی یا بے جان کی؟

عرض: جاندار کی۔

Scanned by CamScanner

ارشاد: ناجائز ہے۔
عرض: ناجائز ہے یا حرام؟
ارشاد: ناجائز اور حرام میں کیا فرق ہے؟
عرض: جاننا چاہتا ہوں۔
ارشاد: آپ کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ دونوں میں تقابل ہے اس لئے پوچھا۔
عرض: لفظ ناجائز کا اطلاق مکروہ پر بھی ہوتا ہے؟
ارشاد: نہیں۔ مکروہ تو جائز ہے مع الکراہت۔ اس کو ناجائز نہیں کہتے۔ یہ علیحدہ بات ہے کہ ہدایہ میں ہے "کل مکروہ حرام" مگر نص اس کے لئے نہیں ملی۔ اس لئے "مکروہ" بول دیتے ہیں۔ حدیث شریف میں ہے "اشد الناس عذابًا المصورون" ہلکے کام پر تھوڑا ہی اتنا سخت حکم ہوتا ہے۔
عرض: بعض علماء کہتے ہیں کہ ویڈیو فلم تصویر نہیں۔
ارشاد: مجھے تحقیق نہیں کیا چیز ہے؟
عرض: بریلوی حضرات تو جائز کہتے ہیں۔
ارشاد: آپ کے حضرات بھی بعض جائز کہتے ہیں۔ ایک عالم نے لکھا تھا کہ ہر نئی چیز کو ناجائز کہدینا بے بصری ہے۔ مگر بریلوی حضرات تو گھڑی کی چین کو بھی منع کرتے ہیں۔
عرض: فارسی کے کون شاعر بہت اچھے ہوئے؟
ارشاد: آپ کا سوال بھی شاعرانہ ہے۔ حیثیات مختلف ہیں۔ نصائح میں شیخ سعدی علیہ الرحمہ کا مقام بلند ہے۔ عشق و مستی میں حافظ شیرازی بڑھے ہوئے ہیں۔
عرض: سنا ہے حافظ شیرازی بڑے صوفی تھے۔
ارشاد: ایسا ہی سنا ہے۔ دونوں ماموں بھانجے تھے۔ حضرت تھانوی قدس سرہٗ

Scanned by CamScanner

ان کے بہت معتقد تھے. کثرت سے وعظ میں ان کے اشعار پڑھتے اور فرماتے عارف شیرازی فرماتے ہیں. بعض حضرات ان کے کلام کو ظاہر پر محمول کرتے ہیں کہ رات دن شراب نوشی میں مشغول رہتے تھے. بعض شیعہ کہتے ہیں. واللہ اعلم کیا تھے.

عرض: علامہ اقبال حافظ شیرازی سے خوش نہیں تھے.

ارشاد: علامہ اقبال سے اور بہت سے خوش نہیں.

عرض: ۔علامہ اقبال کی خودی کیا چیز ہے. اشعار میں خودی خودی بہت کرتے ہیں.

ارشاد: بازار میں نہیں ملے گی. اپنے قوت بازو پر اعتماد، انانیت (میں) جسکو کہتے ہیں. ڈاکٹر اقبال. معاف کرنا، چوں چوں کا مربہ تھے. فرقہ مرزائیہ احمدیہ کے ممبر بھی تھے. ان کے والد مرزا غلام احمد قادیانی پر اوّل ایمان لانے والوں میں تھے. حضرت رائپوری قدس سرہٗ فرماتے تھے کہ ڈاکٹر اقبال نے اوّل فلاں طرز پر اشعار لکھے. اس سے کام نہیں چلا. پھر فلاں کے طرز پر. اس سے کام نہیں چلا. پھر مثنوی کے طرز پر چلے ہیں. اس میں کامیاب ہوئے. ان کا جوانی کے زمانہ کا شعر ہے ؎

غارت گری نہ پوچھ نگاہِ شباب کی
آنکھوں میں سحر ہے کہ ہے مستی شراب کی
اقبال چشمِ تر کا مداوا تو کیجئے
غماز ہیں یہ آپ کے حالِ خراب کی
کیفیت تجلّی جاناں کہاں نصیب
آنکھوں میں کٹ گئیں مری راتیں شباب کی

پھر بعد میں حالت بدلی ہے. حضرت مولانا روم رح (مرید ہندی مرشد رومی کا عنوان ہے) کی شان میں اشعار کہے ہیں. نفس کو خطاب کیا ہے. خانہ کعبہ کا پردہ پکڑ کر اشعار کہے ہیں. خواجہ معین الدین چشتی کے بارے میں نظم کہی ہے. جو آزاد ہو بقول شخصے

Scanned by CamScanner

کسی کھونٹے سے بندھا ہوا نہ ہو اُس پر مختلف ادوار آتے ہیں۔

ایک صاحب نے کہا کہ آپ حضرات بہت تنگ نظر ہیں۔ میں نے کہا تنگ نظری سے اگر بدنظری سے حفاظت ہو جائے غنیمت ہے۔

ایک صاحب نے مختلف سیاسی جماعتوں کا ذکر کیا پھر مجھ سے پُوچھا آپ کا کس سے تعلق ہے۔ میں نے کہا کسی سے نہیں۔ اس نے کہا اچھا آپ بے عمل ہیں۔ میں نے کہا اچھا ہے کچھ بے عمل بھی ہیں۔ سب ہی بدعمل نہیں بن گئے۔

حضرت مجدّد صاحب فرماتے تھے شیعہ فرقہ سب سے زیادہ خطرناک ہے کہ وہ اصطلاحات اسلام کی لیتے ہیں اپنے کلام میں اور مُراد اپنی گھڑی ہوئی لیتے ہیں۔

ایک شیعہ نے کہا کوئی شیعہ اپنا مذہب نہیں چھوڑتا۔ جس کے متعلق سنوگے کہ وہ آریہ ہوگیا، قادیانی ہوگیا تو تحقیق کرکے دیکھو تو وہ سُنّی ہوگا۔ شیعہ اپنا مذہب نہیں چھوڑ سکتا۔ میں نے کہا صحیح ہے شیطان ایسا بیوقوف نہیں کہ بے موقع، بے محل محنت کرے۔ وہ وہاں محنت کرتا ہے جہاں ایمان کی دولت ہوتی ہے۔ اس میں کبھی کامیاب بھی ہوجاتا ہے۔ اور وہ ایمان کی دولت ہے سُنیوں کے پاس۔ شیعوں کو تو وہ جانتا ہے کہ یہ تو ہیں ہی میرے۔ ان پر محنت کیوں کروں۔ ان کا بیڑہ تو پہلے سے ہی غرق ہے۔

عرض: پاکستان میں ایک صاحب ہیں خالد محمود، انھوں نے بھی اس سوال کے جواب میں ایسا ہی جواب دیا تھا کہ دودھ سڑ کر خراب ہو جاتا ہے۔ پیشاب تو پہلے سے ہی سڑا ہوا ہے۔

ارشاد: صحیح ہے۔ باقی مناظرانہ جواب ہے وہ بھی، یہ بھی۔ تحقیقی نہیں۔

ایک شخص سہارنپور آیا۔ حضرت ناظم مولانا عبداللطیف صاحب قدس سرہٗ کے پاس پہونچا۔ گفتگو شروع کی۔ میں عشاء کے بعد کمرہ میں آکر لیٹ گیا تھا۔ آنکھ لگ گئی میرے پاس مولوی نذیر احمد سیالکوٹی نے جو مدرسہ مخزن العلوم میں مدرّس تھے، حضرت

ناظم صاحب کے پاس کثرت سے آتے جاتے تھے، آکر کہا مولوی محمود ایک شخص ناظم صاحب سے گفتگو کر رہا ہے، تم جاکر ان سے گفتگو کرو۔ میں نے کہا آپ کہہ رہے ہیں یا ناظم صاحب۔ کہا میں ہی کہہ رہا ہوں۔ میں نے کہا یہ تو مناسب نہیں اس کو گفتگو کر لینے دو۔ حضرت ناظم صاحب تو چند منٹ بعد مکان تشریف لے جائیں گے اور وہ مہمانخانہ میں چلے جائیں گے اس وقت مجھ کو بلالینا۔ تم دونوں گفتگو کرنا میں بھی سن لوں گا۔ چند منٹ بعد حضرت ناظم صاحب مکان تشریف لے گئے اور وہ صاحب مہمان خانہ میں چلے گئے مولوی نذیر صاحب نے مجھ کو بلایا۔ میں وہاں پہونچا دونوں کی گفتگو شروع ہوگئی، اثنا۶ گفتگو میں وہ شخص میری طرف متوجہ ہوا۔ میں نے کہا پہلے آپ صاف صاف بلاتقیہ کے بتادیں کہ آپ شیعہ ہیں۔ اس نے کہا میں شیعہ نہیں ہوں خاندان کے لوگ شیعہ ہیں ان سے گفتگو ہوتی رہتی ہے اس لئے میں حل کرنا چاہتا ہوں۔ میں نے کہا الحمد للہ آپ نے میرے لئے راستہ کھولدیا۔ میں جو کچھ کہوں گا شیعوں کو کہوں گا آپ تو شیعہ ہیں نہیں۔ آپ کو تو ناگوار نہیں ہوگا۔ اس نے کہا اہل بیت معصوم ہیں۔ میں نے کہا مودّت اہل بیت کا تو حکم ہے مگر معصوم ہونا کیسے معلوم ہوا۔ اس نے کہا اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰہُ لِیُذْھِبَ عَنْکُمُ الرِّجْسَ اَھْلَ الْبَیْتِ وَ یُطَھِّرَکُمْ تَطْھِیْرًا۔ میں نے کہا اس کا ترجمہ۔ اس نے ترجمہ کیا۔ اللہ تعالیٰ چاہتے ہیں کہ پلیدی کو تم سے دُور کردیں۔ اور تم کو پاک صاف کردیں یعنی معصوم۔

میں نے کہا پاک صاف کردیں۔ ناپاک کو پاک کیا جاتا ہے یا پاک کو۔ آپ نے ان کو ناپاک پہلے مانا۔ اس سے معصوم ہونا کیسے معلوم ہوا۔ نیز پلیدی دور کردیں۔ معلوم ہوا کہ پلیدی ہے موجود جس کو دور کیا جارہا ہے۔ اس ترجمہ سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ ان میں پاکیزگی نہیں پلیدی ہے جس کو دُور کرنے کا اللہ تعالیٰ ارادہ کررہے ہیں۔ معصوم کی تو یہ شان نہیں ہوتی۔ اور کیا جہاں کہیں قرآن میں تطہیر کا لفظ آیا ہے

Scanned by CamScanner

وہاں معصوم ہونا مُراد ہے۔
خدا جانے ان شیعوں کی عقل کو کیا ہوگیا کہ جہاں ط۔ ہ۔ ر۔ دیکھی اس کا ترجمہ معصوم ہونا کرلیا۔ یَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْمَحِيْضِ قُلْ هُوَ اَذًى فَاعْتَزِلُوا النِّسَاءَ فِي الْمَحِيْضِ وَلَا تَقْرَبُوْهُنَّ حَتّٰى يَطْهُرْنَ۔ حیض کو پلیدی کہا گیا اور حالتِ حیض میں ان کے پاس آنے جانے (صحبت کرنے) سے منع کیا گیا ہے۔ یہاں تک کہ وہ پاک ہوجائیں۔ تو جیسے ہی عورت کا حیض ختم ہوا کیا شیعوں کے نزدیک وہ معصوم ہوگئی۔
قرآن پاک میں ہے ولکن یرید لیطھرکم جیسے ہی کسی شخص نے وضو کیا۔ کیا وہ معصوم ہوگیا۔ وضو وغسل کا بیان کرکے فرمایا۔ اس لحاظ سے سارے ہی وضو کرنے والے معصوم ہوں گے، اہلِ بیت کی کیا خصوصیت ہے۔ ایسے ہی خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صدقۃ نطھرھم۔ جس نے صدقہ کیا وہ معصوم ہوگیا۔
اس نے دوسرا سوال کیا۔ حضرت ابوبکر رض نے حضرت فاطمہ رض کو ناراض کیا۔ باغِ فدک ان کو نہیں دیا۔ میں نے کہا کیوں دیتے، کیا انھوں نے امانت رکھا تھا کہ اس کے دینے سے انکار کردیا۔ خود تو جانا بھی نہیں چاہتی تھیں۔ دوسروں نے ان کو اُبھارا تب گئیں اور جاکر سوال کیا۔ اگر آپ کا انتقال ہوجائے تو کیا آپ کی اولاد کو آپ کی میراث ملے گی۔ فرمایا ملے گی۔ کہا پھر مجھ کو میرے باپ کی میراث کیوں نہیں ملے گی مجھے کیوں محروم کیا جاتا ہے۔ فرمایا حدیث میں ہے نحن معاشر الانبیاء لا نورث ما ترکناہ فھو صدقۃ۔ اس نے کہا۔ یہ حدیث سُنیوں کی کتابوں میں ہوگی۔ میں نے کہا اصولِ کافی میں ہے۔ اس نے کہا۔ حضرت ابوبکر رض سے حضرت فاطمہ رض تو ناراض ہوگئیں۔ اور حدیث شریف میں ہے فَاطِمَةُ بَضْعَةٌ مِنِّي فَمَنْ اٰذَاهَا فَقَدْ اٰذَانِي۔ میں نے کہا کیا حدیث سے ناراض ہوتے ہیں کہ حدیث پیش کرنے کے باوجود ناراض ہوگئیں۔ کیا کوئی ادنیٰ مومن بھی حدیث سے

ناراض ہوسکتا ہے. شیعوں کو چونکہ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے عداوت ہے اس لئے ان کی طرف ایسی باتیں منسوب کرتے ہیں۔ اور اس حدیث " فاطمۃ بضعۃ منی الحدیث " (فاطمہ رضی اللہ عنہا میرا جگر گوشہ ہے جس نے اس کو ایذاء دی اس نے مجھ کو ایذاء دی اور جس نے مجھ کو ایذاء دی اس نے اللہ پاک کو ایذاء دی.) کا رُخ بھی دوسری طرف ہے۔
حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ابو جہل کی بیٹی سے حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ہوتے ہوئے نکاح کا ارادہ کیا۔ اس کا علم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہوا. حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ علی اگر ابو جہل کی بیٹی سے نکاح کرنا چاہتا ہے تو میری بیٹی کو طلاق دیدے۔ اللہ کے دشمن کی بیٹی اور اللہ کے پیغمبر کی بیٹی ایک شخص کے نکاح میں جمع نہیں ہوسکتیں۔

مگر ہمارے تو وہ (حضرت علی رضی اللہ عنہ) بھی بڑے ہیں ہم انکی بھی تعظیم کرتے ہیں۔

شیعہ: اس کے بعد حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے (حضرت) ابو بکر (رضی اللہ عنہ) سے بات نہیں کی. معلوم ہوا ان کو ان سے رنج ہوا جس کی وجہ سے اسکے بعد بات نہیں کی۔

ارشاد: میں نے کہا شیعوں کو عداوت ہے نا حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے تب ہی ایسی باتیں ان کی طرف منسوب کرتے ہیں. حدیث شریف میں ہے کوئی شخص اپنے مومن بھائی سے تین دن سے زائد قطع تعلق نہ کرے، بات چیت بند نہ کرے۔ کیا حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا حدیث کے خلاف کریں گی۔

شیعہ: اس نے کہا. بخاری میں ہے کہ اس کے بعد بات نہیں کی یہاں تک کہ ان کا انتقال ہو گیا۔ اور بات کرنا. بخاری میں نہیں۔

ارشاد: یہ تو ہوا صُغریٰ کہ یہ بخاری میں نہیں. کُبریٰ اس کے ساتھ اور ملاؤ کہ جو بُخاری میں نہ ہو وہ باطل ہے۔ اب نتیجہ نکلے گا کہ یہ باطل ہے۔

آپ بتائیے آپ کا نام کیا ہے. اس نے نام بتایا۔ آپ کے والد کا نام کیا ہے. کیا

Scanned by CamScanner

بخاری میں آپ کا اور آپ کے باپ دادا کا نام ہے۔ اس نے کہا نہیں۔ میں نے کہا تو کیا یہ تمہارا نام نہیں اور یہ تمہارے والد کا نام نہیں۔

شیعہ: بات نہ کرنا تو بخاری میں ہے۔ کہ اس کے بعد بات نہیں کی۔

ارشاد: اس کا مطلب ہے کہ حدیث پاک سُن کر مطالبۂ میراث کے متعلق بات نہیں کی۔ اس جُملہ کو مرتے دم تک زبان پر نہیں لائیں۔ اور بات کرتیں بھی کیوں حضرت ابو بکر رضؓ محرم نہیں تھے پڑوسی نہیں تھے۔ شریف مستورات ان سے بات کیوں کرتیں ایک ضرورت کی وجہ سے بات کرنے کی نوبت آئی تھی۔ اور اگر کسی کتاب میں بتادیں کہ جب حضرت فاطمہ رضؓ خاموش ہو کر واپس چلی گئیں تو حضرت ابو بکر رضؓ ان کے مکان پر گئے۔ اور حضرت علی رضؓ کو واسطہ بنا کر کہا کہ مجھے انداز ہوتا ہے کہ آپ ناخوش ہو گئی ہیں۔ آپ کو راضی کرنے کے لئے آیا ہوں۔ اس پر حضرت فاطمہ رضؓ نے جواب دیا کہ میں بالکل ناراض نہیں۔ اور حدیث پاک کو سُنکر کیسے ناراض ہو سکتی تھیں۔ شیعہ نے کہا کہ سُنیوں کی کتاب میں ہوگی یہ روایت۔ میں نے کہا سُنیوں کی کتاب میں تو بہت کچھ ہے۔ یہ تو سنیوں کی کتاب مجاج السالکین میں ہے۔ اس نے کہا کہ واقعی آدمی اگر گہرا مطالعہ کرے تو بہت سے اشکال حل ہو جاویں۔ میں نے کہا جی ہاں بشرطیکہ اشکال دُور کرنے کی نیت سے مطالعہ کرے۔

شیعہ: مثنوی میں ہے ؎

چُوں صحابہ حُبِّ دُنیا داشتند مصطفٰیؐ را بے کفن بگذاشتند

کہ دنیا کی محبّت کی وجہ سے خلافت کے چکّر میں لگ گئے اور حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم کو اسی طرح بے گور و کفن چھوڑے رکھا۔ اور اس کا مصداق (حضرت) ابو بکر (رضی اللہ عنہ) (حضرت) عمر (رضی اللہ عنہ) ہیں۔

ارشاد: آپ نے مثنوی میں دیکھا ہے یہ شعر، اس نے کہا نہیں۔ میں نے کہا میرے

پاس مثنوی ہے میں ابھی لے کر آتا ہوں آپ نکال کر دکھا دیں گے کہاں یہ شعر ہے۔ اس نے کہا میں نے دیکھا نہیں سنا ہے میں نے کہا۔ کسی شیعہ کا شعر ہے جو ان کی طرف منسوب کردیا۔

شیعہ: واقعہ تو صحیح ہے نا۔

ارشاد: حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کا صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو کتنا رنج تھا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بیٹھے کے بیٹھے رہ گئے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ، صدمہ کی وجہ سے گھر سے نہیں نکل سکے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ، تلوار لیکر کھڑے ہو گئے کہ اگر کسی نے کہدیا کہ حضرت نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم وفات پا گئے تو اسکی گردن قلم کردوں گا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، ہی ہیں جنھوں نے سب کو تسلی دی۔ ادھر خبر ملی کہ انصار خلیفہ مقرر کرنے کے سلسلہ میں میٹنگ کر رہے ہیں۔ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما دونوں وہاں پہونچے۔ انصار چاہتے تھے کہ خلیفہ ہم میں سے ہو۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا حدیث میں ہے "الائمۃ من قریش" خلیفہ قریش سے ہوگا۔ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ، کا نام پیش کیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ، کا ہاتھ پکڑ کر بیعت کی۔ پھر دوسرے حضرات نے سب نے بیعت کی۔ غنیمت جانئے یہ حضرات وہاں پہونچے اور اس طرح انعقادِ خلافت کا عمل حل ہو گیا۔ اگر یہ حضرات دیر کرتے اور انصار میں سے خلیفہ منتخب کیا جاتا تو حدیث کے بھی خلاف ہوتا اور کیا نظام باقی رہ جاتا۔ اور نمازِ جنازہ خلیفہ کا حق ہوتا ہے جب تک خلیفہ منتخب نہ ہو نماز کون پڑھائے۔

حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات پر مختلف چیزیں پیش آئیں، غسل کس طرح دیں۔ نمازِ جنازہ کس طرح پڑھیں، کہاں پڑھیں، دفن کہاں کریں۔ ان سب چیزوں کا علم حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، کے پاس تھا۔

میت کو دفن کرنے میں جلدی کرنے کا حکم ہے۔ تاخیر میں احتمال ہے میت میں تغیرُ

پیدا ہو جانے کا۔ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم کے متعلق یہ احتمال نہیں تھا۔ اسلئے اگر تاخیر ہو بھی گئی دینی اہم امر کی وجہ سے یعنی امر خلافت طے کرنے کی وجہ سے تو اس میں کچھ مضائقہ نہیں۔

ارشاد: میں نے کہا میں بھی کچھ سوال کر لوں۔

شیعہ: اس نے کہا ضرور۔

ارشاد: حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی حیات طیّبہ میں اور حضرت علی رض کے ساتھ ملکر ان کے زمانۂ خلافت میں حضرت حسن رض کی خلافت کے زمانہ میں حضرت معاویہ رض کی صلح سے پہلے پہلے حضرت حسین رض کے ساتھ ملکر یزید کے مقابلہ میں اور اخیر زمانہ میں قیامت کے قریب امام مہدی سے مل کر جو کہ غار سر من رأی میں چھپے بیٹھے ہیں قرآن شریف لئے ہوئے۔

پانچ موقعوں کے علاوہ شیعوں کے نزدیک جہاد کرنا حرام ہے۔ قتل و غارت گری ہے۔ فساد فی الارض ہے۔ قیدیوں کو باندی بنانا ناجائز ہے ان سے جو اولاد ہو حرامی ہے یہ آپ کو تسلیم ہے یا کتاب میں دکھلاؤں۔

شیعہ: اس نے کہا۔ صحیح ہے مجھے معلوم ہے۔

ارشاد: حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے۔ انھوں نے مسیلمہ کذاب مدعیٔ نبوت سے قتال کیا۔ شیعوں کے نزدیک اس موقعہ پر قتال جائز نہیں۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو سپہ سالار بنایا مسیلمہ قتل ہوا بہت سے غلام باندی ہاتھ آئے۔ حضرت خولہ بنت یمامہ رض گرفتار ہوئیں اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حصہ میں آئیں اور ان سے محمد بن حنفیہ رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے۔ ذرا بتائیے شیعوں کے اصول کے مطابق کہ ان کا نسب کیسا ہے۔ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے معصوم ہو کر یہ کیا کیا۔

Scanned by CamScanner

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی وفات پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے۔ انھوں نے شاہِ فارس یزد جرد سے قتال کیا۔ یہ بھی ان پانچ موقعوں کے علاوہ ہے۔ بادشاہ کی تین بیٹیاں تھیں تینوں گرفتار ہوئیں۔ ایک ان میں سے خلیفہ اوّل حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے بیٹے محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہ کو ملی جن سے قاسم پیدا ہوئے۔ ان کے متعلق ہمیں کچھ نہیں پوچھنا۔ دوسری بیٹی خلیفہ دوم حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بیٹے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کو ملی جن سے سالم پیدا ہوئے، جو اعلیٰ درجہ کے محدثین میں شمار ہیں ان کے متعلق بھی کچھ نہیں دریافت کرنا۔ تیسری بیٹی خلیفہ رابع حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بیٹے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو ملی جن سے امام زین العابدین رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے۔ ذرا بتائیے کہ شیعوں کے اصول کے مطابق حضرت زین العابدین رضؓ کا نسب کیسا ہے۔ پھر حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے معصوم ہوکر یہ کیا کیا۔ اور جتنے شیعہ ہیں سب اپنا نسب حضرت زین العابدین رضؓ سے ملاتے ہیں تو شیعوں کے اصول کے مطابق سب حرامی ہیں کوئی بھی حلالی نہیں ملے گا۔

شیعہ: اچھا اب سونا چاہیئے بہت دیر ہوگئی۔ بقیہ گفتگو کل صبح کریں گے۔

ارشاد: بہت اچھا۔ آپ ٹھہریں گے۔

شیعہ: اس نے کہا جی ہاں صبح بارہ بجے جاؤں گا۔

ارشاد: بہت اچھا۔

ارشاد: صبح اذان پر دیکھا کہ بستر دبائے جا رہے ہیں۔ میں نے جلدی سے پکڑا۔ اور کہا آپ کی گھڑی ٹھیک نہیں۔ ابھی بارہ نہیں بجے۔

شیعہ: مجھے جانا ہے۔

ارشاد: میں نے کہا۔ میرے سوالوں کا جواب آپکے ذمہ قرض ہے چاہے یہاں ادا کردو چاہے قیامت میں ادا کردینا ــــ شیعہ خاموش بستر دبائے چلا گیا۔

Scanned by CamScanner

عرض: ایک مچھر آواز کرتا ہوا حضرت کے قریب آیا۔ ایک مہمان سو رہے تھے۔ اس پر یہ شعر پڑھا ؎ اے عندلیب نالاں شورے مکن دریں جا
نازک مزاج شاہاں تاب سخن ندارد

عرض: حضرت تھانوی قدس سرہٗ کا رسالہ قصد السبیل عشاء بعد مجلس میں پڑھا جاتا تھا اس کے ختم پر ارشاد فرمایا۔

ارشاد: مولانا سید سلیمان ندوی نے حضرت تھانوی قدس سرہٗ سے بیعت کی درخواست کی تو حضرت تھانوی قدس سرہٗ نے رسالہ "قصد السبیل" ارسال فرما دیا۔ انھوں نے جواب میں لکھا۔ رسالہ پہونچا اور اس کو از اوّل تا آخر پڑھ بھی لیا اور سمجھ بھی لیا۔ میں اس نتیجہ پر پہونچا ہوں کہ میرے لئے یہ راہ سخت دشوار ہے۔

ارشاد: حضرت تھانوی قدس سرہٗ کے یہاں اصل اصلاح نفس تھی، بیعت ضروری نہیں تھی پہلے اصلاحی تعلق قائم ہوتا اس کے بعد بیعت۔ بعض کو کئی کئی سال گذر جاتے۔ جب مناسبت پیدا ہو جاتی اس کے بعد بیعت فرما لیتے۔ بعض کو کسی دوسرے کے حوالہ فرما دیتے۔ اور ایسے بھی ہیں کہ اصلاحی تعلق ہے بیعت نہیں اور اجازت ہو گئی بیعت بعد میں ہوئی۔

حضرت مولانا عبدالرحمٰن صاحب کیمل پوری (قدس سرہ) کا اصلاحی تعلق تھا ان کی مکاتبت اشرف السوانح میں چھپی ہوئی ہے۔ ان کو اجازت نامہ پہونچ گیا۔ تھانہ بھون حاضر ہوئے اور عرض کیا۔ میں تو بیعت بھی نہیں۔ فرمایا بیعت اگر ایسی ہی ضروری ہے آئیے بیعت کر لیجئے۔ تب بیعت فرمایا۔

عرض: حضرت نے حضرت مولانا عبدالرحمٰن صاحب کیمل پوری سے کیا پڑھا؟

ارشاد: ابن ماجہ، نسائی شریف اور خارج میں رشیدیہ، حصن حصین، اقلیدس پڑھی رشیدیہ عصر بعد پڑھی۔ ایک کتاب ان کے ہاتھ میں ہوتی ایک میرے ہاتھ میں۔ میں نے عرض کر دیا تھا میں پڑھتا جاؤں جہاں کوئی اشکال ہوگا پوچھ لوں گا۔ حضرت کو

کہیں کچھ فرمانے کی نوبت نہیں آئی۔ رشیدیہ پر مولانا نظام الدین صاحب کیرانوی کا حاشیہ ہے۔ یہ کتاب فنِ مناظرہ میں ہے اس میں اصولِ مناظرہ بیان کئے گئے ہیں مولانا نظام الدین کیرانوی کا حاشیہ قدوری پر بھی ہے۔ اس میں آمین پر بحث کرتے ہوئے لکھا ہے۔ ھکذا سمعتُ من اساتذۃ الحدیث فی دارالعلوم دیوبند۔ حضرت گنگوہیؒ کی طرف نسبت کرتے ہوئے لکھا ہے کہ آمین امر ہے استجب کے معنیٰ میں اور یہ دعا ہے اور دعا میں اصل اخفاء ہے۔ دُرِّ مختار پر بھی ان کا حاشیہ ہے اس میں رسم المفتی میں جہاں مفتی کے لئے آداب ذکر کئے ہیں اس میں یہ بھی لکھا ہے کہ کسی متبحر عالم کی خدمت میں رہا ہو جیسے حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوری۔

عرض: حضرت! حاشیہ کے اندر حاشیہ کے اخیر میں ۱۲ کا عدد لکھا ہوتا ہے اس کا کیا مطلب ہے؟

ارشاد: یہ "حد" کے عدد ہیں۔ دال کے چارؔ۔ ح کے آٹھؔ۔

مولانا عبداللطیف صاحب ناظم مظاہر علوم سہارنپور کے چچا مولانا ثابت علی صاحبؒ سے جب کوئی حاشیہ کی عبارت پر اشکال کرتا۔ پوچھتے کس نے لکھا ہے وہ جواب دیتا اس کے اخیر میں ۱۲ لکھا ہوا ہے۔ فرماتے ملّا دوازدہ کا حاشیہ معتبر نہیں۔

عرض: ملّا دوازدہ کوئی صاحب تھے یا محض ظرافت کے طور پر فرمایا کرتے تھے۔

ارشاد: ۱۲ کا عدد اخیر میں ہونے کی وجہ سے اس کو ملّا دوازدہ فرماتے تھے کسی کا نام نہیں تھا۔ چونکہ دستور یہ تھا کہ حاشیہ جہاں ختم ہوتا وہاں محشی کا نام لکھا جاتا اور اس کی حد آگئی۔ تاکہ دیکھنے والا سمجھ جائے کہ حاشیہ ختم ہو گیا۔ محشی کا نام نہیں تو بارہ کا ہندسہ لکھدیتے اس کو محشی کا نام قرار دے کر ظرافت میں کہا کرتے تھے۔

ارشاد: مولانا حامد الانصاری غازی سناتے تھے کہ بمبئی میں نسبندی کا مسئلہ چلا ہوا تھا۔ بریلوی حضرات بھی جمع ہوئے ان میں سے ایک نے کہا میں اس کو حل کرتا ہوں۔ نسبندی بروزن دیوبندی۔ یہ مسئلہ دیوبندیوں کا ہے ہمارا ہے ہی نہیں اسلئے ہمیں بحث کرنے کی ضرورت نہیں۔ حل ہو گیا مسئلہ۔

ختم شُد

Scanned by CamScanner

عرض: جنات کے انسانوں کو ستانے کا تذکرہ تھا اس پر فرمایا:۔
ارشاد: گنگوہ میں قاری شریف صاحب نے پوچھا کیا جنات انسان کو ستا سکتے ہیں۔ میں نے کہا۔ جی ہاں۔ انھوں نے کہا انسان اشرف المخلوقات ہے پھر ان کو کس طرح ستا سکتے ہیں۔ میں نے کہا۔ جی اشرفُ المخلوقات ہے۔ ایک بھِڑ چہرہ پر کاٹ لے پھر دیکھو اشرف المخلوقات کا کیا حُلیہ بنے۔
مطلب یہ ہے کہ جنات کا انسان کو ستانا انسان کے اشرفُ المخلوقات ہونے کے منافی نہیں۔ جس طرح دوسرے موذی جانوروں کا انسان کو ستانا۔ جیسے کہ بچھو نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے کاٹا جس سے آپ کو بہت تکلیف پہونچی۔
عرض: کھڑے ہو کر پانی پینے سے کیا مالی حالت کمزور ہو جاتی ہے؟
ارشاد: یہ تو ثابت نہیں۔ البتہ یہ ہے کہ اگر کھڑے ہو کر پانی پیا تو اس کو قے کردو۔ خصائل نبوی میں مسلم شریف کے حوالہ سے ہے۔ باقی کبھی حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کھڑے ہو کر پانی پینا بھی ثابت ہے۔
عرض: حدیث میں ہے مَنْ قَالَ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ دَخَلَ الْجَنَّۃَ۔ مسلمانوں کے جتنے فرقے ہیں سب کلمہ پڑھتے ہیں حالانکہ بہت سے کفریات میں مبتلا ہیں کیا سب جنت میں جائیں گے۔ جیسا کہ اس حدیث کا مقتضیٰ ہے۔
ارشاد: گل بنفشہ نزلہ کے لئے مفید ہے۔ لیکن ایک شخص گل بنفشہ بھی استعمال کرتا ہے ساتھ ساتھ کھٹائی بھی کھاتا ہے اور دوسری بد پرہیزی بھی کرتا ہے

Scanned by CamScanner

تو کیا کہیں گے، کیا گل بنفشہ فائدہ دے گا۔ ہرگز نہیں۔ گو اس کی خاصیت وہی ہے کہ نزلہ کو مفید ہے مگر جب ہی جب بد پرہیزی نہ کی جائے۔ اسی طرح کلمہ لا الٰہ الا اللہ کی خاصیت یہی ہے کہ اس کا کہنے والا جنت میں داخل ہو مگر جب ہی جب خلافِ ایمان کوئی کام نہ کرے۔ اسی وقت یہ حکم ہے۔

عرض: تقسیمِ ہند کے موقع پر حضرت کہاں تھے؟

ارشاد: میں اس وقت مظاہر علوم سہارن پور میں تھا۔ لوگ مجھ سے پوچھتے کہ آپ پاکستان نہیں جاتے۔ میں ان سے کہتا تقدیر تو اللہ کو معلوم ہے باقی اپنا ارادہ نہیں۔ لوگوں نے کہا سب چلے جائیں گے مدرسہ خالی ہو جائے گا۔ ہندو قبضہ کرلیں گے تب آپ کیا کریں گے؟ میں نے کہا ایک کوٹھرا میں بھی لے لوں گا کہ بھئی تم بھی رہو میں بھی رہوں۔ میں کفرستان میں رہوں اور پانچوں وقت اذان دوں، نماز پڑھوں، میرے نزدیک ہزار پاکستان جانے سے بہتر ہے۔

ارشاد: حضرت رائپوری قدس سرہٗ نے حضرت مدنی قدس سرہٗ سے فرمایا جن علاقوں میں لوگوں نے آپ کے ساتھ بُرا سلوک کیا ان علاقوں میں آج کوئی اللہ کا نام تک لینے والا نہیں۔ حضرت مدنی قدس سرہٗ نے فرمایا میں کیا، میری حیثیت کیا۔ حضرت مدنی قدس سرہٗ اس موقع پر دَورہ فرماتے ہوئے گڈھ مکٹیسر سے گذرے۔ لیگیوں کی جماعت آگئی۔ شور کردیا ہندو مولوی جا رہا ہے۔ شراب لے کر آئے کہ اس کی ڈاڑھی میں شراب ڈالو۔ حضرت مدنی قدس سرہٗ نے اپنے ساتھیوں سے فرمایا خبردار کوئی کچھ نہ کہے۔ کرنے دو ان کو جو ان کے جی میں ہے۔

حضرت مدنی قدس سرہٗ تھانہ بھون جاتے، حضرت تھانوی قدس سرہٗ فرماتے آیئے لیڈر صاحب۔ اس روز مجلس میں کوئی سیاسی مسئلہ ہوتا حضرت تھانوی قدس سرہٗ فرماتے ان سے پوچھو اس فن کے امام یہ ہیں۔

Scanned by CamScanner

جب پاکستان بن گیا حضرت مدنی قدس سرہٗ سے پوچھا. فرمایا کسی جگہ مسجد بنائے جانے نہ بنائے جانے میں اختلاف ہو سکتا ہے اس میں شدت بھی ہو سکتی ہے. لیکن مسجد بن گئی اب اس کا احترام لازم ہے۔

عرض: قائدِ اعظم مسٹر جناح کے مرنے پر مولانا شبیر احمد صاحبؒ نے نمازِ جنازہ پڑھائی. حالانکہ اس کی بہن نے شیعوں سے نمازِ جنازہ پڑھوائی ہے جس سے ثابت ہو گیا کہ وہ شیعہ تھا۔ پھر مولانا شبیر احمد صاحبؒ نے کیوں نمازِ جنازہ پڑھائی ہے یہ سمجھ میں نہیں آتا۔

ارشاد: اب سمجھنے کی ضرورت نہیں رہی وقت ختم ہو چکا. مولانا شبیر احمد صاحب کو اس کے خلاف معلوم ہوا. قائدِ اعظم کے گھر سے قرآن پاک نکلا معلوم ہوا وہ قرآن پاک کی تلاوت کرتے تھے. ان کا ایمان تھا قرآن پاک پر. مولانا شبیر احمد صاحب کو یہی بتایا گیا کہ یہ سُنّی ہیں مسلمان ہیں اس لئے نمازِ جنازہ میں کیا اشکال ہے۔

ارشاد: پاکستان بننے سے پہلے حضرت مدنی قدس سرہٗ نے ایک مرتبہ مسلم لیگ کا ساتھ دیا تھا. الیکشن میں ۳۶ ممبر اٹھائے تھے جن میں سے ۳۴ کامیاب ہوئے. اس کے بعد حضرت مدنی قدس سرہٗ نے مسٹر جناح سے کہا قاضی بل. وقف بل اسمبلی میں پیش کیجئے جیسا کہ آپنے وعدہ کیا تھا. اس نے جواب دیا. مولانا کیا سیاست کے وعدے بھی شرمندۂ تعبیر ہوا کرتے ہیں. اس سے حضرت مدنی قدس سرہٗ کو سخت رنج ہوا اور یہ شعر پڑھا ؎

ما زخوباں چشم نیکی داشتیم   خود غلط بود آنچہ ما پنداشتیم

اور اس کے بعد سے حضرت مدنی قدس سرہٗ نے لیگ کی مخالفت شروع کی۔

ارشاد: ۴۷ء میں ہندوؤں کا عام نعرہ تھا مسلمانوں کے لئے کہ پاکستان چلے جاؤ. مسلمان کیسے پاکستان چلا جائے جنھوں نے پاکستان بننے کی مخالفت کی.

Scanned by CamScanner

وہ کس طرح پاکستان چلے جائیں۔ ہندوؤں کی طرف سے گاندھی جی پر زور دیا جا رہا تھا کہ مسلمانوں سے کہدیں پاکستان چلے جائیں۔ اس وقت گاندھی جی کی تقریر ریڈیو پر آئی کہ مسلمانوں سے کیسے کہدوں پاکستان چلے جاؤ۔ کیا میرے سامنے ان کی قربانیاں نہیں۔ مولانا ابوالکلام آزاد جیل گئے، شیخ الہند جیل گئے، مولانا حسین احمد مدنی جیل گئے۔ مولانا محمود الحسن دیوبندی نے اس وقت آزادی کی آواز اٹھائی جب ہندو پڑا ہوا سو رہا تھا کسی نے آزادی کا خواب بھی نہیں دیکھا تھا ان کو گرفتار کرکے مالٹا بھیجا گیا۔ مولانا ابوالکلام آزاد کی تقریر آئی۔ ہم سے مطالبہ کیا جاتا ہے کہ پاکستان چلے جاؤ۔ ہم نہیں جائیں گے۔ ہندوستان ہمارے ووٹ سے آزاد ہوا ہے ہمارے ووٹ کی قیمت ادا کردی جائے، یہیں پاکستان بنے گا۔

ارشاد: حضرت شیخ الہند قدس سرہٗ کے سامنے حضرت تھانوی قدس سرہٗ کا ذکر آیا کہ وہ تحریکِ آزادی کی مخالفت کرتے ہیں۔ دانتوں میں انگلی دبا لی اور فرمایا ان کا ذکر مت کرو وہ عالم ہیں۔ وحی ہمارے پاس بھی نہیں آئی۔ ہو سکتا ہے انکی رائے صحیح ہو۔

حضرت علامہ انور شاہ کشمیری قدس سرہٗ کے سامنے حضرت تھانوی قدس سرہٗ کا ذکر آیا۔ فرمایا وہ عالمانہ شان رکھتے ہیں خاموش رہو یعنی تم اس لائق نہیں کہ ان کے بارے میں کچھ ذکر کرو۔

حضرت مدنی قدس سرہٗ کو ایک صاحب جلسہ میں لے جانا چاہتے تھے۔ تھانہ بھون کا ذکر آگیا اور حضرت تھانوی قدس سرہٗ کا ذکر بھی کچھ ایسا ہی کیا۔ حضرت مدنی قدس سرہٗ کو غصہ آگیا۔ کبھی اتنا غصہ نہیں آیا اور سخت لہجہ میں فرمایا مجھ سے محبت کرتے ہو میرے بزرگوں کو برا کہتے ہو۔ اور خادم سے فرمایا۔ اس کا بستر اٹھا کر لے جاؤ میرے یہاں ٹھہرنے کی اجازت نہیں۔

Scanned by CamScanner

ایک بزرگ فرماتے تھے اس (حضرت مدنی قدس سرہٗ) نے لوگوں کو تباہ کرادیا۔ شرح اس کی یہ کی کہ لوگوں نے ان کو پہچانا نہیں۔ لوگ ان کو گالیاں دیتے ہیں اور یہ خاموش ہیں۔

حضرت شیخ الحدیث قدس سرہٗ پر ایک دفعہ خاموشی طاری ہوئی۔ پوچھا حضرت کیا بات ہے۔ فرمایا حضرت مدنی کی خاموشی سے ڈر لگ رہا ہے کہ لوگ ان کے ساتھ کتنا سخت بدتمیزی کا معاملہ کررہے ہیں اور وہ خاموش ہیں کچھ نہیں بولتے ڈر لگ رہا ہے۔ دیکھئے خاموشی کیا رنگ لائے گی۔

حضرت مدنی قدس سرہٗ نے خود سُنایا: "ہم پانچ بھائی تھے۔ والد صاحب نے ہم پانچوں بھائیوں کو بُلایا اور فرمایا "میری تمنّا ہے کہ پانچوں شہید ہو جاؤ"، فلاں بھائی کا انتقال ہوگیا فلاں کا انتقال ہوگیا۔ والد صاحب کی تمنّا پوری نہیں ہوئی۔ میں چاہتا ہوں کہ شہید ہو جاؤں اور ان کی تمنّا پوری ہو جائے۔" اسی تمنّا میں راتدن رہتے تھے۔

سہارنپور میں ایک بُڑھیا حضرت مدنی قدس سرہٗ اور حضرت شیخ قدس سرہٗ کو بُرا کہا کرتی تھی۔ جانکنی کی حالت میں مبتلا ہوئی۔ جان نہیں نکلتی۔ تین روز اسی پریشانی میں گذر گئے۔ حضرت شیخ الحدیث قدس سرہٗ کے پاس معافی کے لئے آدمی بھیجا۔ اس نے آکر حضرت شیخ قدس سرہٗ سے صورتِ حال بتائی اور معافی کی درخواست کی۔ حضرت شیخ الحدیث قدس سرہٗ نے فرمایا میں نے بھی معاف کیا اور حضرت مدنی (قدس سرہٗ) کی طرف سے بھی معاف کیا۔ ابھی آدمی واپس پہونچا بھی نہیں کہ اس کی رُوح نکل گئی اور اس کی مشکل آسان ہوگئی۔

عرض: بعض لوگ کہتے ہیں کہ کافروں کے ساتھ مل کر کام کرنا اس وقت درست ہے کہ مسلمانوں کو بالادستی حاصل ہو اور کافر تابع و ماتحت ہو کر رہیں۔

ارشاد: حضرت جعفر رضی اللہ عنہٗ ہجرت کرکے حبشہ گئے۔ بادشاہ نے اعزاز کیا۔ بادشاہ مسلمان نہیں تھا۔ بادشاہ کی لڑائی دوسرے بادشاہ سے شروع ہوگئی۔

سمندر درمیان میں، حضرت جعفر رضی اللہ عنہ مشکیزہ باندھ کر گئے، پورا سمندر تیر کر پار کیا اور دشمن کا مقابلہ کیا۔ فتح نصیب ہوئی۔ شاہِ حبشہ حضرت جعفر رض کی یہ وفا شعاری، احسان مندی اور یہ قربانی دیکھ کر مسلمان ہو گیا۔ حضرت جعفر رضی اللہ عنہ نے یہ شرط نہیں لگائی تھی کہ بالادستی مجھے حاصل رہے اور تم تابع بن کر رہو۔

حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت فرما کر مدینہ منورہ تشریف لائے وہاں انصار سے معاہدہ ہوا یہود و نصاریٰ سے معاہدہ ہوا کہ باہر سے کوئی حملہ کرے گا تو سب مل کر دفاع کریں گے۔ غزوہ بدر کا ارادہ فرمایا انصار کو بلا کر فرمایا۔ یہ معاہدہ نہیں تھا کہ شہر سے باہر جا کر ہم حملہ کریں تب بھی تم کو ساتھ دینا ہو گا۔ مگر اب ہمارا ارادہ ہے کیا تم ساتھ دو گے۔ جواب دیا ساتھ دیں گے۔ فرمایا جانتے ہو قتال کس طرح ہوتا ہے انھوں نے بتایا۔ جب دشمن اتنے فاصلہ پر ہو تو تیروں سے ان کے سینوں کو بیندھ دیں گے جس کو ہمارے یہاں کہتے ہیں مرامات، اور جب اتنے فاصلہ پر ہوں تو نیزوں سے ان کو مجروح کر دینگے۔ اس کو کہتے ہیں مداعنت اور جب اتنے فاصلہ پر ہو تو تلوار سے گردن اڑا دیں گے اس کو کہتے ہیں مقاتلہ۔ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خوش ہوئے۔ اگر کفار حملہ کرتے تو اصل لڑائی تو مہاجرین سے تھی مگر نقصان انصار کا بھی ہوتا ان کو بھی ساتھ لیا۔ یہود بھی متاثر ہوتے اس لئے ان کو بھی ساتھ لیا اور معاہدہ میں شریک کیا۔

غزوہ بدر کا عیسائی مؤرخ نے تو دوسرا نقشہ کھینچا ہے کہ ایک قافلہ پر چڑھائی کی اس کو لوٹا وغیرہ۔ مگر ابوسفیان کا قافلہ بڑا قافلہ ہتھیار لے کر آرہا ہے کہ ان ہتھیاروں سے مسلمانوں سے جنگ کریں گے۔ جو دوسرا سامان ہے اسکو فروخت کر کے جو نفع ہو گا وہ مسلمانوں کے خلاف جنگ میں صرف کریں گے۔ اب اگر اس پر حملہ کیا جائے تو اس میں کیا اعتراض کی بات ہے۔ ایک شخص کے مکان کے قریب راستہ میں سانپ ہے جو اس کا راستہ روکتا ہے نماز کے لئے جانے نہیں دیتا۔ ایک غیر مسلم کا مکان بھی قریب ہے

سانپ سے اس کو بھی اذیت پہونچتی ہے ،ایک روز غیر مسلم نے اس سانپ کو گھیرا مارنے کے لیے، مگر وہ اکیلا اس کو مار نہیں پاتا۔ ہاں اگر یہ مسلمان بھی اس کے ساتھ شریک ہو جائے تو دونوں مل کر اس کو مار دیں گے۔ تو کیا اس مسلمان کے لیے یہ ضروری ہے کہ اس غیر مسلم سے یہ شرط کرے کہ میں سانپ کے مارنے میں تمہارے ساتھ اس وقت شرکت کرونگا جبکہ بالادستی مجھے حاصل ہو۔

عرض: ایک صاحب حاضر ہوئے اور عرض کیا میں حضرت مدنی (قدس سرہٗ) سے بیعت تھا۔ اب حضرت والا سے بیعت ہونا چاہتا ہوں۔

ارشاد: میں حضرت مدنی قدس سرہٗ کی جوتی کی خاک کے برابر بھی نہیں۔ میں ان کے مرید کو بیعت کروں (اس انداز سے آبدیدہ ہو کر حضرت والا نے فرمایا کہ حاضرین بھی آبدیدہ ہوگئے اور بعض پر اس درجہ اثر ہوا کہ بمشکل اپنے کو قابو میں کیا)

عرض: ان صاحب نے بہت لجاجت سے اصرار کیا۔

ارشاد: حضرت مدنی قدس سرہٗ نے جو ذکر و شغل بتا رکھا ہے اس پر پابندی سے عمل کرتے رہیں۔ آگے بڑھنا چاہیں اور کچھ پوچھنا مشورہ کرنا ہو تو خدمت سے مجھے بھی انکار نہیں۔

ارشاد: حضرت شیخ الحدیث قدس سرہٗ کا نکاح ثانی حضرت مدنی قدس سرہٗ نے پڑھایا مہر فاطمی پر۔ حضرت شیخ الحدیث قدس سرہٗ نے پوچھا مہر فاطمی کی کیا مقدار ہے۔ حضرت مدنی قدس سرہٗ نے فرمایا، دولہا بولا نہیں کرتے شرمایا کرتے ہیں۔ شیخ (قدس سرہٗ) نے عرض کیا۔ مہر فاطمی کی مقدار میں روایات مختلف ہیں اور یہ حقوق العباد سے متعلق ہے۔ اس لیے یہ پوچھنا ضروری ہے۔

ختم شد

Scanned by CamScanner

مجلس ۱۱

حضرتِ اقدس زید مجدہم آزاد ول میں عربی مدرسہ میں تشریف لے گئے، وہاں دورہ کے طلبہ کی بعض کتابیں ختم کرائیں، متوسّط درجہ کے طلبہ کی بعض کتابیں بھی ختم کرائیں۔ کچھ بچوں نے کلام پاک حفظ ختم کیا پھر طلبہ نے بیعت کی درخواست کی۔ ان کو بیعت فرمایا۔ اس کے بعد مختصر سی مجلس ہوئی، حضرت والا زید مجدہم نے خود ہی دورہ کے طلبہ کو مخاطب فرما کر ارشاد فرمایا:۔

ارشاد: دورہ والے بتائیں! حدیث میں ہے کہ جب حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ تشریف لے گئے، معلوم ہوا کہ یہودی دس محرم کو روزہ رکھتے ہیں۔ اُن سے دریافت کیا ایسا کیوں کرتے ہو۔ انھوں نے بتایا، اس دن حضرت موسیٰ علیہ السّلام کو فرعون سے نجات ملی تھی اس شکریہ میں رکھتے ہیں۔ ارشاد فرمایا نحن احق بہا۔ ہم اس کے زیادہ حقدار ہیں ہم بھی رکھا کریں گے۔ اس سے معلوم ہوا یہود کی موافقت میں دس محرم کا روزہ شروع فرمایا۔

ایک حدیث میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم دس محرم کو روزہ رکھتے تھے معلوم ہوا یہود بھی دس محرم کو روزہ رکھتے ہیں۔ ارشاد فرمایا اچھی بات، آئندہ سال اگر زندہ رہا تو نو محرم کو بھی روزہ رکھوں گا۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ یہود کے روزہ رکھنے کا علم ہی نہیں تھا۔ بعد کو علم ہوا۔

طلبہ خاموش رہے کسی نے کوئی جواب نہیں دیا۔ ارشاد فرمایا۔ طلبہ نے سکوت کا روزہ رکھ لیا۔ فلن اکلم الیوم انسیاً۔

Scanned by CamScanner

عرض: بعض طلبہ نے عرض کیا حضرت بھی ارشاد فرمادیں۔
ارشاد: روزے میں تغیرات ہوئے ہیں۔ اوّل ایک روز عاشورہ محرم کا روزہ فرض ہوا۔ پھر ہر مہینہ میں تین دن، پھر ایک مہینہ کے لاعلی التعیین، پھر متعین طور پر رمضان کے روزے فرض ہوئے۔ مگر سونے کے بعد سے روزہ شروع ہو جاتا تھا۔ اگر کوئی شخص مغرب بعد سو گیا اس کے بعد بیدار ہوا تو اس کو کھانے پینے جماع وغیرہ کی اجازت نہیں تھی۔ بعد میں رات کے اندر ان چیزوں کی صبح صادق سے پہلے پہلے تک اجازت ہو گئی۔

پھر ابتداءً روزہ اور فدیہ میں اختیار تھا خواہ روزہ رکھ لیں خواہ فدیہ دیدیں پھر حتمی طور پر روزہ کا حکم ہوا۔ اتنے سارے تغیرات ہوئے روزہ میں۔ نورالانوار میں تفصیل ہے۔ ابتداءً یہ تھا کہ اہل کتاب کی موافقت فرماتے جب تک شرعی حکم نازل نہ ہو۔ اسی موقع پر معلوم ہوا کہ یہود عاشورہ محرم کا روزہ رکھتے ہیں۔ فرمایا نحن احق بہا۔ اور روزہ عاشورۂ محرم کا شروع فرما دیا۔ بعد میں جب احکام نازل ہوئے تو یہود کی مخالفت شروع فرمادی۔ صحابہ کو معلوم ہوا کہ یہود کی مخالفت فرماتے ہیں تو پوچھا کہ عاشورۂ محرم کا روزہ یہود رکھتے ہیں آپ بھی رکھتے ہیں۔ فرمایا ان عشت صمت یوم التاسع۔ اگر زندہ رہا تو (آئندہ سال) نویں محرم کا بھی روزہ رکھوں گا۔ عاشورۂ محرم کا روزہ وہاں یہود رکھتے تھے یہاں شیعہ رکھتے ہیں۔ شیعہ بھی یہود کی نسل سے ہیں۔

ارشاد: افریقہ کے کچھ لوگ سہارنپور گئے۔ بڑے ناظم صاحب مولانا عبداللطیف صاحب قدس سرہٗ کے زمانہ میں مدرسہ دیکھا سب چیزیں دیکھ کر حضرت سے پوچھا کتنا خرچ ہے۔ حضرت نے بتا دیا اتنا خرچ ہے۔ انھوں نے کہا اتنا تو ہمارا ایک آدمی برداشت کرسکتا ہے۔

Scanned by CamScanner

حضرت نے فرمایا۔ پیسہ سے آدمی نہیں بنتا۔ آدمی سے پیسہ بنتا ہے۔

عرض: مدرسے سے واپسی پر ایک صاحب نے کھانے کی کوئی چیز ہدیہ دی۔ اور کہا صاحبزادی صاحبہ کو بھی کھلانا۔

ارشاد: ہدیہ میں شرط لگانا صحیح نہیں۔

ختم شد

Scanned by CamScanner

مجلس ۱۲

ارشاد: شیخ محی الدین ابن عربی رح فرماتے ہیں کہ میں طواف کر رہا تھا۔ ایک شخص ملے جو طواف کرتے ہوئے کچھ اشعار پڑھ رہے تھے میں نے پوچھا آپ کون ہیں۔ جواب دیا میں آپ کا دادا ہوں۔ میں نے پوچھا آپ کونسے زمانہ میں تھے۔ فرمایا اتنے ہزار برس پہلے۔ میں نے کہا اتنا زمانہ تو حضرت آدم علیہ السلام کو بھی نہیں ہوا۔ فرمایا کونسے آدم۔ ان آدم کو کہہ رہے ہو۔ جو اخیر زمانہ میں آئے۔ اور ان سے پہلے کتنے آدم آئے۔ ان کا آپ کو علم نہیں۔

عرض: بعض کتابوں میں لکھا ہے کہ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جنات جنت میں نہیں جائیں گے۔ کیا اس کی نسبت امام اعظم رح کی طرف صحیح ہے؟

ارشاد: امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے اصل تو قف ہے جو جنات گنہگار ہیں ان کے جہنم میں جانے کی صراحت ہے۔ جو نیکو کار ہیں ان کے جنت میں جانے کی صراحت نہیں۔ عموم میں داخل مانیں تو صحیح ہے۔ امام اعظم رح سے جنت میں نہ جانے کا دعویٰ صحیح نہیں، اصل توقّف ہے۔ جیسے ذراری مشرکین کے بارے میں امام اعظم رح سے توقف منقول ہے۔ اور جنوں کے تفصیلی احکام "آکام المرجان فی احکام الجان" میں ہیں اس کو دیکھ لیا جائے۔

عرض: آکام المرجان فی احکام الجان عرب سے شائع ہوئی ہے مگر اس کا نام بدل دیا۔ عجائب وغرائب الجان رکھ دیا۔

ارشاد: جی ہاں! آج کل تو اولاد بھی والدین کے رکھے ہوئے نام

Scanned by CamScanner

پسند نہیں کرتی بدل دیتی ہے۔ کتابوں کے نام بھی بعد والے بدل دیتے ہیں۔ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی ایک کتاب ہے "کشکول" مگر اب اس کو "بیاض اشرفی" کے نام سے شائع کر رہے ہیں۔ ایک کتاب ہے "ہندو مذہب میں گاؤ خوری" اس پر پابندی لگا دی گئی تو اب اس کو دوسرے نام سے شائع کیا ہے۔

مظفر نگر میں ایک صاحب ہیں انھوں نے اپنے رسالہ "روحانی عالم" میں شائع کیا تھا کہ ایک جن صحابی جو حضرت نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلّم کے ساتھ غزوات میں بھی شریک ہوئے ہیں اور شاہ اہل اللہ صاحبؒ بھی ان کی خدمت میں مجرم ہونے کی حیثیت سے حاضر کئے گئے تھے، اب ان کو انسانوں کی تبلیغ کے لئے مامور کیا گیا ہے اور انھوں نے فلاں صاحب کو اپنا خلیفہ بنایا ہے مگر چونکہ وہ عالم نہیں اس لئے ان کی مدد کے لئے فلاں عالم کو لگا دیا ہے کہ دونوں ملکر تبلیغ کریں اور ایک حدیث کی سند بھی دیتے ہیں جس کی فیس پانچ روپے ہے۔

حدیث کا حاصل یہ ہے کہ ان کی اطاعت لازم ہے اور جو اطاعت نہ کرے وہ جہنمی ہے اور چودہویں صدی کے اخیر میں ان کا ظہور ہو گا۔

وہ صاحب دیوبند آتے تھے میں نے ان سے پوچھا تھا کہ دس برس ہو گئے، ان صحابی کا ظہور ہوا، کہا، اجی چھوڑو ان باتوں کو، میں نے کہا، یہ بات نہیں آپ نے وعدہ کیا تھا کہ اگر ظہور نہ ہوا تو ان ہی صفحات میں اس کی تردید شائع کی جائے گی، اور قرآن پاک میں ہے "اَوْفُوْا بِالْعُهُوْدِ" لہٰذا اس کا ایفاء آپ کے ذمہ واجب ہے، خاموش ہو گئے،

عرض: عورت کی سربراہی کا مسئلہ زیر بحث تھا اس پر فرمایا،

ارشاد! ایک صاحب نے سوال کیا تھا کہ حدیث میں ہے، وہ قوم کامیاب نہیں ہو سکتی جو عورت کو اپنا حکمراں بنالیں اور انگلینڈ میں تو عورت کی حکومت ہے

اور کامیاب حکومت ہے، میں نے کہا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت کے زمانہ میں ایک وفد ایک جگہ گیا ان سے امیر کے بارے میں پوچھا گیا۔ وفد نے جواب دیا بہت مختصر لَا یَخْدَعُ وَلَا یُخْدَعُ "نہ وہ کسی کو دھوکہ دیتے ہیں (کہ تقویٰ و دیانت میں کامل ہیں) نہ کوئی ان کو دھوکہ دے سکتا ہے (کہ عقل و فہم میں کامل ہیں) کیا یہ اوصاف ہیں اس میں؟

کہا اعلیٰ درجہ کی بدمعاش، مکار، دغاباز، جھوٹا ہے۔ میں نے کہا اسلام کے مطابق حکومت کررہی ہے۔ کہا نہیں۔ میں نے کہا پھر کہاں کامیاب۔ پھر وہ حکومت خود مختاری سے کر رہی ہے یا پارلیمنٹ کے ذریعہ سے؟ کہا پارلیمنٹ کے ذریعہ۔ میں نے کہا۔ پھر وہ خود مختار حکومت ہی اس کی نہیں جس کی حدیث شریف میں ممانعت ہے۔

عرض: ایک مفتی صاحب نے دریافت کیا۔ ایک مسجد کے امام و متولی میں اختلاف چل رہا ہے۔ متولی صاحب امام صاحب کو علیحدہ کرنا چاہتے ہیں۔ امام صاحب علیحدہ ہونا نہیں چاہتے۔ دونوں نے استفتاء بھیجا ہے مگر ہر ایک کی صورت علیحدہ ہے کیا کیا جائے؟

ارشاد: ان سے کہیں دونوں ایک بیان پر متفق ہو کر استفتاء کریں اور دونوں وعدہ کریں کہ جو جواب دیا جائے گا اس کے مطابق عمل کریں گے۔ اگر ایسا کریں جواب دیدیں۔ ورنہ تو ایسے موقعوں پر فتویٰ کو ہتھیار کے طور پر استعمال کرتے ہیں عمل کرنا مقصود نہیں ہوتا۔

ارشاد: ایک صاحب نے مفتی جمیل احمد صاحب تھانوی کے پاس استفتاء بھیجا کہ ایک شخص غیر مسلم حکومت میں محکمہ سی۔ آئی۔ ڈی میں ہے اور اس کو کسی مجرم کا پتہ لگانے کے لئے یہ صورت بھی اختیار کرنا پڑتی ہے کہ اپنے آپ کو ہندو

ظاہر کرنا پڑتا ہے، ماتھے پر قشقہ لگاتا ہے اور کہتا ہے کہ میں ہندو ہوں مجھ کو مسلمان کر لیجئے اس کا کیا حکم ہے؟ اور مفتی جمیل احمد صاحب تھانوی کو لکھا کہ اس کا جواب مظاہر علوم سے منگا کر بھیجیں۔ انھوں نے وہ سوال مظاہر علوم بھیجا۔ مظاہر علوم سے جواب دیا گیا کہ وہ شخص ایسا کرنے سے کافر ہو جاتا ہے اور اس سے متعلق فقہی عبارتیں نقل کردی گئیں۔ مفتی جمیل احمد صاحب کو جواب اس وقت ملا جب وہ حضرت تھانوی قدس سرہٗ کے مکان پر تھے۔ حضرت تھانوی قدس سرہٗ نے پوچھا کیا ہے۔ مفتی جمیل احمد صاحبؒ نے وہ سوال جواب سامنے رکھ دیا۔ حضرت تھانوی قدس سرہٗ نے اس کو پڑھا اور فرمایا بھائی عبارات تو اس میں نقل کی ہیں مگر کسی مسلمان کو کافر کہنے کی ہمت نہیں ہوتی۔ اور پھر از خود اس کا جواب تحریر فرمایا۔ کہ وہ کافر نہیں ہوا۔ اور وہ عبارت کہ کسی چیز سے کسی کے مسلمان ہونے اور کافر ہونے میں فقہاء کا اختلاف ہو تو اس کو کافر نہیں کہیں گے، نقل فرمائیں۔ اور مفتی جمیل احمد صاحب اس کو لے کر مظاہر علوم ناظم صاحب حضرت مولانا عبداللطیف صاحبؒ کے پاس تشریف لائے۔ اور حضرت تھانویؒ کا جواب ناظم صاحب کو دکھایا اور فرمایا کہ مفتی محمود صاحب سے کہیں وہ اپنے فتویٰ سے رجوع کرلیں۔ حضرت ناظم صاحبؒ نے جواب دیا۔ مفتی محمود صاحب اپنے فتویٰ کو دلائل کے ساتھ صحیح سمجھتے ہیں تو کیوں رجوع کرلیں الّا یہ کہ ان کو اپنے فتویٰ کا غلط ہونا دلائل سے معلوم ہو جائے۔

مفتی جمیل احمد صاحبؒ نے اس کو دیوبند مفتی محمد شفیع صاحبؒ کے پاس بھیجا، انھوں نے حضرت تھانویؒ کے فتویٰ کی تائید کی اور عبارت نقل کی کہ ایک شخص قیدی چھڑانے کے لئے ہندوانہ وضع اختیار کرتا ہے اور کافر کے پاس جاتا ہے اس سے وہ کافر نہیں ہوتا۔

Scanned by CamScanner

پھر اس کو لے کر مفتی جمیل احمد صاحب سہارن پور تشریف لائے کہ دیکھو یہ عبارت ہے اب تو اپنے فتویٰ سے رجوع کرلیں۔ میں نے کہا یہ تو صورت کا اختلاف ہے صورت میں اختلاف نہیں یعنی وہ صورت جس کو مفتی محمد شفیع صاحبؒ نے نقل فرمایا ہے اس سے مختلف ہے جو سوال میں درج ہے اور جس کا جواب یہاں سے دیا گیا ہے۔ اس لئے رجوع کس طرح کیا جائے۔ حضرت ناظم صاحبؒ نے فرمایا کہ حضرت تھانوی رہ کی تحریرات میں اسکو دیکھا جائے۔ میں نے کہا حیوٰۃ المسلمین میں ہے کہ جو شعار کفار کے ساتھ مخصوص ہے اس کو اختیار کرنے سے کافر ہوجاتا ہے اور اس میں کوئی اختلاف نقل نہیں فرمایا۔

حضرت تھانوی قدس سرہٗ کا وہ فتویٰ بوادر النوادر میں چھپا ہوا ہے۔ مظاہر علوم کے فتویٰ پر حضرت مولانا عبدالرحمٰن صاحب کیمل پوری کے دستخط بھی تھے اور حضرت تھانویؒ ان کے شیخ، ان کا جواب اس کے خلاف، ان کو بڑی پریشانی ہوئی۔ اس لئے انھوں نے ایک تحریر حضرت ناظم صاحب کے پاس بھیجی کہ اس عاجز کو فقہی مسائل سے مناسبت نہیں اور فقہی مسائل یاد بھی نہیں رہتے۔ اس لئے اس عاجز کو آئندہ فتاویٰ پر دستخط کرنے سے معذور رکھا جائے۔ حضرت ناظم صاحب ان کے بھی استاذ، تحریر فرمایا۔ جس مسئلہ میں اشکال ہو اس پر دستخط نہ کرنے میں تو اشکال نہیں۔ لیکن جس مسئلہ میں اشکال نہیں اس پر دستخط کرنے میں کیا اشکال ہے۔

ارشاد: کچھ علماء ومفتیان موجود تھے ان سے دریافت فرمایا۔ افریقہ دار الاسلام ہے یا دار الکفر؟ ہندوستان کے بارے میں علماء کا اختلاف ہے۔ حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلویؒ، حضرت گنگوہیؒ، حضرت نانوتویؒ، حضرت شیخ الہندؒ نے دار الحرب قرار دیا ہے اور اس کے دلائل بیان فرمائے ہیں۔ نواب صدیق حسن صاحب، مولانا عبدالحی صاحبؒ نے دار الاسلام قرار دیا اور انھوں نے بھی دلائل ذکر کئے ہیں۔ سب حضرات خاموش رہے اس پر فرمایا۔ میں سی۔ آئی۔ ڈی کا

آدمی نہیں ہوں۔ اور پھر یہ لطیفہ سُنایا۔

ہندوستان میں اندرا گاندھی جب ہار گئی۔ ایک لڑکے نے سُنایا کہ ایک شخص کا انتقال ہوا۔ قبر میں فرشتوں نے پوچھا تیرا رب کون؟ اس نے جواب دیا۔ اندرا گاندھی۔ پوچھا رسول کون؟ کہا سنجے گاندھی۔ فرشتوں کو تعجب ہوا، ایسا جواب دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ سے جا کر کہا کہ یہ تو ایسا ایسا جواب دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اس کو ادھر پکڑ کر لاؤ۔ اس کو پکڑ کر لے گئے۔ اللہ تعالیٰ نے پوچھا تیرا رب کون؟ اس نے کہا آپ۔ پوچھا رسول کون؟ کہا حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم۔ اس سے پوچھا قبر میں فرشتوں کو یہ جواب کیوں دیا۔ اس نے کہا میں سمجھا کہ سی آئی ڈی کے آدمی ہیں۔

ایک جگہ ایک کُتیا نے بچے دیئے۔ اس شخص نے اندرا گاندھی سے کہا ہماری کتیا نے بچے دیئے۔ وہ کہتے ہیں اندرا گاندھی زندہ باد۔ اندرا گاندھی نے کہا چلو ہم دیکھیں گے۔ دیکھنے گئی۔ جا کر دیکھا کہ وہ بچے کہہ رہے ہیں اندرا گاندھی مُردہ باد۔ اس نے اس شخص سے کہا کہ یہ تو اندرا گاندھی مُردہ باد کہہ رہے ہیں۔ اس نے کہا جب ان کی آنکھ نہیں کھُلی تھی جب اندرا گاندھی زندہ باد کہہ رہے تھے۔ اب انکی آنکھ کھُل گئی اس لیے اندرا گاندھی مُردہ باد کہہ رہے ہیں۔

ارشاد: شاملی کے جہاد کا اعلان ہوا۔ ایک شخص کبھی نماز نہیں پڑھتا تھا اس نے غسل کیا اور بالوں مل مل کر خوب غسل کیا پھر مسجد کے دروازہ کے سامنے آکر کھڑا ہوا اور دروازہ پر سے ہی کہا۔ ہم کبھی اندر آئے نہیں۔ اب بھی اندر آنے کی ہمّت نہیں ہوتی۔ اچھا دوسرے راستہ سے آتے ہیں۔ یہ کہہ کر جہاد میں گیا اور جا کر شہید ہو گیا۔

ختم شُد

Scanned by CamScanner

مجلس ۱۳

ارشاد: سہارنپور میں دفتر والی مسجد کا مؤذن بہت سیدھا تھا۔ وہ اپنی ماں کی کمزوری بیماری بیان کر رہا تھا کہ ان کے تو لینے کے دینے پڑ گئے تھے۔ میں نے کہا تجھ سے تو بڑی ہوں گی۔ کہا اجی ہم تو اس کے گود کھلائے ہوئے۔ میں نے کہا اگر بچہ دو برس بڑا ہو اور وہ چھوٹے بچے کو گود میں لیلے تو وہ کہہ سکتا ہے کہ میں نے اس کو گود کھلایا۔ یہ بتا کتنی بڑی۔ کہا پتہ نہیں۔

۴۷ء میں طلبہ پہرہ دیتے تھے۔ ایک رات میری ڈیوٹی تھی۔ مؤذن فجر کی اذان دینے چلا۔ میں نے اس سے پوچھا کیا بجا۔ بتایا یہ بجا۔ میں نے پوچھا، صبح صادق کس وقت ہے۔ بتایا اتنے بجے۔ میں نے کہا پھر ابھی تو ایک گھنٹہ باقی ہے۔ اس نے کہا پھر مرغ بھی اذان دے رہے ہیں۔ میں نے کہا تو مرغا ہے۔ اُس نے کہا آخر کوئی تو بات ہے جو مرغ اذان دے رہے ہیں۔

عرض: ایک شخص ایک شخص کے پاس قرض لینے گیا۔ اس نے تیسرے شخص کے لئے کہا اس سے لے لو۔ اس نے اس تیسرے شخص سے قرض لے لیا۔ اب قرض کس کو ادا کیا جائے۔

ارشاد: جس سے قرض لیا ہے۔

عرض: کسی نے کھٹمل، مچھر کا ذکر کیا۔ اس پر فرمایا:۔

ارشاد: پسّو اُچکا۔ کھٹمل چور۔ چور کی طرح کاٹ کر بھاگتا ہے۔ مچھر بہادر، بہادری کے ساتھ شور کرتا ہوا آتا ہے اور حملہ کرتا ہے ؎

Scanned by CamScanner

مجھ سے سیکھے کوئی شیوۂ مردانگی　　جب فصد خون کو آدے تو پہلے پکار دے
من آں شیر مردم کہ در روز جنگ　　نہ از پیشہ ترسم نہ از مور لنگ

عرض: تبلیغی جماعت میں بعض بالکل ناواقف پہلی مرتبہ نکلتے ہیں۔ اور شروع ہی میں ان کو تقریر کرنے کے لیے کھڑا کر دیتے ہیں۔ اور وہ کچھ کا کچھ بیان کرتے ہیں۔

ارشاد: جب تبلیغ شروع ہوئی میں نے حضرت مولانا محمد الیاس صاحب قدس سرہٗ سے بار بار عرض کیا کہ نئے نئے آدمیوں کو آپ نکال دیتے ہیں، جو چاہیں گے کہیں گے۔ ان کو پہلے ایک دو چلّہ مرکز میں رکھیں پھر نکالیں۔ باقی حضرت مولانا نے منظور نہیں فرمایا۔

عرض: پاکستان کے دو ٹکڑے ہونے کا ایک صاحب نے ذکر کیا کہ اوّل دو ٹکڑے ہوئے پھر ایک بالکل ختم ہو گیا۔

ارشاد: مشرقی پاکستان جب بنگلہ دیش بنا ایک ہندو نے کہا مشرقی پاکستان ختم ہو کر ہندوستان میں آ گیا۔ میں نے کہا اچھا پھر سنبھل کر رہنا ہم اکثریت میں ہو گئے وہ خاموش چلا گیا۔

عرض: ایک رسالہ میں شائع ہوا ہے کہ ہندوستان میں جب انگریزی حکومت تھی مسلمان آرام سے تھے۔ اس قسم کے فسادات نہیں تھے اس لئے جن حضرات نے ہندوستان کو آزاد کرانے کی کوشش کی اچھا نہیں کیا۔

ارشاد: اس قسم کے فسادات تو نہیں تھے البتہ مار کی دوسری صورتیں بہت تھیں۔ کتنے مسلمانوں کو گولیاں ماریں، کتنوں کو جیل میں ڈالا۔ شالیمار جلیا والا باغ میں کیا ہوا۔ نقشِ حیات ہی دیکھ لی ہوتی تو معلوم ہو جاتا۔ انگریز نے کتنے مظالم کئے ہیں مسلمانوں پر۔ جب انگریز کا تسلّط ہوا تو کیا کچھ نہیں کیا۔

لال قلعہ سے جامع مسجد تک دو طرفہ مسلمانوں کی لاشیں لٹکی ہوئی تھیں، تاکہ بادشاہ دیکھے. شاہزادوں کو قتل کر کے ان کے سر خوان میں رکھ کر ناشتہ کے لئے بہادر شاہ ظفر کے سامنے پیش کئے اور کہا یہ آپ کا خاصہ ہے. بہادر شاہ ظفر نے خوان پوش ہٹا کر دیکھا تو شہزادوں کے سر رکھے ہوئے تھے. مسکرا کر کہا ہمارے خاندان کی یہی روایات ہے. تیموری شاہزادے اسی طرح سرخ رُو ہو کر باپ کے سامنے آیا کرتے ہیں.

حضرت رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ سُناتے تھے کہ ہمارے علاقہ پنجاب میں جب انگریز گیا تو وہاں ایک شخص نے کہا آؤ ہمارے عملو آؤ. انگریز نے پوچھا یہ کیا کہہ رہا ہے. بتایا یہ کہہ رہا ہے. تو اس نے انگریز کو اپنے اعمال قرار دیا. اور ملک کو آزاد کرانے میں کس نے کوشش نہیں کی.

عرض: اس رسالہ میں لکھا ہے کہ حضرت تھانوی رح کی رائے نہیں تھی کہ انگریز کی مخالفت کی جائے.

ارشاد: کیا حضرت تھانوی رح آزادی کے حامی نہیں تھے. اگر حامی نہیں تھے تو لیگ کی حمایت کیوں کی جو انگریز کو نکالنا چاہتی تھی.

عرض: مُردوں کو جو ایصالِ ثواب کیا جاتا ہے اس میں ثواب تقسیم ہو کر پہنچتا ہے یا سب کو برابر؟

ارشاد: صراحت نہیں. امام احمد بن حنبل رح فرماتے ہیں تقسیم ہو کر پہونچتا ہے. حضرت گنگوہی رح فرماتے تھے برابر برابر پہونچنے کی نص بندہ نے نہیں دیکھی ایک دفعہ فرمایا ہمارا تو اطمینان ہو گیا پوچھا گیا. فرمایا خواب میں شاہ ابو سعید گنگوہی رح کو دیکھا. فرمایا میاں رشید احمد تم ہم کو ثواب نہیں پہونچاتے. عرض کیا میں تو ہر روز پہونچاتا ہوں. فرمایا اتنا سا پہونچے. سلسلہ کے سب بزرگوں کو

Scanned by CamScanner

پہونچاتے تھے۔ اس سے اطمینان ہو گیا کہ تقسیم ہو کر پہونچتا ہے۔

عرض: مولانا محمد صاحب، مولانا محمد ابراہیم صاحب زید مجدہم کے برادر زادہ کچھ علیل تھے، ان کی مزاج پرسی کی فرمایا:۔

ارشاد: کیسی طبیعت ہے۔ پھر یہ شعر پڑھا ؎

کہیے حضرت! مزاج کی باتیں   کل کی پرسوں کی آج کی باتیں

عرض: انگریزی تعلیم سے اخلاق کی خرابی کا ذکر چل رہا تھا، اس پر فرمایا:

ارشاد: ایک لڑکے نے انگریزی پڑھی۔ ایک دفعہ چھٹی پر گھر آیا۔ بچہ کی خوشی میں والدہ دروازہ پر آکر شوق میں کھڑی ہوگئی۔ اس کو دروازہ سے گذر کر آگے جانا تھا۔ والدہ کی طرف کوئی توجہ نہیں کی۔ کسی نے کہا تمہاری والدہ کھڑی ہیں۔ چلتے چلتے پوچھا۔ بوڑھی اچھی ہے۔!

عرض: ہندوستان کی حالت کیسی ہے؟

ارشاد: انشاء اللہ عافیت ہی ہوگی۔

عرض: الیکشن میں بڑی تباہی آئی، ہزاروں شہید ہوگئے۔

ارشاد: جی ہاں! ہم لوگوں نے جہاد چھوڑ دیا۔ شہادت کا کوٹہ اللہ پاک کو پورا کرنا ہی ہے۔ اسی طرح سہی۔

عرض: ہمارے دینی مدارس میں آج اس کی تعلیم بھی نہیں دی جاتی۔ نہ علماء ہی کچھ کرتے ہیں۔

ارشاد: آپ کیجیے۔ آپ کو کس نے منع کیا ہے۔

عرض: میں کیا کر سکتا ہوں۔

ارشاد: کچھ تو کر سکتے ہیں جتنا کر سکتے ہیں اتنا تو کیجیے۔

شاملی کے جہاد میں مسلمانوں کے پاس کیا سامان تھا۔ کسی کے پاس بندوق

Scanned by CamScanner

لوٹی پھوٹی، کسی پہ لاٹھی۔ کسی پہ وہ بھی نہیں۔

ایک شخص جس نے کبھی نماز نہیں پڑھی، سنا جہاد کا فتویٰ ہو گیا، غسل کیا۔ بال مل مل کے خوب نہایا۔ پھر مسجد کے دروازہ پر کھڑے ہو کر کہا ہم کبھی اندر آئے نہیں۔ اب بھی اندر آنے کی ہمت نہیں۔ اچھا دوسرے راستہ سے آتے ہیں وہاں سے جہاد میں گیا اور شہید ہو گیا۔

گنگوہ سے تین میل کے فاصلہ پر لکھنوتی ہے۔ وہاں ترکمان لوگ آباد ہیں۔ انھوں نے بھی انگریز کے خلاف ۱۸۵۷ء میں خروج کیا تھا۔ وہاں کے ایک حافظ صاحب سے کلکٹر کے تعلقات تھے۔ کلکٹر نے ان سے آکر کہا حافظ صاحب آپ کے یہاں سرکار کے باغی ہیں۔ کہا جی ہیں۔ کلکٹر نے کہا آپ سرکار کے باغیوں کو اپنے یہاں پناہ دیتے ہیں۔ حافظ صاحب نے کہا جی ہاں۔

آپ اگر میری جگہ ہوتے

آپ بھی پناہ دیتے۔ یہ سب میرے جگر کے ٹکڑے ہیں۔ کوئی بیٹا ہے کوئی پوتا ہے۔ کوئی نواسہ ہے کوئی بھانجہ ہے اور آپ سے تعلقات ہیں۔ مگر یہ نہیں ہو سکتا کہ اپنے جگر کے ٹکڑے آپ کے حوالہ کر دوں۔ کلکٹر نے کہا اچھا ہم ان کا نشانہ دیکھنا چاہتے ہیں۔ حافظ صاحب نے کہا رات میں کسی شخص کو بانس دیکر بھیجو جو فلاں درخت پر مارے مگر زبان سے کچھ نہ کہے خاموش رہے۔ کلکٹر صاحب دور کھڑے ہو گئے اور ایک سپاہی کو بانس دیکر بھیجا۔ سپاہی نے بانس درخت پر مارا تو ایک تیر بانس میں آکر لگا۔ سپاہی نے کہا لگا ہی نہیں۔ دوسرا تیر سپاہی کے حلق میں آکر لگا۔ ایک آواز آئی یہ بھی لگا یا اس سے بھی انکار ہے۔ کلکٹر نے کہا خاموش چلے چلو۔ یہ لوگ آواز پر تیر چلانے والے ہیں۔ کوئی زندہ سلامت نہیں بچنے کا۔

Scanned by CamScanner

حضرت گنگوہیؒ کے دادا نابینا ہو گئے تھے۔ کسی نے کہا نیم کے درخت پر بندر بیٹھا ہے وہاں نیم کا درخت تھا۔ فرمایا اس کے ڈھیلا مارو۔ ڈھیلا مارا۔ بندر نے ایک شاخ سے دوسری شاخ پر چھلانگ لگائی۔ انھوں نے بندوق چلائی۔ گولی بندر کے لگی۔ بندر نیچے گر پڑا۔

ایک انگریز حضرت گنگوہی قدس سرہٗ کو دیکھنے کے لئے گنگوہ آیا۔ حضرت خانقاہ میں سہ دری میں تشریف فرما تھے اُٹھ کر اندر حجرہ میں چلے گئے اور کواڑ بند کر لیے۔ انگریز خانقاہ میں حاضر ہوا اور باہر بیٹھا ہوا انتظار کرتا رہا۔ دیر ہو گئی۔ انتظار کر کے چلا گیا۔ تب حضرت اندر سے باہر آئے۔ انگریز کی صورت دیکھنے اور اس کو اپنی صورت دکھانے تک کے روادار نہیں تھے۔ اتنی نفرت تھی۔

ایک دفعہ ایک انگریز کلکٹر آیا۔ لوگوں نے کہا کہ حضرت کلکٹر سے مل لیں فلاں جگہ ٹھہرا ہوا ہے فرمایا کیوں؟ کہا اس میں دارالعلوم کا فائدہ ہے۔ تیار ہو گئے۔ پالکی میں بیٹھ کر چلے۔ علماء پالکی اٹھانے والے تھے۔ اسی طرح کوٹھی پہونچے۔ نظر نیچی کئے ہوئے۔ کلکٹر دیکھ کر حاضر ہوا۔ نصیحت طلب کی۔ نظر نیچی کئے ہوئے فرمایا۔ مخلوق پر رحم کرو، انصاف کرو۔ اور وہیں سے واپس تشریف لے آئے۔ حضرت کے تشریف لانے پر کلکٹر نے پوچھا کہ کون صاحب ہیں۔ ہم ان کو دیکھ کر کانپتا تھا، بات کرنے کی ہمت نہیں ہوئی تھی۔ بتایا یہ وہی ہیں شاملی کے مجاہد۔

حافظ ضامن صاحب شہید رحمۃ اللہ علیہ نے ایک شخص کو مرید کیا۔ کہا یار حافظ جی تم نے ہمیں مرید تو کر لیا کچھ کام تو لیتے ہی نہیں۔ فرمایا ہاں کام بھی لیں گے۔ شاملی کے جہاد کا اعلان ہوا اس کو بلا کر تلوار دی! در فرمایا جاؤ اب کام کرو۔ اس نے کہا اچھا تسبیح دوسروں کے لیے، تلوار ہمارے لئے۔ خیر تلوار لی۔ اور جہاد میں جا کر تلوار چلائی۔

Scanned by CamScanner

انگریزی فوج کا ایک دستہ ایک توپ خانہ لے سہارنپور سے شاملی آرہا ہے۔ مسلمانوں نے اچانک حضرت گنگوہیؒ کو اپنا امیر بنالیا۔ حضرت گنگوہی نے فرمایا۔ جب میں کہوں ایک دم سب بندوق چلا دینا سب نے ایسا ہی کیا۔ حضرت نے فرمایا سب نے ایک دم بندوق چلائی۔ انگریزی فوجی دستہ گھبرا کر کہ ان کے پاس بڑا اسلحہ ہے توپ خانہ چھوڑ کر بھاگ گیا اور شاملی کے قلعہ کے اندر جا کر گھس گئے۔ یہ حضرات کہیں سے چھپر لے کر آئے اور قلعہ کا دروازہ جلایا اور اندر گھس کر دیکھا تو سب فوجی نماز میں مشغول ہیں۔ کوئی ایسا بھی ہے کہ اس کو خبر نہیں قبلہ کدھر ہے تو وہ مشرق کی طرف چہرہ کئے ہوئے نماز میں مشغول ہے کوئی دوسری طرف یہ سب مکار تھے۔ جان بچانے کے واسطے یہ صورت اختیار کی تھی سب کو قتل کر دیا۔

انگریزی دوسری فوج آئی اس سے مقابلہ ہوا۔ فوج بڑی مقدار میں یہ حضرات بہت کم۔ انگریزی فوج بھاگی۔ ان سے مطالبہ ہوا کہ وہ اتنے معمولی تم مقابلہ سے کیوں بھاگے۔ کہا وہ تھوڑے تھوڑا ہی تھے۔ آسمان کے اس کنارہ سے اس کنارہ تک لوگ ہی لوگ تھے۔

حضرت گنگوہی قدس سرہ کو گرفتار کیا گیا۔ وہاں جیل میں ایک شخص کو قرآن شریف شروع کرادیا۔ آزادی کا پروانہ پہونچا جس کا قرآن شریف شروع کرا رکھا تھا اس نے کہا میرے قرآن کا کیا ہوگا۔ فرمایا ختم کرا کر جاؤں گا۔ چنانچہ جب اس کا قرآن شریف پورا ہوگیا تب تشریف لائے۔

حضرت شیخ الہند قدس سرہٗ مالٹا میں قید ہوئے۔ حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ تہجد کے وقت نیم گرم پانی پیش کرتے۔ پانی کا لوٹا پیٹ سے لگا لیتے۔ کچھ دیر میں وہ نیم گرم ہو جاتا تھا جس کو ہمارے یہاں ٹھرمرا کہتے ہیں کہ اسکی ٹھر مر گئی۔ اس کو

پیش کرتے تھے۔

حضرت شیخ الہندرح نماز پڑھتے پہرہ دار چوکے لگاتے نیزہ سے۔ انکے سردار نے دیکھا۔ کہا ارے کیا غضب کرتے ہو۔ یہ ایسا شخص ہے اگر اس کے ٹکڑے ٹکڑے بھی کردو تب بھی اس کے ٹکڑوں سے حق حق کی آواز آئے گی۔

ایک بوڑھے شخص تھے ان کا ایسا نشانہ تھا کہ غلیل کے ذریعہ ہرن کا شکار کرلیتے۔ آسمان کی طرف غلّہ چلاتے اور پھر اس غلّہ میں دوسرا غلّہ مارتے اور اس کو ختم کردیتے۔ وہ ایک بستی میں شادی میں گئے۔ رات کو وہاں چور آگئے۔ اس بوڑھے نے کہا مجھ کو چھت پر بٹھادو۔ اس کو چھت پر بٹھادیا اور وہیں سے غلیل چلائی اور آنکھ پر نشانہ لگایا اور سب کی ایک ایک آنکھ پھوڑدی۔ چور بھاگ گئے۔ صبح کو پولیس آئی، تحقیق کی، پوچھا کچھ نشانی ہے۔ کہا: ہاں ہے نشانی۔ سب کی ایک ایک آنکھ پھوٹی ہوئی ہے۔ تلاش کرکے پکڑنا تمہارا کام ہے۔

حضرت شیخ الہند قدس سرہ جیل سے واپس تشریف لائے۔ حافظ محمد احمد صاحبؒ قاری محمد طیب صاحبؒ اور ان کے بھائی مولانا محمد طاہر صاحب کو لے کر خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا حضرت ان کو بیعت فرمالیجئے۔ فرمایا میں تو بیعت علی الجہاد کروں گا۔ حافظ محمد احمد صاحبؒ نے کہا۔ حضرت! میں نے تو آپ کی خدمت میں پیش کردیئے۔ آپ کو اختیار ہے جہاں چاہے لے جاکر گردن کٹوادیجئے۔

عرض: اس وقت ہندوستان کی حالت بہت خطرناک نظر آتی ہے۔

ارشاد: ہندوستان کو وہ (ہندوستانی) جانیں آپ اپنے ملک کی خبر لیں۔ ہمارے یہاں تو ایک صوبہ کے وزیر پنت جی نے سقّہ کو ڈانٹا کہ کوٹھی کے سامنے آج چھڑکاؤ کیوں نہیں کیا۔ اس نے معذرت کی بارش ہورہی تھی۔ کہا چھتری

لگا کر کرتے۔ حکومت کی کرسی پر بیٹھ کر دماغ صحیح رہنا دشوار ہے۔
اسی وزیر کے ماتحت وہ تھانہ دار تھا جس نے اس کی پٹائی کی تھی جس کی وجہ سے اس کا سر ہلتا تھا۔ جب یہ وزیر بنا، تھانہ دار نے استعفیٰ دیدیا۔ کہا نہیں اس کی ضرورت نہیں۔ اب اس کا اثر نہیں، اپنا کام کرو۔ باقی " لاٹھی ماری تھی بہت کس کے۔

عرض: ایک صاحب نے جن کے پریشان کرنے کا ذکر کیا اس پر فرمایا:۔
ارشاد: کاندھلہ میں ایک صاحب کے یہاں جن تھا ان کو بھی معلوم تھا۔ ایک سفر میں بھوک لگی۔ کہا گھر میں پریشان کرتے ہیں یہاں ایسا نہیں کرسکتے کہ کھانا لادیں۔ دیکھا درخت کے نیچے طشت حلوا بھرا رکھا ہے ہاتھ بڑھایا کھانے کے لئے۔ ہاتھ میں اتنا بوجھ ہوا نہیں اٹھ سکا۔ پھر دوسرا بڑھایا وہ بھی اسی طرح ہوا۔ پھر منہ بڑھایا۔ ایک قہقہہ لگا اور آواز آئی: واقعی بھوک لگ رہی ہے۔ اور دونوں ہاتھ بھی کھل گئے۔

عرض: احقر نے عرض کیا، میرے ساتھی مولانا فقیہ محمود خطیب صاحب نے زمانۂ طالب علمی میں ایک روز علی الصبح سنایا (جو حضرت مولانا محمد مسیح اللہ صاحب دامت برکاتہم کی خدمت میں رہتے تھے اور مدرسہ مفتاح العلوم جلال آباد ضلع مظفر نگر میں پڑھتے تھے) کہ رات تو بڑی پریشانی ہوئی۔ رات کو کسی وقت حضرت نے آواز دی میری آنکھ کھلی بہت پریشان ہوا کہ اسی طرح جاؤں تو بلا وضو کس طرح جاؤں۔ میں کبھی بلا وضو خدمت میں حاضر نہیں ہوتا تھا، اور اگر وضو کروں تو تاخیر ہوگی۔ نا معلوم حضرت کو کیا ضرورت ہے۔ آخر تیمم کیا اور حاضر ہوا۔ اس سے پریشانی ہے کہ میں نے جو عہد کر رکھا تھا ٹوٹ گیا۔
ارشاد: علامہ ابراہیم صاحب بلیاوی استاذ دارالعلوم دیوبند حضرت

شیخ الہندؒ کے پاس سر میں تیل لگانے باوضو جایا کرتے تھے۔ ایک دفعہ عجلت میں بلا وضو چلے گئے۔ حضرت شیخ الہندؒ نے فرمایا۔ میاں یوں جی میں آوے تم وضو ہی کر لو۔ ایک روز تیل لگاتے ہوئے کہا۔ آپنے ہمارا عقیدہ خراب کر دیا۔ حضرت شیخ الہندؒ نے کوئی جواب نہیں دیا۔ دوسرے روز پھر کہا تب بھی حضرت شیخ الہندؒ نے کوئی جواب نہیں دیا۔ تیسرے روز پھر کہا۔ فرمایا کیا عقیدہ خراب کر دیا۔ کہا آپ کو دیکھنے کے بعد دوسرے علماء دو کا ندار نظر آنے لگے۔ حضرتؒ ناگواری کے ساتھ کتاب کے مطالعہ میں مشغول ہو گئے کوئی جواب نہیں دیا۔

علامہ ابراہیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ سیتاپور کے علاقہ میں ایک جلسہ میں تشریف لے گئے تھے مجھے بھی دعوت دی تھی میں اس وقت کانپور میں تھا۔ میں نے شرط لگائی تھی تقریر نہیں کروں گا زیارت کے لئے آؤں گا (یہ اُستاذ کا ادب تھا کہ اُستاذ کے سامنے تقریر نہ کرنے کی شرط کی) مولانا کو قلب کا دورہ پڑ گیا۔ ختم بخاری کے بعد ملاقات ہوئی۔ ملاقات کے وقت میں نے کہا محمود۔ فرمایا میں پہچانتا ہوں۔ آپنے یہ شرط کیوں لگائی تھی ہم تو جذراصم ہیں۔

ارشاد: مولانا محمد صاحب برادرزادہ مولانا محمد ابراہیم صاحب زید مجدہم کے نکاح کی تاریخ طے تھی اور دو تین دن باقی تھے ان سے تاریخ دریافت فرمائی کہ آج کیا تاریخ ہے۔ انھوں نے تاریخ بتائی پھر حضرت زید مجدہم نے یہ شعر پڑھا ؎

وعدہ کیا ہے یار نے آدیں گے دن ڈھلے سورج تجھے قسم ہے چلا چل نکلے نکلے

ارشاد: والد صاحب سے طالب علمی کے زمانہ میں بحث کرتا تھا۔ ایک دفعہ ایک مسئلہ پر گفتگو ہوئی۔ والد صاحب نے فرمایا انّ من العلم لجہلاً۔ میں نے کہا اس کا مطلب تو یہ ہے کہ علم کی دو قسمیں ہیں تصور۔ تصدیق۔ تصدیق کی دو قسمیں ہیں مطابق للواقع۔ غیر مطابق للواقع۔ یہ جہل مرکب ہے جس کو علم کی قسم قرار دیا ہے اسے ہے تصور کہتے ہیں۔

Scanned by CamScanner

اس کی ایک قسم وہم، خیال ہے جو جہل ہے جس کو علم کی قسم قرار دیا ہے۔

ارشاد: مولانا فخر الحسن صاحب قدس سرہٗ سہارنپور پڑھتے تھے مجھ سے ذرا آگے کتابیں تھیں۔ ایک دفعہ گھر سے آئے۔ کسی نے حضرت سہارنپوری قدس سرہٗ کو دینے کے لئے خط دیا۔ تیسرے روز خط پیش کیا۔ فرمایا کب آئے۔ بتایا پرسوں۔ فرمایا کیا مر گئے تھے پرسوں سے۔ مولانا فخر الحسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ میری تو سیٹی گم ہوگئی۔ (اسمیں تنبیہ ہے کہ کسی نے کسی کے نام خط دیا ہے تو اس کو پہلی فرصت میں پہنچانا چاہیئے۔ کیا معلوم اس میں کیا ضروری بات ہے اور تاخیر سے اس کا موقع بھی نکل جائے اور جب خط لے لیا، اس کو پہنچانے کا وعدہ کرلیا تو اس کو وقت پر پورا کرنا لازم ہوگیا اب بلا عذر شرعی تاخیر کی گنجائش نہیں)

میرے والد صاحبؒ نے حضرت سہارنپوری قدس سرہٗ کیلئے سُرمہ بھیجا۔ میں نے لیجاکر پیش کیا اور عرض کیا والد صاحب نے بھیجا ہے۔ فرمایا کون تمہارے والد صاحب۔ میں نے عرض کیا۔ مولانا حامد حسن گنگوہی۔ لیکر رکھ لیا۔

حضرت سہارنپوری مولانا خلیل احمد صاحب، مولانا عبداللطیف صاحب، حضرت شیخ نوّر اللہ مرقدہم گنگوہ تشریف لائے۔ حافظ محمد یعقوب صاحب کے مہمان ہوتے تھے۔ میں مٹھائی لیکر حاضر ہوا۔ حضرت سہارنپوری کی خدمت میں پیش کیا۔ فرمایا کون۔ حافظ محمد یعقوب صاحب نے بتایا محمود مدرسہ مظاہر علوم میں پڑھتا ہے مولوی حامد حسن صاحب کا بیٹا۔ لے لیا۔ حضرت شیخ نے سنگھوا کر رکھ دیا۔ مولانا عبداللطیف صاحب نے فرمایا محمود۔ ہمیں اجازت ہے چکھنے کی میں نے کہا جب حضرت کی خدمت میں پہونچ گیا۔ پھر اجازت کی کیا بات ہے۔ (یعنی میری ملکیت ختم ہوگئی اور اجازت کا اختیار بھی باقی نہیں رہا) مولانا عبداللطیف صاحب نے شیخ سے فرمایا۔ دیکھو کیسا جواب دیا۔ اس وقت شیخ قدس سرہٗ مجھ کو نہیں پہچانتے تھے۔ مولانا عبداللطیف صاحب پہچانتے تھے۔ ختم شُد۔

مجلس ۱۲

عرض: سیّد کو زکوٰۃ اس زمانہ میں دینا کیسا ہے؟

ارشاد: ناجائز ہے۔

عرض: سُنا ہے علاّمہ انور شاہ کشمیریؒ اس کی اجازت دیتے تھے۔

ارشاد: جی ہاں، حضرت شاہ صاحب قدس سرہٗ سیّد کو زکوٰۃ دینے کی اجازت دیتے تھے۔ شافعیہ میں امام رازیؒ نے، حنفیہ میں امام طحاویؒ نے اس کی اجازت دی ہے۔ حضرت شاہ صاحب قدس سرہٗ فرماتے تھے کہ میں بھی اسی پر فتویٰ دیتا ہوں۔ اور اگر ان کو زکوٰۃ نہ دیں اس زمانہ میں (جبکہ اسلامی حکومت میں مالِ غنیمت سے حصّہ ملتا تھا وہ ختم ہو گیا، وظائف کی شکل بھی ختم ہو گئی) تو دستِ سوال دراز کریں گے اس میں زیادہ تحقیر ہے۔ مگر حنفیہ کا مفتیٰ بہ قول ناجائز ہونے کا ہی ہے۔

عرض: دعاءِ قنوت میں درود شریف وصلی اللہ علی النبی الکریم پڑھنا ثابت ہے؟

ارشاد: جی ہاں! نورالایضاح میں ہے۔ دیوبند میں ایک دفعہ یہ مسئلہ اُٹھا۔ مولانا ارشاد صاحب مرحوم مغفور مبلّغ دارالعلوم دیوبند نے مجھ سے پوچھا کہ یہ ثابت ہے۔ میں نے کہا، ہاں ثابت ہے نورالایضاح میں ہے۔ انھوں نے زور سے کہا آپ پڑھتے ہیں۔ میں نے کہا الحمد للہ جب سے نورالایضاح میں پڑھا ہے جب ہی سے پڑھتا ہوں۔

عرض: احادیث میں دعاءِ قنوت مختلف وارد ہوئی ہیں۔ پھر بھی دعاءِ قنوت اللّٰھم انا نستعینک الخ کو کیوں اختیار کرتے ہیں؟

Scanned by CamScanner

ارشاد: اس کے راوی حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں، جو افقہ الصحابہ ہیں۔ صحابہ رضی اللہ عنہم میں ان کی شان بہت بلند ہے۔ دوسری دعائیں جن حضرات صحابہ رض سے منقول ہیں وہ اس درجے کے نہیں۔ پھر دوسری دعائیں جو منقول ہیں اُن میں راویوں کا الفاظ و کلمات میں اختلاف بھی ہے۔ اس میں نہیں۔ پھر حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ، کے جمع کئے ہوئے قرآن شریف میں ایک سورۃ سورۃ الحفد والخلع بھی تھی جو یہی دعائے قنوت ہے۔ جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ خاص اہتمام کے ساتھ اس کی تعلیم حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دی جس طرح قرآن پاک کی سورتوں کی تعلیم دیا کرتے تھے جس سے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ، اس کو قرآن پاک کی ہی سورۃ سمجھے۔

ارشاد: ایک صاحب سے سوال فرمایا کَرِہَ یَکْرَہُ کا مصدر کیا آتا ہے اِنھوں نے جواب دیا کُرْھًا۔

ارشاد: کَرْھًا کُرْھًا دونوں آتا ہے۔ قرآن پاک میں دونوں استعمال ہوئے ہیں حَمَلَتْهُ اُمُّهٗ کُرْھًا وَّ وَضَعَتْهُ كُرْھًا۔ دوسری جگہ ہے۔ لَا یَحِلُّ لَكُمْ اَنْ تَرِثُوا النِّسَآءَ كَرْھًا۔

عرض: یہاں (جنوبی افریقہ میں) مدارس میں دستور ہے کہ کھڑے ہوکر پڑھاتے ہیں۔ یہ کیسا ہے؟

ارشاد: کیا مضائقہ ہے۔ دعائے قنوت کھڑے ہوکر پڑھتے ہو۔ الحمد، قرأت بھی کھڑے ہوکر کرتے ہو۔ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم نے وعظ کھڑے ہوکر بھی فرمایا ہے اور کرسی، منبر پر بیٹھ کر بھی۔ اور خطبہ کھڑے ہوکر پڑھا جاتا ہے (مطلب یہ ہے اس میں تنگی نہیں جس طرح سہولت ہو۔ گو اپنے اکابر کا طرز بیٹھ کر پڑھانے کا ہی ہے۔ اسی میں سہولت بھی زیادہ ہے۔ مگر جہاں کا

معاملہ اپنے اختیار سے باہر ہو وہاں تنگی نہ کی جائے۔

عرض: کیا شادی کے موقع پر لڑکی والے کے یہاں کھانا کھانا ثابت ہے؟

ارشاد: مصنّف عبدالرزاق میں حدیث ہے کہ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے نکاح کے موقع پر فرمایا اتنا کھانا تیار کرو اور فلاں فلاں کو بلا لاؤ۔ باقی اس کی سند میں سخت کلام ہے جس کی وجہ سے یہ روایت استناد کے لائق نہیں۔ مگر شاہ محمد اسحاق صاحب دہلوی رحمہ اللہ نے اپنے فتاویٰ مائۃ مسائل اور الاربعین میں اس (کھانا کھلانے) کو ثابت مانا ہے۔
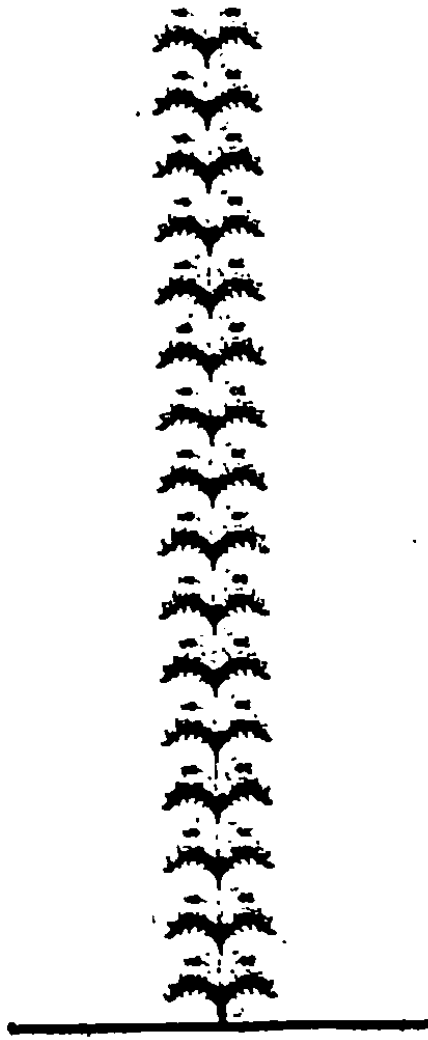
مجلس ۱۳

مناظروں کا ذکر چل رہا تھا اس پر ارشاد فرمایا:

چمن قادری صاحب جو پیر بھی ہیں، ایک مناظرہ میں شریک تھے اور بہت ہی لچک اور اٹک مٹک سے بات کر رہے تھے۔ ادھر ان کے اسٹیج پر سب کے سب بول رہے ہیں۔ اس پر میں نے کہا۔ سب کیوں بولتے ہیں کچھ بھی سمجھ میں نہیں آتا۔ کیا غائب نظر پڑ گیا۔ یہ کہہ کر اپنے سینہ پر ہاتھ رکھ کر کہا ؎

میں چمن میں کیا گیا گویا دبستاں کھل گیا
بلبلیں سنکر مرے نالے غزلخواں ہوگئیں

پھر انسپکٹر صاحب نے بھی کہا۔ سب حضرات بول رہے ہیں، کچھ سمجھ میں نہیں آرہا ہے اس پر میں نے یہ شعر پڑھا ؎

حکم ہے باغباں کا یہ نغمہ کریں نہ بلبلیں
قید ہے یہ چمن نہیں کنج قفس ہے گھر نہیں

کوئی قمر صاحب تھے نظم نعت پڑھتے تھے اس پر کہا ؎

ہرگز نیا بد در نظر نقشے زرنگت خوبتر
شمسی ندانم یا قمر حوری ندانم یا پری

کوئی ناز صاحب تھے ہر طرف سے ناز صاحب ناز صاحب کہتے تھے مگر ایسا معلوم ہوتا تھا کہ پھاٹک حبش خاں سے پکڑ کر لائے گئے ہیں۔ اس پر میں نے کہا ؎

Scanned by CamScanner

ناز را روئے بباید ہمچو ورد
چوں نداری گرد بد خوئی مگرد
عیب باشد روئے نازیبا و ناز
زشت باشد چشم نابینا و باز

ایک اسرار صاحب تھے وہ دور دور سے اشاروں میں باتیں کرتے تھے ان کے مخاطب سمجھ جاتے تھے کیا کہہ رہے ہیں۔ اس پر میں نے کہا ؂

اسرار ہے حرفوں میں تعلیم نرالی ہے
شوہر نے کہا اے۔ بی، بی بی نے کہا آئی

مولانا مشتاق نظامی صاحب تھے۔ انھوں نے مولانا ارشاد احمد صاحب کے بارے میں کہا میں جانتا ہوں ان کو ؂

نہ خنجر اٹھے گا نہ تلوار ان سے یہ بازو مرے آزمائے ہوئے ہیں

اس پر میں نے کہا۔ آزماتے آزماتے اس عمر کو پہونچ لیے۔ آج اور ایک آزمائیے۔ اور ہاتھ سے اپنی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا ؂

مجھ سا مشتاق زمانہ میں نہ پاؤگے کوئی
لاکھ ڈھونڈوگے چراغِ رخِ زیبا لے کر

ایک صاحب نے کہا ابھی کیا دیکھا ہے آندھیاں آئیں گی، بجلیاں کڑکیں گی۔ اس پر اس روز مجلسِ مناظرہ ختم ہوگئی۔ اگلے روز مناظرہ شروع ہوا۔ سب سے پہلے چمن قادری صاحب نے پوچھا۔ کہیے رات کیسی گذری۔ میں نے کہا ؂

رات بھر پھرتی رہی آنکھوں میں تصویرِ چمن
عین بیداری میں خوابِ آشیاں دیکھا کیے

چمن قادری صاحب نے کہا، کیا خواب دیکھا ہے۔

Scanned by CamScanner

میں نے کہا ؎ رات کا خواب الٰہی توبہ
آپ سُنیے گا تو شرمائیے گا

وہ تو چپ ہو گئے۔ دوسرے صاحب بولے کچھ تو سنائیے۔

میں نے کہا ؎ قفس میں مجھ سے رودادِ چمن کہتے نہ ڈر ہمدم
گری ہے جس پہ کل بجلی وہ میرا آشیاں کیوں ہو

آپ نے کہا تھا آندھیاں آ گئیں تو ؎

آندھیوں کو چھیڑ دینا تو بہت آسان تھا
لیکن اب تو دیکھیے بال و پر کی زندگی

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیف حفظ الایمان کی عبارت میں لفظ "ایسا" پر اعتراض کیا کہ لفظ ایسا تو تشبیہ کے لئے آتا ہے۔

اس پر میں نے کہا۔ غلط کہتے ہو بتائیے ؎

ہم ایسے لاپتہ ہیں جس کا دُنیا میں پتہ تم ہو
ہمارا بے خبر ہونا خبر ہے مبتدا تم ہو

اس میں لفظ "ایسے" کے ذریعہ کس کو تشبیہ دی گئی ہے ؎

جلوے مری نگاہ میں کون و مکاں کے ہیں
مجھ سے کہاں چھپیں گے وہ ایسے کہاں کے ہیں

اس میں لفظ "ایسے" کے ذریعہ کس کو تشبیہ دی گئی ہے۔ ؎

دل میں ذوقِ وصل و یادِ یار تک باقی نہیں
آگ اس گھر کو لگی ایسی کہ جو تھا جل گیا

اس میں لفظ "ایسی" کہاں تشبیہ کے لئے ہے۔ ؎

گرچہ ہے طرزِ تغافل پردہ دارِ رازِ عشق پر ہم ایسے کھوئے جاتے ہیں کہ وہ پا جائے ہے

Scanned by CamScanner

اس میں لفظ "ایسے" کے ذریعہ کس کو تشبیہ دی ہے۔ ؎

دیر تک تقریر تو کیجئے مگر ایسا نہ ہو
چٹکلوں اور شاعری میں وقت ہی برباد ہو

اس میں لفظ "ایسا" کہاں تشبیہ کے لیے ہے۔ ؎

ایک صاحب کا رنگ کالا، انگریزی لباس، اس پر میں نے کہا ؎

فیشن میں اکڑ پھوں ہے چہروں پہ سیاہی ہے
کالے بھی بنے گورے، کیا شان الٰہی ہے
سورج کی شکایت کیا جب دَور نرالا ہو
مشرق میں اندھیرا ہو مغرب میں اُجالا ہو

ایک صاحب نے تقریر میں اے۔ بی۔ سی بولنا شروع کیا اس پر کہا ؎

کجا مکتب، کجا کالج، کجا مُلاّ، کجا مسٹر
الف۔ ب۔ ت پرانی ہو گئی ہے اب تو اے بی سی
خوش الحانی پھر اس پر شین و قاف انکا معاذ اللہ
کہ قارورہ ہوا کارورہ اور شیشی ہوئی سیسی
ادھر عاشق سے اس کی سی ادھر دشمن سے اس کی سی
غضب ہے ان بتان بوزنہ سیر کی پالیسی

ایک صاحب نے جو خود بھی بڑے میاں تھے، کہا ان بڑے میاں کو دیکھو کیسی باتیں کرتے ہیں۔ میں نے کہا ؎

بڑی بی میں وہی سب ادائیں ہیں جوانی کی
اسے دیکھا اُسے گھورا ادھر تاکا اُدھر جھانکا

وہ بڑے میاں ایسے خاموش ہوئے کہ اخیر تک کچھ نہیں بولے۔

Scanned by CamScanner

ایک صاحب نے گالیاں دیں۔ اس پر میں نے کہا ؎

دُشنام یار طبع حزیں پہ گراں نہیں
اے ہمنفس نزاکتِ آواز دیکھنا
لگے مُنہ بھی چڑانے دیتے دیتے گالیاں صاحب
زباں بگڑی سو بگڑی تھی خبر لیجے دہن بگڑا

ایک موقع پر سُنایا ؎

وہ اپنی خو نہ چھوڑیں گے ہم اپنی وضع کیوں بدلیں
سبک سر بن کے کیا پوچھیں کہ ہم سے سرگراں کیوں ہو

ایک موقع پر یہ رباعی سُنائی ؎

رضا خانی مرا سالے ہیں جا برہنہ از لباس علم و تقوی
علی رغم حیا، دشرم دادہ بکفر اولیا ما اللہ فتوی

ایک موقع پر کہا ؎ مچھلی سمجھ رہی ہے مجھے لقمۂ تر ملا
صیاد مطمئن ہے کہ کانٹا نگل گئی!

ایک موقع پر کہا۔ ایک رضا خانی نے کہا ہے ؎

نکیرین آکے مرقد میں جو پوچھیں گے تو کس کا ہے
ادب سے سر جھکا کر لوں گا نام احمد رضا خاں کا

ایک رضا خانی نے کہا ؎

کبھی پڑا فلک کو دل جلوں سے کام نہیں
جلا کے خاک نہ کردوں تو داغ نام نہیں

اس کے جواب میں مولانا ارشاد احمد صاحب مرحوم مبلّغ دار العلوم دیوبند نے کہا۔ دیکھا مولانا نے کیا معشوقانہ شعر پڑھا ہے۔ میں نے کہا اسی شعر پر

مناظرہ شروع کردیجیے۔

فلک دارالعلوم ہے جس سے کیسے کیسے علماء پیدا ہوئے۔ آپ ان سے جلتے ہیں اس لئے اپنے آپ کو دل جلا کہا ہے۔ اور اپنا نام داغ رکھا ہے، جو بالکل صحیح ہے آپ قرآن پر داغ ہیں، حدیث پہ داغ ہیں، فقہ پر داغ ہیں، سُنّت پہ داغ ہیں، شریعت پہ داغ ہیں، طریقت پہ داغ ہیں۔

بھاولپور میں مناظرہ ہوا۔ حضرت سہارنپوری قدس سرہ کے مقابلہ میں غلام دستگیر تھے، جنھوں نے علماء دیو بند کی تکفیر کی تھی۔ اس موقع پر حضرت سہارنپوری قدس سرہ نے یہ شعر پڑھا ؎

غلام دستگیر ایں کافرم خواند
چرا ہم کذب را نبود فروغ
مسلماں گفتمش اندر مکافات
دروغ را جزاء باشد دروغ

ایک مناظرہ میں کہا تھا ؎

وارفتۂ الفت کو الٹا نظر آتا ہے
مجنوں نظر آتی ہے لیلیٰ نظر آتا ہے

خاں صاحب کا کچھ حال ایسا ہی ہے۔ شیطان کے ساتھ حقہ پیا، بندر سے میلاد سیکھا۔ حضرت گنگوہی نے کھیری لکھا اس کو کپورے نظر آتا ہے۔

ایک صاحب کے کوئی شعر پڑھنے پر سُنایا ؎

اے سوسن لب بستہ، اے نرگس نوزستہ
کہدو کہیں دیکھے ہوں، اگر ہم سے جگر خستہ
مجنوں کی جہاں گردی، فرہاد کی پامردی
سُنتے ہیں مگر دل سا، دیکھا نہیں وارستہ

اے دست کرم اٹھ کر، تو اس کو جھکا دینا
ہے شاخ امید اونچی، میں طائر پر بستہ
ایک عمر ہوئی چھوٹی احقر سے غزل گوئی
یہ نالۂ موزوں ہے فریاد برجستہ

ارشاد: مولانا مشتاق نظامی نے کہا کہ مولانا محمود الحسن شیخ الہند دیوبندی نے اپنے شیخ کی شان میں شعر کہا ہے ؎

مُردوں کو زندہ کیا زندوں کو مرنے نہ دیا اس مسیحائی کو دیکھیں ذری ابن مریم

یہ ذری کیا چیز ہے صاحب۔ شاید ذرا کا مؤنث ہوگی۔ یہ کہا اور ان کے اسٹیج سے ایک قہقہہ بلند ہوا۔ میں نے جواب دیا کہ بعضے الفاظ ایسے ہیں کہ ان میں یٓ لکھی جاتی ہے مگر الف پڑھا جاتا ہے۔ جیسے مصطفیٰ مجتبیٰ مرتضیٰ۔ سب کے آخر میں یٓ ہے مگر الف پڑھا جاتا ہے۔ قرآن کریم سورہ واللیل اذا یغشیٰ کو پڑھ جائیے بیسیوں زائد الفاظ ایسے ملیں گے کہ جن میں ی لکھی ہے اور الف پڑھا جاتا ہے۔ بعضے لفظوں کا املا پہلے ی کے ساتھ تھا وہ اب الف کے ساتھ لکھے جاتے ہیں جیسے جدا ایسے ہی ذرا بھی ہے۔ بلکہ ذرا تو پڑھا بھی جاتا تھا ذری۔ اب اس کا تلفظ بدل گیا۔ تاہم اگر یٓ تانیث ہی کے لئے ہو تو کیا ضروری ہے کہ ہر جگہ کی یٓ کو تانیث ہی کے لئے مانا جائے۔ ورنہ تو سوال ہو سکتا ہے کہ مشتاق نظامی میں یٓ ہے۔ یہ شاید نظام کی مؤنث ہوگی۔ حضور نظام حیدرآباد کی بیوی ہوگی۔ نظام، نظامی۔ بے پردہ پھرنے لگی نظام کی بیوی۔ اس کا نام نیچریوں میں لکھ دیں گے۔

Scanned by CamScanner

مجلس ۱۴۲

ارشاد: ایٹہ میں ایک جگہ وعظ تجویز تھا۔ وعظ میں مردوں عورتوں کا مجمع تھا۔ وعظ کے بعد ایک شخص نے کہا۔ میری عورت کچھ سوالات کرنا چاہتی ہیں مگر شرط یہ ہے کہ میں اس وقت موجود نہ ہوں۔ میں نے کہا آپ کو اختیار ہے کہ آپ موجود نہ رہیں، باقی میرے ساتھ میرے احباب ہوں گے۔ ان کی موجودگی میں پردہ کے پیچھے سے وہ سوالات کرلیں۔ اس کو انھوں نے منظور کرلیا۔ وقت تجویز ہوگیا چند احباب میرے ساتھ رہے۔ ان کی اہلیہ نے پس پردہ سے سوالات کئے۔

اوّل سوال:۔ میں نے یہ سوال فلاں عالم سے کیا، فلاں عالم سے کیا۔ کوئی مجھے مطمئن نہیں کرسکا۔ قرآن میں باتیں تو سب صحیح ہیں مگر میرا خیال ہے کہ قرآن آسمانی کتاب نہیں بلکہ حضرت نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جن چیزوں کو امت کیلئے مفید جانا ان کو جمع کردیا اور چونکہ لوگوں کا ماننا اس کے بغیر دشوار تھا اس لئے لوگوں کے اطمینان کے لئے کہدیا کہ آسمانی کتاب ہے۔ اللہ تعالیٰ نے نازل فرمائی ہے۔

میں نے کہا بس کیجئے۔ میں پہونچ گیا جہاں پر آپ ہیں۔ اب میری بات کا جواب دیجئے۔ آپ نے سیر پاک کا مطالعہ کیا ہے یا نہیں؟ اس نے کہا خوب مطالعہ کیا ہے اردو میں بھی انگلش میں بھی۔ میں نے کہا یہ آفت وہیں سے آئی ہے۔ میں نے پوچھا سیرت میں دو وصف حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے آپ نے پائے۔ ایک دیانت اعلیٰ درجہ کی ایک ذہانت اعلیٰ درجہ کی۔ کہا ہاں تھے

دونوں وصف۔ میں نے کہا بس جواب ہو گیا۔ اس نے کہا اس کو ذرا واضح کیجیے، میں سمجھی نہیں۔ میں نے کہا جو کتاب آسمان سے نازل نہیں ہوئی اس کو یہ کہنا آسمان سے نازل ہوئی، خدا نے اتاری۔ یہ دیانت کے خلاف ہے۔ دیانت دار آدمی کبھی ایسی بات نہیں کہہ سکتا۔ پھر قوم کو غلط بات کہہ کر اگر کسی وقت مطمئن کر دیا جائے تو آئندہ چل کر اس کی غلطی واضح ہو گی، جھوٹ کا پردہ چاک ہو گا۔ جس قدر اطمینان دلایا تھا وہ سب ختم ہو کر بے اعتماد ہو جائے گا۔ جتنا فائدہ ہوا سب ختم ہو جائے گا۔ اس انجام کو نہ سوچنا خلافِ ذہانت ہے۔ ذہین آدمی کبھی ایسا کام نہیں کرتا۔ وہ ذہین بھی ایسا جو بے نظیر ہو، سارے عالم کا مقتدا ہو۔ اس نے کہا اب آپ خاموش ہو جاویں، ہم پہونچ گئے جہاں آپ مجھے پہونچانا چاہ رہے ہیں۔ اس کے بعد کوئی اور سوال نہیں کیا بلکہ کہا مجھے پورا اطمینان ہو گیا۔

ارشاد: حضرت مولانا عبدالباری صاحبؒ نے فرمایا۔ مولوی صاحب کیا ان جاہلوں میں تبلیغ کرتے پھرتے ہو۔ انگریزی داں طبقہ میں تبلیغ کرو۔ میں نے ان میں کسی کے ایمان کو سلامت نہیں پایا بشرطیکہ اس نے اپنا عقیدہ ظاہر کرنے میں جھجھک سے کام نہ لیا ہو۔

میں نے کہا جاہلوں میں ہم جاتے ہیں ان میں آپ جائیں ہم آپ کے ساتھ ہیں آپ ان کی نفسیات سے واقف ہیں، ہم اَن پڑھ ہیں اَن پڑھوں میں کام کرتے ہیں۔ آپ پڑھے ہوئے ہیں آپ ان میں کام کریں۔

لکھنؤ میں اجتماع ہوا۔ مولانا ابرار الحق صاحب، مولانا صدیق احمد صاحب بھی تشریف لائے میں بھی گیا۔ مولانا عبدالباری مجاز حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں بھی گئے۔ انھوں نے چائے بنانا شروع کی۔ چائے بناتے ہوئے ہی فرمایا۔ جی ہاں کسی کی تقریر بھی حضرت تھانوی علیہ الرحمہ کے طرز پر تھیں تھی۔

Scanned by CamScanner

بیج بکھیر کر چلے جاتے ہیں۔ اپنے گھر کی اصلاح نہیں کرتے ہیں۔ پہلے اپنے گھر کی اصلاح کرلی چاہیئے، اپنے خاندان اور اپنی بستی کی اصلاح کرلی چاہیئے۔ تب باہر جانا چاہیئے۔ اسی وجہ سے حضرت تھانویؒ اس طریقہ سے ناخوش تھے۔ چائے بناتے ہوئے بات کر رہے تھے ہم تینوں خاموش۔

مولانا صدیق احمد صاحب اور مولانا ابرارالحق صاحب دونوں نے چپکے چپکے مجھ پر بات کرنے اور جواب دینے کا زور دیا۔

مولانا عبدالباری صاحب نے فرمایا۔ مفتی صاحب جواب دینا ہوگا۔

میں نے کہا بزرگوں کی مجلس میں جب تک کان بن سکے زبان نہیں بننا چاہیئے۔ فرمایا جواب ضرور دینا ہوگا آپ کی ذمہ داری ہے۔

میں نے کہا اچھا تو سنئے۔ آپ کی رائے غلط ہے۔ حضرت تھانویؒ نے اصلاح الرسوم لکھی، بہشتی زیور لکھی اور جگہ جگہ جاکر وعظ فرمائے۔ کیا پہلے اپنے محلہ، اپنے قصبہ کی اصلاح کرلی تھی اور اپنے گھر کی اصلاح کرلی تھی۔ کون سی رسم ایسی ہے جو تھانہ بھون میں نہیں ہوئی۔ حضرت تھانویؒ کی اہلیہ میری قریبی رشتہ کی پھوپھی تھیں۔ مجھے گھر کے سب حالات معلوم ہیں۔

مولانا عبدالباری صاحبؒ نے فرمایا۔ باقی اصل طریقہ یہی ہے پہلے اپنی اصلاح کی جائے۔ پھر گھر والوں کی پھر خاندان کی پھر اپنی بستی کی پھر قرب وجوار کی۔ اس طرح کام کولے کر چلا جائے۔

میں نے کہا۔ کیا حضرت تھانویؒ نے اوّل اپنے گھر اور اپنے خاندان کی اصلاح کرلی تھی اس کے بعد وعظ شروع فرمایا اور دوسروں کی اصلاح فرمائی۔ اور آپنے اتنی کتابیں دوسروں کی اصلاح کے لئے لکھی ہیں کیا اپنے گھر کی پہلے اصلاح فرمالی۔ اور اپنے کسی ایک بیٹے کی بھی اصلاح کی۔ فرمایا میں نے لڑکوں کو گھر سے

Scanned by CamScanner

نکال دیا۔ میں نے کہا یہ بھی غلط کیا۔ کیا اس سے ان کی اصلاح ہو گئی۔ کیا حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا طرزِ تبلیغ یہی تھا کہ کوئی بات نہ مانے تو اس کو گھر سے نکالدیں کہ جو اصلاح کی توقع ہو سکتی تھی وہ بھی ختم ہو جائے۔

مولانا نے فرمایا۔ مجھے نہیں معلوم تھا کہ دیوبند کے مفتیٔ اعظم کو بھی تبلیغی جماعت اس درجہ متأثر کرسکتی ہے۔ اگر تبلیغی جماعت کا کوئی اور بھی کارنامہ نہ ہو یہی بہت بڑا کارنامہ ہے کہ دارالعلوم کے مفتی (اعظم) کو متأثر کرلیا۔

میں نے کہا یہ بھی غلط ہے، معاملہ برعکس ہے۔ دارالعلوم کو مفتی دیا ہی تبلیغی جماعت نے ہے۔ دارالعلوم کو مفتی کی ضرورت تھی۔ تبلیغی جماعت سے درخواست کی تبلیغی جماعت نے دارالعلوم کو مفتی دیا۔ چونکہ میں تبلیغی پہلے ہوں مفتی بعد میں۔ اس پر انھوں نے فرمایا۔ اس کام سے فائدہ بھی بہت ہے۔ بہت سے لوگ بے نمازی تھے نمازی ہو گئے۔ اور دین کی بہت سی باتیں بھی سیکھ گئے۔ مگر یہ تو ایسا طریقہ ہے بیج ڈالتے جارہے ہیں چڑیاں آکر چگ گئیں۔ استحکام استقرار نہیں ہوتا۔ اس پر میں نے کہا آپ چلّہ میں چلئے میں بھی چلوں آپ بھی چلیں۔ جس طرح سے آپ چاہیں گے اس طرح سے کام کریں گے۔ باقی یہ بات کہ کام کے لئے ایک قدم نہ اٹھائیں اور مکان پر بیٹھ کر اعتراضات کریں۔ تو ہمارے یہاں ایسے اعتراضات کی کوئی حیثیت نہیں۔ بالکل ناقابلِ التفات ہے۔

عرض: مولانا عبدالماجد صاحب دریابادی قادیانیوں کو کافر نہیں کہتے تھے۔

ارشاد: احمدیوں کی تکفیر نہیں کرتے تھے ان کی عبارات میں تاویل کی گنجائش سمجھتے تھے۔

ارشاد: سیّد سلیمان ندوی نے اپنی لڑکی کا نکاح مہرِ فاطمی پر خود پڑھایا حضرت تھانویؒ کو خط لکھا۔ حضرت تھانویؒ نے جواب میں تحریر فرمایا

Scanned by CamScanner

" سلطنت سلیمانی میں رعایا کی حق تلفی کیوں کی۔ مہر مثل پر کیوں نکاح نہیں پڑھایا"

مولانا عبدالماجد صاحب نے تھانہ بھون حاضری کی اجازت چاہی۔ حضرت تھانوی رح نے تحریر فرمایا۔ ایسا نہ ہو کہ حضرت مدنی کو ناگواری ہو۔ اور وہ حضرت مدنی رح سے بیعت تھے۔ مولانا عبدالماجد نے جواب تحریر کیا۔ میرے دو دروازے ہیں ایک بند ہو تو دوسرا کھلا ہوا ہے۔ حضرت تھانوی رح نے اس جواب سے ناخوشی کا اظہار فرمایا۔ اور فرمایا لوگ کہتے ہیں بڑے فلسفی ہیں۔ کیا فلسفیانہ مزاج ہے ڈھیلے پتھر۔

عرض: کیا مولانا عبدالماجد صاحب رح سے جناب کی ملاقات ہوئی؟

ارشاد: مولانا عبدالماجد صاحب رح کی زیارت نہیں ہوئی۔ مولانا عبدالباری صاحب رح مولانا سید سلیمان صاحب رح ندوی کی زیارت ہوئی ہے۔

ارشاد: حضرت مدنی قدس سرہ بذریعہ ریل سفر فرما رہے تھے۔ لکھنؤ اسٹیشن پر حضرت مولانا علی میاں ندوی مدظلہ، ریل میں ملاقات کے لیے آئے۔ حضرت مدنی رح نے فرمایا آپ کے مودودی صاحب کا کیا حال ہے؟ علی میاں نے کہا کچھ خبر نہیں۔ حضرت مدنی رح نے فرمایا۔ خبر نہیں۔ آپ ان کی حمایت کرتے ہیں۔ دمشق میں انکی حمایت میں تقریر کی، مدینہ منورہ میں ان کی حمایت میں تقریر کی اور ہندوستان میں دینی خدمت کرنے والوں میں مودودی صاحب کو سرفہرست بیان کیا۔

ارشاد: حضرت مولانا عبدالقادر صاحب رائپوری قدس سرہ، لکھنؤ تشریف لے گئے۔ حضرت شیخ رح نے اپنے خدام کو خطوط لکھے کہ حضرت رائے پوری رح لکھنؤ تشریف لا رہے ہیں ان کی خدمت میں حاضر ہوں اور ان سے استفادہ کریں۔ جو پوچھنا ہو پوچھیں۔ اور علی میاں مودودی کی حمایت میں تقریر کرتے ہیں اُن سے متأثر نہ ہوں۔ وہ حضرات لکھنؤ حاضر ہوئے اور مولانا علی میاں سے خط کا

تذکرہ کرتے۔ خط بھی دکھا دیتے۔ اور سب میں یہ مضمون ہوتا کہ علی میاں کی تقریر پر
سے متأثر نہ ہوں۔ علی میاں نے حضرت شیخ رہ کو خط لکھا۔ آپ مطمئن رہیں اپنی
تقریر سے میں خود بھی متأثر نہیں ہونے کا۔

عرض: عیسائی مبلغین جگہ جگہ خیمے گاڑ کر کام کر رہے ہیں۔ ان کے جواب اور
رد کے لئے کچھ ارشاد فرمادیں۔

ارشاد: لندن میں دو پادری آئے تھے۔ انھوں نے سوالات شروع کئے۔

پادری: قرآن تو آسمانی کتاب ہے نا۔

ارشاد: میں نے کہا بے شک۔

پادری: اس میں جو کچھ ہے وہ تو سب سچ ہے۔

ارشاد: میں نے کہا سب سچ ہے۔

پادری: واقعہ افک کیا تھا جس کا قرآن میں ذکر ہے (اور ان کے چہروں
پر مسرت کی لہر دوڑ گئی)

ارشاد: میں نے کہا۔ قرآن پاک میں دو عورتوں کا تذکرہ ہے جن پر تہمت
لگائی گئی۔ قرآن کریم نے دونوں کی برائت کی ہے۔ ایک شادی شدہ اس طرح کہ
اس کا شوہر بھی اس کے ساتھ ہے اس پر بہتان لگا۔ اور اس بہتان کا کوئی ثبوت
بھی نہیں۔ قرآن کریم نے ان کی بھی برائت کی ہے۔ دوسری کنواری لڑکی اس کی
شادی بھی نہیں ہوئی۔ اس پر بہتان لگا اور اس کے بچہ بھی پیدا ہوا۔ مگر قرآن کریم
نے ان کی بھی برائت فرمائی ہے۔ دونوں کا ذکر قرآن کریم میں ہے۔ بتائیے اوّل
کس کا ذکر کروں، شادی شدہ کا یا کنواری کا جس کے بچہ بھی پیدا ہوا۔ دونوں
پادری مبہوت اور لاجواب ہو گئے۔ کچھ دیر سکوت و حیرانی کے بعد پادری نے کہا۔

پادری: میں یہ پوچھنا چاہتا تھا کہ کیا نبی کی بیوی پر بھی بہتان لگایا جاسکتا ہے۔

Scanned by CamScanner

ارشاد: میں نے کہا۔ نبی کی بیوی پر نہیں، نبی کی ماں پر بھی بہتان لگایا جا سکتا ہے، بلکہ اللہ کی ماں پر بھی بہتان لگ سکتا ہے۔ آپ نے تو پوچھا ہی نہیں بات ٹلادی۔

ارشاد: گنگوہ میں دو پادری آئے۔ اور چوراہوں، دوکانوں پر کھڑے ہو کر لوگوں کو ورغلاتے تھے۔ کہتے تھے ایک راستہ چمن کا ہے جس میں ہر طرح کی راحت ہے۔ ایک راستہ گڈھوں کا جس میں سخت دشواری ہے۔ کونسا راستہ اختیار کرنا چاہیئے۔ لوگ کہتے چمن والا راستہ اختیار کرنا چاہیئے۔ تب کہتے چمن والا راستہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا راستہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سب کی طرف سے کفارہ بن گئے۔ اب ہر شخص آزاد ہے جو چاہے کرے ہر طرح راحت ہی راحت ہے۔ اور گڈھوں والا راستہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا راستہ ہے جس میں ہر موقع پر جائز ناجائز، حرام حلال کی قید اور دشواری ہے۔

اس طرح لوگوں کو ورغلاتے تھے۔ ایک گاؤں والے نے سنا۔ اس نے کہا یہ کس کو گڈھوں والا راستہ کہہ رہا ہے۔ کیا ہمارے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے راستہ کو کہہ رہا ہے۔ یہ کہہ کر لاٹھی اٹھائی مارنے کے لئے۔ پس دونوں پادری وہاں سے بھاگ گئے۔

ارشاد: حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز صاحبؒ کے زمانہ میں عیسائی لوگوں سے سوال کرتے کہ بتاؤ ایک شخص سویا ہوا ہے ایک شخص جاگ رہا ہے مسافر کو راستہ معلوم نہیں، تو وہ سوتے ہوئے سے پوچھے یا جاگتے ہوئے سے۔ حضرت شاہ صاحبؒ نے فرمایا وہ جاگنے والا خود بھی اسی انتظار میں بیٹھا ہے کہ سونے والا بیدار ہو اس سے معلوم کروں۔ اس جواب سے وہ لاجواب ہو گئے۔

ارشاد: ایک پادری نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی فضیلت بیان کرتے ہوئے کہا کہ وہ الٰہ ہیں۔ میں نے کہا۔ کیا الٰہ پیشاب کی نالی سے پیدا ہوتا ہے۔ پیشاب کی نالی سے

پیدا ہونے والا بھی الٰہ ہو سکتا ہے۔ اور جب وہ پیدا نہیں ہوئے تھے اس وقت کون الٰہ تھا۔ کیا اس وقت ساری کائنات بغیر الٰہ کے تھی اور سب بغیر الٰہ کے ہی پیدا بھی ہو گئی تھی۔

عرض: یہاں افریقہ میں عیسائیوں نے شائع کیا ہے کہ مذہب اسلام غلط ہے اور اس کا نبی کاذب۔ ہمارا ارادہ ہے عدالت میں دعویٰ دائر کریں۔

ارشاد: ان ہی کا جوتا اور انھیں کا سر۔ کیوں نہیں کرتے۔ ان سے کہو جو مذہب اسلام کو غلط اور اس کے نبی کو کاذب کہتا ہے وہ اپنے نبی کو کاذب کہتا ہے۔ چونکہ ان کے نبی پر نازل ہوا تھا وَمُبَشِّرًا بِرَسُوْلٍ یَّاْتِیْ مِنْۢ بَعْدِی اسْمُهٗۤ اَحْمَدُ۔ وہ نہ اپنے نبی کو مانتا ہے نہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو، ایسے شخص کی بات کا کیا اعتبار۔ اس کے بعد اس پادری نے اپنی بات سے رجوع کر لیا تھا اور شائع کر دیا تھا کہ مجھ سے غلطی ہو گئی۔

ارشاد: حضرت عیسیٰ علیہ السلام کیا سارے عالم کے لئے کفارہ ہو گئے۔ اگر سارے عالم کے لئے کفّارہ ہو گئے تو عیسائیت بیکار۔ عیسائیت اختیار کرنے کی کسی کو کیا ضرورت ہے۔ جو شخص جس مذہب پر اور جس حالت میں ہو گا اس کی نجات ہو ہی جائے گی۔ لہٰذا جی کھول کر گناہ کیا کریں۔ اور اگر عیسائیوں کے لئے خاص طور پر کفّارہ ہو گئے تو پھر دوسروں پر کیا احسان، وہ کیوں عیسائیت کو اختیار کریں۔ نیز یہ کفارہ ہونا اصولاً بھی غلط ہے۔ اصل تو یہ ہے کہ جو شخص غلطی کرے اس کو سزا دی جائے۔ باپ نے زنا کیا بیٹے کو سولی پر چڑھا دیا۔ یہ کیا اصول ہوا۔

عرض: ایک شخص گناہ کی بنیاد رکھتا ہے۔ بعد والے جو گناہ کرتے ہیں ان کا گناہ بھی بنیاد رکھنے والے کو ملتا ہے۔

ارشاد: نفسِ فعل کا گناہ گنہگار کو ملتا ہے۔ بنیاد رکھنے والے کو سبب ہونے

Scanned by CamScanner

کا گناہ ملتا ہے:

عرض: عیسائی لوگ کہتے ہیں حضرت آدم علیہ السلام سے غلطی ہوئی وہی فطری طور پر بعد والوں میں آئی گئی۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس کا کفارہ ہو گئے۔

ارشاد: جو چیز فطری ہے اس میں کسی کا کیا قصور اور اس کیلئے کفارہ کی کیا ضرورت

عرض: عیسائی لوگ کہتے ہیں کہ اسلامی احکام سخت ہیں۔

ارشاد: اصل مقصود فسادات و معاصی کو مٹانا ہے۔ سزا دینا معاصی و فسادات سے بچانا ہے۔ جب لوگوں کو معلوم ہوگا کہ زنا کی یہ سزا ہے قتل کی یہ سزا ہے تو زنا اور قتل سے خود ہی لوگ بچ جائیں گے۔ اور سزا نہ دینا معاصی و فسادات کو پھیلانا ہے جب لوگوں کو معلوم ہو کوئی گناہ کرو کوئی سزا نہیں۔ تو ہر قسم کے گناہ کا دروازہ کھل جائے گا کہ سب گناہوں کا کفارہ ادا ہو چکا۔ اب جس طرح چاہے زنا کرو، شراب پیو، قتل و غارت گری کرو۔ کیا حال ہوگا۔

عرض: مسلمان نیک عمل جنت میں نیک عمل سے داخل ہوگا اور عیسائیوں کے یہاں یہ ہے کہ عیسائی بشرطیہ جنت میں داخل ہوگا۔ نیک عمل کی شرط نہیں۔

ارشاد: ان کے یہاں جب کفارہ ہو گیا پھر نیک عمل کی کیا ضرورت ہے۔

عرض: پولس کا قول ہے شریعت کی لعنت سے ہم کو چھڑا دیا۔

ارشاد: ان کے یہاں شریعت لعنت ہو گی۔ عنایت اللہ مشرقی نے بھی یہی کہا ہے کہ ا..ہم انیات کی بدمعاشی کی جڑ اکھاڑ کر پھینک دی۔

عرض: مسلمانوں کو نیک عمل کے باوجود اطمینان نہیں۔ مغفرت ہو نہ ہو۔ اور عیسائیوں کو اطمینان ہے۔

ارشاد: عیسائی کتنے پریشان ہیں ان کو اطمینان کہاں ہے۔ مسلمان اپنے مولیٰ کی مرضی پر خوش ہے اس سے زیادہ اطمینان کی صورت کیا ہو سکتی ہے۔

Scanned by CamScanner

ایک بات یاد رکھنے کی ہے۔ عیسائی مذہب اتنا سستا ہے کہ ہر ایک کا روزِ قیامت کے
لیے جنت کا ضامن ہے اور اس کی اشاعت کی کتنی کوشش کی جا رہی ہیں۔ اور
عیسائیت قبول کرنے والے کو دولت، عورت ہر قسم کا لالچ دیا جاتا ہے۔ جس
کی وجہ سے چاہیے تھا کہ لوگ اس کو اختیار کر لیتے مگر اس کے باوجود عیسائیت کو
فروغ نہیں۔ معلوم ہوا تقدیر کا مسئلہ ضرور ہے اور تقدیر حق ہے۔

ارشاد: عیسائیوں کے، مولانا رحمت اللہ صاحب کیرانوی (بانی مدرسہ صولتیہ
مکہ مکرمہ) سے مناظرے ہوئے اور عیسائیوں کو بڑی طرح شکست ہوئی۔ وہ
مناظرے اظہار الحق کے نام سے چھپے ہوئے ہیں۔ اب تو ان کا ترجمہ بھی ہو گیا ہے۔

مولانا رحمت اللہ صاحب جب ہجرت فرما کر مکہ مکرمہ پہونچ گئے تو برٹش
حکومت نے لکھا کہ یہ ہمارا باغی ہے اس کو واپس بھیجیے۔ (اس وقت مکہ مکرمہ پر
ترکی سلطنت تھی) ترکی بادشاہ کی طرف سے جواب دیا گیا۔ اللہ کے امن میں داخل
ہو گیا۔ اس کو گرفتار نہیں کر سکتے۔

Scanned by CamScanner

مجلس ۱۵
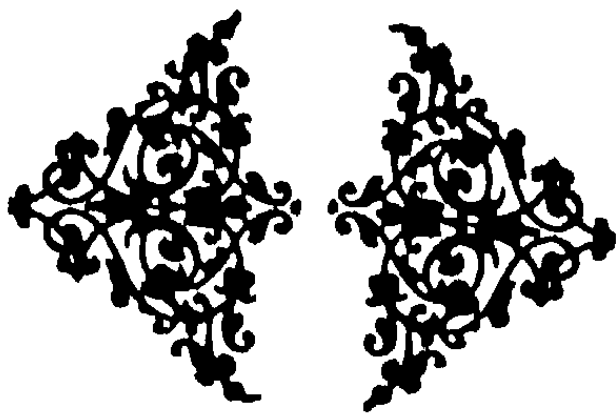
ارشاد: حضرت تھانویؒ نے حضرت شیخ الہندؒ کا مقولہ نقل فرمایا ہے۔
"بڑھاپا آگیا مگر جمعہ کی چھٹی کی خوشی اب تک نہیں گئی"
حضرت شیخ الہندؒ کا جمعہ کے روز معمول تھا۔ باہر نہر پر جا کر کپڑے دھوتے ان کو سکھاتے اور جب پھریرے سے ہو جاتے ان کو پہن کر واپس آتے۔ اس طرح کہ اذان کی آواز کان میں پڑتی تو ایک دوڑ لگاتے۔ تاکہ اِذَا نُوْدِیَ لِلصَّلٰوۃِ مِنْ یَّوْمِ الْجُمُعَۃِ فَاسْعَوْا اِلٰی ذِکْرِ اللّٰہِ پر عمل ہو جائے۔

ارشاد: حضرت شیخ الحدیث قدس سرہٗ نے ایک سوٹ ایک سپاہی سے دو روپے میں خریدا تھا جس کو چودہ برس تک استعمال کیا۔ سردی میں ایک ماہ کے اندر کپڑے بدلتے تھے البتہ غسل ہر جمعہ کو کرتے اور خوشبو خوب استعمال فرماتے تھے۔

سید احمد شہیدؒ ہر روز نیا جوڑا تبدیل کرتے اور شام کو کسی غریب کو صدقہ کر دیتے۔ نواب ٹونک ہر سال تین سو ساٹھ جوڑے بنا کر بھیجتے تھے اور ان کی خواہش تھی کہ ہر روز نیا جوڑا پہنیں۔

مولانا محمد الیاس صاحب قدس سرہٗ کے والد صاحب کو نواب چھتاری بلاتے وہ تشریف لے جاتے۔ ایک لمبی فہرست ساتھ ہوتی۔ فلاں شخص کے لئے یہ کر دیجئے، فلاں شخص کے لئے یہ کر دیجئے۔ فلاں جگہ یہ کام کرا دیجئے، رات بھر ٹھہر کر صبح کو واپس آجاتے۔ ایک دفعہ نواب صاحب نے کہا میں محبت کی خاطر بلاتا ہوں اور

آپ لمبی فہرست سامنے کر دیتے ہیں۔ فرمایا اچھا اب ہم نہیں آئیں گے۔ ہم تو اسی لیے آتے ہیں، تاکہ غریبوں کا کچھ فائدہ ہو جائے۔

اس چمن میں مختلف پھول ہیں۔ جو پھول پسند ہو اس کو اختیار کر لیں مگر دوسرے پھول کی تحقیر نہ کریں۔

عرض: نواب بھوپال کے کچھ رشتہ دار ہیں۔

ارشاد: دو خاندان ہیں دونوں دیندار ہیں۔ مولانا عمران کے مکان کے قریب رہتے ہیں نواب صاحب سے مشہور ہیں، جماعت تبلیغ میں لگے ہوئے ہیں۔ دوسرے خاندان بھی ہیں مگر ان میں دینداری نہیں۔

نواب صدیق صاحب نے ان کے حالات کا ذکر کیا ہے ان کے خاندان کی ایک عورت کا ذکر کیا ہے کہ اتنی عمر ہے زندہ ہے فاذا ھی حیۃ تسعیٰ۔

سلطان ٹیپو کے خاندان کے لوگ کلکتہ میں رہتے ہیں رکشا چلاتے ہیں اور شیعہ ہو گئے۔ دین سے بھی گئے دنیا سے بھی گئے۔ خسر الدنیا والآخرۃ۔

ارشاد: ارشاد الطالبین، قاضی ثناء اللہ صاحبؒ پانی پتی کی تصنیف ہے جو حضرت مرزا مظہر جان جاناں کے خلیفہ تھے۔ ان کا ایک ملفوظ نقل کیا ہے کہ میرے ایک شیخ کی شان میں ایک مرید نے گستاخی کی۔ وہ شیخ صاحب مریدین کو توجہ دیتے تھے جس طرح دوسرے مریدین کو توجہ دیتے اس کو بھی توجہ دیتے۔ ان سے ذکر کیا گیا۔ انھوں نے فرمایا۔ مرزا اگر اللہ تعالیٰ نے پوچھا کہ میرا بندہ میرا نام سیکھنے آیا تم نے میرا نام اس کو نہیں سکھایا محض اس لئے کہ اس نے تمہاری شان میں گستاخی کی تھی۔ کیا تمہارے نزدیک تمہاری ذات اللہ تعالیٰ کی ذات سے بھی زیادہ باعظمت تھی۔ میں خاموش ہو گیا مگر دل میں کھٹک باقی رہی۔ جب میرے شیخ نے اس کھٹک کو محسوس کیا تو فرمایا۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس مخلصین

Scanned by CamScanner

بھی آتے تھے منافقین بھی آتے تھے. جس سوز دردں سے مخلصین کو تعلیم دیتے ان کو بھی تعلیم دیتے. مگر نفع مخلصین ہی کو ہوتا ہے منافقین کو نہیں ہوتا.

ارشاد: حضرت مرزا مظہر جانِ جاناںؒ فرمایا کرتے تھے. تیس برس تین بزرگوں کی خدمت کی. اس کے بعد تیس برس سے ریاضت و مجاہدات میں مشغول ہوں. اب فنائے تام حاصل ہوئی ہے اپنے آپ کو مُردہ سمجھتا ہوں. لوگ آتے ہیں سمجھتا ہوں میری قبر پر آرہے ہیں فاتحہ پڑھنے کے لئے. پھر کبھی سوچتا ہوں شاید میں زندہ ہوں.

قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتیؒ جو حضرت مرزا مظہر جانِ جاناںؒ کے مرید و خلیفہ ہیں. جب حضرت مرزا صاحبؒ کی خدمت میں حاضر ہوتے، حضرت مرزا صاحبؒ ان کے احترام میں مسند چھوڑ دیتے. مسند کے ایک جانب مرزا صاحبؒ تشریف فرما ہوتے اور جب تک قاضی صاحبؒ رہتے مسند خالی رہتی.

مرزا صاحبؒ کی نزاکت مشہور تھی. امروہہ میں مرزا صاحبؒ کی دعوت ہوئی. مرزا صاحب کے لئے دہلی سے بادشاہ کی چارپائی منگائی گئی. صبح کو دیکھا مرزا صاحبؒ کی آنکھیں سُرخ ہو رہی ہیں رات بھر نیند نہیں آئی. پٹی ہموار نہیں تھی.

ایک رضائی تیار کی گئی. مگر مرزا صاحبؒ کو نیند نہیں آئی. معلوم ہوا نگندے ٹیڑھے تھے.

بادشاہ وقت ملاقات کو حاضر ہوا. بادشاہ کو پیاس لگی فرمایا وہ گھڑا رکھا ہے پانی پی لیں. بادشاہ نے پانی پیا اور پیالہ گھڑے پر رکھا جو ٹیڑھا رکھا گیا. مرزا صاحب سر پکڑ کر بیٹھ گئے اور فرمایا کیا حکومت کرتے ہوں گے. پیالہ رکھنا بھی نہیں آیا. میرے تو سر میں درد ہو گیا. مگر مرزا صاحبؒ کو آخر میں قتل کر دیا گیا.

عرض: کس وجہ سے قتل کرایا گیا؟

ارشاد: جی حضوری والے نہیں تھے. حاکم شیعہ تھا نجف خاں. یہ شیعیت کا رد

کرتے تھے۔ فرمایا کرتے تھے این دور دورِ نجف خاں است لِاِیلٰفِ قُرَیْشٍ کا ورد کثرت سے کرو۔

حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ کے گٹے اُتروا دیئے گئے۔ اور ان کے صاحبزادوں کو عورتوں بچوں سمیت شہر بدر کیا گیا۔ شاہدرہ تک پیدل گئے۔ پھر حضرت مولانا فخر الدینؒ نے کوشش کرکے ایک بہل بھوائی۔ اس میں عورتوں بچوں کو پھلت بھیجدیا گیا تھا۔ چونکہ رَدِّ شیعیت میں ازالۃ الخفاء، قرۃ العینین وغیرہ تصنیف فرمائی اور شاہ عبدالعزیز صاحبؒ نے تحفۂ اثنا عشریہ تصنیف فرمائی۔ مولانا اسماعیل شہیدؒ تو شیعوں کے لئے شمشیرِ برہنہ تھے۔

عرض: بہادر شاہ ظفر کو گرفتار کیا گیا تھا۔ اس میں کس کا ہاتھ تھا؟

ارشاد: بہادر شاہ ظفر کو ان کے خسر نے گرفتار کرایا۔ جب انگریز گرفتار کرنا چاہتے تھے بہادر شاہ ظفر ہمایوں کے مقبرہ میں چھپ گئے تھے۔ ان کے خسر نے مخبری کی جب فوج وہاں پہونچی بہادر شاہ ظفر نے مقبرہ کی جالی پر ایک ہاتھ مارا جس سے جالی ٹوٹ گئی مگر بھاگ کر جاتے کہاں۔ گرفتار ہوگئے۔

عرض: بزرگوں کے یہاں جو توجہ ہوتی ہے اس کا کچھ ثبوت ہے۔

ارشاد: حضرت مولانا خلیل احمد صاحبؒ نے حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی رحمہ سے عرض کیا۔ ایک صحابی گھوڑے پر سوار نہیں ہو سکتے تھے۔ انھوں نے حضرت نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے دُعا کی درخواست کی۔ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لئے دُعا بھی فرمائی اور اپنا دستِ مبارک انکی پُشت پر پھیرا جس سے ان کی وحشت ختم ہوگئی۔ اور اس کے بعد سے وہ سوار کے بجائے شہہ سوار ہوگئے۔ اس سے توجہ کا اثر معلوم ہوا۔ آپ دُعا فرما دیجئے کہ کسی اہلِ باطل کے سامنے اور اس کے مقابلہ میں طبیعت میں ہراس نہ ہو۔ چنانچہ حضرت

Scanned by CamScanner

مولانا رشید احمد صاحب گنگوہیؒ نے دعا فرمادی۔ اور اس کے بعد حضرت مولانا خلیل احمد صاحبؒ ایسے مناظر ہوگئے کہ اہلِ باطل ان کا نام سنتے ہی بھاگ جاتے۔ اور ان کا نام ہی شمشیر برہنہ ہوگیا تھا۔ مناظرہ بھاولپور کے علاوہ گو کبھی مناظرہ ہوا نہیں۔ مناظرہ بھاولپور کی تفصیل تذکرۃ الخلیل اور حیاتِ خلیل میں مذکور ہے۔ تشریف تو کئی مناظروں میں لے گئے۔ لکھنؤ، بمبئی وغیرہ مگر مناظـــرہ کی نوبت نہیں آئی۔

حج کے لئے تشریف لے جارہے تھے۔ بمبئی پہونچے جس روز جہاز میں سوار ہونا تھا اسی روز بریلویوں کی طرف سے اشتہار ملا جس میں مناظرہ کا چیلنج تھا۔ ان کو خیال تھا کہ یہ تو حج کو جارہے ہیں رُکنے کی تو کوئی صورت ہی نہیں اس لئے چیلنج تو دے ہی دو۔ حضرت نے رادۂ حج ملتوی کردیا کہ اگر مقدر ہوگا حج تو آئندہ سال بھی کرلیں گے پہلے مناظرہ سے نمٹ لیں اور تقریباً سترہ دن بمبئی میں قیام فرمایا۔ بریلویوں میں عجیب کھلبلی پھیل گئی اور شرائط مناظرہ وغیرہ ہی میں وقت گذرتا رہا۔ اور مختلف مقامات پر بیانات کا سلسلہ جاری رہا جس سے لوگوں کو بیحد فائدہ پہونچا اور بریلویوں پر ایک دھاک بیٹھ گئی۔ اور معلوم ہوا وہ جہاز جس سے حضرت کو سفر کرنا تھا اب تک کھڑا ہوا ہے کوئی خرابی ہوگئی تھی اس لئے اس میں تاخیر ہو گئی۔ حضرت مولانا خلیل احمد صاحب قدس سرہ جہاز میں سوار ہوئے اور اس کی روانگی کا اعلان ہوگیا۔ اس کو حضرت مولانا قدس سرہٗ کی کرامت ہی کہا جاسکتا ہے۔ حج سے واپسی پر پھر بریلویوں نے مناظرہ کا چیلنج کیا چونکہ خیال تھا لمبے سفر سے تشریف لارہے ہیں اور سب جگہ اطلاع ہے کہ فلاں تاریخ میں واپسی ہوگی اس لئے اب تو ٹھہرنے کا سوال ہی نہیں۔ مگر حضرت مولاناؒ نے بمبئی قیام کا ارادہ فرمالیا اور سب جگہ اطلاع کرادی کہ نظام تو فلاں تاریخ

ہی میں واپسی کا تھا۔ مگر ایک دینی ضرورت کی بناء پر بمبئی ٹھہرنا ہو گیا۔ مگر مناظرہ کی نوبت پھر بھی نہیں آئی۔ اسی طرح ٹال مٹول کرتے رہے۔

ارشاد: یورپ کی جنگ ہو رہی تھی دو سال تک جہاز جدّہ نہیں گئے۔ جرمن بار بار اعلان کرتا کہ حاجیوں کا راستہ کیوں روکا۔ چنانچہ اعلان ہوا کہ جہاز جدّہ جائیگا اور دو گروہ ہو کر جائیں گے۔ اس طرح کہ ایک جماعت جدّہ سے مدینہ منورہ جائیگی، اور وہاں سے پھر مکہ مکرمہ آکر حج کرکے واپس آئے گی۔ اور ایک جماعت جدّہ سے مکّہ پھر مدینہ منوّرہ ہو کر واپس آئے گی۔ میں اس وقت کانپور میں تھا۔ ہم نے اس کی مخالفت کی کہ یہ پابندی نہ لگائی جائے بلکہ جانے والوں کی صوابدید پر چھوڑ دیا جائے۔ جو شخص پہلے مدینہ منوّرہ جانا چاہے وہ پہلے مدینہ منوّرہ جائے اور جو پہلے مکّہ مکرمہ جانا چاہے وہ پہلے مکہ مکرمہ جائے۔ پابندی نہ لگائی جائے۔ بریلویوں نے اس کی مخالفت کی اور بہت شور مچایا کہ دیکھو یہ دیوبندی مدینہ جانے سے روک رہے ہیں۔ جگہ جگہ اس کا پروپیگنڈہ کیا گیا۔ میں ان کے یہاں گیا۔ دیکھا بہارِ شریعت کھولے بیٹھے ہیں۔ اور ایک صاحب بیٹھے اُلجھ رہے ہیں۔ ایک صاحب پڑھ رہے ہیں تحجفہ۔ بتایا تحجفہ نہیں۔ جُحفہ ہے۔ پڑھ رہے ہیں ذات العراق۔ بتایا ذات العراق نہیں ذاتُ العِـرق ہے۔

میں نے کہا میں ایک مسئلہ پوچھتا ہوں۔ ایک شخص شروع شوال میں گیا۔ مکہ مکرمہ پہونچ کر اس نے عمرہ کیا پھر مدینہ منوّرہ حاضری دی اور وہاں شوال، ذی قعدہ رہا اور ذی الحجہ میں احرام باندھ کر مکہ مکرمہ آکر حج کیا۔ یہ کفر ہے، شرک ہے۔ انھوں نے کہا یہ تو بالکل ٹھیک ہے اس میں کیا حرج ہے۔ میں نے کہا بس اتنی سی بات ہے۔ کسی پر پابندی عائد نہ کی جائے تاکہ حسبِ ذوق اور حسبِ سہولت ہر شخص سفر کرے اور اسے دشواری نہ ہو۔ اس پر انھوں نے اتفاق کیا اور پھر

اس کو منظور کر کے اعلان کر دیا گیا۔ اس سال حج میں میں بھی گیا، وہ لوگ بھی تھے۔
میقات کے قریب احرام کے بارے میں لوگوں میں شور ہوا۔ بریلویوں نے احرام سے روکا کہ میقات سے احرام نہ باندھا جائے۔ میں نے ان سے کہا بتاؤ میقات سے بلا احرام گذرنا کیسا ہے۔ کہا جنایت ہے۔ میں نے کہا جنایت کے ساتھ حج کیسا ہوتا ہے۔ انھوں نے کہا دَم دیدیں گے۔ میں نے کہا زبدۃ المناسک میں لکھا ہے دم دینے کی نیت سے جنایت کرنا ایسا ہے جیسے توبہ کرنے کی نیت سے زنا کرنا۔ یہ سن کر خاموش چلے گئے۔ سب سے پہلے میں نے احرام باندھ لیا۔ میرے قافلے کے ساٹھ آدمی تھے۔ سب نے احرام باندھ لیا۔ ان سب کو دیکھ کر باقی سب نے بھی احرام باندھ لیا۔ جس نے گالیاں دی تھیں وہ آیا آنکھوں میں آنسو دست بوسی کی اور احرام باندھ لیا۔ ایک نے کہا تھا ان دیوبندیوں کو ہدایت مل ہی نہیں سکتی۔ اس نے بھی آکر دست بوسی کی اور احرام باندھ لیا اور اپنی غلطی کی معافی چاہی۔ ایک صاحب نے کہا۔ مفتی صاحب رات کو کیا وظیفہ پڑھتے ہو۔ جو آدمی سخت مخالف ہوتا ہے گالیاں دیتا ہے اور صبح کو وہی معافی طلب کرتا ہے اور دست بوسی کرتا ہے۔

ان لوگوں نے ایک بے داڑھی والے کو امام بنا دیا تو انھیں میں کے ایک شخص نے جس نے پہلے گالیاں بھی دی تھیں کہا اس کو کیوں امام بنایا، مفتی صاحب کو امام کیوں نہیں بناتے۔ مجبور ہو کر انھوں نے مجھ کو ہی امام بنایا سب اقتدا کرتے دیر تک ان سے گفتگو ہوتی۔ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور دیگر حقوق جو اُمت پر واجب ہیں بیان کرتا بے حد متأثر ہوتے اور بہت سوں نے توبہ کی اور اپنی سابقہ زندگی اور غلط فہمی پر ندامت کا اظہار کیا۔

مدینہ طیبہ حاضری ہوئی۔ وہاں پہلے ہی خبر پھیلا رکھی تھی کہ اس جہاز سے دو شخص آرہے ہیں جو مدینہ طیبہ کی حاضری کو ناجائز بتاتے ہیں۔ اور لوگوں

کو مدینہ طیبہ کی حاضری سے روکتے ہیں: ایک کا نام محمود ہے ایک کا زکریا میں یہاں پہونچا۔ میرے سامنے بھی اس کا تذکرہ آیا۔ میں نے کہا میرا نام محمود ہے اور یہ زکریا (مولانا محمد زکریا صاحب قدوسی مدرس مظاہر علوم سہارن پور) ہیں۔ دونوں یہاں موجود ہیں۔ اگر بالفرض ہم یہاں کی حاضری سے لوگوں کو روکتے (اعاذنا اللہ منہ) تو خود یہاں کیوں حاضر ہوتے۔ بہت لوگوں کی غلط فہمیاں دور ہوئیں۔

ارشاد: ایک حدیث ہے ردیف النبی (صلی اللہ علیہ وسلم) والی حضرت ابو درداء اور حضرت معاذ رضی اللہ عنہما دونوں اس کو روایت کرتے ہیں۔ ابو درداء رضی اللہ عنہ کی سند سے امام بخاری ناخوش ہیں اس کی سند میں امام ابو حنیفہ آتے ہیں۔ کئی جگہ اس کی تردید کی ہے۔

ارشاد: معتزلہ کے نزدیک اچھے عمل کی جزاء، بُرے عمل کی سزا اور اصلح للعباد اللہ تعالیٰ پر واجب ہے۔ ایک معتزلی سے اعتراض کیا گیا کہ تین شخصوں کا انتقال ہوا۔ ایک نیک ایک بد ایک بچہ ان تینوں کا کیا حکم ہے؟ شیخ ابو الحسن اشعری نے اپنے استاذ جبائی سے پوچھا تھا۔ جبائی نے جواب دیا نیک جنت میں، بد دوزخ میں، بچہ اعراف میں رہے گا۔ سوال کیا کہ اگر بچہ اللہ تعالےٰ سے پوچھے کہ مجھے بچپن میں کیوں موت دیدی میں بھی بڑا ہوتا احکام شرع پر عمل کرتا اور جنت کا مستحق ہوتا اس کا کیا جواب ہو گا۔ اس نے جواب دیا۔ اللہ تعالیٰ فرما دیں گے کہ مجھے معلوم تھا اگر تو بڑا ہو گا بُرے کام کرے گا۔ جس کی وجہ سے جہنم کا مستحق ہو گا۔ اس لئے تیرے لئے اصلح یہی تھا کہ بچپن میں موت دے دی جائے۔ اس لئے میں نے بچپن میں موت دے دی۔ انھوں نے دوسرا سوال کیا۔ اگر بد سوال کرے کہ مجھ کو بچپن میں کیوں موت نہ دی جبکہ معلوم تھا کہ میں بدی کروں گا۔ اگر بچپن میں موت آجاتی تو دوزخ سے بچ جاتا۔

Scanned by CamScanner

اس کا کیا جواب ہوگا۔ جبائیؒ معتزلی لاجواب اور مبہوت ہو گیا۔

ارشاد: شیخ اکبرؒ نے فتوحات مکیہ اور کبریت احمر میں اور علامہ انور شاہ صاحبؒ نے فیض الباری میں فرمایا ہے کہ حضرت سہل تستریؒ کو ایک دفعہ شیطان مل گیا۔ انھوں نے پہچان لیا کہ یہ شیطان ہے اور شیطان بھی سمجھ گیا کہ مجھے پہچان چکے ہیں۔ شیطان نے کہا۔ تم کہتے ہو کہ میری بخشش نہیں ہو گی۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے رَحْمَتِیْ وَسِعَتْ کُلَّ شَیْءٍ میری رحمت ہر شئی کو وسیع ہے۔ کیا میں شئی نہیں ہوں۔ لاشئی کا تو وجود محال ہے میں سامنے کھڑا ہوں اور اگر شئی اور لاشئی دونوں ہوں تو اجتماع نقیضین لازم آتا ہے جو محال ہے۔ اور اگر دونوں نہیں تو ارتفاع نقیضین لازم آتا ہے جو محال ہے۔

حضرت سہلؒ فرماتے ہیں یہ سنکر میرا لعاب خشک ہو گیا۔ کیا جواب دوں۔ ذہن میں آیا۔ میں نے اگلا حصہ پڑھا فسا کتبھا للذین یتقون الآیۃ۔ اس میں ارشاد ہے کہ وہ رحمت متقیوں کے لئے ہے۔ سو تو ان میں سے نہیں۔ شیطان نے کہا۔ یا لیتک سکتَّ۔ آپ خاموش ہی رہتے تو اچھا ہوتا۔ تقیید تیری صفت ہے اس کی صفت اطلاق ہے۔ اللہ تعالیٰ کی صفت کو اپنی صفت پر قیاس کرتا ہے۔ اس کا جواب مجھ کو نہیں آیا۔

حضرت شاہ صاحبؒ نے اس واقعہ کو نقل کرکے فرمایا ہے۔ تعجب ہے سہلؒ کیوں خاموش ہو گئے۔ وہ لعین میرے سامنے آئے میں دوں اس کو جواب کہ آیت میں وَسِعَتْ ہے۔ اللہ کی رحمت ہر شئی کو وسیع ہے جو چیز بھی اس میں آجائے اس میں سب کی گنجائش ہے مگر آنا اس کے دروازے سے ہی ہو گا جو اس کی رحمت میں داخل ہونا ہی نہ چاہے کہ دروازہ سے نہیں آتا وہ خود اس سے محروم ہوا۔ اللہ کی رحمت میں تو وسعت ہے۔ وہ داخل ہوتا اس کے لئے بھی وسعت

Scanned by CamScanner

ہو جائی جیسے کہا جائے کہ اس کمرہ میں پچاس آدمیوں کی وسعت ہے یعنی پچاس آدمی اس میں سما سکتے ہیں چاہے بالفرض اس میں ایک بھی موجود نہ ہو۔

میری سمجھ میں تو آتا ہے کہ اللہ کی رحمت تو اس پر بھی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو پیدا کیا، ملائکہ میں رکھا، معلّم الملائکہ بنایا۔ یہ سب رحمت ہے مگر شیطان ناشکرا ناقدرا ہے۔ اللہ کی رحمت کی ناشکری ناقدری کرتا ہے کہ خود رحمت سے نکل کر بھاگتا ہے۔ پس اللہ کی رحمت میں وسعت ہے اس کی بھی مگر وہ خود ہی ناشکری کر کے اس رحمت سے نکل کر بھاگتا ہے۔ یہ نہیں کہ وہ آنا چاہتا ہو اور رحمت کا دروازہ بند ہو جائے وہ خود نکل کر بھاگ رہا ہے۔

عرض: قرآن شریف میں کل شئی کیا ہر شئی کو عام ہوتا ہے؟

ارشاد: استغراق کی دو قسم ہے۔ حقیقی۔ عرفی

عرض: کیا ہر شئی کو شامل ہوتا ہے؟

ارشاد: خاں صاحب نے ایسا ہی لکھا ہے۔ مگر یہ ہر جگہ نہیں بعض جگہ مخصوص ہے جیسے حکیم مریض کو پرہیز بتاتا ہے اور جب اس کو شفا ہو جاتی ہے حکیم کہدیتا ہے سب کچھ کھاؤ۔ اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ جن چیزوں سے پرہیز تھا وہ کھاؤ نہ کہ ڈھیلے پتھر۔

ارشاد: مدراس میں مولانا صبغۃ اللہ بختیاری بڑے پیر ہیں وہ فرماتے تھے حیدرآباد میں ایک صاحب ہیں مولانا ابو الوفا افغانی حضرت مدنی رح سے خوش نہیں تھے کہ وہ تو ابن تیمیہ کے معتقد ہیں۔ کسی ضرورت کے لئے حضرت مدنی رح سے ملاقات کے لئے گئے۔ حضرت مدنی رح نے فرمایا آپ کو خبر غلط پہونچی ہم تو ابن عربی کے مارے ہوئے ہیں۔

میں بھی حیدرآباد گیا مجھے ڈرا دیا گیا ان سے ملاقات کی بہت اچھی طرح ملے

Scanned by CamScanner

چائے بھی پلائی۔ کتابُ الاصول جصاص کی اس کو چاہتے تھے کہ چھپ جائے۔ غایۃ البیان علامہ اتقانی کی اس کی ایک جلد قلمی میرے پاس تھی میں دیکھتا تھا لجنۃ احیاء المعارف النعمانیہ ان کے ادارہ کا نام ہے جس سے کتابیں شائع کرتے ہیں۔

ارشاد: لوگ جمع ہوکر قرآن پاک پڑھ کر ایصالِ ثواب کرتے ہیں۔ شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ اس کے قائل نہیں۔ مدارج النبوۃ شرح سفر العادۃ میں تحریر فرمایا ہے۔ فتاویٰ رشیدیہ میں لکھا ہے کہ درست ہے۔ اگر شیخ عبدالحقؒ نے منع فرمایا ہے تو انھوں نے سفر السعادۃ سے اس کو لیا ہے۔ سفر السعادۃ شافعیہ کی ہے۔ شافعیہ کے یہاں قرآن پاک کا ایصالِ ثواب نہیں۔ معتزلہ کے یہاں بالکل طاعات کا نہیں۔ مالکیہ کے یہاں بدنی طاعات کا نہیں۔

ارشاد: ایک شخص چار پاروں کا حافظ تھا اور ان کو ہر روز دس دفعہ نماز میں پڑھتا تھا اس طرح چالیس پارے روزانہ پڑھتا تھا۔ ایک دفعہ وہ شخص آیا اور کہنے لگا یہ مولوی لوگ اتنا پان کیوں کھاتے ہیں۔ بہشتی زیور میں پان کھانے کو منع لکھا ہے۔ میں نے اپنا بہشتی زیور ان کے سامنے رکھ دیا کہ کہاں منع لکھا ہے۔ اس میں تو ان کو پایا نہیں انھوں نے کہا کہ میں اپنا بہشتی زیور لے کر آؤں گا۔ وہ بہشتی زیور لے کر آئے اس میں عدت کے بیان میں لکھا تھا جب شوہر کا انتقال ہو جائے تو چار مہینے دس دن تک بناؤ سنگار نہ کرے اسی میں تھا پان کھا کر منہ لال نہ کرے۔ میں نے کہا یہ تو عدت والی عورت کے لئے ہے۔ اس کو زینت کرنا منع ہے۔ اس لئے لکھا ہے پان کھا کر منہ لال نہ کرے۔ تب اس کی سمجھ میں آیا۔ (یہ نتیجہ ہوتا ہے بلا اُستاذ خود مطالعہ کرنے کا)

عرض: اللہ اللہ میں ضرب ایک پر ہے یا دونوں پر؟

ارشاد : ایک ضرب اوّل پر ہے گو نام اس کا دو ضربی ہے۔
عرض : حاجی امداد اللہ صاحب قدس سرہٗ کی کتابیں نہیں پڑھائی جائیں
ارشاد : یہ انھیں کی کتابوں سے ماخوذ ہے۔
ارشاد : حضرت مدنی رحمہ نے سنایا۔ جہاز سے اُترنے کے بعد حضرت شیخ الہند قدس سرہٗ کو فوراً شہر میں لے گئے۔ حضرت مدنی رح اور دیگر احباب کو تھوڑا روکا۔ اس کے بعد پیدل کے راستہ سے لے گئے۔ دیکھا راستوں، مکانوں کی چھتوں پر بچے عورتیں جمع ہیں اور ان کو دیکھ کر کہہ رہے ہیں۔ ہندوستانی قیدی آئے ہندوستانی قیدی آئے اس وقت یہ شعر یاد آیا ؎

مرا ایک کھیل خلقت نے بنایا تماشہ کو بھی تو میرے نہ آیا

عرض : مودودی صاحب نے لکھا ہے کہ تصوف میں سلبی نظام زیادہ ہے۔ یہ کام نہ کرو یہ نہ کرو جو جوگیوں کا طریقہ ہے۔ یہ اس میں سب سے بڑی خرابی ہے۔
ارشاد : کم از کم قرآن پاک ہی ملاحظہ فرمایا ہوتا یا ایھا النبی اذا جاءك المومنات یبا یعنك علیٰ ان لا یشرکن باللہ شیئاً وّ لا یسرقن ولا یزنین ولا یقتلن اولادھن ولا یأتین ببھتان یفترینه بین ایدیھن وارجلھن ولا یعصینك فی معروف۔ یہاں سب سلبی چیزیں ہیں جن پر بیعت لی گئی ہے۔ اور آخر میں ایسا سلب ہے جو تمام ایجابات کو شامل ہے محیط ہے وَلَا یَعْصِیْنَكَ فِیْ مَعْرُوْفٍ کہ کسی بھی معروف چیز میں یعنی کسی بھی حکم میں رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی نہ کریں۔
ارشاد : حضرت مولانا اشرف علی صاحب (نور اللہ مرقدہ) مورودی زمین کے سلسلہ میں بہت سختی اور تاکید فرماتے تھے۔ جو لوگ بیعت ہوتے ان کو خاص طور پر مورودی زمین سے توبہ کراتے۔ ایک صاحب بیعت اسی لیے نہیں ہونا چاہتے

Scanned by CamScanner

تھے کہ موروثی زمین چھوڑا دیں گے۔ ایک عرصہ کے بعد بیعت ہوئے۔ حضرت (قدس سرہٗ) نے کچھ چیزوں سے توبہ کرائی۔ موروثی زمین کا ذکر نہیں آیا۔ یہ بہت خوش ہوئے اور جلدی سے ہاتھ چھڑانا چاہتے تھے۔ حضرت نے ہاتھ پکڑ لیا اور فرمایا اس سے بھی تو توبہ کرو۔ اس نے کہا کس سے فرمایا مو۔ مورو۔ موروثی زمین۔ جس کی وجہ سے اب تک بیعت نہیں ہوتے تھے۔ پھر فرمایا یہ کشف ہے یہاں چوری پکڑی جاتی ہے۔ اسی بناء پر حضرت قدس سرہٗ نے اپنے والد صاحب کی میراث کا حصہ نہیں لیا تھا۔ اور مولانا عبدالحلیم صاحب (قدس سرہٗ) (علو میاں کہلاتے تھے جو حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحب گنج مرادآبادی قدس سرہٗ کے نواسے تھے) نے بھی اسی بناء پر جائداد وراثت میں نہیں لی تھی میں بھی ان کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں۔ کچھ کتابیں پاس تھیں اور گرفت سخت فرماتے تھے۔

عرض: کیا حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحب قدس سرہٗ کے خلیفہ و مجاز تھے۔

ارشاد: یہ تو معلوم نہیں کہ براہِ راست حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحب قدس سرہٗ سے مجاز تھے یا ان کے کسی خلیفہ سے۔ باقی بیعت کرتے تھے۔
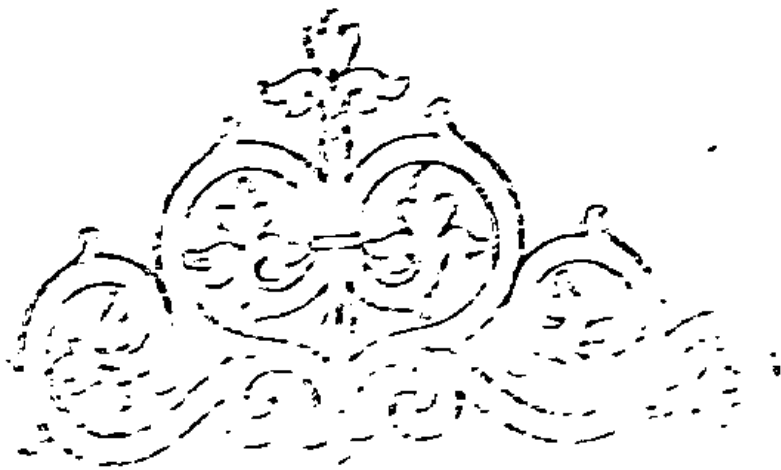
مجلس ۱۶

ارشاد فرمایا: ایک صاحب رات کے وقت آنکھوں پر پٹی باندھ کر چھتری لگا کر ذکر کیا کرتے تھے۔

عرض: ایسا کیوں کرتے تھے۔ کیا کوئی خاص وجہ تھی؟

ارشاد: دماغ خراب تھا اور کیا وجہ ہوتی۔ یہ وہی صاحب ہیں جنھوں نے حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ پر عدالت میں مقدمہ کیا تھا کہ میرے دل پر ڈاکہ ڈال کر قلبی کیفیات کو لوٹ لیا۔ گواہی میں حضرت رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ کا نام لکھا تھا۔ عدالت سے حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے نام سمن بھی جاری ہوا۔ وہاں حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں بھی ہر قسم کے ہر لائن کے آدمی ہوتے تھے انھوں نے عدالت میں جا کر اس کو ختم کرایا۔

حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے نام اس نے خط لکھا جس میں حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کو گالیاں لکھیں تھیں۔ حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ سہارن پور تشریف لائے وہاں حضرت رائپوری قدس سرہٗ بھی تشریف فرما تھے۔ حضرت مدنی رحؒ نے حضرت رائپوریؒ اور حضرت شیخ رحؒ سے فرمایا۔ اس نام کا کون شخص ہے اس کا ایسا خط آیا ہے۔ ان حضرات نے جواب دیا حضرت دماغ خراب ہے اس کا۔ ہمارے پاس تو ہر ہفتہ خط آجاتا ہے گالیوں کا۔ اس پر حضرت نے فرمایا اچھا ہے جو آپ کو بھی حصہ ملتا ہے۔ کیا تنہا حسین احمد ہی گالیوں کے لئے رہ گیا تھا۔

(حضرت مدنی نور اللہ مرقدہٗ کو سیاسی مخالف لوگ گالیوں سے نوازتے تھے

اس کی طرف ہی حضرت مدنی قدس سرہٗ نے اشارہ فرمایا معلوم ہوا بزرگوں کے ساتھ یہ معاملہ پہلے ہی سے ہوتا آیا ہے۔ وہ حضرات صبر وتحمل فرماتے تھے۔ بعد والوں کے ساتھ اگر ایسی صورت پیش آئے تو ان ہی کو صبر وتحمل ہی کرنا چاہیئے۔"

ارشاد فرمایا، مولانا شمس الحسن کاندھلویؒ حضرت مولانا محمد یحییٰ صاحبؒ کے ماموں ہوتے تھے اور مولانا افتخار الحسن صاحب کاندھلوی (دامت برکاتہم) کے نایا ابا ہوتے تھے۔ دہلی قیام تھا۔ مولانا محمد یحییٰ صاحب قدس سرہٗ کو لکھا۔ میں سہارنپور آنا چاہتا ہوں تم مجھ کو لینے کے لئے دہلی آؤ۔ مولانا محمد یحییٰ صاحبؒ نے حضرت سہارنپوری مولانا خلیل احمد صاحب قدس سرہٗ سے عرض کیا۔ ایک دو آدمی استقبال کے لئے اسٹیشن پر بھیج دینا اور سالن مرغن کھانے کے عادی ہیں، اور دہلی ان کو لینے کے لئے گئے۔ آگئے۔ ان کے ساتھ مگر اسٹیشن پر حضرت سہارنپوری قدس سرہٗ نے کسی کو نہیں بھیجا، خیال نہیں رہا۔ کھانا کھانے کے لئے بیٹھے تو صرف ایک دو لقمہ کھا سکے (چونکہ مرغن نہیں تھا اور عادی تھے مرغن کھانے کے[1])

---

[1] مولانا محمد یحییٰ صاحب قدس سرہٗ ماموں جان کے مزاج سے واقف تھے اسلئے حضرت سہارنپوری قدس سرہٗ سے یہ عرض کیا چونکہ مہمان جس درجہ کا ہو اسی اعتبار سے اسکا اکرام و اعزاز ہونا چاہیئے۔ حدیث شریف میں فَلْيُكْرِمْ ضَيْفَهُ (اپنے مہمان کا اکرام کرے) بھی ہے اور ساتھ ساتھ یہ بھی اُمِرْنَا أَنْ نُنَزِّلَ النَّاسَ عَلٰى مَنَازِلِهِمْ (ہمیں یہ حکم ہوا ہے کہ لوگوں کو ان کے مرتبے پر اتاریں یعنی ان کے مقام و مرتبہ کے مطابق ان کے ساتھ معاملہ کریں) اور اس وقت حضرت مولانا محمد یحییٰ صاحبؒ کے گھر کے آدمی موجود نہیں تھے اس لئے کھانا حضرت سہارنپوریؒ کے یہاں تجویز کیا گیا۔ حضرت سہارنپوری قدس سرہٗ کے سامنے اصلاحی پہلو غالب تھا کہ اگر ان کے مزاج کی پوری پوری رعایت کی گئی تو انکے مزاج کی اصلاح نہیں ہوگی اپنی خامی و کوتاہی پر ان کو تنبیہ نہیں ہوگا (جیسا کہ حضرتؒ قدس سرہٗ کے طرز عمل سے انکو تنبیہ ہوا اور اپنی اصلاح کی فکر ہوئی)

بعد عصر حضرت سہارنپوری قدس سرہٗ کی مجلس ہوتی تھی۔ مجلس اس طرح ہوتی تھی۔ مدرسہ مظاہر علوم کا دفتر جس عمارت میں ہے اس کے درمیان صحن میں تین چارپائیاں بچھائی جاتیں۔ درمیانی چارپائی پر حضرت قدس سرہٗ تشریف فرما ہوتے۔ ایک چارپائی کسی خاص مہمان کے لئے ہوتی۔ اور ایک چارپائی پر حضرت قدس سرہٗ کے خدام بیٹھتے۔ دو چار مونڈھے آنے والے لوگوں کے لئے ہوتے۔ حضرت قدس سرہٗ کے ہاتھ میں تسبیح ہوتی اور زبان کی حرکت معلوم ہوتی رہتی۔ کوئی آیا سلام مصافحہ کیا خیریت پوچھی اور تسبیح میں مشغول ہو جاتے۔

مولانا شمس الحسن صاحب بھی مجلس میں شریک ہوئے۔ حضرت قدس سرہٗ نے ان سے مخاطب ہو کر فرمایا۔ کنور عنایت علی خاں صاحب کے یہاں شادی میں جس میں بہت کچھ خرافات ہوئی آپ شریک ہوئے۔ انھوں نے عرض کیا جی ہاں، میری شرکت کی وجہ سے خرافات بہت کم ہوئی ورنہ بہت زیادہ ہوتی۔ میرے لحاظ میں انھوں نے بہت خرافات کم کر دیں۔

حضرت قدس سرہٗ نے سخت لہجہ میں فرمایا۔ تمہارے اس جواب سے سخت اذیت ہوئی۔ فحش خانوں، شراب خانوں میں اور چلے جایا کرو۔ تمہاری نورانی صورت دیکھ کر برائیوں میں کمی ہو جایا کرے گی۔ افسوس کی بات ہے مفتی الٰہی بخش کے خاندان کا فرزند اور ایسی منکرات وخرافات میں شریک ہو۔

مولانا شمس الحسن صاحب گردن جھکائے، خاموش۔ اور مولانا یحییٰ صاحب ستون کے پیچھے زار زار رو رہے ہیں کہ ماموں پر لتاڑ پڑ رہی ہے۔

مجلس مغرب کے قریب ختم ہوتی تھی۔ مغرب کے بعد مولانا یحییٰ صاحب سے فرمایا۔ مجھے مولوی صاحب سے تنہائی میں بات کرنی ہے۔ حضرت قدس سرہ بعد مغرب طویل نفلیں اوپر پڑھا کرتے تھے۔ فراغت پر مولانا یحییٰ صاحب اوپر لے گئے۔

Scanned by CamScanner

مولانا شمس الحسن رحمۃ اللہ علیہ نے جاکر عرض کیا حضرت میری سمجھ میں اپنی غلطی آگئی۔ مجھ سے غلطی ہوئی۔ اور میرے اندر بہت عیوب اور خرابیاں ہیں جن کی اصلاح کی ضرورت ہے۔ اس لئے میں آپ سے بیعت ہونا چاہتا ہوں۔

حضرت قدس سرہٗ نے فرمایا دوسرے حضرات ہیں مولانا عبدالرحیم صاحب رائپوری ہیں ان سے بیعت ہوجائیں۔ مولانا اشرف علی صاحب ہیں اور دوسرے حضرات ہیں۔

عرض کیا۔ حضرت میری اصلاح آپ سے ہی ہوگی، آپ سے ہی بیعت ہونا چاہتا ہوں۔

حضرت قدس سرہٗ نے جب دیکھا طلب صادق ہے بیعت فرمالیا۔

کنور عنایت علی خاں جن کے یہاں شادی میں مولانا شمس الحسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ شریک ہوئے تھے ضلع مظفرنگر میں ایک گاؤں ہے اُون وہاں کے رہنے والے تھے۔ ان حضرات کے ان سے تعلقات تھے گہرے تعلقات جیسے رشتہ داری کے ہوتے ہیں۔ ان کے مزاج میں مزاح بہت تھا۔

ایک ہندو ڈپٹی صاحب کی بیوی کا انتقال ہوگیا۔ تعزیت کے لئے یہ بھی پہنچے۔ لاٹھی ہاتھ میں رکھتے تھے اس طرح کہ اس کو بیچ میں سے پکڑے ہوئے ہوتے تھے۔ سر پر پگڑی باندھتے تھے، ہاتھ میں لاٹھی لئے۔ تعزیت کے لئے ڈپٹی صاحب کے یہاں پہونچے اور رونے کی شکل بنا کر گردن جھکا کر بیٹھ کر کہنا شروع کیا۔ ڈپٹی صاحب کی والدہ کا انتقال ہوگیا بہت افسوس ہے۔ امّاں تو ہوتی ہی ہے ایسی چیز، امّاں کا بدل کہاں مل سکتا ہے بہت افسوس ہے۔ کسی نے کان میں کہا امّاں کا نہیں بیوی کا انتقال ہوا ہے۔ یہ سُنکر کہا۔ اچھا۔ ارے ڈپٹی بیوی کا اتنا رنج کرے ہے۔ میں تو سمجھا تھا کہ والدہ کا انتقال ہوا ہے۔ بیوی کا کیا رنج۔ سترہ برس کی کہے تو لادوں، ستائیس ۲۷ برس کی کہے تو لادوں سینتیس ۳۷ برس کی کہے تو لادوں اور یہ تو ہندو مذہب میں ایک سے زیادہ نہیں رکھ سکتے۔ اگر مسلمان ہوتا تو ایک چھوڑ

چار لا دینا۔ بیوی کا رنج کرے ہے۔

مولانا محمد طاہر صاحبؒ مولانا قاری محمد طیب صاحب قدس سرہٗ کے بھائی پر مقدمہ ہو گیا۔ مولانا بہت پریشان ہوئے۔ کنور عنایت علی صاحب کے یہاں پہنچے اور جا کر پریشانی بیان کی۔ کنور صاحب نے کہا۔ بیٹا کیوں گھبراوے ہے میں عدالت میں جا کر گواہی دوں گا فکر مت کر۔ چنانچہ تاریخ پر عدالت میں گئے اور جا کر بیان دیا کہ مولانا طاہر صاحب تو اس دن دیو بند میں نہیں تھے ہمارے یہاں تھے جج نے پوچھا آپ کے یہاں کیوں تھے۔ جواب دیا۔ مولویوں کا اور کام ہی کیا ہو دعوت کھانے آئے تھے۔ میں نے دعوت کی تھی۔ جج نے پوچھا کیا تاریخ تھی۔ کہا مجھے کیا خبر آئے ہوں تو خبر بھی ہو۔ کیا تاریخ تھی ———— ساری عمر ہو گئی پیٹ کی خاطر جھوٹ بولتے بولتے، ایک جھوٹ مولوی کے لئے بول دوں گا۔ میری نجات ہو جاوے گی۔ اور میں کچھ ہی کہوں لیکن جج صاحب لکھنا وہی جو میں بیان دوں۔ جج صاحب۔ کیا لکھوں۔ آپ کے یہاں تھے یا نہیں۔ کنور صاحب۔ کہہ تو رہا ہوں تھے۔ گئے تھے، گئے تھے، گئے تھے۔ تین دفعہ تو کہدیا۔ اور آپ میری زبان پر پابندی لگا دیں۔ میں جو چاہوں بولتا رہوں۔ لکھنا وہی جو میں لکھواؤں۔

مولانا شمس الحسن صاحب کو ملازمت کے سلسلہ میں انٹرویو کے لئے بلایا گیا۔ انگریزی حکومت۔ انگریز کے یہاں دستور یہ تھا کہ اگر کوئی انگریزی جوتہ پہنے ہوئے ہو تو اس کو پہنے ہوئے اسی طرح فرش پر جائے۔ اور ہندوستانی جوتہ ہو تو اس کو اتار کر فرش پر جائے۔ یہ ہندوستانی ساخت کا جوتہ پہنے ہوئے اسی طرح فرش پر تشریف لے گئے۔ اس نے سوالات کئے۔ انھوں نے جوابات دیئے۔ جب واپس ہونے لگے تو ان کے جوتے پر اس کی نظر پڑی۔ پھر طلب کیا۔ اور کہا آپ کو معلوم نہیں۔ دستور یہ ہے کہ ہندوستانی جوتہ پہن کر فرش پر نہیں

آئے۔ آپ کے لئے ابھی ملازمت بھی طے نہیں ہوئی ہے۔ ابھی سے یہ حال ہے کہ ہندوستانی جوتے پہنے فرش پر آئے جوتے نکال کر ننگے پیر نہیں آئے۔ یہ خاموش رہے کچھ جواب نہیں دیا باہر نکل آئے۔ باہر جا کر ملازم سے کہا میں جناب سے دوبارہ ملنا چاہتا ہوں۔ اجازت لے لیں۔ اس نے اجازت لی۔ یہ گئے اور اسی طرح جوتے پہنے ہوئے گئے اور کہا میں یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ اگر میرے لئے ملازمت تجویز ہوئی تو کیا میں اس جوتے پہنے ہوئے آنے کو بھی دخل ہوگا۔ اس نے جواب دیا کہ ہم نے تمہارے لئے اچھا معائنہ لکھا ہے اور ملازمت کی سفارش کی ہے اور جوتے کی بات تو ہم نے اس کا خیال نہ کرنا۔

ایک دفعہ ملازمت کے بعد ان کے کام کا جائزہ لیا گیا اور ان کے کام سے خوش ہو کر انگریز نے ترقی دی اور تنخواہ میں اضافہ کیا۔ فرمایا۔ تنخواہ میں اضافہ کا مجھے کیا کرنا۔ یہ پیسہ میرے کسی کام کا نہیں بجز اس کے کہ تو ڈکھالوں یا کنویں میں ڈالدوں۔ گھر کا کوئی شخص اس کو استعمال نہیں کرتا۔ اس لئے مجھے اضافہ کی ضرورت نہیں۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ ملازمت محکمۂ آبکاری میں ہوئی تھی اور آبکاری یعنی شراب اور شراب سے کسی قسم کا تعلق بھی مذہب اسلام میں جائز نہیں۔ اس سے وہ انگریز بہت متأثر ہوا۔ اور ان کو اس جگہ سے ہٹا کر تحصیل دار بنا دیا (اس زمانہ میں ہندوستانی کو سب سے بڑی ملازمت تحصیلداری کی مل سکتی تھی)

ایک دفعہ انگریز کی پیشی میں کام کر رہے تھے۔ بحیثیت پیش کار، تو انگریز نے پوچھا کہ انگریز حکومت سے مسلمانوں کی لڑائی ہو جائے تو آپ کس کا ساتھ دیں گے۔ وہاں منبر پر بڑا چاقو رکھا تھا اسے اٹھا کر کہا۔ میں سب سے پہلا کام تو یہ کروں گا کہ اس چاقو سے آپ کا پیٹ پھاڑ دوں گا۔ انگریز نے کہا مجھے بھی پورا یقین ہے کہ آپ ایسا ہی کریں گے۔ اس پر کہا ہم نے آپ کے یہاں ملازمت کی ہے ایمان فروخت نہیں کیا

مجلس ۱۷

ارشاد فرمایا: حضرت مدنی قدس سرہٗ کے درس میں حضرت مجدد صاحبؒ کا تذکرہ آیا تو فرمایا جس کو جس سے فائدہ ہوتا ہے اس کے گیت گایا ہی کرتا ہے. وہ اپنے بزرگوں کا گیت گاتے ہیں ہم اپنے بزرگوں کا.

ارشاد: نسائی شریف کے سبق میں حضرت مولانا عبدالرحمٰن صاحب کیمل پوری سے عرض کیا جب سبق میں دعاء وسیلہ کی بحث آئی، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے امتیوں کو حکم فرمایا ہے سلوا اللہ لی الوسیلة. کہ میرے لئے وسیلہ طلب کریں، حالانکہ وہ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے مخصوص ہے ہی. دعا کا حاصل سفارش ہے. اُمت کی حیثیت کیا جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے سفارش کرے. امت کی تو نجات کا مدار ہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت پر ہے. پھر حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ نے لکھا ہے کہ میں نے دیکھا کہ وسیلہ تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے مخصوص ہے مگر دُعاؤں کی ایک مقدار اللہ تعالیٰ کے علم میں مقرر ہے. اس مقدار کے پورا ہونے پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیدیا جائے گا. حضرت مجدد صاحبؒ فرماتے ہیں کہ میں نے دُعا کی درخواست کی کہ میری دُعا کے ذریعہ اس عدد کی تکمیل کردی جائے. جواب ملا یہ تمہاری تقدیر میں نہیں. اس کے بعد شیخ محی الدین قدس سرہٗ کے کلام میں دیکھا کہ مومن کی دُعا تقدیر کو بدل دیتی ہے. تو میں نے بہت لجاجت اور آہ وزاری سے اللہ پاک سے دُعا کی کہ میری دُعا کے ذریعہ اس عدد کی تکمیل فرمادیجئے. دُعا قبول ہوگئی اور بشارت بھی ہوگئی کہ تمہاری

دعا کے ذریعہ اس عدد کی تکمیل کردی گئی اور وسیلہ عطا کر دیا گیا۔

میں نے حضرت مولانا عبدالرحمٰن صاحب قدس سرہٗ سے عرض کیا۔ جب اس عدد کی تکمیل ہوگئی اور وسیلہ عطا کر دیا گیا تو اب دُعا تحصیل حاصل ہے۔

حضرت نے فرمایا بھائی مجدد صاحبؒ کے کشف کو آنکھوں سے لگا کر ہونٹوں سے چوم کر سر پر رکھ کر ادب سے اُٹھا کر طاق میں رکھ دو اور حدیث پر عمل کرو۔

(بتادیا کہ ادب بزرگوں کے کشف کا بھی کیا جائے مگر عمل کے لئے حدیث ہے کشف حُجّت نہیں، حدیث حُجّت ہے۔ تعارض کی صورت میں حدیث پر ہی عمل ہوگا۔ مگر احترام بزرگوں کے کشف کا بھی ضروری ہے)

عرض: فتاویٰ محمودیہ کے مسوّدہ کو سُنانے ہوئے ایک جگہ کاظمی بل کا ذکر آیا۔ اس پر عرض کیا۔ کاظمی بل کیا چیز ہے؟

ارشاد فرمایا: ایک وکیل تھے قاضی محمد احمد کاظمی۔ انھوں نے اسلامی قوانین کو مرتّب کرکے بل کی شکل میں عدالت میں داخل کیا تھا کہ مسلمانوں کے فیصلے اس کے مطابق ہوا کریں اس کو "کاظمی بل" کہتے ہیں۔

یہ بیٹے ہیں مولانا طفیل احمد صاحب کے جنھوں نے "سود مند" رسالہ سُود کے جواز میں لکھا تھا۔ اس کا تذکرہ حضرت تھانوی قدس سرہٗ کے یہاں کسی نے کیا کہ مولانا طفیل احمد صاحب نے سود کے جواز میں رسالہ لکھا ہے۔ حضرت تھانوی قدس سرہٗ نے فرمایا۔ بچوں کی بات کا کیا اعتبار ہے۔ عرض کیا گیا حضرت وہ بچے نہیں وہ تو ستّر برس کے بوڑھے ہیں۔ ارشاد فرمایا، کسی عربی پڑھنے والے طالب علم سے پوچھ لو "طفیل" کے کیا معنیٰ ہیں۔ یعنی طفیل تصغیر ہے طفل کی جس کے معنیٰ چھوٹا بچہ۔

ایک کتاب انھوں نے لکھی تھی "مسلمانوں کا روشن مستقبل" مولانا محمد میاں صاحب نے "علماء ہند کا شاندار ماضی" میں اس سے اقتباسات لئے ہیں۔

Scanned by CamScanner

"علماء ہند کا شاندار ماضی" میں انگریز کے مظالم کی پوری تفصیل و داستان تھی یہ انگریز نے اس کے ضبط کرلیا تھا اس کو چھاپنے پر پابندی لگادی تھی۔

حضرت شیخ الحدیث سہارنپوری قدس سرہٗ کے یہاں بھی سی آئی ڈی تلاش کے لیے پہونچی۔ شیخ رحؒ نے فرمایا۔ یہ بتاؤ تم کو کیا چاہیے۔ انھوں نے بتا دیا "علماء ہند کا شاندار ماضی"، شیخ نے نکال کر دیدی تھی۔

قاضی محمد احمد کاظمی سہارن پور میں وکالت کرتے تھے۔ وکیل مولوی منفعت علی صاحب سے دوستانہ تھا۔ وکیل مولوی منفعت علی صاحب کی گھوڑا گاڑی تھی جس میں بیٹھ کر کچہری جایا کرتے تھے۔ ایک دفعہ گھوڑا گاڑی اُلٹ گئی یہ گر گئے۔ وقت ملاقات وکیل منفعت علی صاحب نے کہا۔ اللہ نے بچالیا۔ انھوں نے کہا، اور گرایا تھا کس نے۔ یہ چھیڑ چھاڑ چلتی رہتی تھی۔

وکیل منفعت علی صاحب حج کو جا رہے تھے۔ یہ بھی اسٹیشن تک رخصت کرنے گئے۔ اسٹیشن پر چھیڑ چھاڑ بھی ہوتی رہی۔ وکیل منفعت علی صاحب نے کہا، منیٰ جانے کا انتظار نہیں کرنے کا، یہیں سے کنکریاں مارنا شروع کردوں گا۔

مولوی وکیل منفعت علی صاحب کا حضرت تھانوی قدس سرہٗ سے اصلاحی تعلق تھا اور پھر مجاز بالصحبت بھی ہوگئے تھے۔ مدرسہ مظاہر علوم سے خاص تعلق تھا مظاہر علوم کے سب مقدمات وہی کیا کرتے تھے اور کبھی کوئی فیس نہیں لیتے تھے۔

حضرت مولانا محمد یحییٰ صاحب رحؒ سے میزان شروع کی تھی۔ مولانا محمد یحییٰ صاحب نور اللہ مرقدہٗ نے ان سے فرمایا تھا ساٹھ گھنٹے دے دو مولوی بنا دوں گا مگر ان کو اس کا موقع نہ مل سکا۔ پھر حضرت مولانا عبد اللطیف صاحب قدس سرہٗ سے میزان شروع کی مگر حضرت کو وقت نہ ملنے کی وجہ سے حضرت قدس سرہٗ نے مجھ سے پڑھنے کا مشورہ دیا۔ مجھ سے خارج وقت میں عصر بعد میزان سے جلالین شریف

Scanned by CamScanner

تک پڑھا۔ پھر الیکشن میں کھڑے ہو گئے۔ اس کے بعد پڑھنا چھوٹ گیا۔

ارشاد: سفر میں ایک بچہ چھ برس کا پاس آکر کھڑا ہوا۔ مولانا موسیٰ صاحب نے بتایا۔ یہ بچہ کہہ رہا ہے کہ جیب میں سے مجھے کچھ دیں۔ میں نے چھوارا نکال کر دیدیا۔ اس نے کھالیا۔ پھر بھی کھڑا ہوا ہے۔ مولانا موسیٰ صاحب نے پھر بتایا۔ یہ بچہ کہہ رہا ہے اور بھی کچھ دیں۔ میں نے دوسری جیب میں سے بادام نکال کر دیا۔ وہ بھی لے لیا۔ پھر بھی کھڑا ہوا ہے پھر اس کو ایک روپیہ دیا۔ مولانا موسیٰ صاحب نے بتایا۔ یہ بچہ پوچھ رہا ہے کہ آپ کے کتنی جیب ہیں۔ گذشتہ سال جب وہاں جانا ہوا تھا اس بچہ کو کچھ دیا تھا۔ اس لئے پہچان کر اس مرتبہ خود آکر کھڑا ہوا۔

معلوم ہوا کہ اس کے اُستاذ نے امتحان میں پوچھا تو کیا بننا چاہتا ہے اس نے بتایا۔ میں مفتی محمود بننا چاہتا ہوں۔

(ایک صاحب ایک شیر خوار بچہ کو گود میں لئے ہوئے حاضر ہوئے۔ حضرت زید مجدہم نے اس کے ہاتھ کو اپنے ہاتھ میں لیا جس طرح مصافحہ کرتے ہیں۔ جب ہاتھ چھوڑا تو اس نے وہ ہاتھ اپنے چہرہ پر پھیرا۔ دوبارہ کیا تب بھی اس نے ایسا ہی کیا۔ واللہ اعلم کوئی خاص وجہ تھی یا اتفاق سے اس نے ایسا کیا)

ارشاد: حضرت مجدد صاحب قدس سرہٗ نے کسی موقع پر فرمایا کہ میں جنّت میں حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے آگے جاؤں گا۔ اس پر بہت شور ہوا کہ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کی اور اپنی برتری و فضیلت حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلہ میں بیان کی۔ بادشاہ جہانگیر تک بھی شکایت پہونچائی گئی۔ جہانگیر نے گرفتار کراکر قید کرادیا۔ کئی برس جیل میں رہے اُجین ریاست گوالیار میں۔ پھر ایک مرتبہ بادشاہ جہانگیر نے

رات کو خواب دیکھا کہ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بُراق پر سوار ہیں جنت کا دروازہ کھلا اور مجدد صاحب بُراق کی لگام پکڑے ہوئے آگے آگے جنت میں داخل ہوئے۔ (گویا بتا دیا گیا کہ آگے داخل ہونا خادمانہ طور پر بھی تو ہو سکتا ہے جس سے فضیلت کہاں سمجھ میں آتی ہے) حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دانت میں انگلی دبائے ہوئے ارشاد فرمایا۔ جہانگیر تو نے کتنے بڑے آدمی کو قید میں ڈال رکھا ہے۔ گھبرا کر آنکھ کھل گئی۔ اور فوراً قید سے رہا کیا اور توبہ کی اور حضرت مجدد صاحبؒ کے ہاتھ پر بیعت ہوئے۔

عرض: ہندو لوگ عالمگیر کی بُرائی کرتے ہیں۔ اکبر، جہانگیر، شاہجہاں کی نہیں کرتے۔

ارشاد: اکبر میں تو خود ہی بہت سی کفریات بھری ہوئی تھیں حتیٰ کہ ایک نئے مذہب کی بنیاد ڈالی۔ دینِ اکبری کے نام سے گھر میں بھی ہندو عورتیں رہتی تھیں خود جہانگیر بھی ہندو عورت کے بطن سے تھا۔ اس میں بھی اثرات تھے۔ شاہجہاں بھی ہندو عورت سے پیدا ہوا تھا۔ وہ بہ نسبت جہانگیر کے زیادہ دین کا پابند تھا۔ بہت سی خلافِ شرع چیزوں کی اصلاح کی۔ ہندو عورت کا حرم شاہی میں رکھنا بھی موقوف کیا۔ اس لیے عالمگیر مسلم عورت سے پیدا ہوئے جو خالص مذہبی شخص تھے۔ انھوں نے اسلام کے لیے جہاد بھی کیا۔ شیواجی کی شکایات اس کے مظالم عالمگیر کے پاس پہونچائے گئے کہ اس کے مظالم کی وجہ سے وہ علاقہ دارالاسلام نہیں رہا بلکہ دارالکفر بن گیا۔ عالمگیر نے شیواجی سے جہاد کیا۔ شیواجی تنگ آگیا۔ راشن وغیرہ سب ختم ہو گیا۔ اس نے اپنی اماں سے پوچھا کہ اب میں کیا کروں۔ اماں نے کہا عالمگیر سے مشورہ کر۔ شیواجی نے کہا وہی تو میری جان کا دشمن ہے۔ کہا ہاں دشمن ہو۔ لیکن وہ اپنے مذہب کا پابند ہے۔ ان کے مذہب میں ہے کہ مشورہ

صحیح دیا جائے۔ المستشار مؤتمن. جس سے مشورہ طلب کیا جاتا ہے وہ امین ہوتا ہے.
اس لئے وہ صحیح مشورہ دے گا. چنانچہ شیواجی نے جھنڈا لہرایا جو اس چیز کا نشان
تھا کہ میں عالمگیر سے مشورہ کرنا چاہتا ہوں. مشورہ کیا کہ میرے پاس راشن وغیرہ ختم ہوگیا
لڑائی جاری نہیں رکھ سکتا. میں کیا کروں. عالمگیر نے مشورہ دیا کہ جنگ بند کردو
اور تیاری کرلو. جب تیاری مکمل ہوجائے اس وقت جنگ کرلینا. شیواجی نے تعجب سے
پوچھا آپ کتنی مدت کی مہلت دیتے ہیں. عالمگیر نے کہا دس برس تک کے لئے. اس مدت
میں تیاری کرلے اور پھر جنگ کرلینا. اور اپنی فوج واپس کرلی. اپنے لوگوں نے وجہ
پوچھی. بتایا قرآن شریف میں ہے اَلصُّلْحُ خَیْرٌ. لوگوں نے کہا دس برس ہی کی
کیوں مہلت دی. کم دیدی ہوتی. جواب دیا صلح حدیبیہ میں حضرت نبی اکرم صلی اللہ
علیہ وسلم نے دس برس کے لئے ہی صلح فرمائی تھی. (بادشاہ ہو کر یہ اتباعِ سُنّت لائق
عبرت ہے) مگر شیواجی دس برس تک صبر نہ کرسکا. جلد ہی پھر بغاوت کی پھر اس سے
جہاد ہوا. اس کو شکست ہوئی گرفتار ہوا مگر پھر بھی عالمگیرؒ نے اس کو قتل نہیں کیا.
(اس کو شکست ہونا کیا بعید ہے اتباعِ سُنّت ہی کی برکت ہو. اور ایسے مجرم کو
قتل نہ کرنا بھی اتباعِ سُنّت ہی کی بنا پر ہے)

عرض: اس قسم کے واقعات کس کتاب میں ہیں؟

ارشاد: علامہ شبلی صاحبؒ کا ایک رسالہ ہے "اورنگ زیب پر ایک نظر"
حضرت تھانوی قدس سرہ کا بھی ایک رسالہ ہے "رائحۃ العبیر فی وقائع عالمگیر"

ارشاد: میرے والد صاحب قدس سرہٗ اپنے اُستاذ حضرت شیخ الہند
قدس سرہٗ کا واقعہ بیان فرماتے تھے کہ مسجد میں اپنی بیٹی کا نکاح پڑھا دیا. گھر
گئے بیٹی مسالہ پیس رہی تھی. اس کی والدہ سے کہا اس کو نہلا کر کپڑے بدل دو.
والدہ نے سمجھا آج ابّا کو پیار آرہا ہے. نہلا کر کپڑے بدل دیئے. چادر اڑھا کر

Scanned by CamScanner

شوہر کے گھر لے گئے اور فرمایا بیٹی یہ تیرے شوہر ہیں ہمیشہ ان کا حق ادا کرنا. یہ کہہ کر واپس تشریف لے آئے. (اجازت پہلے لے لی گئی ہوگی)

میں نے بھی پاکستان اپنی بھانجی کی لڑکی کا نکاح خالہ زاد بہن کے لڑکے کیساتھ سادہ طریقہ پر پڑھا دیا تھا کہ کسی کا کچھ خرچ نہیں ہوا. لوگ بہت خوش ہوئے. لوگوں کے بہت خطوط آئے کہ اگر یہ طریقہ رائج ہو جائے تو بہت عافیت ہو جائے.

عرض: حضرت آج کل تو ہمارے یہاں شادی میں بہت خرچ ہوتا ہے.

ارشاد: پیسہ بھی زیادہ تر ایسا ہی ہوتا ہے. حضرت پیران پیر رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ لوگو میں تمہارے مصارف دیکھ کر مداخل کا انداز لگا لیتا ہوں. حلال جگہ خرچ ہوتا ہے سمجھ لیتا ہوں حلال طریقہ سے کمایا تھا. حرام جگہ خرچ ہوتا ہے سمجھ لیتا ہوں کمایا بھی حرام طریقہ پر ہے ؎

مالِ حرام بود بجائے حرام رفت

پہلی بات ہے. ایک نواب کے یہاں شادی میں تین ہزار پانچ روپے خرچ ہوئے. ایک ہزار مہمانوں کے کھانے پر، ایک ہزار باجہ بجانے والوں پر، ایک ہزار طوائف پر، ۵ روپے امام صاحب پر نکاح خوانی کی اجرت: جب نواب صاحب کے سامنے منشی نے حساب پیش کیا تو امام صاحب کو بلایا بہت خفا ہوئے. آپ لوگوں کو ذرا خیال نہیں کتنی مہنگائی ہو رہی ہے پہلے سے سوا روپیہ ہوتا آیا ہے آپنے پانچ روپے رکھ لئے. پونے چار روپے واپس کرو. کئے، واپس (یہی اس کو اسراف نظر آیا)

ارشاد: شیخ عبدالعزیز دباغ رح کے ملفوظات میں ہے کہ آج اتنا روپیہ خرچ کیا گیا جسمیں اللہ کے نام کے صرف اتنے آنے تھے باقی فلاں پیر کی نذر فلاں پیر کی نیاز (خالص اللہ کے لئے صدقہ اقل قلیل ہوتا ہے زیادہ تر پیروں کی نذر و نیاز کے طور پر ہوتا ہے یا ریا و تفاخر کے طور پر ہوتا ہے جس پر ثواب کے بجائے اُلٹا گناہ ہے

ارشاد: حضرت مولانا بدرِ عالم صاحب میرٹھی (نور اللہ مرقدہ) جنت البقیع میں دفن ہیں۔ وہاں ایک مدت متعین ہوتی ہے جس میں عموماً لاش مٹی ہو جاتی ہے۔ مدت متعینہ پوری ہونے پر مولانا بدرِ عالم صاحب نور اللہ مرقدہ کی قبر کو کسی میت کو دفن کرنے کے لئے کھولا۔ دیکھا لاش اسی طرح سالم ہے۔ بند کر دیا۔ پھر دوسری دفعہ مدت پوری ہونے پر کھولا۔ دیکھا لاش پھر بھی اسی طرح سالم ہے پھر بند کر دیا۔ پھر تیسری دفعہ مدت پوری ہونے پر کھولا۔ لاش کو اب بھی صحیح سالم پایا۔ قبر پر سیل لگا دی کہ اس قبر نہ کھولا جائے۔ یہ نہیں چھوڑنے کے۔ (ممکن ہے حضرت مولانا قدس سرہٗ کو کسی نوع کی شہادت حاصل ہوئی ہو جس کی بناء پر ان کے ساتھ یہ معاملہ کیا گیا ہو یا کسی مخصوص بندہ کے ساتھ کوئی مخصوص اکرام کا معاملہ اللہ پاک کی طرف سے ہو اس میں بھی کوئی اشکال نہیں)

ارشاد: قاری عبد الجلیل صاحب نے سنایا کہ جب ان کے والد صاحب مفتی عزیز الرحمٰن صاحب قدس سرہٗ کا انتقال ہوا میرے چچا مولانا شبیر احمد صاحبؒ نے مجھ سے کہا کہ میں اس کمرہ میں (جس میں حضرت مفتی عزیز الرحمٰن صاحب قدس سرہٗ کا قیام رہتا تھا) قیام کرنا چاہتا ہوں۔ میں نے کہا میں بیٹا آپ بھائی۔ بیٹے کا حق بھائی پر مقدم ہوتا ہے۔ اس لئے میرا حق مقدم ہے۔ اور اگر آپ کو رہنا ہی ہے تو میں چابی حضرت قدس سرہٗ کی قبر پر رکھے دیتا ہوں وہاں سے اٹھا لینا اس کے لئے وہ تیار نہیں ہوئے (یہ صاحبِ قبر کا احترام تھا)

ارشاد: حضرت مفتی عزیز الرحمٰن صاحب قدس سرہٗ سوتے وقت بھی پیر پھیلا کر نہیں لیٹتے تھے۔ ان سے عرض کیا گیا۔ فرمایا پیر پھیلانے کی جگہ قبر ہے (بعض بزرگوں پر ادب کا غلبہ ہوتا ہے جو افضل و ممدوح ہے مگر شرعی دلیل و حجت نہیں)

ارشاد: لوہاری میں (یہ ایک قریہ ہے ضلع مظفر نگر میں تھانہ بھون کے قریب) ایک حجرہ میں حضرت میاں جی نور محمد صاحب قدس سرہٗ (یہ پیر ہیں حضرت حاجی امداد اللہ

صاحب مہاجر مکی نور اللہ مرقدہٗ کے) کا قیام تھا. وہاں بچوں کو پڑھاتے تھے. حضرت مدنی
قدس سرہٗ اپنے مریدین کو وہاں بھیجا کرتے تھے کہ وہاں جاکر ذکر کریں. بعض کو گنگوہ
حضرت گنگوہی نور اللہ مرقدہٗ کے حجرہ میں قیام کرنے کے لیے بھیجتے تھے[1]
میں بھی ایک دفعہ لوہاری گیا ہوں. باقی حجرہ میں اندر داخل نہیں ہوا. باہر سے ہی گردن
اندر داخل کر کے جھانک لیا تھا یہ ہے حجرہ. اندر داخل ہونے کی ہمت نہیں ہوئی.
گنگوہ حضرت گنگوہی قدس سرہٗ کے حجرہ میں جو صاحب رہتے تھے ان سے ملاقات
کے لیے ایک دو دفعہ ان کے حجرہ میں ڈرتے ڈرتے داخل ہوا ہوں.
دیوبند کے بعض طالب علم گنگوہ حاضر ہوئے. حکیم ننو میاں صاحب مدظلہٗ کے پاس
پہونچے اور حضرت گنگوہی قدس سرہٗ کے حجرہ کی زیارت کی خواہش ظاہر کی. حکیم ننو میاں
صاحب مدظلہم کے پاس وہ صاحب بھی تھے جن کے پاس حجرہ کی چابی رہتی تھی. ان سے
کہا گیا. انھوں نے جواب دیا ابھی نہیں. ابھی اسرار الٰہیہ اس میں منتشر ہیں. حکیم صاحب نے
فرمایا شاید کاغذات ہوں گے جن پر اسرار و معارف لکھے ہوں وہ منتشر ہوں. کہا
نہیں. ذکر کر کے آیا ہوں اس کے اثرات پھیلے ہوئے ہیں.

ارشاد: مولانا ادریس صاحب کاندھلویؒ کے بھائی سے مولانا محمد الیاس صاحب قدس سرہٗ
کی صاحبزادی کا رشتہ طے تھا پھر ان سے اجازت لے کر حضرت شیخ قدس سرہ سے رشتہ کیا تھا.

ارشاد: گنگوہ میں ایک مؤذن تھا مصلے کو بہت خوبصورت رکھتا تھا اس میں

---

[1] بزرگوں کی جگہوں پر انکی وفات کے بعد بھی خاص برکات ہوتی ہیں. ظاہر ہے کہ جس جگہ کثرت طاعات (نوافل، تلاوت، اذکار، مراقبے) کی بنا پر انوار و برکات و دیگر نعمائے الٰہیہ کی رحمتوں کی بارشیں برسی ہیں. بعد وفات اس کے اثرات کیوں نہ ہونگے. بارش ہونے کے مدت بعد تک اس کے اثرات رہتے ہیں. جہاں آگ دہکتی ہے آگ بجھنے پر بھی اس کا اثر باقی رہتا ہی ہے ۱۲۔

Scanned by CamScanner

دھاگہ سے ڈورے وغیرہ ڈالتا اور کہتا تھا کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی گدی ہے.
(حضرت والا زید مجدہم کا منشاء یہ تھا کہ ہر مصلّے کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی گدی اور ہر مسجد کے منبر کو منبرِ رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کہنا بے اصل ہے)

ارشاد: حضرت شیخ قدس سرہٗ نے فرمایا. مفتی جی. حضرت مدنی (قدس سرہٗ) کا خط آیا ہے. اس میں (حضرت قدس سرہٗ نے) لکھا ہے کہ بہت دُعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ لوگوں کے دلوں کو میری طرف سے پھیر دے مگر کیا کروں شنوائی نہیں ہوتی.

حدیث میں تو ایسا کہنے کی ممانعت آئی ہے. میں نے کہا اسی لئے تو قبول نہیں ہوتی.
(اس ارشاد میں حدیثِ پاک کی طرف اشارہ ہے کہ بندہ کی دعا قبول ہوتی ہے جب تک وہ اُکتا کر یہ نہ کہنے لگے کہ میں نے دُعا کی تھی قبول نہیں ہوئی)

شیخ (قدس سرہٗ) نے فرمایا. دیکھ حضرت مدنی ہیں ان کے بارے میں کیا کہے. میں نے کہا یہ انکی بات ہے جو حضرت مدنی (قدس سرہٗ) کے بھی بڑے ہیں.
(حضرت مدنی قدس سرہٗ کا یہ دُعا فرمانا کمالِ تواضع وعبدیت اور غایتِ فنائیت کی بناء پر تھا)

ارشاد: بھینس معمولی غذا کھاتی ہے کھاد بنتا ہے گوبر بنتا ہے یعنی دودھ کم بنتا ہے بنولے اور اچھی غذا کھاتی ہے دودھ زیادہ بنتا ہے. یہی حال ہے انسان مطالعہ اچھا کرتا ہے معتبر کتابوں کا اس کے قلم سے اچھے معتبر مستند مضامین نکلیں گے. یہی حال تقریر کا ہے یہی تحریر کا. مطالعہ نہیں کرے گا سُنی سُنائی باتیں یا رسائل میں دیکھ کر لکھے یا بیان کرے گا وہ مضامین بھی ایسے ہی بے سند ہوں گے.

ارشاد: بھاولپور میں مولانا خلیل احمد صاحب مدرّس تھے افسر شیعہ تھا. مدرسہ کی کسی ضرورت سے اس کے پاس بھی جانا ہوتا وہ مذہبی گفتگو کرتا. حضرت نے اس کو منع کیا ہم نے ملازمت کی ہے دین نہیں بیچا. مدرسہ سے متعلق گفتگو کیا کریں. مذہبی گفتگو

نہ کیا کریں مگر وہ باز نہیں آیا۔ پھر حضرت قدس سرہ نے ہدایت الرشید، ردِّ شیعہ میں لکھ کر اس کے پاس بھیجی تھی۔

عرض: یہاں افریقہ میں سب لوگ پریشان رہتے ہیں، جتنا کاروبار بڑھتا ہے اتنی ہی پریشانی بڑھتی ہے۔

ارشاد: جب یہ سمجھ لیں کہ پریشانی بھی اسی (اللہ پاک) کی طرف سے آتی ہے تو پھر پریشانی پریشانی نہیں رہتی۔ جیسے بخار اس کی طرف سے آتا ہے اسی طرح اور پریشانیاں بھی۔

عرض: حضرت نے جب سے وظیفہ بتایا تھا اس کو پڑھ رہا ہوں اس سے بہت فائدہ ہوا۔

ارشاد: اللہ کا نام لینے سے فائدہ ہوتا ہی ہے۔

عرض: نسل پسند حکومت نے کالوں پر جو پابندی لگا رکھی تھی اسکو اٹھا لیا۔

ارشاد: اظہارِ افسوس کر رہے ہیں یا خوشخبری سنا رہے ہیں۔

عرض: خوشخبری سنا رہا ہوں۔

ارشاد: اللہ تعالیٰ خیر فرمائے۔ علم ان میں نہیں، تہذیب ان میں نہیں، عقل ان میں نہیں، پیسہ ان کے پاس نہیں، حکومت کا جو خوف تھا وہ بھی اُٹھ گیا۔ ایسی حالت میں وہ لوٹ مار کے سوا کیا کریں گے۔

ان کو پہلے علم سکھایا جاتا، تہذیب سکھائی جاتی تب حکومت ان کے سپرد کی جاتی تو وہ اس کو سنبھال سکتے۔

ختم شد

ناظرین کرام کی خدمت میں حضرتِ اقدس مفتی صاحب زید مجدہم کے بعض مواعظ کو بھی نمونہ کے طور پر پیش کیا جا رہا ہے۔ ملاحظہ فرمائیں۔

Scanned by CamScanner

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حبِّ نبی صلی اللہ علیہ وسلم

شہر میفلنگ کی ایک مسجد جس کے نمازی اکثر بدعتی و رضا خانی ہیں اور کسی دیوبندی عقیدہ کے عالم کو وہاں بیان کی اجازت نہیں۔ اللہ پاک کا شکر و احسان ہے کہ حضرت اقدس مفتی صاحب زید مجدہم کے بیان کی ان لوگوں نے اجازت دی۔ حضرت اقدس زید مجدہم نے اس مسجد میں جو بیان فرمایا اس کا خلاصہ بیان کیا جاتا ہے۔

خطبۂ مسنونہ کے بعد! اما بعد!

حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا پاک ارشاد ہے مَنْ اَحَبَّ سُنَّتِیْ فَقَدْ اَحَبَّنِیْ وَمَنْ اَحَبَّنِیْ کَانَ مَعِیَ فِی الْجَنَّةِ۔ جو شخص میری سنت سے محبت رکھتا ہے وہ مجھ سے محبت رکھتا ہے۔ اور جو مجھ سے محبت رکھتا ہے وہ جنت میں میرے ساتھ ہوگا۔ اس سے بڑھ کر کوئی سعادت کوئی نعمت نہیں کہ جنت میں حضرت رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی رفاقت نصیب ہو جائے۔ ہر مومن کی یہ تمنا ہوتی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت خواب ہی میں ہو جائے، اس کے لئے دعا کرتے ہیں، وظیفے پڑھتے ہیں۔ بہت سے خوش نصیبوں کو زیارت ہو جاتی ہے۔ بعض کی تمنا ہوتی ہے

کہ روضۂ اقدس علیٰ صاحبہا الصّلوٰۃ والسّلام کی ہی زیارت ہو جائے۔
ایک بزرگ تھے حضرت مولانا عبدالحق صاحب دہلوی قدس سرہٗ،
صاحبِ حضوری تھے۔ صاحبِ حضوری اس کو کہتے ہیں جس کو ہر روز
بیداری میں (اس کی جو بھی کیفیت ہوتی ہو) آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلّم کی زیارت نصیب ہوتی ہے۔ مدینہ پاک میں قیام تھا وہاں ہر روز
روضۂ اقدس علیٰ صاحبہا الصّلوٰۃ والسّلام پر حاضری ہوتی۔ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلّم نے ان کو حکم فرمایا، ہندوستان جاؤ۔ انھوں نے
عرض کیا، یہاں ہر روز حاضر ہو جاتا ہوں، یہاں سے حاضری سہل
ہے وہاں سے حاضری دشوار ہے اور مجھ سے صبر نہیں ہو سکے گا۔ ارشاد
ہوا جاؤ تم کو وہاں سے بھی موقع دیا جائے گا۔ غریبانِ ہند کے حال پر
شفقت کرنا، ارشادِ عالی کے مطابق ہندوستان تشریف لائے۔ دہلی
میں قیام فرمایا، سُنّتوں کو زندہ کیا، جو کام خلافِ سُنّت تھے ان کو ختم کرنے
کی کوشش فرمائی، دین کو پھیلانے میں مشغول ہو گئے۔ کسی بزرگ کا علم
ہوتا اس کے پاس جاتے۔ ایک بزرگ کا علم ہوا ان کے پاس گئے دیکھا اس
کے پاس شرابؔ کا پیالہ رکھا ہے اس نے ان کو وہ پیالہ پینے کے لئے کہا۔
انھوں نے انکار فرمایا کہ حدیث پاک میں شراب کی ممانعت ہے۔ بزرگ نے
کہا، پچھتاؤ گے پی لو۔ فرمایا حدیث کے خلاف نہیں کر سکتا واپس آ گئے۔
رات کو خواب دیکھا۔ ایک مکان ہے اس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلّم تشریف فرما ہیں۔ یہ بھی زیارت کے لئے حاضر ہوئے۔ دیکھا مکان
کے دروازہ پر وہی فقیر ڈنڈا لئے کھڑا ہے۔ یہ اندر داخل ہونا چاہتے
ہیں اس نے روک دیا اور کہا تو نے شراب نہیں پی تھی اس لئے اندر

نہیں جانے دوں گا۔ اندر نہیں جا سکے واپس آگئے۔ دن میں پھر اس فقیر کے پاس پہنچے، اس نے کہا دیکھا اندر نہیں جا سکے۔ اب تو یہ پیالہ پی لو۔ فرمایا یہ شعبدے کسی اور کو دکھانا، نہیں پیا واپس آگئے۔ پھر دوسری رات اسی طرح خواب دیکھا، یہ پھر حاضر ہوئے دیکھا فقیر ڈنڈا لئے کھڑا ہے اور پھر نہیں جانے دیا واپس آگئے۔ پھر صبح کو فقیر کے پاس آئے۔ فقیر نے کہا دو راتیں حاضری سے محروم ہو زیارت سے تم کو روک دیا جاتا ہے اب تو یہ شراب پی لو۔ فرمایا، حاضری سے پڑا روک دیا جاؤں خواب کی بات ہے۔ مگر جس چیز کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ممانعت فرمائی ہے اس کو نہیں کر سکتا۔ اور اگر وصول حاصل نہیں قبول تو حاصل ہے اور مقصود قبول ہے وصول نہیں۔ ہماری محنت، کوشش وہاں تو قبول ہے۔ اگر چور بادشاہ کے محل میں داخل ہو جائے وصول تو اسکو حاصل ہو گیا مگر سپاہی پکڑ کر قید میں ڈال دیں گے اس وصول سے کیا فائدہ ہوا۔ اور شاہزادہ بادشاہ سے دور ہے اس کی خدمات بادشاہ کی خدمت میں پیش ہوتی ہیں، بادشاہ اس سے خوش ہے وہ مقبول ہے۔ دور رہتے ہوئے بادشاہ کی عنایات اس کو حاصل ہیں۔

تیسری رات پھر خواب دیکھا پھر وہی نقشہ فقیر ڈنڈا لئے کھڑا ہے۔ اندر سے آواز آئی حضرت رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرما رہے ہیں عبدالحق نہیں آئے۔ انھوں نے باہر سے ہی آواز دی دور دور سے برابر حاضر ہو رہا ہوں۔ یہ فقیر اندر نہیں آنے دیتا۔ نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اِخْسَأ یَا کَلْبُ وہ فقیر کتا بن کر وہاں سے نکلا۔ یہ اندر حاضر ہوئے۔ صبح کو پھر فقیر کے پاس گئے۔ دیکھا فقیر نہیں

Scanned by CamScanner

اس کے مُریدین بیٹھے ہیں، پوچھا مکان سے کچھ نکلا۔ بتایا ایک کُتّا نکلا تھا، انھوں نے فرمایا وہ وہی فقیر تھا پھر خواب سُنایا۔ ان مُریدوں نے ان کے ہاتھ پر بیعت کی۔

غرض صرف دیکھنا کافی نہیں۔ ابوجہل نے کتنی دفعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کو دیکھا ہوگا مگر اس کو اس دیکھنے سے کیا فائدہ ہوا۔ ابولہب نے کتنی دفعہ دیکھا ہوگا مگر اس کے لیے حکم نازل ہوا تَبَّتْ يَدَا أَبِي لَهَبٍ وَّ تَبَّ ۝ مَا أَغْنَىٰ عَنْهُ مَالُهُ وَمَا كَسَبَ ۝ سَيَصْلَىٰ نَارًا ذَاتَ لَهَبٍ ۝ وَامْرَأَتُهُ حَمَّالَةَ الْحَطَبِ ۝ فِي جِيدِهَا حَبْلٌ مِّن مَّسَدٍ ۝ ابولہب کے ہاتھ ٹوٹ جائیں اور وہ برباد ہو جائے نہ اس کا مال اس کے کام آیا نہ اس کی کمائی۔ وہ عنقریب ایک شعلہ زن آگ میں داخل ہوگا۔ وہ بھی اور اس کی بیوی بھی جو لکڑیاں لاد کر لاتی ہے اس کے گلے میں ایک رسّی ہوگی خوب بٹی ہوئی۔ (بیان القرآن)

اس لیے صرف زیارت کافی نہیں۔ اصل آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم کی سُنّتوں پر عمل کرنا ہے تاکہ قبول حاصل ہو، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم خوش ہوں، اللہ پاک خوش ہوں۔ اور جنّت میں جہاں ہمیشہ رہنا ہے، رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی رفاقت حاصل ہو۔

آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم کو اللہ پاک نے نمونہ بنا کر بھیجا ہے کہ اس طرح زندگی بنا کر لاؤ لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ۔ تم لوگوں کے لیے یعنی ایسے شخص کے لیے جو اللہ سے اور روز آخرت سے ڈرتا ہو اور کثرت سے ذکر الٰہی کرتا ہو، رسول اللہ کا ایک عمدہ نمونہ موجود تھا۔ (بیان القرآن)

Scanned by CamScanner

حضرت رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم جو کام جس طرح فرماتے تھے اس کے مطابق اس کو کریں۔ کس طرح کھانا کھاتے، کس طرح پانی پیتے، کس طرح چلتے، کس طرح بیٹھتے، کس طرح سوتے، کس طرح نماز پڑھتے، کس طرح گھر میں بچوں میں رہتے، کس طرح پڑوسیوں کے ساتھ معاملہ فرماتے، دشمنوں کے ساتھ کیسا سلوک فرماتے۔ غرضیکہ زندگی کے ہر شعبہ کیلئے رسول پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نمونہ اور ہدایت ہیں۔

چنانچہ حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے اسی نمونہ کے مطابق پورا عمل کیا۔ زندگی کے ہر شعبہ میں اس پر عمل کیا۔ ایک صحابی رضؓ ایک شخص کو پکڑ کر باغ میں لے گئے۔ وہاں درخت کی ٹہنی پکڑ کر ہلائی جس سے اس کے پتے جھڑ گئے۔ فرمایا پوچھتے کیوں نہیں، ایسا میں نے کیوں کیا، اس نے پوچھا بتائیے! کیوں کیا؟ صحابی رضؓ نے فرمایا۔ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا۔ حضرت ﷺ نے بھی اسی طرح ٹہنی پکڑ کر ہلائی تھی اور اس کے پتے جھڑ گئے تھے اور فرمایا تھا کہ جس طرح اس کے پتے گر گئے۔ اسی طرح مومن بندہ کی برائیاں نماز پڑھنے سے ختم ہو جاتی ہیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ، اونٹ پر سوار ہوئے۔ جب رکاب میں پیر رکھا فرمایا بِسْمِ اللّٰہِ جب اس کی پشت پر اچھی طرح بیٹھ گئے۔ فرمایا، اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ پھر پڑھا سُبْحَانَ الَّذِیْ سَخَّرَ لَنَا ھٰذَا وَمَا کُنَّا لَہٗ مُقْرِنِیْنَ وَاِنَّا اِلٰی رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُوْنَ۔ پھر اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ تین مرتبہ کہا۔ پھر سُبْحَانَكَ اِنِّیْ قَدْ ظَلَمْتُ نَفْسِیْ فَاغْفِرْ لِیْ فَاِنَّہٗ لَا یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اَنْتَ پڑھا پھر ہنسے۔ میں نے عرض کیا امیر المومنین آپ کیوں ہنسے فرمایا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ اسی طرح فرمایا جس طرح

Scanned by CamScanner

میں نے کیا۔ پھر ہنسے۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کیوں ہنسے۔ ارشاد فرمایا۔ بلا شبہ تیرا رب اپنے بندہ سے خوش ہوتا ہے جب وہ کہتا ہے رَبِّ اغْفِرْلِیْ ذُنُوْبِیْ اِنَّہٗ لَا یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ غَیْرُکَ۔ میرے پروردگار میرے گناہوں کو بخش دے۔ بیشک تیرے سوا کوئی گناہوں کو نہیں بخش سکتا۔ (ترمذی شریف صفحہ ۱۸۲ الجلد الثانی)

غرضکہ ہر ہر چیز میں ان حضرات نے حضرت نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا اتباع کیا۔ عبادات میں، معاملات میں، معاشرت میں، کھانے پینے، سونے جاگنے، اُٹھنے بیٹھنے، ہر چیز میں پورا اتباع کیا تاکہ کوئی گوشہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زندگی کا پوشیدہ نہ رہ جائے اسی طرح ان کو بیان کرنے کا بھی پورا اہتمام کیا۔ حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ ہر جمعہ کو احادیث بیان فرماتے تاکہ سب سنتیں سامنے آجائیں۔ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے گھر ہفتہ میں ایک بار حلقہ کرتے اور سنتیں بیان کرتے۔ اسی طرح دوسرے صحابہ کرام رض۔

حضرت عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سفر میں مکہ سے چلے۔ مدینہ منورہ کے لئے راستہ میں ایک جگہ سواری کو بٹھایا۔ سواری سے اُترے اور ایک جگہ بیٹھے جیسے پیشاب کرنے والا بیٹھتا ہے اور بلا پیشاب کئے اُٹھ کر پھر سوار ہو کر چل دیئے۔ اُن سے پوچھا گیا۔ فرمایا، میں حضرت نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ سفر میں تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہاں اسی جگہ پیشاب فرمایا تھا اور مجھ کو پیشاب کا تقاضا تو نہ تھا اس لئے میں نے سوچا کم از کم ایسی صورت ہی بنا لوں۔

یہی حضرت عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سفر میں چلتے چلتے ایک درخت

Scanned by CamScanner

کے نیچے رُک کے سواری سے اُترے کچھ دیر لیٹے اور پھر چل دیئے۔ اس کی وجہ ان سے پوچھی گئی۔ فرمایا میں آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ سفر میں تھا۔ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس درخت کے نیچے آرام فرمایا تھا۔ اس لئے میں نے ایسا کیا۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کسی نے پوچھا کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حالات کے متعلق کوئی کام کس طرح فرماتے۔ فرمایا صبح آجاؤ اور عبداللہ بن مسعودؓ کو دیکھتے رہو، جو کام جس طرح کرتے ہیں، جس طرح بیٹھتے ہیں، جس طرح نماز پڑھتے ہیں، وضو کرتے ہیں، سلام کرتے ہیں، آنے والوں کو جواب دیتے ہیں۔ غرضکہ جو کام جس طرح کریں سمجھ لینا کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس کام کو اسی طرح فرماتے تھے۔ اس طرح ایک ایک صحابی نے اپنے آپ کو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے رنگ میں ڈھال لیا تھا کہ وہ خود بعد والوں کے لئے نمونہ بن گئے، جس کی سند آنحضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے ان کو عطا فرما دی۔ اَصْحَابِیْ کَالنُّجُوْمِ فَبِاَیِّہِمْ اقْتَدَیْتُمْ اِھْتَدَیْتُمْ (مشکوٰۃ شریف ص۵۵۴) میرے صحابہ ستاروں کے مثل ہیں جس کا اقتداء کرو گے ہدایت پا جاؤ گے۔

ان حضرات کے اتباع کا یہ حال تھا۔ ایک دفعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے منبر پر ارشاد فرمایا اِجْلِسُوْا۔ بیٹھ جاؤ۔ چنانچہ جو جہاں تھا وہیں بیٹھ گیا۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ مسجد سے باہر دروازہ پر تھے وہاں یہ آواز پہونچی وہیں بیٹھ گئے۔ یہ نہیں سوچا کہ یہ حکم اندر والوں کو ارشاد فرمایا ہے یا منشاء یہی ہے کہ اندر آکر بیٹھو۔ کیا معلوم موت کب آجائے۔ نہیں معلوم اندر جا کر بیٹھ سکوں گا یا نہیں۔ اگر اس ارشادِ پاک پر عمل نہ ہو سکا تو قیامت

Scanned by CamScanner

میں اللہ پاک پوچھیں کہ تم نے ہمارے رسولِ پاک (صلی اللہ علیہ وسلم) کی آواز سُنی کیوں عمل نہیں کیا۔ کیا جواب دوں گا۔ اس لئے وہیں بیٹھ گئے۔ سب حضرات کا یہی حال تھا جو سُنتے فوراً اس پر عمل کرتے، تاخیر کی بات تو سوچتے ہی نہ تھے۔

اللہ پاک کا ارشاد ہے وَمَا اَرْسَلْنَا مِنْ رَسُوْلٍ اِلَّا لِیُطَاعَ بِاِذْنِ اللّٰہِ۔ اور ہم نے تمام پیغمبروں کو خاص اسی واسطے مبعوث فرمایا کہ بحکم خداوندی ان کی اطاعت کی جاوے (بیان القرآن)

رسول کو بھیجا ہی اس لئے جاتا ہے کہ اس کی اطاعت و فرمانبرداری کی جائے۔

ایک صحابی حاضر ہوئے ریشم کا سرخ رنگ کا جُبّہ پہنے ہوئے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ناگواری کا اظہار فرمایا۔ فوراً اُٹھے گھر میں تنور کے اندر آگ میں ڈالدیا۔ پھر حاضر ہوئے۔ ارشاد فرمایا آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جُبّہ کیا ہوا۔ عرض کیا حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) آگ میں جلا دیا۔ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جلانے کو تو نہیں کہا تھا، تمہارے لئے ہی تو ناجائز تھا۔ گھر میں بیوی کے بچیوں کے کپڑے بنا دیتے۔ مگر جس کے دل میں محبت ہوتی ہے وہ اتنی بات سوچتا ہی نہیں۔ اس کے سامنے تو صرف یہی بات ہوتی ہے کہ جو چیز محبوب کو ناپسند ہے وہ باقی ہی کیوں رہے۔

آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تشریف لے جا رہے تھے ایک قبّہ دیکھا، دریافت فرمایا یہ کس کا ہے بتا دیا فلاں صاحب کا ہے۔ وہ صحابی دوسرے وقت حاضرِ خدمت ہوئے سلام عرض کیا، آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جواب نہیں دیا بلکہ چہرۂ مبارک دوسری جانب پھرا لیا۔ دوسری جانب آکر سلام کیا پھر بھی جواب نہیں دیا، دوسری جانب چہرۂ انور پھرا لیا۔

(یہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عادتِ مبارکہ تھی اگر کسی سے

Scanned by CamScanner

محبت ہے اس کا بھی اظہار فرما دیتے، کسی سے ناگواری ہے اس کا بھی اظہار فرما دیتے۔ ایسا نہیں جیسا کہ آج کل کہ دل میں ناراضگی وکدورت ہے اور زبان سے دوستی کا اظہار، اور اسی کو آج زمانہ سازی اور عقلمندی سمجھا جاتا ہے یہ تو ایک درجہ کی منافقت ہے۔)

صحابی رضؓ کو بھلا یہ کہاں برداشت ہو سکتا تھا کہ آقائے مدنی صلی اللہ علیہ وسلّم کے قلبِ مبارک میں ادنیٰ درجہ بھی ناراضگی ہو، لرز گئے۔ کسی نے کہا ہے ؎

بلا کا ربط ہے تارِ نظر کو جگر کے ساتھ
وہ آنکھیں پھیرتے ہیں اور کلیجہ منہ کو آتا ہے

صحابہ سے پوچھتے پھرتے ہیں آقا کی ناراضگی کا کیا سبب ہے؟ کسی نے کوئی شکایت تو نہیں پہونچائی۔ چونکہ منافقین شکایات پہونچایا کرتے تھے تا کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم ناراض ہو جائیں۔ ساتھیوں نے بتایا۔ اس سے زیادہ کا ہمیں علم نہیں کہ آپ کے قبہ کے پاس سے گذرے تھے پوچھا تھا یہ کس کا قبہ ہے ہم نے بتا دیا تھا فلاں صاحب کا ہے۔ سمجھ گئے کہ ناراضگی کی وجہ یہی مکان ہے۔ جا کر نہیں پوچھا کہ کیا آپ مکان کی وجہ سے ناخوش ہیں۔ یہ تو ضرورت کے لئے ہے۔ کیا یہ ناجائز ہے۔ نہیں پوچھا کدال لے کر گئے اور جا کر اس کو ڈھا دیا۔ وہ مکان کس کام کا جس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم ناراض ہوں۔

یہ تھی ان حضرات کے دل کی لگن کی بات۔

محبت قلبی چیز ہے دل کو چیر کر تو نہیں دکھایا جا سکتا۔ اس لئے امتحان دے تو پتہ چلے۔ یوں تو ہر شخص محبت کا دعویٰ کرتا ہے ہم کو بھی محبت ہے ہم بھی عاشق ہیں۔ مگر امتحان کے ذریعہ اس دعویٰ کا سچا ہونا جھوٹا ہونا

جانا جاتا ہے، صرف دعویٰ تو کافی نہیں۔ اس کے لئے دلیل کی ضرورت ہے، علامات کی ضرورت ہے۔ اس کو خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم نے ارشاد فرمادیا۔ مَنْ اَحَبَّ سُنَّتِیْ فَقَدْ اَحَبَّنِیْ۔ ہر شخص محبت کا دعویٰ کرتا ہے مگر دیکھ لے کہ سُنّت سے بھی محبت ہے کہ نہیں۔ اگر سُنّت سے محبت ہے تو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم کی محبّت کا دعویٰ صحیح ہے ورنہ غلط۔ وہ خود محبّت کا دعویدار ہو اکرے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم اس کی محبّت کو ماننے کے لئے تیار نہیں۔

اب یہ کیسے معلوم ہو کہ سُنّت سے محبّت ہے یا نہیں تو سُنّت سے محبت کی نشانی یہ ہے کہ سُنّت پر عمل ہو، زندگی سُنّت کے مطابق ہو، جو کام ہو سُنّت کے مطابق ہو۔ نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، بیاہ شادی، ختنہ، عقیقہ، تجارت، زراعت، صنعت و حرفت، گھریلو زندگی سب سُنّت کے مطابق ہو۔ اگر زندگی سُنّت کے مطابق ہے تو محبّت ہے۔ اگر زندگی سُنّت کے مطابق نہیں تو محبّت کا دعویٰ جھوٹا ہے۔

آدمی جس سے محبّت کرتا ہے، کوشش کرتا ہے اس کو تکلیف نہ پہنچے۔ اس کو ناراضگی نہ ہو۔ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے محبّت ہے تو سوچ لے کہ میرے کسی عمل سے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو تکلیف تو نہیں پہنچتی۔ کوئی ایسا کام تو نہیں کرتا جس سے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم کو ناراضگی ہو۔ مثلاً سود پر لعنت فرمائی۔ ارشاد ہے عَنْ جَابِرٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالیٰ عَنْہُ قَالَ لَعَنَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اٰکِلَ الرِّبوا وَمُوْکِلَہٗ وَکَاتِبَہٗ وَشَاھِدَیْہِ وَقَالَ ھُمْ سَوَاءٌ رَوَاہُ مسلم۔ (مشکوٰۃ شریف)

Scanned by CamScanner

آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سود لینے والے پر دینے والے پر اس کے لکھنے والے پر اور گواہی دینے والے پر لعنت فرمائی ہے اور فرمایا ہے لعنت میں یہ سب برابر شریک ہیں۔

ہم غور کرلیں ان میں سے کسی میں داخل تو نہیں۔ اگر داخل ہیں تو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تو لعنت فرمادیں اور ہم محبت کا دعویٰ کریں یہ کیسی محبت، یہ محبت کس کام آئے گی۔

رشوت لینے والے پر لعنت فرمائی۔ ارشاد فرمایا اَلرَّاشِیْ وَالْمُرْتَشِیْ كِلَاهُمَا فِی النَّارِ۔ رشوت لینے والا اور دینے والا دونوں کے لئے جہنم ہے۔ البتہ دفع ظلم کے لئے کسی کو کچھ دے وہ اس میں داخل نہیں۔ ہم غور کریں ہم تو اس میں داخل نہیں۔

حدیث پاک میں ہے اگر کسی نے ایک بالشت زمین کسی کی ناحق غصب کرلی تو قیامت میں ساتوں زمینوں کا طوق بنا کر اس کے گلے میں ڈالا جائے گا۔

جن چیزوں پر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے لعنت فرمادی جن سے منع فرمادیا جس کے کرنے پر اپنی ناراضگی اور ناخوشی کا اظہار فرمادیا انھیں کاموں کو کریں اور پھر محبت کا دعویٰ کریں تو یہ دعویٰ محبت کا تسلیم نہیں۔

کیا خوب کسی نے کہا ہے ؎

تَعْصِی الرَّسُوْلَ وَاَنْتَ تُظْهِرُ حُبَّهٗ
اِنَّ هٰذَا لَفِی الْفِعَالِ بَدِیْعٌ
لَوْ كَانَ حُبُّكَ صَادِقًا لَاَطَعْتَهٗ
اِنَّ الْمُحِبَّ لِمَنْ یُّحِبُّ مُطِیْعٌ

ترجمہ:۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی بھی کرتا ہے

اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کا دعویدار بھی بنتا ہے۔ یہ تو بڑی عجیب بات ہے۔ اگر تیری محبت سچی ہوتی تو مطیع و فرمانبردار ہوتا۔ اس لئے کہ محب محبوب کا مطیع و فرمانبردار ہوا کرتا ہے۔

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے سنتوں کو خوب پھیلایا اور ان پر عمل بھی کرکے دکھایا۔ محدثین نے تمام سنتوں کو جمع فرمادیا کہ فلاں کام کو کرنے کا حکم فرمایا، فلاں کام سے منع فرمایا۔ فلاں کام کے کرنے پر لعنت فرمائی۔ فلاں کام کرنے پر ناراضگی کا اظہار فرمایا۔ سب میں غور کریں اور اپنی زندگیوں میں بھی غور کریں۔

ابن ابی شیبہ نے درس حدیث شروع فرمایا تو پہلے ہی روز پچیس ہزار حدیث سننے والے موجود تھے۔ ان حضرات کے شوق طلب کا یہ حال تھا۔

آج ہم تجارت کریں تو دیکھیں امریکہ کا کیا طریقہ ہے روس کا کیا طریقہ ہے وہ کس طرح تجارت کرتے ہیں۔ مکان بنائیں تو دیکھیں فلاں علاقہ اور فلاں ملکوں میں کیا نقشے ہیں ان نقشوں کے مطابق بنائیں، لباس بنائیں اس میں غیروں کی نقالی کریں، کھانا کھائیں غیروں کے طریقہ پر، شادیاں کریں غیروں کے طریقہ پر، کبھی نہ سوچیں کہ ان چیزوں میں سنت کیا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا طریقہ کیا ہے اور پھر محبت کا دعویٰ کریں۔ استغفر اللہ۔

ہم راستہ بھول گئے، غلط راستہ اختیار کرلیا جس راستہ کو اختیار کریں گے جس راستہ پر چلیں گے وہ راستہ جہاں جاتا ہے وہیں پہونچیں گے۔ جہاں کا ٹکٹ لیا ہے جس ٹرین جس جہاز میں سوار ہوئے ہیں وہ جہاں جاتا ہے وہیں جائیں گے۔

Scanned by CamScanner

اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عنایات حاصل کرنی ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رفاقت جنت میں مطلوب ہے تو اس کا راستہ یہی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک سُنّتوں کو اختیار کریں ان کو مضبوطی سے پکڑیں، اپنی زندگی سُنّت کے مطابق بنائیں۔ جو کام خلاف سُنّت ہے ہرگز نہ کرے خواہ اس میں کیسا ہی نفع نظر آتا ہو۔ اس نفع کو لے کر کیا کرے گا جس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ناراض اللہ پاک ناراض، کیا اس کو قبر میں لے جائے گا۔ اعمالِ صالحہ قبر میں کام آئیں گے۔ ان میں خیر ہے ان کے اختیار کرنے کی ضرورت ہے جو اعمالِ قبیحہ ہیں وہ سراسر بربادی وہلاکت کا ذریعہ ہیں۔ قبر میں جانے سے پہلے پہلے ان سے توبہ کرنے کی ضرورت ہے اور موت کا وقت کچھ معلوم نہیں کب آجائے اس لئے فوراً توبہ کرنے کی ضرورت ہے جو زندگی برائیوں میں گذری اس سے توبہ کریں، آئندہ کو بُرائیوں سے بچنے کا عہد کریں پختہ ارادہ کریں۔ اللہ پاک آپ کو بھی توفیق دے مجھ کو بھی توفیق دے۔

وَآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین وَصَلَّی اللّٰہُ تعالیٰ علیٰ خَیرِ خلقہٖ محمد وَآلِہٖ وَاصحابہٖ اجمعین۔ برحمتك یا ارحم الرّاحمین ط

اس وعظ میں حضرت اقدس دامت برکاتہم نے گو بدعات کا رد نہیں فرمایا نہ بدعت کا ذکر فرمایا مگر درحقیقت بدعت کی جڑ کاٹ دی۔ اسلئے کہ جب انسان ہر چیز میں سنت کو تلاش کرے گا حدیث کو تلاش کرے گا اس کے مطابق زندگی گذارے گا تو بدعات خود ہی ختم ہو جائیں گی اور بدعات پیدا ہی ہوتی ہیں سُنّتوں کو ترک کرنے سے۔

اس وعظ میں ایسی جگہوں میں جہاں بدعات کا زدر ہے کام کرنے کا طریقہ بھی گویا بتا دیا کہ کس طرح کام کرنا چاہیئے کہ ایجابی طور پر کام کریں رد کے پیچھے نہ پڑیں کہ اس سے اور زیادہ ضد پیدا ہو جاتی ہے اور نفع کم نقصان زیادہ ہو جاتا ہے۔

حقوق العباد اور گناہوں کی معافی کی صورتیں

عام طور پر لوگ جن برائیوں میں مبتلا ہیں عموماً انھیں کا بیان حضرت اقدس دامت برکاتہم کے وعظ میں ہوتا، الفاظ سیدھے سادھے ہوتے مگر ان میں تاثیر بے حد ہوتی۔ بیماریاں بھی بیان کی جاتیں اور ساتھ ساتھ ان کے علاج کی طرف بھی رہنمائی کی جاتی۔ ایک جگہ ایک مسجد میں وعظ فرمایا اس کا خلاصہ درج کیا جاتا ہے جس میں حقوق العباد پر خاص طور پر زور دیا گیا ہے۔ اور گناہوں کی معافی کی صورتیں بھی بتائی گئی ہیں۔

خطبۂ مسنونہ — اَمَّا بعد!

حدیث پاک میں ارشاد ہے کُلُّ لَحْمٍ نَبَتَ مِنْ مَالٍ حَرَامٍ فَالنَّارُ اَوْلٰی بِہٖ۔ جو گوشت حرام مال سے پرورش پائے وہ جہنم میں جلنے کے ہی زیادہ لائق ہے۔ اس لئے حرام مال سے بچنے کی بہت زیادہ ضرورت ہے۔ ذرا سی بے احتیاطی سے حلال چیز حرام ہو جاتی ہے۔ گوشت حلال ہے۔ حلال طریقہ

Scanned by CamScanner

سے ذبح کیا ہے اس پر شراب کے کچھ قطرے پڑ جائیں حرام ہوگیا۔ آج بہت سی چیزیں ایسی ہیں جو حرام ہیں اور ان کو استعمال کیا جاتا ہے۔ ان میں سے ایک شراب ہے۔ حدیث پاک میں اس کے بنانے والے پر لعنت فرمائی ہے۔ حدیث شریف میں ہے جب آدمی شراب پیتا ہے ایمان اس کے اندر سے نکل جاتا ہے (مشکوٰۃ شریف ص۱۷)

ان میں سے ایک سود ہے آج کثرت سے لوگ اس میں مبتلا ہو رہے ہیں۔ حدیث پاک میں ارشاد ہے عَنْ جَابِرٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ لَعَنَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اٰکِلَ الرِّبٰوا وَمُوْکِلَہٗ وَ کَاتِبَہٗ وَشَاھِدَیْہِ وَقَالَ ھُمْ سَوَاءٌ رَوَاہُ مُسْلِم (مشکوٰۃ شریف ص۲۴۴) کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم نے سود لینے والے پر دینے والے پر، اس کے لکھنے والے پر اس کی گواہی دینے والے پر لعنت فرمائی اور فرمایا لعنت میں یہ سب برابر ہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کی شفاعت پر ہی بڑا سہارا ہے اور آنحضرت صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم ہی لعنت فرمادیں پھر ٹھکانا کہاں ہے پھر بچنے کی کیا صورت ہو سکتی ہے۔ اس لیے اس سے بچنے کی بہت زیادہ ضرورت ہے۔ اگر کسی سے سود لیا ہے اس کا واپس کرنا ضروری ہے اور آئندہ کو نہ لینے کا عہد کریں۔

ایک شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اس سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلّم نے ارشاد فرمایا خلال کرو۔ اس نے کہا میں نے تو گوشت نہیں کھایا۔ ارشاد فرمایا، تم نے فلاں شخص کا گوشت کھایا ہے۔ اس نے خلال کیا، گوشت کے ریزے دانتوں سے نکلے۔ معلوم ہوا کہ اس کی غیبت

Scanned by CamScanner

لی تھی۔ اللہ پاک کا ارشاد ہے۔ وَلَا یَغْتَبْ بَعْضُکُمْ بَعْضًا اَیُحِبُّ اَحَدُکُمْ اَنْ یَّاکُلَ لَحْمَ اَخِیْہِ مَیْتًا فَکَرِھْتُمُوْہُ۔ اور کوئی کسی کی غیبت بھی نہ کیا کرے کیا تم میں سے کوئی اس بات کو پسند کرتا ہے کہ اپنے مرے ہوئے بھائی کا گوشت کھالے اس کو تو تم ناگوار سمجھتے ہو۔ (بیان القرآن)

ایک شخص کو روزہ بہت لگا اس کو روزہ پورا کرنا مشکل ہو گیا۔ اس کی حالت کا ذکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم سے کیا گیا۔ ارشاد فرمایا معلوم ہوتا ہے کسی کی غیبت کی ہے۔

غیبت کس کو کہتے ہیں۔ کسی کے بارے میں ایسی بات کہنا جو اس کو اگر معلوم ہو تو اس کو ناگوار ہو۔ (مشکوٰۃ شریف ص۴۱۲) غیبت زبان سے بھی ہوتی ہے قلم سے بھی ہوتی ہے۔ اخبار میں، اشتہار میں کسی کے بارے میں ایسی بات لکھ دینا چھاپ دینا جو اس کو ناگوار ہو یہ قلم کی غیبت ہے جو زبان کی غیبت سے بھی زیادہ سخت ہے۔

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے دریافت فرمایا اگر وہ بات اس میں موجود ہو کیا تب بھی غیبت ہے۔ ارشاد فرمایا تب ہی تو غیبت ہے۔ اگر اس میں وہ (عیب) نہیں اور پھر بیان کیا جائے تو وہ تو بہتان ہے۔ (مشکوٰۃ شریف ص۴۱۲)

ایک حدیث شریف میں ہے قیامت میں جہنّم کے اوپر پلصراط کو قائم کیا جائے گا اس پر کو لوگ گذریں گے۔ بہتان لگانے والے شخص کو پلصراط پر روک دیا جائے گا فرمایا جائے گا تم نے فلاں پر بہتان لگایا تھا اس کا گواہ لاؤ۔ وہ وہاں کہاں سے گواہ لائے گا۔ اور بعض دفعہ غیبت اشارہ سے ہوتی ہے کسی نے کسی کی کوئی خوبی بیان کی یہ کہتا ہے گردن سے اشارہ کرکے جی ہاں۔

Scanned by CamScanner

لنگڑا کر چلتا ہے۔ اس کی نقل اتاری جائے یا اس کا حلیہ بتایا جائے یہ بھی غیبت ہے۔

اسی طرح غیبت ہاتھ کے اشارے سے بھی ہوتی ہے۔ کسی کا پیٹ بڑھا ہوا ہے وہ اس کی طرف ہاتھ سے اشارہ کرتا ہے یہ بھی غیبت ہے۔

اور ایک غیبت کا حکم تو یہ ہے کہ اللہ بچائے۔ کسی نے کسی کی غیبت کی کسی نے اس کو منع کیا اس نے کہا اس میں غیبت کی کیا بات ہے۔ یہ تو میں اس کے منہ پر کہہ دوں گا یا غیبت کو غیبت ہی نہیں سمجھ رہا اور اس کو جائز کہہ رہا ہے۔ جس چیز کو قرآن پاک نے حرام فرمایا ہے وَلَا يَغْتَبْ بَعْضُكُمْ بَعْضًا الآیہ۔ اس کو حلال کہتا ہے اس لئے علامہ شامی نے اس کو کفر لکھا ہے۔ اَللّٰهُمَّ احْفَظْنَا مِنْهُ

حدیث شریف میں ہے نبی کریم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جانتے ہو مفلس کون ہے۔ صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے عرض کیا مَنْ لَا دِيْنَارَ لَهٗ وَلَا دِرْهَمَ لَهٗ جس کے پاس روپیہ پیسہ نہ ہو وہ مفلس ہے۔ آنحضرت صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میری اُمت میں مفلس وہ شخص ہے جو قیامت میں بہت ساری نیکیاں لے کر آئے لیکن ساتھ ساتھ یہ بھی کر کسی کو گالی دی ہو، کسی کو ستایا ہو، کسی کی غیبت کی ہو، کسی کی آبرو ریزی کی ہو، کسی کے چپت مارا ہو۔ وہ سب بھی مطالبہ کرتے ہوئے آئیں گے۔ ایک آکر کہے گا اے پروردگار اس نے مجھے گالیاں دی تھیں، حکم خداوندی ہوگا۔ اس کی اتنی نیکیاں اس کو دیدی جائیں، اتنی نیکیاں اس کو دیدی جائیں گی۔ اس طرح ہر ایک آکر کہتا رہے گا اور اس کی نیکیاں ان کو دی جاتی رہیں گی یہاں تک کہ سب نیکیاں ختم ہو جائیں گی۔ پھر بھی اگر حقوق والوں کے حقوق باقی رہ جائیں گے تو ان کی برائیاں لے کر اس کے اوپر ڈالدی جائیں گی اور اس کو جہنم میں ڈالدیا جائے گا۔ (مشکوٰۃ شریف ص۴۳۵) یہ میری اُمت

میں سب سے زیادہ مفلس ہے۔ اس لئے زبان کی حفاظت کی ضرورت ہے۔

ایک شخص حضرت رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوا اور نصیحت کی درخواست کی۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی زبان مبارک کو دونوں ہاتھ سے پکڑ کر ارشاد فرمایا اس کی حفاظت کرو۔ ایک حدیث پاک میں ہے اَمْلِكْ عَلَيْكَ لِسَانَكَ اپنی زبان کو قابو میں رکھو[1]

ایک شخص نے عرض کیا، یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا زبان کی باتوں پر بھی پکڑ ہوگی۔ ارشاد فرمایا۔ تیری ماں تجھے روئے۔ انسان زبان کی کھیتی کی وجہ سے ہی زیادہ تر جہنم میں ڈالے جائیں گے۔" اس لئے زبان کی بہت حفاظت کی ضرورت ہے۔ اور سب برائیوں گناہوں سے ہی حفاظت کی ضرورت ہے۔ چونکہ جنت اچھی جگہ ہے اچھے اعمال، اچھے اخلاق والے ہی اس میں جائیں گے۔ عیدگاہ میں جاتے ہیں غسل کرکے، نئے کپڑے پہن کر خوشبو لگا کر جاتے ہیں وہاں اللہ پاک کی طرف سے انعام ملے گا، اس لئے عیدگاہ اچھی جگہ ہے۔ اسی طرح جنت اچھی جگہ ہے وہاں جانے کے لئے اچھا بننے کی ضرورت ہے۔ اچھے اعمال اچھے اخلاق اختیار کرنے کی ضرورت ہے۔

انسان سے گناہ ہوجاتا ہے گناہوں سے معافی کے لئے بہت صورتیں بنادیں۔ حدیث شریف میں ہے بندہ وضو کرتا ہے ہاتھ دھوتا ہے ہاتھوں کے گناہ ہاتھوں سے نکل جاتے ہیں۔ چہرہ دھوتا ہے چہرہ کے گناہ نکل جاتے ہیں۔ سر کا مسح کرتے ہیں سر کے گناہ نکل جاتے ہیں۔ پیر دھوتے ہیں پیر کے گناہ نکل جاتے ہیں۔ وضو سے فارغ ہوکر پڑھتا ہے۔ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ، جنت کے آٹھوں دروازے

---

[1] مشکوٰۃ شریف ص ۴۱۳

اس کے لئے کھول دیئے جاتے ہیں جس سے چاہے داخل ہو جائے۔
وضو کرکے مسجد کی طرف چلتا ہے۔ ہر قدم پر نیکی لکھی جاتی ہے برائی مٹائی جاتی ہے[1] مسجد میں نماز کے انتظار میں جب تک بیٹھا رہتا ہے نماز کا ثواب ہی اس کے لئے لکھا جاتا ہے۔ فرشتے اس کے لئے مغفرت و رحمت کی دعا کرتے رہتے ہیں[2] اعتکاف کی نیت بھی مسجد میں داخل ہوتے ہوئے کرلیتا ہے تو جب تک مسجد میں رہتا ہے اعتکاف کا ثواب مفت میں ملتا ہے۔ ایک نماز سے دوسری نماز تک کچھ گناہ ہو گئے ہیں تو نماز ان کے لئے کفارہ بن جاتی ہے۔ نماز کی وجہ سے وہ گناہ مٹا دیئے جاتے ہیں[3]

باقی بعض گناہ ایسے ہیں جو روزہ رکھنے سے معاف ہوتے ہیں۔ حدیث شریف میں ہے "اَلصَّوْمُ لِیْ وَاَنَا اَجْزِیْ بِہٖ[4]"۔ روزہ میرے لئے ہے میری محبت کی وجہ سے رکھا میں ہی اس کا بدلہ دوں گا۔ دوسری نیکیوں کا بدلہ فرشتوں کے ذریعہ دلوایا جائے گا۔ روزہ کا بدلہ خود اللہ تعالیٰ جل جلالہٗ عنایت فرمائیں گے۔ اور بعض روایت میں ہے "اَنَا اُجْزٰی بِہٖ" میں خود اس کا بدلہ ہوں۔ اللہ پاک اس کے ہو گئے پھر کیا کمی رہ گئی، کیا مر مٹنے کی چیز ہے۔

بعض گناہ ایسے ہیں جو حج کرنے سے معاف ہوتے ہیں۔ حدیث شریف میں ہے کہ حج کرنے سے بندہ اس طرح گناہوں سے پاک صاف ہو جاتا ہے جیسے ماں کے پیٹ سے پیدا ہونے کے دن پاک صاف تھا[5] ایک حدیث پاک میں ہے حج مبرور کی جزاء جنت کے علاوہ اور کچھ نہیں[6]

---

[1] مشکوٰۃ شریف ص ۶۹ [2] حوالہ بالا [3] مشکوٰۃ شریف ص ۵۸ [4] مشکوٰۃ شریف ص ۱۷۳
[5] مشکوٰۃ شریف ص ۲۲۱ [6] مشکوٰۃ شریف ص ۲۲۱۔

Scanned by CamScanner

اور بعض گناہ ایسے ہیں جو کسٹم پر جب آدمی پریشان ہوتا ہے معاف ہوتے ہیں۔ بعض گناہ ایسے ہیں جو بیماریوں پریشانیوں سے معاف ہوتے ہیں۔ بعض گناہ ایسے ہیں جو موت کی تکلیف سے معاف ہوتے ہیں۔ بعض ایسے ہیں جو دُنیا میں معاف ہوتے ہی نہیں۔ قبر میں کچھ پکڑ ہوتی ہے عذاب ہوتا ہے اس سے معاف ہوتے ہیں اور بعض گناہ قبر میں بھی معاف نہیں ہوتے۔ میدانِ حشر میں معاف ہوتے ہیں، بعض پُلصراط پر معاف ہوتے ہیں۔ بعض گناہ وہاں بھی معاف نہیں ہوتے وہ جہنم میں جاکر معاف ہوتے ہیں۔ جب گناہ معاف ہو گئے پاک صاف ہو گیا۔ اب جنت میں جانے کا مستحق ہوا اب اس کو جنت میں داخل کیا جاتا ہے۔ اگر کوئی شخص دُنیا سے ہی پاک صاف گیا تو وہ بعد کی سختیوں سے محفوظ ہو جاتا ہے اور سیدھا جنت میں چلا جاتا ہے۔ کپڑے پر جس قسم کا دھبہ میل ہوتا ہے اسکو اسی اعتبار سے دھونا پڑتا ہے بعض دھبے معمولی پانی ڈالنے سے صاف ہو جاتے ہیں بعض کو رگڑنا پڑتا ہے، بعض صابن سے صاف ہوتے ہیں، بعض کے لئے بار بار صابن لگانا پڑتا ہے، بعض دھبے پٹرول سے صاف ہوتے ہیں، جیسا میل جیسا دھبہ ویسا ہی اس کو صاف کرنے کا طریقہ، یہی حال گناہوں کا بھی ہے۔

حدیث شریف میں ہے پُلصراط سے بعض لوگ بجلی کی طرح گذر جائیں گے بعض گھوڑے کی طرح بعض خچر اور گدھے کی رفتار سے بعض پیدل تیز رفتاری سے بعض آہستہ آہستہ اور بعض جہنم میں گر پڑیں گے[1] اللّٰھُمَّ احْفَظْنَا مِنْہُ

حدیث شریف میں ہے جس کے دل میں رائی کے دانہ کے برابر بھی کبر ہے وہ جنت میں نہیں جائے گا[2] یعنی اگر اس نے توبہ نہیں کی تو جہنم میں عذاب کے ذریعہ اسکو

---

[1] مشکوٰۃ شریف ص۴۹۴، ۴۹۵ [2] مشکوٰۃ شریف ص۴۳۳

صاف کیا جائے گا، تب جنّت میں داخل کیا جائے گا۔ جیسے میلے کپڑے اس لائق نہیں ہوتے کہ ان کو پہن کر کسی تقریب میں جائیں پہلے دھوکر ان کو صاف کیا جاتا ہے۔ پھر وہ اس لائق ہوتے ہیں کہ ان کو پہن کر کسی تقریب میں جاسکیں۔

اسی طرح کسی کا حق اپنے ذمّہ میں ہو نہ اس کو ادا کیا نہ معافی تلافی کی تو اس کو جہنّم میں سزا دی جائے گی۔ اس کے بعد جنّت میں داخل ہونے کے لائق ہو گا۔ کسی کے دو پیسے بھی اگر اس کے ذمّہ ہیں تو اس کے بدلہ میں سات سو مقبول نماز اس کو دلائی جائیں گی۔ اگر اتنی نماز نہ ہوں گی تو اس کی برائی اسی کے بقدر اس کے اوپر ڈالدی جائیں گی۔ اس لئے ضرورت ہے کہ اپنے آپ کو ہر قسم کے گناہوں سے پاک وصاف رکھنے کی کوشش کرتا رہے۔ گناہ ہو جائے فوراً توبہ کرلے۔ حقوق العباد ذمّہ میں ہوں ان کو ادا کرے یا معافی تلافی کرالے۔

اور بعض گناہ ایسے ہیں جو عبادات سے معاف ہو جاتے ہیں۔ علماء اس سے صغیرہ گناہ مراد لیتے ہیں۔ بعض حضرات نے صغیرہ کبیرہ کی فہرست تیار کردی۔ پاکستان میں حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب نے تفصیل لکھی ہے کون گناہِ صغیرہ کون کبیرہ۔

کبیرہ کے بارے میں تو لکھا ہے کہ اس کے لئے توبہ کرنا ہی ضروری ہے۔ اور حقوق العباد کو ادا کرنا یا معاف کرانا ہی ضروری ہے۔ یہ تو ضابطہ ہے یوں اللہ پاک کسی کو خصوصی فضل وکرم سے نوازے اور مراحم خسروانہ کے طور پر بلا سزا ہی بخشدے اس کا کرم ہے، احسان ہے۔ صغائر کی معافی کی مختلف صورتیں ہیں، جن کو بیان کیا۔ ان میں یہ بھی ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ کسی نے عشاء کی نماز باجماعت پڑھی، فجر کی نماز بھی باجماعت پڑھی۔ پوری رات اس کو عبادت کا ثواب ملتا رہے گا گویا پوری رات عبادت میں گذاری۔ (مشکوٰۃ شریف ص۶۱)

فجر پڑھ کر کوئی شخص اسی جگہ بیٹھے ہوئے ذکر کرتا رہے اشراق پڑھ کر اُٹھے اس کو ایک حج ایک عمرہ کا ثواب ملتا ہے مگر جو حج فرض ہے وہ تو وہیں جاکر ادا کرنے سے ادا ہوگا۔

کسی نے ایک مرتبہ قُلْ ھُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ پڑھی ایک تہائی قرآن کے برابر ثواب مل گیا۔ تین دفعہ پڑھی ایک قرآن کا ثواب مل گیا[1]

ایک مرتبہ الحمد شریف پڑھی دو تہائی قرآن کا ثواب مل گیا۔ ایک مرتبہ قُلْ یٰاَیُّھَا الْکَافِرُوْنَ پڑھی ایک چوتھائی قرآن پاک کا ثواب مل گیا[2]

ایک مرتبہ یٰسین شریف پڑھی دس قرآن کے برابر ثواب اس کو مل گیا[3]

ایک مرتبہ سورہ زلزال پڑھی نصف قرآن کا ثواب اس کو مل جاتا ہے۔[4]

ایک دفعہ سبحان اللہ کہتا ہے ایک درخت جنت میں لگ جاتا ہے۔ ایک دفعہ الحمد للہ پڑھتا ہے ایک درخت جنت میں لگا دیا جاتا ہے۔ ایک دفعہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ پڑھتا ہے زمین آسمان کا درمیانی حصہ ثواب سے بھر جاتا ہے[5]

غرض کہ گناہوں کی معافی کی بھی بہت سی صورتیں اللہ پاک نے بنا دیں نیکیوں کی صورتیں بھی بہت سی رکھ دیں۔ ضرورت ہے کہ سب گناہوں سے اپنے آپ کو بچائیں۔ جو گناہ ہو گئے ہیں اُن سے توبہ کریں۔ حدیث شریف میں ہے اَلتَّائِبُ مِنَ الذَّنْبِ کَمَنْ لَّا ذَنْبَ لَہٗ[6] گناہ سے توبہ کرنے والا

---

[1] مشکوٰۃ شریف ص۱۵۸ [2] مشکوٰۃ شریف ص۱۸۸ [3] مشکوٰۃ شریف ص۱۸۷ [4] مشکوٰۃ شریف ص۱۸۸ [5] مشکوٰۃ شریف ص۲۰۲۔

[6] مشکوٰۃ شریف ص۲۰۶۔

Scanned by CamScanner

ایسا ہو جاتا ہے جیسے کوئی گناہ اس نے کیا ہی نہیں تھا۔ جو گناہوں کی معافی کی صورتیں ہیں ان کو اختیار کریں جو نیکیوں کے طریقے ہیں ان کو اختیار کریں۔ اللہ پاک آپ کو بھی عمل کی توفیق دے مجھ کو بھی توفیق دے فقط۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ
وَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی خَیْرِ خَلْقِہٖ سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا
مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ وَبَارَکَ وَسَلَّمَ۔

حفاظتِ ایمان

شہر جوہانسبرگ میں نماز جمعہ سے پہلے وعظ فرمایا جس کا خلاصہ درج کیا جاتا ہے

خطبۂ مسنونہ أمّا بعد!

حدیث شریف میں ہے عَلَامَۃُ الْمُنَافِقِ اَرْبَعٌ اِذَا حَدَّثَ کَذَبَ وَاِذَا وَعَدَ اَخْلَفَ وَاِذَا خَاصَمَ فَجَرَ وَاِذَا اؤْتُمِنَ خَانَ۔ منافق کی چار علامتیں ہیں۔ جب بات کرے جھوٹ بولے جب وعدہ کرے پورا نہ کرے، جب کسی سے جھگڑا ہو بیہودہ بکے، جب اس کو کوئی امانت سپرد کی جائے اس میں خیانت کرے[1]

جس میں یہ چاروں علامتیں موجود ہوں وہ پکا منافق ہے۔ اور اگر ایک علامت ہو تو ایک درجہ کا نفاق ہے۔ دو علامتیں ہوں تو دو درجہ کا اس میں نفاق ہے۔ (دو تہائی نفاق دو تہائی ایمان) اگر تین علامتیں ہوں تو تین حصے نفاق ایک

[1] مشکوٰۃ شریف ص۱۷

Scanned by CamScanner

حصہ ایمان۔ ہر شخص اپنے اپنے ایمان کی جانچ کرلے، کس درجہ ایمان ہے۔ دوسروں کے بتانے کی ضرورت نہیں، خود انسان فیصلہ کرسکتا ہے۔ اپنی حالت سے انسان دوسروں کے مقابلہ میں زیادہ واقف ہوتا ہے۔ قرآن شریف میں ہے بَلِ الْإِنسَانُ عَلَىٰ نَفْسِهِ بَصِيرَةٌ۔ انسان اپنے نفس سے زیادہ باخبر ہوتا ہے۔ اس لئے اپنے اندر غور کرے اور جو نفاق کی نشانی پائی جاتی ہو اسکو دور کرے۔

یہ نہیں کہ دوسروں کے پیچھے پڑے کہ تیرے اندر یہ نفاق کی علامت ہے۔ یہ علامت ہے یا فلاں منافق ہے اب کسی کو منافق کہنے کا حق نہیں البتہ اپنے اندر ضرور غور کرنے کی ضرورت ہے۔ چونکہ ایمان انسان کا سب سے زیادہ قیمتی سرمایہ ہے اسکے سامنے دونوں جہاں کی سلطنت کی کوئی قدر و قیمت نہیں۔ ایمان اگر ہے تو سب کچھ ہے ایمان نہیں تو کچھ بھی نہیں۔ جو چیز جتنی قیمتی ہوتی ہے اتنی ہی اس کی حفاظت کی ضرورت ہوتی ہے۔

آج ہم اپنے مکانوں کی صفائی کا تو خیال کرتے ہیں ان کو طرح طرح سجاتے ہیں اس پر روپیہ پیسہ خرچ کرتے ہیں، دکانوں کو صاف رکھتے ہیں اپنے کپڑوں کو صاف رکھتے ہیں روزانہ کپڑے بدلتے ہیں، ذرا سا دھبہ لگ جائے تو برداشت نہیں ہوتا۔ بدن کو بھی صاف رکھتے ہیں روزانہ غسل کرتے ہیں، صابن لگاتے ہیں، خوشبو استعمال کرتے ہیں۔ غرضکہ اپنی ہر چیز کی حفاظت اور اس کی صفائی کی کوشش کرتے ہیں مگر ایمان جیسی دولت کیا اس کی حفاظت کی ضرورت نہیں۔ آج ہم کو اس کی حفاظت اور اس کی صفائی ستھرائی کا خیال نہیں۔

ہم غور کریں جب بات کرتے ہیں جھوٹ تو نہیں بولتے۔ وعدہ کیا کسی چیز کا

اس کے خلاف تو نہیں کرتے، کسی کا قرض ہے اس کے ادا کرنے کا وعدہ کیا فلاں وقت ادا کریں گے اس کے خلاف تو نہیں کرتے۔ ایک تو یہ ہے کہ انسان نے وعدہ کیا اس کو پورا کرنے کی کوشش کی مگر موقع نہ ہوسکا اب تو وہ معذور ہے ان شاء اللہ اس کی پکڑ نہیں۔ لیکن انتظام ہے پورا کرسکتے ہیں پھر وعدہ پورا نہیں کرتے۔ یا جب وعدہ کررہے ہیں تب ہی اس کو پورا کرنے کی نیت نہیں۔ یہ نفاق ہے اس سے بچنے کی ضرورت ہے۔ کسی سے جھگڑا ہوجائے تو گالی گلوچ تو نہیں بکتے۔ حدیث شریف میں ہے جب بندہ گالی دیتا ہے اس کے منہ سے ایسی بدبو آتی ہے کہ اس کی وجہ سے رحمت کے فرشتے کئی کئی میل دور بھاگ جاتے ہیں۔ کوئی امانت ہمارے حوالہ کردے اس میں خیانت تو نہیں کرتے۔ کسی کا حق ہمارے ذمہ واجب ہے اس کا ادا نہ کرنا یہ بھی امانت میں خیانت ہے۔ اس کو غور کرنے کی ضرورت ہے کہ کسی کی حق تلفی تو ہم نہیں کرتے۔ والدین کی، بیوی بچوں کی، پڑوسیوں کی، امام کی، اُستاد کی، کسی کی حق تلفی تو نہیں کرتے، جس کا جو حق ہے ادا کرتے ہیں۔ اسی طرح جو نعمتیں اللہ پاک نے انسان کو عطا فرما رکھی ہیں ان کو اللہ پاک کی نافرمانیوں میں استعمال کرنا یہ ان نعمتوں کی حق تلفی ہے۔ امانت میں خیانت ہے۔ یہ سوچنے کی ضرورت ہے جو کوتاہی ہو اس کو دور کریں توبہ کریں جن چیزوں سے ایمان میں قوت آتی ہے روشنی آتی ہے نیک اعمال نماز، تلاوت، اللہ کا ذکر، استغفار ان کی زیادہ سے زیادہ کوشش کریں جو نفاق کی نشانیاں ہیں اور ہر قسم کے گناہ ان سب سے اپنے ایمان کی حفاظت کریں۔ اللہ پاک آپ کو بھی توفیق دے مجھ کو بھی توفیق دے۔

وَآخِرُ دَعْوَانَا أَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۔ اَللّٰهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِكْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّآلِهٖ وَأَصْحَابِهٖ أَجْمَعِیْنَ۔

Scanned by CamScanner

ایک مسجد میں بیان ہوا جس میں تبلیغ کی اہمیت اور ضرورت بیان کی گئی جس کی وجہ سے تبلیغی جماعت کے احباب کو بڑی تقویت ہوئی اور جن لوگوں کے دلوں میں تبلیغی جماعت کی طرف سے شکوک و شبہات ہوتے ہیں ان کے شبہات دور ہوئے، غلط فہمیاں ختم ہوئیں جو لوگ تبلیغ کو ایک نئی چیز سمجھتے ہیں ان کو تبلیغ کی حقیقت و اصلیت اور افادیت کا علم ہوا۔ وعظ کا خلاصہ یہ ہے

خطبۂ مسنونہ اما بعد!

يَا أَيُّهَا الرَّسُولُ بَلِّغْ مَا أُنزِلَ إِلَيْكَ مِن رَّبِّكَ وَإِن لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهُ وَاللَّهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ۔ إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكَافِرِينَ ٥

اے رسول جو کچھ آپ کے رب کی جانب سے آپ پر نازل کیا گیا ہے آپ سب پہونچا دیجیے۔ اور اگر آپ ایسا نہ کریں گے تو آپ نے اللہ تعالیٰ کا ایک پیغام بھی نہیں پہونچایا اور اللہ تعالیٰ آپ کو لوگوں سے محفوظ رکھے گا۔ یقیناً اللہ تعالیٰ ان کافروں کو راہ نہ دیں گے۔ (بیان القرآن)

اس آیت پاک میں حضرت نبی اکرم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو خطاب خاص ہے اور حکم ہے کہ آپ کی طرف جو احکام بھی نازل کیے گئے ہیں وہ احکام

اُمت کو پہونچا دیجئے، ان سب کی تبلیغ فرما دیجئے ۲۳ سالہ مدت میں جو بھی احکام نازل ہوئے ہیں ان سب کی تبلیغ فرمانے کا حکم ہے اور اتنا تاکیدی حکم ہے کہ اگر ایک حکم بھی تبلیغ سے رہ گیا تو اس پر دھمکی ہے کہ آپ نے حق رسالت ادا نہیں کیا۔ یہ حکم یہ دھمکی اللہ پاک کی طرف سے اپنے محبوب، سید المرسلین امام الانبیاء خلاصہ کائنات صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم کو ہے جس سے اس حکم (تبلیغ) کی تاکید خوب ظاہر ہے۔

اور چونکہ احکامِ خداوندی، توحید و رسالت سے نا آشنا، جہالت و گمراہی میں ڈوبے ہوئے انسانوں کے مزاج و طبیعت کے خلاف ہوتے ہیں اور جب ان کو حق کی دعوت دی جاتی ہے تو حق سے نا آشنا بہت سے لوگ اس حق کے داعی کے ہی دشمن ہو جاتے ہیں اس کے قتل کے درپے ہو جاتے ہیں۔ گذشتہ زمانوں میں ایسا ہی ہوا۔ اللہ پاک کے بھیجے ہوئے نبیوں، رسولوں نے جب لوگوں کے سامنے سب سے پہلے توحید و رسالت کی دعوت پیش کی تو ان لوگوں نے ان نبیوں رسولوں کا مذاق اڑایا، ٹھٹا کیا، طرح طرح ان کو ستایا اور اس سب پر بھی جب وہ اللہ کے نبی اپنے ارادہ سے باز نہیں آئے تو ان لوگوں نے ان حق و صداقت کے داعیوں کو قتل کر ڈالا۔ قرآن پاک میں ہے وَيَقْتُلُونَ النَّبِيِّينَ بِغَيْرِ حَقٍّ ہ فَفَرِيقًا كَذَّبْتُمْ وَفَرِيقًا تَقْتُلُونَ ہ نبیوں کی ایک جماعت کو لوگوں نے جھٹلایا اور ایک کو قتل کر ڈالا۔

گذشتہ زمانہ کی اس تاریخ کی وجہ سے آقائے مدنی صلے اللہ علیہ وسلّم کے دلِ مبارک میں یہ وسوسہ آ سکتا تھا کہ میرے ساتھ بھی ایسا ہی قتل وغیرہ کا سلوک لوگوں نے اگر کیا تو اللہ پاک کے حکم کی تعمیل نہیں ہو سکے گی۔ اللہ پاک نے اپنے حبیب پاک صلے اللہ علیہ وسلّم کو تسلّی دی اطمینان دلایا آپ اس کا فکر نہ فرمائیں

Scanned by CamScanner

اللہ پاک کی طرف سے آپ کی حفاظت کی جائے گی۔ لوگ آپ کو قتل نہیں کرسکیں گے۔
آپ احکام خداوندی لوگوں کو پہونچائیں گے اور لوگ اس کو دیر سویر مانیں
گے اور ہدایت پائیں گے۔ آپ مطمئن رہیں۔ ہاں وہ لوگ جن کی تقدیر میں
ہدایت نہیں۔ ایسی کافر قوم کو اللہ پاک ہدایت نہیں دیں گے۔ ان کا آپ
فکر نہ فرمائیں۔

رسول پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین پہرہ
دیا کرتے تھے کہیں کفار قتل نہ کر ڈالیں۔ اس آیت کے نازل ہونے کے بعد
رسول پاک صلے اللہ علیہ وسلم نے پہرہ ختم فرما دیا کہ اب پہرہ کی ضرورت
نہیں۔ اللہ پاک نے حفاظت کا وعدہ فرمالیا۔ ایک سفر جہاد میں ایک
جگہ حضور پاک صلے اللہ علیہ وسلم نے پڑاؤ ڈالا۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم
اجمعین درختوں کے سایوں میں آرام کرنے کے لئے متفرق ہو گئے۔ رسول پاک
صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک درخت کے نیچے آرام فرمایا تلوار لٹکا دی اور سو گئے
ایک یہودی جو پہلے سے تاک میں تھا موقع پا کر سامنے آیا اور تلوار لے کر
حملہ کرنا چاہتا تھا کہ رسول پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بیدار ہو گئے۔ چونکہ
رسول پاک صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی آنکھیں سوتی تھیں اور دل نہیں سوتا
تھا۔ یہودی نے دیکھا کہ یہ تو بیدار ہو گئے تلوار ہاتھ میں لئے ہوئے پوچھتا
ہے بتا محمد (صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) تجھ کو اب کون بچائے گا۔ رسول خدا
صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے خدا کے وعدہ پر کامل یقین تھا نہایت اطمینان سے
جواب دیا۔ اللہ۔ اس اطمینان بھرے جواب کا اس پر یہ اثر ہوا کہ وہ لرز
گیا۔ اس کے بدن میں کپکپی آگئی اور گھبراہٹ سے تلوار ہاتھ سے گر گئی۔ رحمت عالم
صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تلوار کو اٹھایا اور فرمایا بتا تجھ کو کون بچائے گا۔

Scanned by CamScanner

ہانپتے کانپتے اُس نے جواب دیا آپ کے علاوہ کوئی بچانے والا نہیں۔ رحمتِ عالم صلے اللہ علیہ وسلّم نے اس کو معاف کیا۔ اس کو یقین ہو گیا کہ حملہ آور دشمن کو بھی معاف کر دینا اللہ کے برگزیدہ نبی کا ہی کام ہو سکتا ہے اور یہ ضرور اللہ کے نبی ہیں۔ کلمہ پڑھا مسلمان ہو گیا اور پھر اپنی قوم کو لاکر مسلمان کرایا۔

بعض دفعہ اللہ تعالیٰ اپنے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم کے طفیل میں دوسرے بہت سے اپنے مخصوص بندوں کو بھی یہ اطمینان و یقین نصیب فرماتے ہیں۔

تحریکات کا زور تھا حضرت مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہٗ کے قتل کا کچھ لوگوں نے ارادہ کیا منصوبہ بنایا۔ حضرت کو بھی اس کی اطلاع ہوئی مگر حضرت تھانوی رح پر اس کا کوئی اثر نہیں ہوا۔ بعد فجر چہل قدمی کا معمول تھا عموماً تنہا ہوتے۔ دشمنوں کے لئے یہ موقع غنیمت تھا۔ خدّام کو فکر ہوئی۔ ایک گپتی بنادی کہ چہل قدمی کے وقت اس کو ہاتھ میں رکھ لیا کریں۔ دلداری کے طور پر لے لیا۔ اور گھر میں رکھ دیا اور حسبِ معمول اسی طرح چہل قدمی فرماتے رہے۔ ایک بوڑھے نے کہا آپ کو معلوم نہیں لوگ کیا ارادہ کر رہے ہیں۔ حضرت نے فرمایا اُس کی (اللہ کی) اجازت کے بغیر کچھ نہیں ہوتا۔ اس نے کہا پھر آپ کو کچھ فکر نہیں۔ گھر والوں نے بتایا فلاں شخص تلوار لئے راستہ میں بیٹھا ہے قتل کے ارادہ سے۔ ادھر نہ جائیں۔ حضرت تھانوی قدس سرہٗ گئے تنہا گئے۔ دیکھا بیٹھا ہے تلوار لئے مگر حضرت کو دیکھتے ہی اس کو کپکپی آ گئی، گھبراہٹ طاری ہو گئی۔

حضرت تھانوی قدس سرہٗ نے خواب میں دیکھا حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم فرشتوں سے فرما رہے ہیں اشرف علی کی حفاظت کرنا۔

حضرت نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تبلیغ فرمائی، توحید کی دعوت دی۔ کفار نے کہا اَجَعَلَ الْاٰلِهَةَ اِلٰهًا وَّاحِدًا اِنَّ هٰذَا لَشَیْءٌ عُجَابٌ۔ کیا اُس نے اتنے معبودوں کی جگہ ایک ہی معبود رہنے دیا۔ واقعی یہ بہت ہی عجیب بات ہے (بیان القرآن)

قریش ابوطالب کے پاس آئے اور کہا تمہارا بھتیجہ ہمارے معبودوں کو بُرا کہتا ہے اس سے کہو اس سے باز آجائے۔ اگر اس کو پیسہ کی ضرورت ہے تو ہم اس کے لئے اتنا پیسہ جمع کردیں کہ عرب میں اس سے زیادہ کسی کے پاس نہ رہے۔ بادشاہت کی ضرورت ہے تو ہم اپنا بادشاہ بنالیں۔ عورتوں کی ضرورت ہے تو عرب کی حسین ترین عورتیں جمع کردیں۔ لیکن اپنے اس طریقہ سے باز آجائیں۔ رسول پاک صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ ایک ہاتھ میں سورج ایک ہاتھ میں چاند بھی اگر دیدو تب بھی اپنے ارادہ سے باز نہیں آؤں گا۔ قریش جواب سُنکر نااُمید ہو گئے اور مختلف طریقوں سے تکلیف پہونچانا، ستانا شروع کردیا۔

آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو، آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے والوں کو، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خاندان کو شعب ابی طالب میں قید کردیا، بائیکاٹ کردیا، لین دین، خرید و فروخت، ملنا جلنا، رشتے ناطے سب بند کردیا، تاکہ تنگ آکر باز آجائیں۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے گھاس کھاکر، درختوں کے پتے کھاکر گذارا کیا، بھوک کی شدت میں سوکھا چمڑا جلاکر کھایا۔ اور اللہ کے دین کی تبلیغ کے لئے سب کچھ برداشت کیا، اللہ کی نصرت آئی۔ ایک مدت کے بعد یہ محاصرہ ختم ہوا۔

پھر دوسرے طریقے ستانے تکلیف پہونچانے کے نکالے۔ رسول کریم

Scanned by CamScanner

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم طائف پہونچے۔ بعض نے ترش گفتگو کی، بعض نے بات کرنا بھی گوارہ نہ کی۔ اور بعض نے شہر کے اوباشوں کو پیچھے لگا دیا کہ پتھر ماریں۔ رحمت عالم صلے اللہ علیہ وسلم زخمی ہو گئے۔ جسم مبارک لہولہان ہو گیا، رحمت خداوندی کو جوش آیا۔ جبریل علیہ السلام خدائے پاک کا سلام و پیام لے کر حاضر ہوئے پہاڑوں کا نظام جس فرشتے کے قبضہ میں اللہ پاک نے دیا ہے اس کو بھی بھیجا۔ سلام کیا اللہ پاک کا پیغام سنایا اگر آپ اجازت دیں ان ظالموں کو پہاڑوں کے درمیان پیس کر ختم کر دیا جائے۔ رحمت عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اِنِّیْ لَمْ اُبْعَثْ لَعَّانًا وَ اِنَّمَا بُعِثْتُ دَاعِیًا وَّرَحْمَۃً۔ مجھے عذاب و لعنت کا ذریعہ بنا کر نہیں بھیجا مجھے داعی اور رحمت بنا کر بھیجا ہے۔ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَشْکُوْ اِلَیْکَ ضُعْفَ قُوَّتِیْ وَ قِلَّۃَ حِیْلَتِیْ۔ اَللّٰھُمَّ اھْدِ قَوْمِیْ فَاِنَّھُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ۔ الٰہی اپنی کمزوری اور کم تدبیری کی تجھ سے شکایت کرتا ہوں۔ پروردگار! میری قوم کو ہدایت فرما دے وہ جانتے نہیں ہیں۔ ہدایت فرما وہ مجھ کو جان جائیں، ایمان لے آئیں۔

ان سب حالات کے باوجود برابر فرائض تبلیغ و دعوت کو انجام دیتے رہے کفار مکہ نے رحمت عالم صلے اللہ علیہ وسلم کے قتل کا منصوبہ بنایا۔ تمام قبیلوں کے سرداروں نے جمع ہو کر حجرۂ مبارک کو گھیر لیا کہ جوں ہی باہر نکلیں یکبارگی حملہ کر کے قتل کر ڈالیں۔ مگر اللہ پاک کی حفاظت کے ساتھ کون کچھ بگاڑ سکتا ہے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم انھیں قاتلوں کے درمیان کو نکلے جو تلوار سونتے قتل کے لئے تیار کھڑے تھے۔ اور سب کے سروں پر خاک ڈالتے چلے گئے۔ سب اسی طرح کھڑے رہ گئے۔ صبح کو جب ان کو اپنی ناکامی کا پتہ چلا نادم ہوئے۔ دوڑے کدھر گئے، گھوڑے دوڑا دیئے۔ رحمت عالم صلے اللہ علیہ وسلم اپنے

Scanned by CamScanner

یارِ غار صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے ساتھ غارِ ثور میں چھپ گئے۔ غار کے منہ پر مکڑی نے جالا تن دیا، کبوتر نے انڈے دیئے۔ کفارِ مکہ تلاش کرتے، نشانات پہچانتے غار تک پہونچے کہ اگر اپنے پیروں کی طرف دیکھیں تو رحمتِ عالم صلے اللہ علیہ وسلم کو دیکھ لیں مگر دیکھیں کیسے؟ اللہ پاک کی حفاظت ہے۔ اللہ تعالےٰ نے خائب وخاسر واپس لوٹا دیا اور اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے رفیقِ غار پر رحمت وسکینہ نازل فرمایا۔

قوم کی طرف سے یہ سب ہوتا رہا مگر حق وہدایت کے داعی رحمتِ عالم صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے جذبہ میں ارادہ میں ذرہ برابر کمی تو کیا آتی اس میں برابر اور ترقی ہی ہوتی رہی۔

جن لوگوں کا نام لے کر بتا دیا ایمان نہیں لائیں گے تبلیغ پھر بھی فرماتے رہے۔ منافقوں کا سردار عبداللہ بن اُبی بن سلول جو ایمان کا دعویٰ کرنے کے باوجود نبی پاک صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور ایمان والوں کو ستایا کرتا تھا، اس کا انتقال ہوا تو رحمتِ عالم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کے دفن کے لئے اپنا کرتہ مبارک عنایت فرمایا۔ اس کے منہ میں لعابِ دہن ڈالا۔ اس واقعہ کو دیکھ کر ایک ہزار لوگوں نے ایمان قبول کیا اور کتنے منافقوں نے توبہ کی۔

غرضکہ اس دعوت وتبلیغ کے کام کے لئے صبر کی بہت ضرورت ہے۔ صبر ایسا خزانہ ہے کہ اس کا انجام کامیابی ہے۔ دشمنوں کی دشمنی پر تحمل ہو، انتقام کا جذبہ نہ ہو۔ انتقام کا نتیجہ ناکامی صبر کا نتیجہ کامیابی۔

نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بارے میں ارشادِ پاک ہے وَ اِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ ٥ اور بیشک آپ اخلاق کے اعلیٰ پیمانہ پر ہیں (بیان القرآن)

خُلُقِ عظیم کیا ہے اس کے تین جزء ہیں جس کو اس حدیث پاک میں ارشاد فرمایا ہے

صِلْ مَنْ قَطَعَكَ وَاعْفُ عَمَّنْ ظَلَمَكَ وَاَحْسِنْ اِلٰى مَنْ اَسَاءَكَ
جو تعلق قطع کرے اس سے تعلق کو جوڑا جائے جو ظلم کرے اس کو معاف کر دیا جائے۔ جو برائی کرے اس کے ساتھ احسان کا معاملہ کیا جائے۔

اس لئے اس دعوت و تبلیغ کے لیے خُلقِ عظیم کی ضرورت ہے اور لڑنا جھگڑنا تو سخت خطرناک ہے۔

حدیث شریف میں ہے جن دو شخصوں میں جھگڑا ہوا ان کی دعا قبول نہیں کی جاتی۔ کچھ اوقات وایام ایسے ہیں جن میں اللہ پاک کی طرف سے عمومی مغفرت کے فیصلے ہوتے ہیں مگر جن لوگوں (دو شخصوں) کے درمیان رنجش ہو ان کے اعمال نامے ہی پیش نہیں ہوتے۔ حکم ہوتا ہے ان کو رہنے دو یہاں تک کہ آپس میں صلح کرلیں۔

امام احمد بن حنبل رح کے کوڑے لگائے جاتے تھے جس زور سے کوڑے لگائے جاتے اسی زور سے کہتے اللہم کو معاف کرے۔

امام مالک رح کے کندھے اُتروا دیئے گئے سوار ہو کر گشت کیا اور اعلان کیا میں نے ان کو معاف کیا۔ حکومت سزا دینا چاہتی تھی حکومت سے معافی کی سفارش کی اور فرمایا جب میں نے معاف کر دیا اب سزا دینے کا حق نہیں۔

اَحْسِنْ اِلٰى مَنْ اَسَاءَكَ۔ کوئی برائی سے پیش آئے اس کے ساتھ اچھائی سے پیش آئیں۔ کوئی گالی دے اس کو سلام کریں، اگر کوئی دھکا دے اس کا احترام کریں۔ تبلیغ میں نکل کر اس کی خوب مشق ہوتی ہے طعنے بھی سننے پڑتے ہیں کوئی ترش رو ہوتا ہے۔ غرض کہ اس کی مشق کی ضرورت ہے اللہ کی ذات پر بھروسہ ہونا چاہیئے۔ تبلیغ میں نکل کر اللہ پاک پر بھروسہ کی صفت بھی پیدا ہوتی ہے۔ کسی سے انتقام لینے کے بجائے معاف کرنے درگذر کرنے کا جذبہ ہو

اس طرح کام برابر کرتے رہیں۔

حضرت رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اخیر خطبہ میں حجۃ الوداع کے موقع پر ارشاد فرمایا۔ میں آج کے بعد تم لوگوں کے ساتھ شاید جمع نہ ہو سکوں۔ تم سے پوچھا جائے گا میرے بارے میں کہ احکام خداوندی تم تک پہونچائے یا نہیں۔ تم کیا جواب دوگے سب نے جواب دیا، ہم جواب دیں گے کہ آپنے سب احکام ہم تک پہونچا دیئے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے آسمان کی طرف نظر اٹھا کر فرمایا اَللّٰھُمَّ اِشْھَدْ اَللّٰھُمَّ اِشْھَدْ اَللّٰھُمَّ اِشْھَدْ اے اللہ گواہ ہو جا، میں نے تیرے سب احکام تیرے بندوں تک پہونچا دیئے کسی کو چھپایا نہیں اور پھر حاضرین کو حکم فرمایا اَلَا فَلْیُبَلِّغِ الشَّاھِدُ مِنْکُمُ الْغَائِبَ خبردار! تم میں جو حاضر ہیں وہ غائبین تک پہونچا دیں۔ جو ذمہ داری آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تھی اب وہ ذمہ داری تمام صحابہ کرام رضؓ پر ڈالدی گئی کہ جو حاضر ہیں موجود ہیں وہ دوسروں تک بھی ان احکام کو پہونچا دیں۔ یہ سن کر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی ایک بڑی جماعت تبلیغ کے لئے وہیں سے نکل کھڑی ہوئی۔ دور دراز ملکوں میں اللہ کے احکام پہونچانے کے لئے جو پھر اپنے گھر نہیں لوٹے۔ ساری عمر واپس نہیں آئے ساری زندگی اسلام کی اشاعت میں لگادی۔

ہر صحابی نے تبلیغ کو اپنی زندگی کا اصل مقصد بنالیا، تجارت بھی کرتے تھے مگر تبلیغ کو مقدم رکھتے تھے۔ تجارت میں جاتے تبلیغ کرتے جاتے۔ لوگ ان کی عادات اور خصلتوں کو دیکھ کر اسلام میں داخل ہوتے جاتے۔ جہاں جاتے اسلام پھیلتا جاتا، دین زندہ ہوتا جاتا۔

آج کل ہم لوگوں کے ساتھ دوکانداری، ملازمت لگی ہوئی ہے، کھیتی باڑی

Scanned by CamScanner

لگی ہوئی ہے اور کتنے دھندے ساتھ لگے ہوئے ہیں اور ان چیزوں میں ایسے مشغول ہوئے، روپیہ کمانے میں ایسے لگے کہ تبلیغ کا خیال تک نہیں آیا۔ ان ہی چیزوں کو اصل مقصدِ زندگی بنالیا، جو چیزیں خادم تھیں ان کو مخدوم و مقصود بنالیا۔ اس لئے ضرورت ہے جس چیز کو حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم لے کر دُنیا میں تشریف لائے جو ذمہ داری صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین پر ڈالی گئی۔ اسی مقصد کو اپنا مقصد بنالیں، اس فکر کو اپنا فکر بنائیں، کام دھندے بھی کریں مگر ذہن تبلیغ میں مشغول ہو کہ دین ہی کے لئے بھیجا گیا تجارت کی اجازت دی گئی تجارت خادم، دین مخدوم و مقصود۔ مگر آج ہمارے یہاں تجارت مقصود ہے اور مال و دولت کی ہوس اتنی بڑھی ہوئی ہے کہ دوکانوں پر دوکانیں بڑھاتے چلے جاتے ہیں حالانکہ تجارت تو گذارہ کے لئے تھی کہ جو نفقہ واجب ہے اس کو ادا کریں اور تاکہ کسی کا مال غصب نہ کریں، حلال رزق حاصل ہو۔ اللہ کے دین کے لئے خرچ کریں، باقی وقت دین کے لئے صرف کریں۔ اس لئے ضرورت ہے کہ اپنے اوقات اذہان کو فارغ کر کے کچھ وقت تبلیغ میں لگائیں۔ تب نبی صلے اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی حیاتِ مبارکہ سمجھ میں آئے گی۔

اس محنت کو شروع کرنے والوں کو اللہ پاک جزاءِ خیر عطا فرمائے کہ آج اس کی برکت سے یہ محنت ہر قریہ، ہر قصبہ، ریلوں میں، جہازوں میں، بندر گاہوں میں، جدّہ میں، مکّہ میں، منیٰ میں، مزدلفہ میں، عرفات میں ہو رہی ہے تبلیغی جماعتیں کام کر رہی ہیں۔

پہلے حُجّاج کو گھڑی کی قیمت معلوم ہوتی تھی مگر طواف کی جگہ معلوم نہیں ہوتی تھی، سعی کی جگہ نہیں معلوم ہوتی تھی۔ جماعتوں کی بدولت صحیح حج ہونے لگا، لوگ مالدار ہونے کے باوجود حج نہیں کرتے تھے۔ حالانکہ حدیث میں ہے

Scanned by CamScanner

جو مالدار ہونے کے باوجود حج نہ کرے اللہ کو اس کی کوئی پرواہ نہیں چاہے یہودی ہو کر مرے چاہے نصرانی ہو کر۔ جماعتوں کی برکت سے لوگ حج کرنے لگے۔ لوگ زکوٰۃ نہیں دیتے تھے حالانکہ زکوٰۃ نہ دینے پر کیسی وعیدیں احادیث میں آئی ہیں۔ جماعتوں کی برکت سے لوگ زکوٰۃ دینے لگے۔ غرضکہ زندگیوں میں تبدیلیاں آرہی ہیں، حالتیں بدل رہی ہیں۔

اللہ پاک آپ کو بھی توفیق دے مجھ کو بھی توفیق دے آمین!

وَآخر دعوانا ان الحمدُ للہ رب العالمین۔
وَصلّی اللہُ تعالیٰ علیٰ خیرِ خلقہٖ سیّدنا
وَمولانا محمد وآلہٖ وَاصحابہٖ وَسلّم

غیر مسلموں میں تبلیغ

افریقہ کے علاقہ میں انگریزوں اور دوسرے غیر مسلموں میں زیادہ تعصب نہیں۔ ان میں اگر اسلام کو صحیح طور پر پیش کیا جائے تو قبول کرنے کی زیادہ توقع ہے جیسا کہ آئے دن جن کی سمجھ میں اسلام آتا رہتا ہے وہ مسلمان ہوتے رہتے ہیں۔ حضرت والا زید مجدہم نے اس وعظ میں اسی کی اہمیت بیان فرمائی ہے۔

خطبہ مسنونہ اما بعد!

حدیث پاک میں ہے مَنْ اَسْلَمَ عَلٰی یَدَیْہِ رَجُلٌ وَاحِدٌ وَجَبَتْ لَہُ الْجَنَّۃُ۔ جس کے ہاتھ پر ایک شخص بھی اسلام قبول کرلے اس کے لئے جنت واجب ہوگئی۔ کتنی بڑی فضیلت ہے کتنا بڑا اجر ہے جنت کا مل جانا کتنی بڑی نعمت ہے جس کو اتنا سستا اور سہل بنا دیا کہ ایک شخص بھی اگر اس کی محنت سے اسلام قبول کرلے اس کے لئے جنت واجب ہوگئی۔ لیکن آج یہ محنت چھوڑ دی گئی، خاص کر اس علاقہ میں اس کی بڑی ضرورت ہے کہ اللہ پاک کی بڑی مخلوق دین سے ناواقف ہے اور ان کی طبیعتوں میں ضد بھی نہیں ہے۔ ان تک اسلام پہونچایا نہیں جاتا۔ اگر ان تک صحیح طور پر اسلام کی تعلیمات پہونچائی جائیں تو بہت ان سے توقع ہے۔

Scanned by CamScanner

حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تبلیغ شروع فرمائی اور لوگوں
کو بتایا کہ معبود صرف ایک اللہ ہے اس کے علاوہ کوئی عبادت کے لائق نہیں،
قریش کے لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا ابوطالب کے پاس آئے کہ
اپنے بھتیجے کو منع کر دو اس نے ہمارے بتوں کی برائی شروع کر دی۔ اگر
اس کو مال کی ضرورت ہو تو ہم مال جمع کر دیں کہ کسی کے پاس اتنا مال نہ ہو۔ اگر
بادشاہت چاہتے ہوں تو ہم اپنا بادشاہ بنا لیں، اور اگر عورتوں کی خواہش
ہو تو حسین ترین عورتیں لا کر جمع کر دیں۔ انھوں نے سمجھا کہ ان تین چیزوں
کے حاصل کرنے کے لیے ہی اتنا بڑا کام کیا جا سکتا ہے۔ اس لیے ان تینوں چیزوں
کے بارے میں آکر کہا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ مجھے تو اس
دعوت و تبلیغ کے لیے بھیجا گیا ہے، خالق کائنات نے اسی کے لیے بھیجا ہے
اس لیے مجھے نہ دولت کی ضرورت ہے نہ بادشاہت کی نہ عورتوں کی خواہش
ہے۔ اگر ایک ہاتھ میں سورج ایک ہاتھ میں چاند دیدیا جائے میں تب بھی
اس کو نہیں چھوڑوں گا۔

دین کی طرف چلنے میں عموماً یہی تین چیزیں رکاوٹ ہوا کرتی ہیں۔ رات
دن ان ہی چیزوں کے حاصل کرنے میں لگے رہتے ہیں اور ایسے مشغول
رہتے ہیں کہ یہی چیزیں دین کی طرف چلنے میں دین کی محنت کرنے میں رکاوٹ
بنتی ہیں۔

حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم رات دن اسی فکر میں رہتے لوگ اسلام
قبول کرلیں، خالق کو پہچانیں، اس کی نعمتوں کا شکر ادا کریں۔ اور جنت کے
مستحق ہو جائیں رات دن اسی فکر میں رہتے۔

مولانا محمد الیاس صاحب قدس سرہ رات کو اٹھتے پوری رات ٹہلتے رہتے

اور فرماتے تھے ہائے میں کیا کروں، ہائے میں کیا کروں۔ اہلیہ کی آنکھ کھل گئی۔ عرض کیا۔ حضرت کیا بات، کیا درد ہے، کیا پریشانی ہے۔ فرمایا اللہ کی بندی تو بھی اُٹھ جا، اللہ کے سامنے رونے والی چار آنکھیں ہو جائیں گی۔ میں نے اُمتِ محمدیہ کے خون کی نہریں دیکھی ہیں۔ اسی غم اور فکر میں رہتے۔

آج ہم غور کریں۔ جس غم کو لے کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تھے وہ غم ہمارے اندر کتنا ہے۔ یہی اصل خزانہ ہے۔ مال و دولت کوئی خزانہ نہیں۔ بڑے بڑے مکانات کا ہونا خزانہ نہیں، روپیہ پیسہ کا ہونا خزانہ نہیں۔ اصل خزانہ یہ ہے۔ حج میں لوگ جاتے ہیں اپنے لئے، اولاد کے لئے، اپنے عزیزوں کے لئے کیا کیا دُعا مانگتے ہیں۔ حضرت نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم حج میں تشریف لے گئے دُعا مانگی۔ الٰہی میری اُمت پر قحط مسلط نہ کرنا کہ سب ہلاک ہو جائیں۔

دوسری دُعا فرمائی، خداوندا! میری اُمت پر باہر کا دشمن ایسا مسلّط نہ کرنا جو ان کو ہلاک کر ڈالے۔ دونوں دُعائیں قبول ہوئیں۔ ہم لوگ اپنے اپنے لئے دُعا کرتے ہیں، اپنی اولاد اپنے عزیزوں کے لئے دُعا کرتے ہیں حضرت نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم اُمت کے لئے دُعا مانگتے ہیں۔

پُلصراط پر گذرتے ہوئے سب دُعا کریں گے یَارَبِّ سَلِّمْ یَارَبِّ سَلِّمْ مگر حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم فرمائیں گے یَارَبِّ اُمتی یارب اُمتی۔ وہاں بھی اُمت کا غم ہو گا۔

قربانی کا موقع آتا ہے ہر شخص اپنی طرف سے قربانی کرتا ہے۔ حضرت نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک قربانی اپنی طرف سے کی ایک قربانی پوری اُمت کی طرف سے کی۔ سب کو ثواب پہونچا دیا۔ اُمت کا کتنا غم اور فکر تھا۔

آج ہم کو بھی چاہیئے کہ حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلّم کی طرف سے قربانی کریں۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کی طرف سے قربانیاں کرتے تھے۔ خود نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلّم کو قربانی کا اتنا جذبہ کہ حجۃ الوداع کے موقع پر سو اونٹ کی قربانیاں فرمائیں۔ ۶۳ر اونٹ اپنے دست مبارک سے ذبح فرمائے۔ بقیہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ذبح کیے۔ حالانکہ ایک شخص کے لئے اونٹ کا ساتواں حصہ بھی کافی ہوتا ہے ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن کی طرف سے مستقل گائے کی قربانی کی۔

اس لئے ضرورت ہے نبی صلے اللہ علیہ وسلّم کے فکر کو اپنا فکر بنائیں۔ آپ کے غم کو اپنا غم بنائیں۔ جو فکر نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اندر تھا وہ جتنا جس کے اندر ہوگا اُتنا ہی وہ مقبول ہوگا۔

جس کی وجہ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلّم نے تکلیفیں برداشت فرمائیں گالیاں سُنیں، کفارِ مکہ نے تعلقات بند کر دیئے۔ سب برداشت کیا۔ کفار نے صحابہ کرام رض کو ستایا، کوڑے مارے۔ ابو جہل نے حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کی والدہ کی شرمگاہ پر نیزہ مارا کہ ہلاک ہوگئیں۔ حضرت خباب رضی اللہ عنہ کو کفار نے زمین میں گڈھا کرکے اس میں آگ بھر کر اس پر لٹا دیا کہ آگ سے چربی پگھلی جس سے آگ بجھی۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو کوڑے مارے جاتے تھے زمین پر گھسیٹا جاتا تھا۔ کیا قصور تھا ان حضرات کا، یہی کہ وہ ایک خدا کو مانتے تھے اسی کی دعوت دیتے تھے۔ اس وجہ سے ان کو اتنا ستایا جاتا تھا۔ اور اتنا ستایا کہ قتل کے منصوبے بنائے۔ وطن چھوڑنے پر مجبور کیا۔ اس پر بھی بس نہیں کیا۔ ہجرت فرمانے کے بعد، وطن چھوڑنے کے بعد بھی چین سے نہیں رہنے دیا۔ مدینہ میں جا کر چڑھائی کرتے رہے۔ کبھی بدر

Scanned by CamScanner

میں، کبھی اُحد میں، کبھی خندق میں جا کر چڑھتے رہے۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین برابر مقابلہ کرتے رہے، جو غم تھا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ کم نہیں ہوا۔ برابر وہ بڑھتا ہی رہا۔ اس لئے جو اللہ کا جتنا قُرب چاہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے غم کو اپنا غم بنائے۔

حضرت مولانا محمد الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے اس وقت سب سے بڑا جہاد یہ ہے کہ جو دل دین کی طلب سے خالی ہیں ان کے دلوں میں دین کی طلب پیدا کر دی جائے تاکہ وہ خود بھی عمل کریں اور دوسروں کے دلوں میں یہی طلب پیدا کریں اور جہاد کا مقصد بھی یہی ہے۔ جہاد یہی نہیں کہ قتال کیا جائے۔ گو کبھی تلوار کی ضرورت پڑتی ہے مگر اصل نہیں۔ اصل مقصد تو اللہ کے دین کو بلند کرنا ہے کہ دین کو غلبہ ہو جائے۔ اتنی محنت اور جدوجہد کی جائے کہ یا تو دین غالب ہو جائے یا خود ختم ہو جائے۔ قرآن شریف میں ہے۔ وَمَنْ يُّقَاتِلْ فِیْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَيُقْتَلْ اَوْ يَغْلِبْ فَسَوْفَ نُؤْتِيْهِ اَجْرًا عَظِيْمًا۔ اور جو شخص اللہ کی راہ میں لڑے گا پھر خواہ جان سے مارا جائے یا غالب آ جائے ہم اس کو اجرِ عظیم دیں گے (بیان القرآن)

یہ ہے مقصد انسان کا، اسی کے لئے مسلمان دُنیا میں آیا ہے مغلوب ہو کر رہنے کے لئے دُنیا میں مسلمان نہیں آیا۔

اسی لئے ارشاد فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جس کے ہاتھ پر ایک شخص بھی اسلام قبول کر لے اس کے لئے جنت واجب ہو گئی۔ جنت کو بہت آسان فرما دیا۔

دہلی نظام الدین میں حاجی عبدالرحمٰن صاحب تھے ان کا ایمان بہت قوی تھا۔ گو باقاعدہ فارغ نہیں تھے، حقہ پیتے تھے، ان کے ہاتھ پر بہت مسلمان ہوئے

Scanned by CamScanner

ان کو اللہ پاک نے بصیرت بھی ایسی عطا فرمائی تھی کہ کسی غیر مسلم کو جاتا ہوا دیکھتے فرما دیتے یہ مسلمان ہو جائے گا۔ اس کے پاس جاتے بات کرتے سمجھاتے اور تھوڑی دیر میں مسلمان ہو جاتا۔

قیامت میں رجسٹر کھولا جائے گا۔ کس کے ہاتھ پر کتنے مسلمان ہوئے اس رجسٹر میں بھی تو اپنا نام آنا چاہیے۔ آج ہم سفر کرتے ہیں، سیر و سیاحت کے لئے، تجارت کے لئے، کاروبار کے لئے، کبھی یہ بھی تو ہو کہ اللہ کے دین کو پھیلانے کے لئے سفر ہو۔ کتنی راتیں کھیت پر گذارتے ہیں، کاروبار میں گذارتے ہیں، سوچیں اللہ کے دین کے لئے کتنی راتیں گذاریں۔

مولانا محمد الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ میوات میں تشریف لے گئے، پہاڑی سفر تھا پہاڑ پر چڑھ رہے ہیں۔ وہاں ایک مولانا تھے حضرت مولانا ان کو ماموں کہتے تھے ان کو فکر ہوا کہ اب مولانا چائے کو فرمائیں گے کہاں سے چائے لاؤں گا۔ حضرت مولانا الیاس صاحبؒ نے ان کے کندھوں پر ہاتھ رکھ کر فرمایا۔ ماموں، حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے دین کو پھیلانے کے لئے کتنے پہاڑوں پر چڑھے ہیں۔ آج پہلی دفعہ ایک پہاڑ پر چڑھنے کا موقع ملا ہے۔ اللہ کا کتنا بڑا احسان ہے اس طرح ان کے ذہن کو اس طرف لگایا۔

غرض کہ ہر چیز میں یہی سوچ کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کس طرح زندگی گذاری، یہ کام کس طرح کیا۔ اصل مقصد کیا تھا زندگی کا۔ اس کے لئے اللہ پاک نے تجارت کی بھی اجازت دے دی، کاشتکاری کی بھی اجازت دیدی، ملازمت کی بھی اجازت دیدی، سونے جاگنے، بیاہ شادی کی بھی اجازت دیدی مگر جو اصل ہے اس کو اصل رکھیں۔ ان چیزوں کو اصل مقصد بنا لینا غلط ہے۔

کئی سال پہلے یہیں افریقہ میں تبلیغی اجتماع ہونے والا تھا. جن صاحب نے اجتماع کے لئے جگہ دی تھی ان کو دوسرے لوگوں نے جو اجتماع کو پسند نہیں کرتے تھے کہ ایک طبقہ ایسا بھی تھا جو اجتماع کو پسند نہیں کرتا ورغلایا ان سے میری بھی گفتگو ہوئی، ان سے تذکرہ آیا صحابہ کرام رضؓ کے دین کے لئے اتنی محنت کی اتنا خرچ کیا. اس نے کہا وہ کامیاب تاجر نہیں تھے جو دین کے لئے اتنا خرچ کیا. آج یہ ذہنیت بن رہی ہے دین کے لئے خرچ کرنے کو سمجھتے ہیں کہ وہ کامیاب تاجر نہیں تھے.

آج دو کانوں کا سلسلہ یہاں سے وہاں تک پھیلا رکھا ہے اور برابر پھیلاتے جاتے ہیں. اور اسی میں رات دن لگے رہتے ہیں، دین کا خیال تک نہیں آتا، حالانکہ تجارت تو حقوق واجبہ ادا کرنے کے لئے تھی اور دین کی اشاعت کے لئے. اُس نے کہا سمجھ میں آگیا. ہم راستہ بھول گئے. دوسرا راستہ اختیار کر لیا، یہ اصل راستہ ہی نہیں جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا راستہ تھا. صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا راستہ تھا. یہ وہ راستہ نہیں.

ایک شخص نے پوچھا کرکٹ کھیلنا کیسا ہے؟ میں نے اس کو جواب دیا. اللہ کے بندے ذرا سوچو. ایک جگہ گولہ باری ہونے والی ہے. ایک شخص کو جہاز لے کر بھیجا کہ وہاں لوگوں کو جلد جاکر بچاؤ. وہ وہاں جانے کے بجائے راستہ میں کھیل میں لگ جائے اور دشمن ان لوگوں کو ہلاک کر ڈالے یہ کھیل میں لگا رہا. یہ کیسا ہے؟ یہی حال مسلمان کا ہے، کیا مسلمان کو اس لئے بھیجا ہے تمہارے ذریعہ کتنوں کی جانیں بچ سکتی ہیں، کتنے لوگ جہنم میں جارہے ہیں. کوشش کر کے کتنوں کو جہنم سے بچایا جا سکتا ہے. مگر تم لوگ کھیل میں لگ گئے، کمانے میں لگ گئے، مکانوں میں لگ گئے، دوکانوں

یں، کارخانوں میں لگ گئے۔ کیا یہ چیزیں قبر میں جائیں گی، کیا یہ چیزیں مرنے سے بچائیں گی، کیا مالدار نہیں مرتے، کیا قارون نہیں مرا، کتنا مالدار تھا قارون، شدّاد نہیں مرا جس نے جنّت کا نمونہ تیار کرایا، کیا بڑی بڑی بلڈنگوں والے نہیں مرتے، کیا ہامان نہیں مرا، کیا حکومت والے نہیں مرتے، کیا فرعون نہیں مرا، کتنی بڑی تھی اس کی حکومت۔

جب مرنا ہے اور ضرور مرنا ہے تو کیا یہ چیزیں قبر میں ساتھ جائیں گی، ہرگز نہیں جائیں گی۔ آج تک کسی کے ساتھ نہیں گئیں، ہاں اعمال ساتھ جاتے ہیں۔ اچھے اعمال ہوں بُرے اعمال ہوں ساتھ جاتے ہیں۔ اچھے اعمال ہوں، مرتے ہی انعام شروع ہو جائیں گے۔ برے اعمال ہیں قبر سے ہی عذاب شروع ہو جائیگا اور وہ عذاب حشر میں بھی ساتھ ہوگا۔ پھر وہ اعمال جہنّم میں لے جائیں گے اور ہر منزل پہلی منزل سے سخت آتی چلی جائے گی۔

اس لئے ضرورت ہے کہ اپنی زندگی کو اصل مقصد پر لگائیں، جس مقصد پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم نے لوگوں کو لگایا وہ ہر کام سے پہلے سوچتے تھے۔ اس کام کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم نے کس طرح فرمایا، ہر کام سے پہلے سوچیے۔ اس کے بارے میں کیا ارشاد ہے۔ یہ بھی نہیں سوچتے تھے کہ منع نہیں فرمایا، سکوت فرمایا بلکہ دیکھتے کیا ارشاد فرمایا۔ اللہ پاک ان حضرات کو جزاء خیر عطا فرمائے۔ راستہ بہت واضح کر دیا۔

حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلّم نے سارا دین صحابہ کرام رضوانُ اللہ علیہم اجمعین کو عطا فرما دیا۔ صاف صاف روشن دین جس میں باطل کی بالکل آمیزش نہیں تھی۔ صاف ستھرا دین جس طرح آسمان سے نازل ہوا اور پھر ان کو حکم فرما دیا اَلاَ فَلْیُبَلِّغِ الشَّاهِدُ مِنْکُمُ الْغَائِبَ جس نے مجھ سے دین سیکھا وہ

Scanned by CamScanner

دوسروں کو پہونچا دیں۔ آخری خطبہ میں یہ ارشاد فرمایا۔ یہ ارشاد سُنکر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی بڑی جماعت وہیں سے نکلی اور دور دراز ملکوں میں نکل گئے، دین کو پھیلانے کے لئے زندگی بھر واپس نہیں آئے۔ سب اسی میں ختم ہو گئے۔ کیسی مُبارک زندگی ان حضرات کی کیا مبارک ذخیرہ انھوں نے کمایا، کتنے مسلمان ہوئے ان کے ہاتھوں پر، کتنوں کو گناہوں سے توبہ کرائی کتنے شہروں میں کتنے مُلکوں میں پہونچے، اللہ ہی جانتا ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک جماعت کو دین پھیلانے، دین کی تبلیغ کے لئے بھیجا۔ حضرت عبداللہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ کو ان کا امیر بنا دیا۔ ایک نصرانی بادشاہ نے جماعت کو قید کر لیا۔ عبداللہ بن حذافہ رض کو اس نے بلایا اور کہا تم نصرانی بن جاؤ، تم کو آدھی سلطنت دیدوں گا۔ جواب دیا لاحول ولاقوۃ الا باللہ۔ یہ کیا سلطنت ہے، کیا حیثیت ہے اس سلطنت کی۔ بادشاہ نے کہا اچھا مجھ کو سجدہ کر لو۔ آدھی سلطنت دیدوں گا۔ جواب دیا جو پیشانی اللہ کے سامنے جھکی ہو وہ غیر اللہ کے سامنے نہیں جھک سکتی۔ اُس نے ایک قیدی کو بلایا۔ حکم دیا پانی کھولایا جائے۔ جب پانی خوب کھولنے لگا۔ حکم دیا اس قیدی کو اس میں ڈالدو۔ قیدی کو پکڑا کھولتے ہوئے پانی میں ڈالدیا۔ رویا، چلّایا، جل بھُن کر ختم ہو گیا۔ بادشاہ نے ڈرایا۔ عبداللہ بن حذافہ رض کو ڈرایا، تم کو بھی اِسی طرح کھولتے پانی میں ڈال کر ختم کر دیا جائے گا۔ جواب دیا جو چاہے کر تجھے اختیار ہے۔ حکم دیا اس کو بھی اسی طرح لے جاکر پانی میں ڈالدو ملازم لے کر چلے۔ راستہ میں عبداللہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ رونے لگے۔ ملازموں نے بادشاہ کو اطلاع دی اس نے حکم دیا واپس لاؤ، واپس لائے گئے۔ پوچھا، کیا دماغ کا کچھ پارہ کم ہوا، کچھ سمجھ میں آگیا، سجدہ کو تیار ہو۔

Scanned by CamScanner

جواب دیا نہیں. پوچھا پھر کیوں رو رہے ہو، کیا بچے یاد آرہے ہیں؟ جواب دیا نہیں. کہا کیا یہ فکر ہے جان کس طرح نکلے گی. جواب دیا نہیں. کہا پھر کیوں رو رہا ہے جواب دیا اس لئے رو رہا ہوں. آج اللہ کے لئے جان دینے کا موقعہ ملا اور میرے پاس یہی ایک جان ہے اس لئے رو رہا ہوں. کاش لاکھ جانیں ہوتیں سب کو اللہ کے لئے قربان کرتا اس لئے رو رہا ہوں.

بادشاہ نے کہا اچھا میری پیشانی کو بوسہ دیدو چھوڑ دوں گا. فرمایا مجھ کو ہی یا سب ساتھیوں کو بھی. بادشاہ نے کہا سب ساتھیوں کو بھی چھوڑ دوں گا. کہا بہت اچھا اور بادشاہ کی پیشانی کو بوسہ دیا. بادشاہ نے ان کو اور ان کے ساتھیوں کو چھوڑ دیا. حضرت عبداللہ بن حذافہ رضؓ اپنے ساتھیوں کو لے کر واپس آئے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو سارا واقعہ سُنایا. حضرت عمر رضؓ نے ان کی پیشانی کو بوسہ دیا.

اس وقت ایسی صورتیں پیش آتی تھیں آج تو ایسا نہیں ہے اب تو ایسی صورتیں پیش نہیں آتیں. ضرورت ہے کہ اللہ کے بندوں میں جائیں ان کو دین سمجھائیں، ان تک دین پھیلائیں، اور جو مسلمان بھائی ہیں ان کے دلوں میں دین کی طلب نہیں ان کے دلوں میں دین کی طلب پیدا کریں. ان اجتماعات کا منشاء ہفتہ واری اجتماع ہو یا ماہانہ یا سالانہ اجتماع ہو سب کا یہی منشاء ہے. اللہ کا دین زیادہ سے زیادہ پھیل جائے. اس پر محنت کریں گے اپنا دین بھی صحیح ہوگا، پختہ ہوگا، اور دوسروں کو بھی نفع ہوگا. اللہ تعالیٰ توفیق عطا فرمائے. کہنے والے کو بھی سُننے والوں کو بھی. فقط.

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی خَیْرِ خَلْقِہٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ.

Scanned by CamScanner

بعض ضروری مشورے

دعوت و تبلیغ اور اشاعتِ اسلام کا جذبہ ہر مومن کا حسبِ استطاعت فریضہ ہے اس سلسلے میں چند باتیں عرض ہیں:۔

(۱) ہر مومن خواہ کسی بھی مشغلہ تجارت وغیرہ میں ہو دینِ اسلام پر پختگی سے عمل کرے کہ مذہبِ اسلام پر عمل کرنا بجائے خود دعوت و تبلیغ کے درجہ میں ہے۔

(۲) اسلام کے جن اصول کو اشاعتِ اسلام میں خاص دخل ہے جن کو ہم اوپر بیان کرچکے ہیں بطورِ خاص ان کو اختیار کیا جائے۔

(۳) تبلیغی جماعت کے سلسلہ کو اصول کی رعایت کے ساتھ وسیع تر کیا جائے اور عملی طور پر حسبِ مقدور اس میں حصہ لیا جائے اور ہر ہر بستی میں اس کے مرکز قائم کئے جائیں اور ہر جگہ کی اصلی حالت ظاہر کرکے اکابرِ تبلیغ سے کام کی نوعیت کے بارے میں ہدایات حاصل کرنے کا اہتمام کیا جائے۔

(۴) جو دینی مدارس قائم ہیں ان کے فروغ و استحکام کی کوشش کی جائے اور جن بستیوں میں مدارس و مکاتب نہیں وہاں قائم کئے جائیں۔

(۵) اربابِ تبلیغ و اربابِ مدارس اپنے اپنے شعبوں کو سنبھالتے ہوئے باہم ایک دوسرے کا تعاون کریں اور مشوروں میں شریک رہیں

(۶) ہر مدرسہ میں خانقاہی سلسلہ اپنے اکابر کے مشورہ سے جاری کیا جائے اور ہفتہ و اتوار میں عوام تاجر پیشہ لوگوں کو بھی جوڑنے کی کوشش کی جائے کہ وہ اپنا یہ وقت تفریح و سیرگاہوں میں گذارنے کے بجائے مدرسہ و خانقاہ میں گذاریں یہ سلسلہ اگر قائم ہو جائے تو بہت نفع کی امید ہے۔ انشاء اللہ۔

Scanned by CamScanner

(۷) کالے لوگ جن کو عیسائی ظاہر کیا جاتا ہے ان میں اکثریت لامذہب لوگوں کی ہے جو دین سے بالکل ناآشنا اور خالی الذہن ہیں بلکہ بعض وجوہ سے اسلام کے قریب ترین ہیں۔ ۱۔ ان میں پردہ کا قدرے اہتمام ہے ۲۔ سادگی ہے ۳۔ کھانا سب ملکر دسترخوان پر کھاتے ہیں ۴۔ بعض ان میں ختنہ کراتے ہیں ۵۔ توحید کے قائل ہیں جیسا کہ احقر کے علم میں لایا گیا واللہ اعلم بالصواب

ان وجوہ کی بنا پر کہا جاسکتا ہے کہ کسی وقت ان کے آباؤ واجداد نے اسلام قبول کیا ہو مگر بعد میں تعلیم کا نظم نہ ہونے کے بنا پر وہ اس سے ناآشنا ہوتے چلے گئے اور اسی کے یہ چند نقوش ان میں باقی رہ گئے۔ اس کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ جب ان کے سامنے اسلام کو پیش کیا جاتا ہے تو بہت جلد اسلام کو قبول کر لیتے ہیں۔ اس لئے اگر ان میں دعوت وتبلیغ کا کام کیا جائے تو ان میں اسلامی انقلاب آنے کی قوی توقع ہے اور پھر وہ دن دور نہیں کہ اسلام وہاں کا غالب مذہب اور مسلمان وہاں کی غالب اکثریت ہوجائیں۔ وما ذلک علی اللہ بعزیز۔

ذرا نم ہو تو یہ مٹی بڑی زرخیز ہے ساقی

طریق کار

کالوں میں کام کرنے کا یہ طریقہ ذہن میں آتا ہے

(۱) تبلیغی جماعت ان کی بستی میں جاکر قیام کرے اور کم از کم چوبیس گھنٹے گذاریں اور وہیں اذان واقامت کے ساتھ نماز ادا کریں باقی اوقات ذکر تلاوت تسبیحات تعلیم مذاکرہ وغیرہ میں مشغول رہیں اور کسی وقت جمع کرکے اسلامی تعلیمات اور اس کے محاسن بیان کریں۔

اگر موقع ہو تو بعض کو مدعو کرکے کھانے میں بھی شریک کریں (یا تبلیغی احباب

Scanned by CamScanner

ملکر مشورہ کریں کہ کیا طریق کار مناسب ہے اس کو اختیار کریں)

(۲) ان کی بستیوں میں مکاتب بھی قائم کئے جائیں جن میں باقاعدہ دارالاقامہ بھی ہو اور مقامی بچوں کو اس میں داخل کیا جائے اور ان کی تعلیم و تربیت کے ساتھ ساتھ ان کے طعام اور دیگر ضروری اخراجات کا انتظام کیا جائے ۔

(۳) یتیم خانے قائم کئے جائیں جن میں لاوارث بچوں کو رکھ کر ان کی تعلیم و تربیت اور قیام و طعام کی ضروریات کا انتظام کیا جائے ۔

ھدایت :۔ مکاتب و یتیم خانوں میں تعلیم و تربیت کا طریقِ کار فکر مند علماء اور احباب کے مشورہ سے تجویز کیا جاے ۔

(۴) شفاء خانے قائم کئے جائیں جن میں ان کو مفت دوا دینے اور مفت علاج کرنے کا نظم ہو ۔

(۵) ہر بستی میں سدھار کمیٹی قائم کی جائے جس میں ان کو شریک کیا جائے ۔ اور ہفتہ وار، پندرہ روزہ، ماہانہ مشورے اور کانفرسیں کی جائیں اور ان میں حسبِ موقع و حسب صوابدید محاسنِ اسلام کو بیان کیا جائے ۔

(۶) اسلام قبول کرنے کے بعد ان کی عورتوں سے ازدواجی رشتے قائم کرنے میں عار نہ کی جائے گو طبیعت پر جبر کرنا پڑے ۔ نیز حسبِ پسند اپنے خاندان وغیرہ میں بھی شادی کر لی جائے اور ان میں سے بھی کسی سے شادی کر لی جائے اور اپنی بیوی کو بھی سمجھا دیا جائے کہ ان سے شادی صرف دینی مصلحت کی بناء پر کر رہا ہوں مگر حقوق کی ادائیگی کا پورا خیال رکھا جائے ۔

(۷) اس کتاب میں عیسائیوں کی اسلام دشمنی اور مسلمانوں پر داستانِ مظالم کا ذکر آیا ہے جو مبنی برحق ہے جس میں کوئی مبالغہ نہیں مگر جنوبی افریقہ میں عیسائی حکومت کا سلوک مسلمانوں کے ساتھ روادارانہ بلکہ ہمدردانہ ہے جس کا ثبوت مسلمانوں کے

Scanned by CamScanner

مذہبی کاموں میں دخل اندازی نہ کرنا بلکہ تعاون کرنا ہے ۔

اسی طرح مسلمانوں کے مقدمات مذہب اسلام کے قانون کے مطابق فیصل کرنا جبکہ مسلمان اس کے خواہشمند ہوں اس کے لئے حکومت مسلمانوں کی مذہبی جماعت جمعیۃ العلماء سے فتویٰ حاصل کرتی ہے اور اس کے مطابق فیصلہ کرتی ہے اور سنہ ۱۴۱۱ھ مطابق سنہ ۱۹۹۱ء میں علماء کا ایک بورڈ بنا کر مذہب اسلام کا قانون مرتب کر کے عدالت میں پیش کرنے کا حکومت نے مطالبہ کیا تاکہ مسلمانوں کے تمام مقدمات قانونِ اسلام کے مطابق ہی فیصلہ کئے جائیں ایسے ہی ، مذابح قائم کرنے کے وقت علماء سے مشورہ کیا کہ مذہبِ اسلام میں ذبیحہ حلال ہونے کے لئے کیا چیزیں ضروری ہیں ، اور علماء نے ذبیحہ حلال ہونے کے لئے جن چیزوں کی رعایت کو ضروری قرار دیا حکومت نے ان کو منظور کیا اور اس کی نگرانی جمعیۃ العلماء کے سپرد کی ۔

ان سب چیزوں سے جنوبی افریقہ میں موجودہ عیسائی حکومت کا طرزِ عمل مسلمانوں کے ساتھ تعاون وہمدردی کا ظاہر ہوتا ہے جو قرآن پاک کی اس آیت کا مصداق ہے ۔

لَتَجِدَنَّ اَشَدَّ النَّاسِ عَدَاوَةً لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا الْيَهُوْدَ وَ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا وَلَتَجِدَنَّ اَقْرَبَهُمْ مَّوَدَّةً لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا الَّذِيْنَ قَالُوْا اِنَّا نَصٰرٰى ذٰلِكَ بِاَنَّ مِنْهُمْ قِسِّيْسِيْنَ وَرُهْبَانًا وَّاَنَّهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ ط

(غیر مومنین میں) تمام آدمیوں سے زیادہ مسلمانوں سے عداوت رکھنے والے آپ ان یہود اور ان مشرکین کو پاویں گے ، اور ان (غیر مومن آدمیوں) میں سے مسلمان کے ساتھ دوستی رکھنے کے قریب تر (بہ نسبت اوروں کے) اُن لوگوں کو پائے گا جو اپنے کو نصاریٰ کہتے ہیں ۔ (قریب تر کا یہ مطلب کہ دوست تو وہ بھی نہیں مگر دوسرے مذکورین سے غنیمت ہیں) یہ

Scanned by CamScanner

(دوستی سے قریب تر ہونا اور عداوت میں کم ہونا) اس سبب سے ہے کہ ان (نصاریٰ) میں بہت سے علم دوست عالم ہیں اور بہت سے تارکِ دنیا درویش ہیں (اور جب کسی قوم میں ایسے لوگ بکثرت ہوتے ہیں تو عوام میں بھی حق کے ساتھ زیادہ عناد نہیں رہتا اگرچہ خواص وعوام حق کو قبول نہ بھی کریں) اور اس سبب سے ہے کہ یہ (نصاریٰ) لوگ متکبر نہیں، (بیان القرآن)

اسی لئے پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ان کے ساتھ ہمیشہ خصوصی سلوک فرمایا۔ اسی طرح سیاسی دائرہ میں بھی ان کو مراعات دی گئیں

پس مسلمان بھی ان کے ساتھ حسن سلوک اور مکارمِ اخلاق کے زیادہ مستحق ہیں۔ پس اگر مسلمانوں اور عیسائیوں کا باہم یہی تعاون وہمدردی کا سلوک رہے تو انشاء اللہ اس کے اچھے ثمرات اور بہتر نتائج برآمد ہوں گے۔

تری رحمت سے الٰہی پائیں یہ رنگ قبول
پھول کچھ میں نے چنے ہیں انکے دامن کیلئے

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ وَتُبْ عَلَيْنَا اِنَّكَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ۔ وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى خَيْرِ خَلْقِهٖ سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا وَحَبِيْبِنَا مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَ صَحْبِهٖ وَبَارِكْ وَسَلِّمْ تَسْلِيْمًا كَثِيْرًا كَثِيْرًا اَبَدًا اَبَدًا

العبد محمد فاروق غفرلہ

جامعہ محمودیہ ہاپوڑ روڈ میرٹھ

۲۵ ۱۱/۱۱ ھ شب دوشنبہ

Scanned by CamScanner

کل کو جانا ہی ہے۔ دوسرے روز ہوائی اڈہ پر انتظار میں ویٹنگ روم میں بیٹھا ہوا، موسم حج اور اپنے ساتھ پاکستان جانیوالوں کا کثیر مجمع اور جدہ میں رخصت کرنے والوں کے ہجوم کی وجہ سے کافی وقت بیٹھنا ہوا۔ بندہ نے حضرت کو روتے ہوئے پہلے بھی بہت کثرت سے دیکھا ہے۔ اکثر اوقات تو ایسا کہ اجنبی کو تو ظاہر نہ ہوتا تھا لیکن غور کرنے سے معلوم ہوتا تھا کہ حضرت رو رہے ہیں، اور بعض وقت دیکھنے والوں کو محسوس ہو جاتا تھا کہ نماز، تلاوت وغیرہ میں حضرت رو رہے ہیں، لیکن آنسوؤں کی کثرت کا دستور نہ تھا اور یہ قانون تھا کہ ایسی حالت میں جب کوئی ملنے والا آگیا یا کوئی دوسرا موضوع سامنے آیا جس میں کسی سے ہنسی مذاق اور خندہ پیشانی کی ضرورت ہوتی یا کسی کو ڈانٹ ڈپٹ کی ضرورت ہوتی تو ظاہری طور پر حضرت کی وہ حالت فوراً ختم ہو جاتی اور آنیوالے کو کچھ محسوس نہ ہوتا۔ وقت کے حق کے مطابق حالت ہو جاتی۔

اس رخصتی والے دن کی حالت بالکل نرالی تھی، حضرت تشریف فرما تھے، اردگرد کافی مجمع تھا، لیکن حضرت ایسے بیٹھے ہوئے تھے جیسا کہ بالکل اکیلے ہوں۔ کوئی بات، کلام، توجہ نہ تھی بے تحاشہ رو رہے تھے، آنسو آنکھوں سے مسلسل بہہ رہے تھے۔ کرتا تر بتر ہو رہا تھا، چہرہ مبارک سرخ اور آنکھوں کے پانی سے ایسا دھل رہا تھا جیسا کہ کوئی نل کے نیچے بیٹھا ہو، بس آواز تو نہیں تھی، حضرت ہاتھ ڈھیلے کئے بیٹھے تھے، لوگ چپ چاپ مصافحہ کرتے جاتے تھے۔ ایک دہشت سی تھی۔ اسی حالت میں رخصتی ہوئی، چونکہ اس قسم کی حالت ہمیشہ مخفی رکھنے کی عادت تھی۔ اس لئے اگر خود نہ دیکھا ہوتا تو مجھے بھی یقین نہ آتا، بیان کو مبالغہ سمجھتا اور اب اس بیان کو ناکافی سمجھ رہا ہوں"[1]

---

[1] مکتوب صوفی محمد اقبال صاحب بنام ابوالحسن علی۔